ذکرِ عطاء

فی حیاتِ اُستاذ العُلماء قدس سرہٗ العزیز

جامع المعقول والمنقول

حاوی الفروع والاصول، تاجورِ کشورِ تدریس، ملک المدرسین

حضرت علامہ الحاج الحافظ

مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نور اللہ مرقدہ

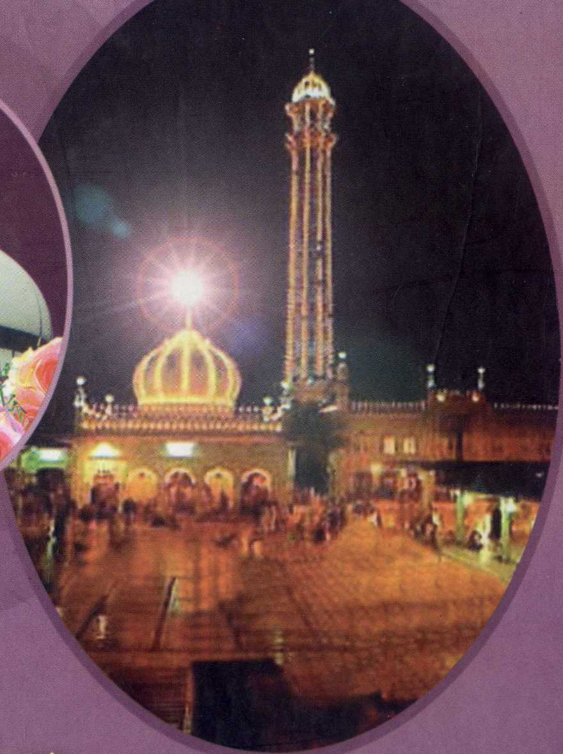

تالیف

مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

ناشر

استاذ العلماء اکیڈمی خوشاب

ذکرِ عطاء

فی حیاتِ اُستاذِ العلماء

قدس سرہ العزیز

جامع المعقول والمنقول

حاوی الفروع والاصول تاجورِ کشورِ تدریس ملک المدرسین

حضرت علامہ الحاج الحافظ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نوّر اللہ مرقدہ

تالیف

مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

ناشر

استاذ العلماء اکیڈمی خوشاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں ﴾

نام کتاب ...... ذکرِ عطاء فی حیاۃ استاذ العلماء

تحریر ...... مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

کمپوزنگ ...... ابرار حسین یاسر (0333-7697982)

باہتمام ...... صاحبزادہ محمد اجمل عطاء چشتی گولڑوی، مہتمم جامعہ غوثیہ مہریہ عطاء العلوم

تعاون ...... حاجی ارشد گولڈسمتھ، فہیم ارشد چک نمبر 34 شمالی سرگودھا

سن اشاعت ...... 1434ھ/2013ء (اشاعت باراول)

تعداد 1100

قیمت ...... -/800روپے

واحد تقسیم کار:

☆ استاذ العلماء اکیڈمی (خوشاب)

جامعہ غوثیہ مہریہ عطاء العلوم، دھمن داخلی پدھراڑ تحصیل وضلع خوشاب

0300-5481958 0342-7559591

ملنے کے پتے:

☆ مکتبہ سلطانیہ رضویہ

دار العلوم قمر الاسلامیہ رضویہ، خوشاب 0300-6077287

☆ اہلسنّت پبلی کیشنز

شاندار بیکری والی گلی، منگلا روڈ، دینہ 0321-7641096

☆ مکتبہ شمس وقمر

بیرون بھاٹی گیٹ لاہور 0345-4666768

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

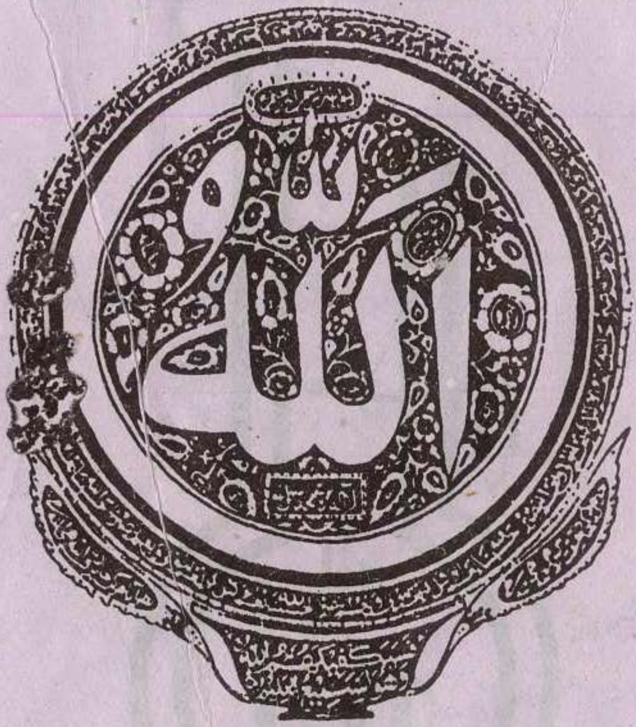

قطعۂ اسمِ ذات

جو اعلیٰ حضرت شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے رقم فرمایا، جس سے آپؒ کے عشقِ الٰہی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، پتّے پتّے میں اسمِ ذات نہایت خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	انتساب	1
2	عرضِ مؤلف	2
3	اظہارِ تشکر	5
4	حمد باری تعالیٰ جل جلالہٗ	6
5	نعت رسول مقبول ﷺ	7
6	شجرۂ نسب استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ	10
7	حالاتِ زندگی قطب شاہؒ	13
8	عبداللہ بن قطب شاہؒ	15
9	محمد المعروف کنڈانؒ	18
10	اعوان خاندان کی فضیلت	19
11	وادی سون سکیسر کے متعلق	20
12	اعوان قبیلہ کے معروف اولیاء اللہؒ	25
13	ضلع خوشاب کے مشہور علماء کرام واولیاء کرامؒ	26
14	ضلع خوشاب کے بلند پایہ علماءِ کرام	31
15	فرمودہِ استاذ العلماءؒ	34
16	مولانا سلطان محمود ناميؒ کے تلامذہ	35
17	شجرہ نسب	44
18	حیات استاذ العلماءؒ دریک نگاہ	45
19	آپ کی ولادت سے قبل آپ کے عالم وحافظ ہونے کی بشارت	51
20	تذکرہ حضرت مولانا حافظ علی محمدؒ برادرِ اصغر استاذ العلماءؒ	53
21	آمد بر سر مطلب وغیبی بشارت	61
22	حضرت خواجہ حافظ ضیاء الدین سیالویؒ وفقیہہ العصر مولانا یار محمد بندیالویؒ کی دعا	62

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
23	پہلی درسگاہ	63
24	استاذ العلماءؒ کی مولانا مہر محمدؒ سے عقیدت	73
25	دوسرا مقام تدریس	75
26	تیسرا، چوتھا، پانچواں مقام تدریس	76
27	چھٹا، ساتواں، آٹھواں مقام تدریس	77
28	نواں، دسواں مقام تدریس	78
29	گیارہواں مقام تدریس وشان تدریس	79
30	قبلہ استاذی المکرمؒ کی تمکین تدریس	81
31	فرمودات حضرت صاحبزادہ مولانا عبدالحق صاحب بندیالوی	82
32	اوصاف مبارکہ	86
33	قبلہ استاذی المکرمؒ کی امتیازی خصوصیات	88
34	عقائد کے بارے میں استاذ العلماءؒ کی ایک لاجواب تحریر	89
35	مسئلہ نور پر استاذ العلماءؒ کی ایک نادر تحریر	104
36	عقیدہ توحید ورسالت ﷺ	117
37	تقریظ کا جواب	123
38	مناطقہ کے دوگروہ	136
39	تفسیر بیضاوی شریف پر استاذ العلماءؒ کی تقریر	142
40	خواجہ غلام سدید الدینؒ کے سانح پر استاذ العلماءؒ کے تاثرات	197
41	حدیث مشکوٰۃ شریف کی تشریح	202
42	تفسیر ضیاء القرآن پر ایک نظر	218
43	تفسیر خذائن العرفان میں ایک غلطی کی نشاندہی	224
44	حاشیہ مسلم الثبوت میں ایک غلطی کی نشاندہی	232

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
45	حاشیہ نحو میر میں ایک غلطی کی نشاندہی	233
46	مفتی اقتدار احمد کی علماء و مشائخ کے متعلق ناشائستہ گفتگو	239
47	مفتی اقتدار کے خرافات کا جواب	242
48	آمدم برسرِ مطلب	244
49	ایک شبہ کا جواب	250
50	عربی منقبت	252
51	بیعت و ارادت	253
52	پہلا مقام	255
53	دوسرا مقام	257
54	علم کی دو قسمیں / تصور و تصدیق	260
55	تصور کے اقسام	261
56	تصدیق کے اقسام	262
57	واقعہ نمبر 3	264
58	حضرت ثانی سیالویؒ کی پیر مہر علی شاہؒ پر خاص عنایت	270
59	نظم پیر صدیق شاہؒ منگوال	274
60	فضائل اہلبیت کرام و قدم غوث اعظمؒ	275
61	پیر سید غلام محی الدین بابو جیؒ کی استاذ العلماءؒ پر عنایات / تصویر کے بغیر سفر	321
62	اسناد استاذ العلماءؒ	327
63	استاذ العلماءؒ کا اپنے مرشد گرامیؒ کے آستانہ سے تعلق	344
64	بابو جیؒ کے مکتوب	346
65	استاذ العلماءؒ کی اپنے شیخ کی اولاد کے ہر فرد سے عقیدت	349
66	خواجہ محمد شمس العارفینؒ کے صاحبزادگان	359

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
67	صاحبزادہ میاں سعد اللہ سیالوی کے قلندرانے	366
68	خط بنام حضور شیخ السلام والمسلمین حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ	392
69	استاذ العلماء کے ارشادات و فرمودات	395
70	استاذ العلماءؒ کے امتیازات	397
71	استاذ العلماءؒ کا شانِ استغناء	400
72	شانِ تدریس	402
73	ملفوظات استاذ العلماءؒ	405
74	امام المعقولات مولانا محمد دین بدھویؒ	409
75	استاذ العلماءؒ پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام	401
76	استاذ العلماءؒ کا انٹرویو	421
77	اہل حدیث کی افتراء بازی	431
78	استاذ العلماءؒ کی تین اسناد	437
79	استاذ العلماءؒ کی مختلف کتب پر تقریظات	439
80	شرائط مناظرہ بین اہل السنۃ و بین اہل البدعۃ	446
81	استاذ العلماءؒ کے علمی جواہر پارے	450
82	استاذ العلماءؒ کے مختلف کتب پر نوٹس	458
83	استاذ العلماءؒ کی زندگی کا سنہری واقعہ	465
84	تحریک پاکستان اور تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں استاذ العلماءؒ کا کردار	467
85	مولانا شاہ احمد نورانی صدیقیؒ	468
86	نورانی میاںؒ کا خط بنام استاذ العلماءؒ	469
87	استاذ العلماءؒ کی اسلامی نظریاتی کونسل میں خدمات	474
88	انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرامؒ کی توہین اور اس کی سزا	476

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
89	حدود کی سزاؤں کے نفاذ کیلئے عورتوں کی شہادت کا مقام	488
90	اشطام ایکٹ کی شرعی حیثیت	520
91	سعادت عظمیٰ	529
92	شادی خانہ آبادی	530
93	اولادِ امجاد	531
94	استاذ العلماءؒ کا سفر آخرت	532
95	علم و فضل کا گھر بے چراغ ہوا	535
96	استاذ العلماءؒ کی وفات کی خبر	536
97	بعد از وصال استاذ العلماءؒ کے جسد اطہر پر نور کی برسات	539
98	قطعہ تاریخ رحلت	540
99	قطعاتِ تاریخ وصال	541
100	استاذ العلماءؒ کا ختم قل و چہلم	545
101	ہدیۂ عقیدت بحضور استاذ العلماءؒ	548
102	استاذ العلماءؒ کی تصانیف	555
103	مقالہ درس نظامی کی اہمیت	564
104	مقالہ نظام عدل و فقہ حنفی	590
105	استاذ العلماءؒ کے تلامذہ	603
106	عکس تصویر استاذ العلماءؒ	615
107	عکس تصویر صاحبزادہ فداء الحسنؒ	616
108	مختصر کوائف و وصال جگر گوشہ استاذ العلماءؒ	617
109	قطعہ تاریخ رحلت	603
110	مختلف علماء و مشائخ کا استاذ العلماءؒ کے حضور نذرانہ عقیدت	607

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
111	پیر سید نصیر الدین نصیر نور اللہ مرقدہٗ	608
112	پیر طریقت محمد صادق نقشبندی کوٹلی آزاد کشمیر	660
113	صاحبزادہ عتیق الرحمٰن صاحب زیدہ مجدہٗ ڈھانگری شریف	662
114	صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ	663
115	پیر طریقت ابوداؤد محمد صادق رضوی صاحب زیدہ مجدہٗ	667
116	پیر طریقت استاذ العلماء سید حسین الدین شاہ صاحب زیدہ مجدہٗ	668
117	علامہ سید محمود احمد رضوی نور اللہ مرقدہٗ	669
118	پیر طریقت صاحبزادہ محمد اسماعیل الحسنی صاحب زیدہ مجدہٗ	671
119	پیر طریقت حضرت علامہ مقصود احمد قادری صاحب زیدہ مجدہٗ	673
120	صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی صاحب زیدہ مجدہٗ	676
121	صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی صاحب زیدہ مجدہٗ	677
122	صاحبزادہ محب اللہ نوری صاحب زیدہ مجدہٗ	680
123	علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہٗ	685
124	حافظ قاضی محمد اقبال قادری صاحب زیدہ مجدہٗ	688
125	مولانا محمد رفیق الحسنی صاحب زیدہ مجدہٗ	689
126	مولانا غلام محمد سیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ	691
127	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب زیدہ مجدہٗ	692
128	مولانا غلام رسول سعیدی صاحب زیدہ مجدہٗ	693
129	علماء کرام کا استاذ العلماءؒ کے حضور نذرانہ عقیدت	695
130	شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی نور اللہ مرقدہٗ	696
131	علامہ عبدالحکیم شرف قادری نور اللہ مرقدہٗ	705
132	علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی نور اللہ مرقدہٗ	713

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
133	مولانا قاضی عبدالدائم ہری پور	718
135	مولانا محمد یعقوب ہزاروی زیدہ مجدہٗ	719
136	مولانا محمد صدیق ہزاروی زیدہ مجدہٗ	721
137	مولانا عبدالرحمٰن الحسنی زیدہ مجدہٗ	723
138	مولانا علی احمد سندھیلوی زیدہ مجدہٗ	732
139	ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زیدہ مجدہٗ	741
140	پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی زیدہ مجدہٗ	747
141	مولانا فضل سبحان قادری زیدہ مجدہٗ	761
142	صاحبزادہ محمد داؤد رضوی زیدہ مجدہٗ	764
143	مولانا عطاء محمد کونڈوی نور اللہ مرقدہٗ	767
144	مولانا شاہ حسین گردیزی زیدہ مجدہٗ	768
145	حافظ محمد اقبال قادری زیدہ مجدہٗ	769
146	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نور اللہ مرقدہٗ	773
147	مولانا محمد ابراہیم القادری صاحب زیدہ مجدہٗ	774
148	مولانا غلام محمد شرقپوری صاحب زیدہ مجدہٗ	775

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زِندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حافظؒ

تعارف مؤلف

دنیا میں دو ہی قسم کے لوگوں نے کام کیا ہے ایک وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کو علم و عمل سے آراستہ کر کے سبق آموز بنایا اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دوسروں کی زندگی سے سبق حاصل کیا۔ خلاصہ یہ کہ اکتساب فیض اور ایصال فیض کا نام زندگی ہے۔ انہی میں سے ایک مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی صاحب بھی ہیں جنہوں نے ایک ایسا عظیم کام سرانجام دیا جن کی کاوشوں کا ثمر کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

تاریخ پیدائش: مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی صاحب 1969ء میں پنڈی سید پور تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں جناب محترم عبد الرشید صاحب مرحوم و مغفورؒ کے ہاں پیدا ہوئے ۔والدین نے نذر حسین نام رکھا۔ جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو انہوں نے اپنے گاؤں پنڈی سید پور سکول میں داخل کروادیا۔ میٹرک تکعصری تعلیم حاصل کی۔ 1986ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی کو بچپن سے ہی دینی تعلیم حاصل کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ اس لئے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے فوراً بعد سیال شریف حاضر ہو کر دار العلوم ضیاء شمس الاسلام میں داخلہ لے لیا اور مندرجہ ذیل اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

۱۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی نوراللہ مرقدہٗ۔

۲۔ حضرت علامہ مولانا قاری غلام احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ مفتی اعظم آستانہ عالیہ سیال شریف

۳۔ حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش صاحب سیالوی زیدہ مجدہٗ

مذکورہ بالا اساتذہ کرام سے جب استاذ العرب والعجم استاذ العلماء والمشائخ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی تعریف اور شہرت سنی تو دل میں حضرت قبلہ استاد صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضری اور آپ سے اکتساب فیض کا جذبہ و شوق پیدا ہو گیا۔ اس وقت حضرت بندیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھی شریف میں فرائض تدریس سرانجام

دے رہے تھے۔ تو مولانا نذر صاحب 1988ء میں بھکھی شریف میں حضرت قبلہ استاد صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ اور حضرت صاحبزادہ فداء الحسن (علیہ الرحمۃ) کے ساتھ اسباق شروع کئے اور 1990ء تک بھکھی شریف میں پڑھتے رہے اور 1991ء میں حضرت قبلہ استاد صاحبؒ بندیال شریف تشریف لے گئے تو مولانا نذر صاحب بھی بندیال شریف قبلہ استاد صاحب کے ہمراہ چلے گئے اور وہاں ایک سال تک حضرت صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ساتھ پڑھتے رہے۔ مولانا نذر حسین صاحب وہ خوش نصیب آدمی ہیں کہ جب حضرت قبلہ استاذی المکرّم (رحمہ اللہ تعالیٰ) 1992ء میں علیل ہو گئے اور واپس اپنے گھر دھمن شریف داخلی پدھراڑ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ 1992ء سے لے کر 1999ء تک حضرت قبلہ استاذی المکرّم (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی خدمت کرتے رہے۔ مولانا نذر صاحب نے اپنے استاذ گرامیؒ کا ساتھ اس طرح نبھایا کہ آپ کی علالت سے لے کر وصال مبارک تک خوب خدمت کی اور ڈھیروں دعاؤں لیں جو ان کی زندگی میں رنگ لائی ہیں اور قبر و حشر میں بھی ان شاء اللہ رنگ لائیں گی اور سرکار دو عالم ﷺ کے اس فرمان عالیشان کے مصداق بنیں گے ''المرء مع من احب'' جو کہ مولانا صاحب کے معیار پر پورا اترتا ہے اور ان شاء اللہ اس مقولہ کے بھی مصداق بنیں گے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا حضرت قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ اور استاذ المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت سے بندہ ناچیز پر اپنی گوناں گوں مصروفیات سے وقت نکال کر فارسی سکندر نامہ تک، صرف دستور المبتدی اور شافعیہ تک، نحو جامی تک، فقہ شرح وقایہ تک، منطق میر زاہد ملا جلال تک، فلسفہ میبذی تک اور تفسیر جلالین شریف پڑھائیں۔ اور فرماتے ہیں کہ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کی اور زندگی کے آخری ایام

میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے منہ مبارک میں پانی ڈالنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی زہے نصیب مولانا نذر صاحب نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ استاد صاحب کے وصال کے بعد 2000ء میں حضرت صاحبزادہ فداء الحسن صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) سے مشورہ کیا کہ قبلہ صاحبؒ کے نام پر ایک مدرسہ ہونا چاہیے تو صاحبزادہ صاحب نے زبان حال سے فرمایا ''میں بیمار رہتا ہوں میں اکیلا یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا ہاں اگر آپ ساتھ دیں تو پھر یہ کام ہو سکتا ہے'' میں نے صاحبزادہ صاحب سے وعدہ کیا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ جیسے آپ فرمائیں گے ایسا ہی کرونگا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی مشاورت سے جامعہ غوثیہ مہریہ عطاء العلوم قائم کیا۔ ساتھیوں کے تعاون سے بحمدہٖ تعالیٰ عظیم الشان بلڈنگ تعمیر ہوگئی اور شعبہ حفظ القرآن کے ساتھ ساتھ، تجوید و قرأت اور درس نظامی میں طالب علم زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں ۔مولانا نذر صاحب فرماتے ہیں کہ جب صاحبزادہ فداء الحسن (رحمہ اللہ تعالیٰ) زیادہ علیل ہو گئے تو میں نے ان کی خدمت کرنے کی بھی سعادت حاصل کی ان کی زندگی کے آخری لمحات تک ان کے ساتھ رہا۔ آخری ایام میں جب ہسپتال میں داخل ہوئے تو بحمدہٖ تعالیٰ ان کی خدمت کرتا رہا اور وصال باکمال کے وقت بھی ان کے پاس ہی تھا اور تجہیز و تکفین وغیرہ کے امور بھی سرانجام دیئے ۔صاحبزادہ صاحب کی خواہش تھی کہ بچیوں کی دینی تعلیم کیلئے بھی مدرسہ کی اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ 2010ء میں صاحبزادہ صاحبؒ کی زندگی میں ہی مدرسہ فداء العلوم للبنات قائم کیا گیا جس میں بحمدہٖ تعالیٰ اس علاقے کی بچیاں دینی تعلیم سے فیضیاب ہو رہی ہیں۔ مولانا صاحب نے یہ بھی بیان فرمایا کہ بحمدہٖ تعالیٰ مصمم ارادہ ہے کہ صاحبزادہ محمد اجمل عطاء صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جو کہ صاحبزادہ فداء الحسن (نور اللہ مرقدہٗ) کے صاحبزادے ہیں کے جوان ہونے تک اور مکمل تعلیم حاصل کرنے تک ان کی خدمت کرتا رہوں گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بیعت: ۔مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی مدظلہ العالی کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ حضرت قبلہ استاذی المکرّم حافظ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو حضرت قبلہ پیر سید

غلام معین الدین شاہ صاحب المعروف بڑے لالہ جی (نور اللہ مرقدہٗ) کے دست حق پرست پر بیعت کروائی۔ زہے نصیب۔

استاذ العلماء اکیڈمی کا قیام:۔

مولانا نذر حسین چشتی صاحب زیدہ مجدہٗ کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے جدوجہد کر کے حضرت قبلہ استاذ العلماء (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی یاد میں ایک عظیم الشان "استاذ العلماء اکیڈمی" قائم کی ہے جسکا مقصد جتنی بھی کتب حضرت قبلہ استاذی المکرمؒ کی یاد میں شائع ہوں وہ اسی اکیڈمی کے تحت شائع ہوں گی (ان شاء اللہ) اور درج ذیل کتب اکیڈمی کی طرف سے شائع بھی ہو چکی ہے ں۔

۱۔ سفرنامہ بغداد۔ ۲۔ تحقیق الفرید فی تراکیب کلمۃ التوحید۔ ۳۔ تحقیق ایمان ابوطالب۔

مولانا صاحب کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے درج ذیل کتب ترتیب دی ہیں۔

۱۔ ذکر عطاء فی حیات استاذ العلماء (جو تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے)۔

۲۔ تذکرہ گلشن عطاء (استاذ العلماءؒ کے تلامذہ کا حسین تذکرہ)

۳۔ تذکرہ علماء و مشائخ ضلع خوشاب

۴۔ مقالات بندیالوی (حضرت قبلہ استاذی المکرمؒ کے مقالات ترتیب دیئے ہیں)

اللھم زد فزد

اللہ تعالیٰ مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی صاحب زیدہ مجدہٗ کو اس عظیم خدمت کا اجرِ عظیم عطاء فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

حررہٗ

فقیر قادری محمد کمال الدین عفی عنہ

جامعہ فاروقیہ رضویہ کوٹلہ ارب علی خان

تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

انتساب

بندہ اپنی اس حقیر سعی وکوشش اور جدوجہد کومظہر تجلیات صمدیہ مصدر برکات سرمدیہ آل مصطفےٰ ﷺ ,فرزند مرتضٰی ,دلبند غوث الوریٰ ,بحرِ وفا,کان رضا,سابق راہ معنیٰ ,ناقد نقد تقویٰ ,عالم فرع واصل ,حاکم وصل وفصل ,ستودہ رجال,مظہر جمال ,ربودہ جلال ,مستغرق برصدائے کن فیکون ,معدود در زمرہ انی اعلم مالا تعلمون ,فلک عبادت ,مہر سعادت ,فخر اہل السنۃ والجماعۃ ,بخشندہ عشق ومودت ,پرورندہ مہر ومحبت ,ولی قبہ غیرت ,صفی پردہ وحدت ,چشمہ روضا رضا,لقطہ کعبہ رجا,قطب دوراں ,غوث زماں ,السید خواجہ پیر مہر علی شاہ گیلانی حنفی قادری چشتی گولڑوی نوراللہ مرقدہٗ کی بارگاہ والاجاہ میں ہدیہ نیاز ونذرانہ عقیدت پیش کرتا ہے۔جن کے علم وعرفان سے دنیا جگ مگا اٹھی۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف

گرقبول افتد زہے عزوشرف

تراب اقدام العلماءوالصلحاء

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

عرض مؤلف

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ امام علم وحکمت ,جبل العلوم ,جامع المعقول والمنقول ,الحاج الحافظ ,استاذ کل فی الکل ,حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی قدس سرہٗ العزیز کی ذات والا صفات اور آپ کے کمالات محتاج تعارف نہیں ۔آپ کا وجود مسعود عالم اسلام کیلئے ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھا آپ نے عشاق مصطفےٰ ﷺ کے سینوں میں جو علم کی شمع روشن فرمائی اس کی نظیر بہت کم نظر آتی ہے حق تو یہ تھا کہ اتنی عظیم ہستی کی حیات مقدسہ پر کوئی صاحب علم اپنے علم وفضل کے ذریعے آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ضبط تحریر میں لا کر افادہ خلق کیلئے منظر عام پر لاتا اور یہ کام علماء ہی کا تھا مگر بشومی قسمت کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً 13 سال کا عرصہ گزر گیا ہے مگر افسوس کہ آپ کے بلند پایہ تلامذہ میں سے کسی صاحب علم نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی ۔آخر بندہ نے علمی میدان میں اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کو مدنظر رکھتے ہوئے حسب مقولہ مالا یدرك كله لا يترك كله پر عمل کرتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق اظہار خیال کیا اور حتی الامکان کوشش کی ہے کہ جو کچھ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے وہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اپنے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے اس طرح تصنیف وتالیف کے دشوار گزار میدان میں میرا یہ پہلا قدم ہے۔ گو تحریر میں بہت صحت وتحقیق سے کام لیا گیا ہے تاہم بہت ممکن ہے کہ لغزش ہوئی ہو اور میں نشانہ ملامت بنایا جاؤں کیونکہ من صنف فقد استهدف نہایت مشہور اور مجرب مقولہ ہے مگر اپنے علم پرور احباب وارباب نقد سے گزارش ہے کہ سہو ونسیان سے معاف فرمائیں۔

بہ پوش گر بہ خطائے رسی و طعنہ مزن
کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نشود

بندہ نے زیادہ تر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے استفادہ کیا ہے اگر اس کتاب میں کوئی غلطی ہو تو وہ بندہ کی طرف منسوب ہوگی۔ آخر میں بندہ ان تمام دوستوں کا تہہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے اس کارِ خیر میں اور ترتیب وتدوین میں میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

مابداں مقصد عالی نتوانیم رسید

ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

اور بندہ اپنے تمام اساتذہ کرام کا ذکر خیر حصول برکت کیلئے ذکر کرتا ہے جن کی کوششوں اور دعاؤں سے بندہ اس قابل ہوا ان میں سرفہرست

ا۔استاذ العرب العجم ,استاذ کل فی الکل ,امام علم وحکمت الحاج الحافظ حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نوراللہ مرقدہٗ ہیں۔

۲۔شیخ الحدیث والتفسیر ,امام المناظرین ,ابوالحسنات حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی اور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔حضرت مولانا قاری غلام احمد سیالوی ''مفتی اعظم آستانہ عالیہ سیال شریف''

۴۔محبّ العلماء والطلباء حضرت علامہ مولانا علی احمد سندھیلوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

۵۔حضرت علامہ مولانا اللہ بخش سیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

۶۔استاذ المیر اث ,حضرت علامہ مولانا غلام محمد صاحب شرقپوری زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

۷۔حضرت علامہ مولانا مفتی ممتاز احمد عتیقی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

یکے از تلامذہ استاذ العلماء ابوالفتح ,مولانا محمد اللہ بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ واں بھچراں واستاذ العلماء مولانا غلام محمد سیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ سابق چیئرمین بیت المال پاکستان وناظم اعلیٰ شمس العلوم کراچی

اگرچہ یہ تمام حضرات استاذ العرب والعجم رحمہ اللہ تعالیٰ کے خوشہ چین ہیں مگر بندہ ان تمام حضرات کا ذکر خیر اپنے لیئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور احباب کا تعاون حاصل رہا تو بندہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسودات کو ایک ایک کر منظر عام پر لائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ موجودہ اغلاط اور فروگزاشتوں کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ طبعات میں ان کا اعادہ نہ ہو۔

تراب اقدام العلماء والصلحاء

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج "ذکر عطاء فی حیات استاذ العلماء" پایہ تکمیل کو پہنچی اگر چہ یہ کام اہل علم کے سامنے ایک معمولی کام ہے لیکن مجھ جیسے طالب علم کے سامنے یہ کام کوہِ ہمالیہ سے کم نہ تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ اوراس کے پیارے حبیب، حبیب لبیب، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فضل میرے شامل حال رہا اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت سے یہ کام تقریباً 2 سال کے عرصہ میں مجاہد اہلسنت، مولانا دلدار حسین رضوی صدر جماعت اہل سنت ضلع خوشاب کے قائم کردہ جامعہ دار العلوم رضویہ قمر الاسلام ضلع خوشاب میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور آپ کے مشورے میرے شامل حال رہے اور تحریری معاونت میں قاری احمد رضا صاحب کا تعاون میرے شامل حال رہا۔ اس عرصہ میں راقم الحروف نے درس وتدریس کا شغل بھی جاری رکھا اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل کی بارگاہ اقدس میں التجاء ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ میری اس ناچیز سعی کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے والدین مرحومین کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔

(آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ)

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

6 رجب المرجب 1432ھ

9 جون 2011ء بروز منگل

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

کس سے مانگیں کہاں جائیں کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
سب کا داتا ہے تو سب کو دیتا ہے تو تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے
کون مقبول ہے کون مردود ہے بے خبر کیا خبر تجھ کو کیا کون ہے
جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے
کون سنتا ہے فریاد مظلوم کی کس کے ہاتھو میں کنجی ہے مقسوم کی
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا مسند آرائے بزم عطاء کون ہے
اولیاء تیرے محتاج اے ربِ کل تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رسل
ان کی عزت کا باعث ہے نسبت تری ان کی پہچان تیرا سوا کون ہے
میرا مالک مری سن رہا ہے فُغاں جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں
اب مری راہ میں کوئی حائل نہ ہو نامہ بر کیا بلا ہے صبا کون ہے
ہے خبر بھی وہی مبتدا بھی وہی ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نما اس احد کے سوا دوسرا کون ہے
وہ حقائق ہوں اشیاء یا خشک و تر فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب مگر
ماسوا ایک اس ذاتِ بے رنگ کے فہم و ادراک سے ماوریٰ کون ہے
انبیاء ,اولیاء ,اہل بیتِ نبی ؐ ,تابعین و صحابہ ؓ پہ جب آبنی
گر کے سجدے میں سب نے ہی عرض کی تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے
اہل فکر ونظر جانتے ہیں تجھے کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیؔر اس کو تو فضلِ باری سمجھ ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

(نتیجہ فکر: پیر سید نصیر الدین نصیؔر گولڑوی نوراللہ مرقدہٗ از گولڑہ شریف)

نعت رسول مقبول ﷺ

بزبان حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

اَلطَّیْفُ سَرٰی مِنْ طَلْعَتِہٖ
وَالشَّذُ وُ بَدٰی مِنْ وَّفْرَتِہٖ
فَسَکَرْتُ ھُنَا مِنْ نَظْرَتِہٖ
نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

مکھ چند بدر شعشانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے
مخمور اکھیں ہن مدھریاں

دو ابرو قوس مثال دسن
جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن
چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کے جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں

جس　شان　توں　شاناں　سب　بنڑیاں
ایہہ　صورت　ہے　بے　صورت　تھیں
بے　صورت　ظاہر　صورت　تھیں
بے　رنگ　دسے　اس　مورت　تھیں
وچ　وحدت　پھٹیاں　جد　گھڑیاں
دسے　صورت　راہ　بے　صورت　دا
توبہ　راہ　کی　عین　حقیقت　دا
پرکم　نہیں　بے　سوجھت　دا
کوئی　ورلیاں　موتی　لے　تریاں
ایہا　صورت　شالا　پیش　نظر
رہے　وقت　نزع　تے　روز　حشر
وچ　قبر　تے　پل　تھیں　جد　ہوسی　گزر
سب　کھوٹیاں　تھیسن　تد　کھریاں
يُــــعْـــــطِيكَ رَبُّكَ داس تساں
فَتَــــرْضَـــــىٰ تھیں پوری آس اساں
لج　پال　کریسی　پاس　اساں
وَاشْـــفَـــعْ تُشَفَّـــعْ صحیح پڑھیاں
لاہو　مکھ　تو　ں　مخطط　بردِ　یمن
من　بھانوری　جھلک　دکھاؤ　سجن
اوہا　مٹھیاں　گالیں　الاؤ　مٹھن
جو　حمرا　وادی　سن　کریاں

حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن
نوری جہات دے کارن سارے سکن
دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن
سب انس وملک حوراں پریاں
انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے
لکھ واری صدقے جاندیاں تے
انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے
شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں
سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلَكَ
مَا اَحْسَنَكَ مَا اَكْمَلَكَ
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جاالڑیاں

بسم الله الرحمن الرحیم

وجعلنا کم شعو باو قبائل لتعارفوان اکرمکم عند الله اتقاکم ۔

''اور ہم نے تمہارے گروہ اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو بے شک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے''

شجرہ نسب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ

علامہ عطاء محمد بن اللہ بخش بن غلام محمد بن محمد چراغ بن خدا بخش بن بصارت بن دلیل بن خدایار بن ماجھی خان بن ریسو خان بن بالا خان[1] بن پروج بن بکھواں بن گاجیاں بن کیراں بن جھاماں بن جھجھڑ بن بھرتاں بن مانکاں بن ریکھیاں بن بھیاں بن سگھوال بن کنڈان بن گولڑہ بن قطب شاہ بن الف شاہ بن اوائل شاہ بن امان شاہ بن فیروز شاہ بن دراب شاہ بن نواب شاہ بن اقیل شاہ بن سید العالمین شاہ بن سید ایک شاہ بن سید سکندر شاہ بن سید احمد شاہ بن سید محمد شاہ بن محمد جبار شاہ بن امام محمد حنیف بن حضرت علی المرتضیٰ بن حضرت ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

حضرت عبد المطلب کی اولاد سے حضرت عبد اللہ ابن امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

نوٹ: یہ شجرہ نسب بندہ نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ کے قبیلہ کے ڈھاڈھی یعنی وہ لوگ جو نسل در نسل شجرے لکھتے ہیں اور شادی بیاہ کے موقع پر شجرہ نسب پڑھ کر سناتے ہیں اس شجرہ سے نقل کیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

1۔ قبلہ استاذی المکرّم قطب شاہی اعوان ہیں آگے ہر قبیلہ کی علیحدہ علیحدہ پہچان ہے اور قبلہ استاذی المکرّم قبیلہ بلیل سے تعلق رکھتے تھے یعنی آپ کے اجداد میں ایک شخص محمد اقبال عرف بالا خان ہے جس کی وجہ سے اس کی اولاد کو بلیل کہا جاتا ہے۔

قطب شاہ صاحب کے متعلق تاریخ میزان قطبی اور تاریخ میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب میں یہ عبارت ہے۔

واماعون ابن یعلی العلوی واھو المشھور فی الھند بقطب شاہ

ترجمہ۔اورعون بن یعلی علوی ہندوستان میں قطب شاہ کے نام سے مشہور ہیں اوردوسری عبارت یہ ہے۔

واما عون ابن یعلی ھو شیخ اھلسنت و جماعۃ و رئیس ھذا الطائفۃ جلیل القدر عظیم المرتبۃ قطب الزمان فی الطریۃ وصاحب العرفان فی الحقیقۃ عظیم الشان فی الشریعۃ فسافر من البغداد الی الھند وقام ھنا فتذین الناس ببرکۃ نفسہ الشریفۃ بالایمان والاسلام فکانہ کان قطبامن جانب الشیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہ علی الھند فلھذا اشتھر لقبہ فیہ بقطب شاہ واشتھر اولادہ فیہ باسمہ اعوان ۔انتھی

ترجمہ:عون بن یعلی شیخ اہلسنت وجماعت کے ہیں اوررئیس الطائفہ میں جلیل القدراورعظیم المرتبہ ہستی ہیں طریقت کے قطب زمان ہیں اورحقیقت کے صاحب عرفاں اورشریعت میں عظیم الشان ہیں بغدادشریف سے ہندوستان آئے اوریہاں ٹھہرے آپ کی برکت سے کافی لوگ مشرف با ایمان ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے فیض سے قطب الہند ہوئے اوران کالقب قطب شاہ مشہور ہوااوران کی اولاد اعوان سے مشہور ہوئی۔

ان ہردوعبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قطب شاہ نسباً علوی ہے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اصلی نام آپ کا عون بن یعلیٰ ہے اور قطب شاہ آپ کا لقب ہے سلسلہ نسب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرزندارجمند حضرت عباس علمداررضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اورحضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کانسب صرف پانچ لڑکوں سے جاری ہے۔ملاحظہ ہو۔

وانما کان النسل من خمسۃ وھم الحسن والحسین و محمد بن الحنفیۃ والعباس

بن الکلابة و عمر بن التغلبة رضی الله عنهم اجمعین (البدایه والنهایهٔ ج سابع ص332)

اب قبلہ استاذی المکرّم کی زبانی حضرت قطب شاہ صاحب کے نسب کی تحقیق ملاحظہ ہو حضرت قطب شاہ کا نام عون بن یعلیٰ ہے اس لیئے آپ کی اولاد کو اعوان کہا جاتا ہے علاقہ سون میں یہ مشہور ہے کہ حضرت قطب شاہ امام محمد بن حنفیہ کی اولاد سے ہیں لیکن تاریخی تحقیق سے ثابت ہے کہ آپ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں قطب شاہ آپ کا لقب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مجاز تھے اور حضرت غوث ثقلین نے آپ کو ہندوستان کا قطب مقرر فرمایا تھا آپ کی سب اولاد اعوان کے نام سے مشہور ہے اگرچہ بعض اور ناموں سے بھی مشہور ہوئے مثلاً کھوکھر یہ بھی حضرت قطب شاہ کی اولاد سے ہے چنانچہ حضرت خواجہ شمس العارفین[1] رضی اللہ عنہ بھی کھوکھر اعوان ہیں۔ اعوانوں کی تفصیل کتاب خلاصۃ الانساب میں ہے۔ ۱۲ چشتی گولڑوی عفی عنہ

اعوان قبیلہ کا شمار پاکستان کے ممتاز اور معروف قبائل میں ہوتا ہے اس قبیلہ میں بڑے لکھے پڑھے لوگ موجود ہیں ان میں علماء بھی ہیں اور صوفیاء بھی، ادباء بھی اور شعراء بھی اس کے علاوہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس قبیلہ کے افراد موجود ہیں۔

قطب شاہی اعوان حضرت عباس بن علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں

کتاب میزان ہاشمی میزان قطبی اور خلاصۃ الانساب کے مطابق اعوانوں کیے مورث اعلیٰ قطب شاہ اولاد عباس بن علی رضی اللہ عنہما ہیں چنانچہ کتب مذکورہ کی اصل عبادت اس طرح ہے۔

ومن العلویین الا عوان و شجرتهم هذه عون بن یعلیٰ بن حمزة بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزة بن حسن بن عبید الله بن عباس بن علی بن

[1] خواجہ شمس العارفین سیالوی رضی اللہ عنہ قطب شاہ کے بیٹے زمان علی کی اولاد سے ہیں جن کو کھوکھر کہا جاتا ہے۔

ابی طالب بن هاشم القریشی و عون بن یعلیٰ المشھور بعلی بن قاسم و عبد العلی و عبد الرحمن و ابراھیم قطب شاہ کان من البغداد فسافر الی الھند واقام ھنا و اولادہ اکثرھم المشورون بالعلویین و بعضھم بالاعوان۔

ترجمہ: علویوں سے اعوان میں اوران کا شجرہ نسب اس طرح ہے عون بن یعلی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عون بن یعلیٰ جو علی بن قاسم وعبدالعلی وعبدالرحمٰن ابراہیم اور قطب شاہ کے نام سے بھی معروف ہیں بغداد کے رہنے والے تھے انہوں نے اوران کی اولاد نے وہاں سے ہند کا سفر کیا اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا ان کی اولاد میں کچھ لوگ علوی اور کچھ اعوان مشہور ہوئے۔

حضرت قطب شاہ کے حالات زندگی

میزان ہاشمی کی فارسی عبارت کا ترجمہ جس میں قطب شاہ کے حالات زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے نام مبارک عون ہے اور عباس علی کی اولاد ہیں ان کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں جناب عون پہلے امامیہ عقائد رکھتے تھے جب ان کا بیٹا گوہر علی پیدا ہوا تو ان کے دل میں شیعہ مذہب کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے انہوں نے معاصر علماء سے ان کے بارے میں کافی بحث کی لیکن کہیں سے تشفی نہ ہوئی پھر امامیہ عقائد کے مطابق تقیۃً علماء شیعہ سے اپنے شکوک وشبہات کو اہلسنت کی طرف منسوب کر کے جوابات طلب کئے لیکن ان جوابوں سے ان کی ذہنی پراگندگی اور قلبی خلجان میں اور اضافہ ہوا یہاں تک کہ 471ھ میں ان کی زوجہ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ کی گود میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جلوہ فگن ہوئے ایک دن جناب عون اپنی اہلیہ عائشہ کے ہمراہ ان کی بہن فاطمہ کے گھر کسی کام کی غرض سے گئے تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حسن وجمال سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ ان کے دل سے امامیہ عقائد یکلخت محو ہو گئے اسی دن

سے اہلسنت کے طریقہ پر نماز ادا کی اور ہمیشہ تقیۃً اسی طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غوثیت کا ڈنکا چاردانگِ عالم میں بجنے لگا اور لوگ اطراف و اکناف سے حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہونے لگے جناب عون حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے لیکن اس بات کو اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وہ قطب مدار کے درجہ پر فائز ہوئے اور اپنے بڑے فرزند گوہر علی کو اس راز سے آگاہ کر کے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا اور وہ بھی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد مذہب اہلسنت کو اعلانیہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جناب عون اور آپ کا سارا خاندان شیعیت سے تائب ہو کر غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حلقہ بگوش بن گئے اب جناب عون اپنے تمام عزیز رشتہ داروں کو ساتھ لے کر بارگاہِ غوثیت رضی اللہ عنہ میں حاضر ہو گئے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بعض کو وہیں بغداد میں ٹھہرنے اور بعض کو ہند کی طرف سفر کرنے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ حسب ارشاد جناب عون اپنے بیٹوں عبد اللہ اور محمد کو ساتھ لے کر ہندوستان روانہ ہوئے اور کچھ لوگوں کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چھوڑا جناب عون نے چند سال ہندوستان میں قیام فرما کر قادری سلسلہ کی خوب اشاعت کی وہ ہند میں قطب شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے کیونکہ وہ قطب مدار[1] کے مرتبہ پر فائز تھے اس وجہ سے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مرید انہیں قطب کہتے تھے اور ہندوستانیوں نے اس کے ساتھ لفظ شاہ کا اضافہ کر دیا پھر قطب شاہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان سے واپس بغداد پہنچے اور پہنچتے ہی مرض اسہال میں مبتلا ہو کر صاحب فراموش ہو گئے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے یہاں تک کہ شب جمعہ 3 رمضان المبارک 506ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ

---

[1] حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ قطب کو ساتوں زمینوں اور آسمان کی خبر رہتی ہے اقطاب اپنے روحانی پیکر کو کسی شکل میں متشکل کر کے سینکڑوں میل کی مسافت پر کام سرانجام دے لیتے ہیں۔۱۲

پڑھائی اور مقبرۃ القریش میں مدفون ہوئے تعزیتی رسوم سے فارغ ہو کر ہر کوئی اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہو گیا اس وقت آپ کے بیٹے گوہر علی صاحب کی اولاد سے چار افراد موجود تھے۔

گوہر علی (دادا گولڑہ) حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اپنی اولاد کے ہمراہ ہندوستان میں اقامت پذیر ہو گئے۔

ان کی اولاد اب تک ہندوستان میں موجود ہے ہندوستان میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عقیدت مندوں کی کثرت کی وجہ یہ ہے کہ قطب شاہ اور ان کی اولاد نے ہندوستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

جناب عون قطب شاہ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت سے قبل کچھ عرصہ ہرات میں قیام کیا ان دنوں ہرات میں قبیلہ علویہ ہراتیہ کے کثر لوگ موجود تھے ان کے بیٹے گوہر علی کی ولادت بھی وہیں ہوئی۔

عبداللہ بن قطب شاہ معروف بہ دادا گولڑہ

کتاب میزان قطبی میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب کے مطابق عبداللہ بن عون قطب شاہ کی ولادت 471ھ ہجری میں ہوئی ابتداء میں آپ کے عقائد بھی آبا کی طرح امامیہ تھے بعد میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فیضان صحبت سے شیعہ عقائد سے تائب ہو کر اہلسنت مذہب کو اختیار کر لیا آپ اپنے شیخ کے فرمان سے سرزمین ہند میں اپنی اولاد اور متبعین کے ساتھ تشریف لائے اور بہت سے مقامات پر کفار سے جہاد کیا اور آپ کی تبلیغ سے بے شمار لوگ دولت ایمان سے مالا مال ہوئے ہجرت ہند کے وقت جو 559ھ میں ہوئی آپ کی نرینہ اولاد کی تعداد پانچ تھی جو آپ کی حرم فاطمہ کے بطن سے تھی فاطمہ حسین عثمان دموی کی بیٹی تھی ان کی وفات 550ھ میں ہجری میں ہوئی۔آپ کے پانچوں صاحبزادوں جن کے اسماء یہ ہیں ۔ا۔محمد ۔۲۔احمد ۔۳۔کندلان ۔۴۔علی ۔۵۔عمر و زید کو ساتھ لے کر اپنے والد گرامی کی جائے اقامت پر جو وادی سون کے نام سے مشہور ہے پہنچے یہاں چھ ماہ قیام کرنے کے بعد اپنی اولاد اور کچھ ضعیف اشخاص

کو طاقتور اور برگزیدہ آدمیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر بغرض تبلیغ لاہور تشریف لے گئے جہاں بہت سے کفار حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور آپ کی کرامات زبان زد عام ہوئیں اس طرح جلد ہی آپ مرجع خلائق بن گئے بعد ازاں آپ نے نو مسلم معزز کھوکھر گھرانے میں شادی کر لی، چند سال تک یہاں اقامت پذیر ہوئے یہاں آپ کی اولاد ہوئی اور اس مقام کا نام خانقاہ علوبین رکھا گیا اب یہ مقام خانقاہ ڈوگراں کے نام سے مشہور ہے کیوں کہ وہ ڈوگر قوم کے مشائخ کا مدفن ہے۔

خانقاہ علوبین میں دوران قیام آپ نے اسلام کی اشاعت و ترویج کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں آپ کی تبلیغ سے برہم ہو کر کفار نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا ایک رات جبکہ آپ ایک مقام میں تنہا سوئے ہوئے تھے آپ کو شہید کر دیا گیا آپ کی شہادت کی خبر آپ کے معتقدین پر بجلی بن کر گری ہر طرف کہرام مچ گیا ایک جانباز نے للکار کر کہا کہ اے کلمہ گو مسلمانو اٹھو اپنے شیخ کے قتل کا بدلہ لو اللہ تعالیٰ نے تمہیں شجاعت و بہادری غیرت ہمیت کی عالی صفات سے نوازا ہے اٹھو اور دشمن کو اس کی بداعمالی کا مزہ چکھاؤ یہ پکار سنتے ہی مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار ہو گئے اور سارا دن کفار سے معرکہ آراء رہے رات کو جب کفار اپنے گھروں میں گھس گئے تو مسلمانوں نے ان پر شب خون مار کر بہت سوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور وہ جو بچ گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے مال غنیمت کے ساتھ ساتھ غنیم کی عورتیں اور لڑکے بھی مسلمانوں کے ساتھ آئے۔ اس کے بعد لوگ اپنے شیخ کی میت کو انکی پہلی جائے اقامت پر لائے اور رات کو جنوبی پہاڑوں کی بلندی پر قیام کیا بعض لوگوں کے خیال میں یہ جگہ ان کا مدفن ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے یہاں پر (دادا گولڑہ موڑ)[۱] ان کی میت رکھی گئی اگلے روز انہیں جائے اقامت پر لے جایا گیا اور وہیں دفن کر دیا گیا۔ یہ واقعہ 530ھ کا ہے پھر تیرہ ماہ بعد وہاں سے نکال کر ان کا صندوق مدینۃ الاسلام بغداد شریف لے جایا گیا اور مقبرۃ القریش میں انہیں ان کے والد گرامی حضرت

۱۔ یاد رہے کہ گولڑہ شریف اس دادا گولڑہ کے نام پر نہیں ہے بلکہ گولڑہ شریف دادا شہاب الدین گولڑہ کے نام سے منسوب ہے جن کا مزار گولڑہ مقدسہ میں ہے جن کی وفات 1498ء میں ہوئی۔ ۱۲

قطب شاہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا اب دادا گولڑہ کے متعلق قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

چونکہ یہ لوگ عرب ممالک سے اس ملک میں شاہ اسلام کی ملک گیری میں مدد کرنے کے واسطے آئے اس لیئے ان میں عرب ممالک کی خصلتیں پائی جاتی ہیں مثلاً مسجد کے ساتھ حجرہ وادی سون میں شاید ہی کوئی ایسی مسجد ہو جس کے سات حجرہ نہ ہو یہ لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر سردیوں میں ان حجروں میں آگ جلا کر تاپتے تھے اور مسجد میں کوئی دنیاوی بات نہ کرتے تھے اب دوسری خصلت ملاحظہ ہو دوسری خصلت ان کی یہ ہے کہ یہ لوگ دودھ سے مکھن حاصل کرنے کیلیئے صبح کے دوہے ہوئے دودھ کو گرم نہیں کرتے بلکہ ٹھنڈی جگہ رکھ دیتے تھے اور شام کا دودھ دوھ کر اسی صبح والے دودھ میں ڈال کر جاگ لگا دیتے تھے اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ لسی میں اکثر مکھن باقی رہتا ہے۔ جبکہ ہم عجمیوں کا طریقہ مکھن حاصل کرنے کا اس کے برعکس ہے یعنی ہم لوگ صبح کے دودھ کو گرم کرتے ہیں اور شام کے دودھ کو اس صبح والے دودھ میں ڈالتے ہیں اور پھر صبح کو جب مکھن نکالتے ہیں تو لسی میں مکھن بالکل باقی نہیں رہتا بلکہ سارا مکھن اوپر نکل آتا ہے اور لسی کی طاقت ختم ہو جاتی ہے تو دادا گولڑا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس زمانے میں جوانوں کی خوراک دودھ اور لسی ہی ہے لہٰذا آپ لوگ دودھ کو گرم نہ کیا کریں جبکہ خانقاہ ڈوگراں والے لوگ دادا گولڑہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بات تسلیم نہ کرتے تھے بلکہ دودھ گرم کرتے تھے آخر دادا گولڑہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعاء کی تو ان کے جانوروں کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون آنا شروع ہو گیا جب انہوں نے یہ دیکھا تو وہ بہت گھبرائے آخر انہوں نے دادا گولڑہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسی وجہ سے بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا اور سکہ پگھلا کر ان کے منہ میں ڈال دیا جب دادا گولڑہ کی اولاد اور ان کے معتقدین کو علم ہوا تو وہ فوراً خانقاہ ڈوگراں پہنچے اور ڈوگروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی پھر وہ دادا گولڑہ کی میت لے کر وادی سون میں آئے اور وہاں ایک پر کیف مقام ہے جہاں پانی کا چشمہ بھی ہے وہاں انہوں نے کچھ دیر کیلیئے دادا گولڑہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی میت

رکھی اور یہ جگہ (دادا گولڑہ موڑ) کے نام سے مشہور ہوگئی اب اس جگہ ایک عالیشان بڑے مینار والی مسجد موجود ہے جہاں سے ایک راستہ وادی سون کے مشہور قصبہ چھپڑ شریف کی طرف جاتا ہے اور سیدھی سڑک نوشہرہ کی طرف جاتی ہے پھر وہ اگلے دن دادا گولڑہ کی میت لے کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کو اپنے والد گرامی کے پہلو میں بغداد شریف مقبرۃ القریش میں دفن کر دیا گیا یاد رہے کہ اس زمانے میں قطب شاہ کی اولاد میں سے جو بڑا آدمی وصال فرماتا تو اس کو مقبرۃ القریش بغداد میں دفن کیا جاتا تھا۔

محمد المعروف کنڈان[1]

محمد بن عون قطب شاہ جناب عبداللہ معروف بہ دادا گولڑہ کے حقیقی بھائی ہیں ان کی والدہ حضرت عائشہ بغدادیہ ہیں یہ اپنے والد عون قطب شاہ اور بھائی عبداللہ شاہ صاحب کی معیت میں ہندوستان آئے ان کی ولادت 475ھ میں مدینۃ الاسلام بغداد شریف میں ہوئی اور شعبان المعظم 514ھ کو وہیں وفات پائی اور مقبرۃ القریش میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے ان کی اولاد ہندوستان میں بکثرت موجود ہے ان کے علاوہ جناب عون بن یعلیٰ یعنی قطب شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۳۔ مزمل علی کلکان۔ ۴۔ دریتیم جہان شاہ۔ ۵۔ زمان علی کھوکھر۔ ۶۔ نجف علی محمد یحییٰ۔ ۷۔ فتح علی کلدان۔ ۸۔ محمد علی چوہان

۱۔ قبلہ استاذی المکرمؒ کے شجرہ نسب میں کنڈان بن گولڑہ بن قطب شاہ ہے جبکہ محمد المعروف کنڈان یہ قطب شاہ کے اپنے فرزند ارجمند ہیں مذکورہ شجرہ نسب کے مطابق قبلہ استاذی المکرمؒ محمد المعروف کنڈان کی اولاد سے ہیں دراصل دادا گولڑہ کے پانچ صاحبزادہ تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔ ۱۔ محمد۔ ۲۔ احمد۔ ۳ کندلان۔ ۴۔ علی۔ ۵۔ عمروزید۔ دراصل دادا گولڑہ کا بیٹا کندلان ہے اور آپ کے بھائی یعنی دادا گولڑہ کے بھائی کا نام کنڈان اس مقام پر بعض شجرہ لکھنے والے حضرات خطاء کا شکار ہوئے ہیں اور انہوں نے کنڈان بن گولڑہ بن قطب شاہ لکھا ہے۔ حالانکہ اصل میں کندلان بن گولڑہ بن قطب شاہ ہے۔ واللہ ورسولہٗ اعلم۔ ۱۲

اعوان خاندانوں کی فضیلت

اعوان خاندان میں فضیلت اور شرافت نسل در نسل ودیعت چلی آرہی ہے لفظ اعوان جو کہ عون سے مشتق ہے اس کے معنی مدد کے ہیں چونکہ یہ لوگ عرب ممالک سے اس ملک میں شاہ الاسلام کی ملک گیری میں مدد کرنے کے واسطے آئے تھے اس لئے اعوان ان کا عرف عام قائم ہو گیا اصل میں قریشی ہاشمی علوی ہیں یہ قوم زیادہ تر کوہستان نمک کی سرسبز وشاداب وادی وادی سون علاقہ مہاڑ ونہار اور پوٹھوہار میں بکثرت آباد ہیں یہ لوگ نہایت وجیہہ جری اور دین دار ہیں ان علاقوں میں اس خاندان کے کئی بزرگوں کے مزارات اور خانقاہیں ہیں بالخصوص حضرت کعب زبیر رضی اللہ عنہ جن کا مسکن خوشاب تھا اور اس سے ملحق بہت سے علاقوں کے حکمران تھے بہت بڑے صاحب کرامات بزرگ گزرے ہیں جن کا مزار خوشاب کے جنوب مشرق میں موضع کنڈان میں ہے اسی خاندان کے ایک بزرگ حضرت سلطان باہور حمہ اللہ تعالیٰ طریقہ قادریہ کے بڑے کامل ولی اللہ ہیں جن کا مزار ضلع جھنگ میں واقع ہے جن کا فیض دور دور تک پھیلا ہوا ہے دور دراز سے لوگ مزار کی زیارت کیلئے آتے ہیں آپ کی وفات کے بعد جس قدر روحانی فیض مخلوق کو پہنچ رہا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

عادات وخصائل

صاحب مناقب سلطانی اپنی کتاب کے صفحہ 8 پر اعوان قوم کے خصائل بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

اعوان قبیلوں میں اپنے علوی اور ہاشمی نسب کے خصائل اور بعض عادتیں اب تک پائی جاتی ہیں یعنی تمام مرد اور عورتیں سخی اور بہادر صاحب حیاء، صاحب وفا، دیانتدار، امین، عہد کے پکے، بامروت، مہمان نواز، خیرات خرچ کرنیوالے ہیں گویا اپنا گوشت پوست بھی مہمان اور مسکین پر خرچ کر ڈالتے ہیں اس قوم کا اعلیٰ وادنی کبھی آسودہ حال نہیں ہوتا بلکہ ان کاموں میں مال خرچ

کر دینے کے سبب مقروض ہی رہتے ہیں اس علاقہ میں دینداری اور پرہیز گاری کا بڑا چرچا ہے حرام کا یہاں مطلق رواج نہیں اس علاقہ میں اکثر حلال کا رواج ہے وہاں کے علماء فقیہ، دین دار اور پرہیز گار کی زیادہ تحقیق کرتے ہیں بدعقیدہ اور بے دینوں کو اپنے علاقہ میں ٹھہرانا تو درکنار داخل بھی نہیں ہونے دیتے بلکہ ان پر سختی کر کے جہاں تک ہو سکے ان سے توبہ کراتے ہیں حتی کہ کوئی نشہ کرنے والا رنڈیاں ہیجڑے رافضی وغیرہ اب تک اس علاقہ میں کوئی نہیں اور نہ وہاں پر رہنے دیتے ہیں وہاں کے باشندے مسجدوں، طالب علموں اور حفاظ علم فقہ کے طلباء اور مسافروں کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ ملک ہند میں کہیں نہیں کی جاتی اب اس گئے گزرے آخری زمانے میں بھی اس علاقہ میں ہزار ہا آدمی صالح، متقی اور دیندار ہیں اور مردم خیز علاقہ ہے اور کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جس میں صاحب ہنر وہدایت اور صاحب احوال باطن آدمی نہ ہو ہزار ہا آدمی حافظ قرآن، شب بیدار اور تہجد خواں ہیں ہر مرد پانچوں وقت کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتا ہے مسجد کی تعظیم اور خدمت اس درجہ کرتے ہیں گویا انہوں نے اپنے اپنے گاؤں میں ایک ایک دربار آراستہ کر رکھا ہے اور پھر مسجد میں کلام اللہ شریف اور فقہ کا درس جاری رہتا ہے۔ رمضان المبارک میں دن کو کھانا پکانا بالکل ہی بند ہے۔ اللہ علی کل شیء شہید۔

نوٹ:۔ واضح رہے کہ کتاب مناقب سلطانی سوا سو سال پہلے کی تصنیف ہے۔

اب کچھ وادی سون سکیسر کے متعلق

دریائے سواں سے کئی میل جنوب کی طرف اور خوشاب کے پتن سے کنارہ جہلم کے شمال کی جانب کوہستان نمک کے سلسلہ کی اوٹ میں کچھ وادیاں بن گئی ہیں جن کے درمیان دو وسیع قدرتی جھیلیں (جھیل اوچھالی اور جھیل کھبیکی) اور پہاڑوں کے دامن میں درمیان اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے آس پاس تقریباً پچاس ساٹھ بستیاں آباد ہیں اس پورے علاقہ کو وادی سون سکیسر کہتے ہیں وادی کے مغرب میں واقع پہاڑی دراصل سکیسر کہلاتی ہے سکیسر کی وجہ تسمیہ یہ

بیان کی جاتی ہے کہ بدھوں کے دور میں جھیل او چھالی کا یہی نام تھا یہ نام دو لفظوں سے مل کر بنا ہے ساکی یعنی ساکیہ قبیلے کا ساکن منی گوتم اور سہر یعنی تالاب گویا گوتم بدھ کا تالاب بعد ازاں جھیل کو تو سکیسر کے بجائے جھیل او چھالی کہنے لگے البتہ اس کے ساتھ ایستادہ سلسلہ کوہ سکیسر کہلایا وادی کا نام سون کیسے پڑ گیا؟ اس کے متعلق قیاسی آراء یہ ہیں کہ اس وادی کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کو سوہن سنسکرت میں خوبصورت معنی ہوتے ہیں۔ کہا جانے لگا اور تقریباً اصل تلفظ برقرار رہا کہ اب تک اسے سون کہتے ہیں جس کا مطلب ہوا خوبصورت علاقہ اس سے تھوڑا سا بعید قیاس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنسکرت میں سونے کو سورن کہتے ہیں چونکہ یہ وادی زرخیز تھی اور اب تک ہے ایک لحاظ سے جب اردگرد تپتے ہوئے ریگستان تھے اور زمین ذریعہ معاش بننے کی اہل نہ تھی تو یہاں کی زمین سونا اگلتی تھی شاید اس بناء پر اسے پہلے سورن (سونا) اور بعد ازاں ''ر'' حذف کر کے سون کہا جانے لگا یہ وادی جیسا کہ اس کے آثار قدیمہ سے ظاہر ہے کئی تہذیبوں اور ثقافتوں کی وارث ہے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اب تک اجڑی ہوئی بستیوں[1] کے نشانات حتیٰ کہ ان کے درو دیوار اور گلیاں موجود ہیں۔

اس مختصر سی وادی میں پتھر لو ہے اور بعد کے سبھی ادوار کے لوگوں کے آثار ملتے ہیں یہاں کوئی قدیم اصل باشندے پھر آریہ یعنی ہندو اور بعد ازاں بدھ مذہب آباد رہے۔ انہیں کی نسلیں تہذیبی ارتقاء کی منازل طے کرتی رہیں جب مسلمان آئے تو اس وقت یہاں جنجوعہ راجپوت حکمران تھے جن کو

---

[1]۔ یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرمؒ وادی سون سکیسر کے آخری قصبہ پدھراڑ کے رہنے والے ہیں پدھراڑ کے آگے ضلع چکوال شروع ہو جاتا ہے جس کو علاقہ ونہار کہتے ہیں۔ قبلہ استاذی المکرمؒ کا خاندان پدھراڑ سے تقریباً ۳ کلومیٹر کے فاصلے پر جہاں ان کی زمینیں تھیں وہاں آباد ہو گئے اب اس جگہ کا نام ڈھوک دھمن (ڈھوک خیر آبادی) ہے۔ جو داخلی پدھراڑ ہے ڈھوک دھمن اور موضع ڈھیری کے درمیان میں ایک اجڑی ہوئی بستی کے نشانات اب تک موجود ہیں اور ساتھ موضع ڈھیری والوں کا قبرستان ہے۔ اس قبرستان کو بھڑے والی سرکار کہتے ہیں اس طرح ڈھوک دھمن سے تقریباً ۵، ۶ کلومیٹر آگے پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ جو شاہ بجھوٹ کے نام سے مشہور ہے وہاں ایک بزرگ کا مزار جس کو شاہ بجھوٹ کہتے ہیں وہاں سے ایک بہت بڑا پانی کا چشمہ نکلتا ہے جس پانی سے موضع دیوال اور منگوال کے مکین مستفید ہوتے ہیں۔ شاہ بجھوٹ کے مقام پر کسی دور میں بہت بڑا قلعہ تھا جس کے اندر ایک کنواں تھا قلعہ کی دیواروں اور بڑے دروازے کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ محکمہ آثار قدیمہ اگر اس طرف توجہ کرے تو اس کو بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ ۱۲

اعوان قوم نے دھکیل باہر کیا اور وادی کے طول و عرض پر قابض ہو گئے اگرچہ وادی کی زمین زرخیز تھی اور ان لوگوں کا سب سے بڑا ذریعہ معاش ہی رہا مگر اعوانوں میں سپاہ گری کا شوق بھی ہمیشہ رہا اور ان میں سے اکثر وادی سے دور جا کر مسلمان سلاطین کے لشکروں میں شامل ہو جاتے تھے اور کفار سے جہاد کرتے تھے جیسے روایات میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کا حال ملتا ہے۔ یا جالندھر کے اعوان کہتے ہیں کہ وہ جہانگیر کے عہد میں اس کے باغیوں کی سرکوبی کیلئے بھیجے گئے تھے اور وہیں جا کر آباد ہو گئے۔ کاشتکاری اور سپاہ گری تو ذریعہ معاش تھے مگر اعوانوں میں علم کا رجحان بھی ہمیشہ رہا ہے اب تک جو روایات پہنچی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کئی مقامات پر قرآن مجید پڑھانے[1] اور حفظ کرانے کے مدارس قائم تھے۔ اعوانوں نے حفظ قرآن کو بڑا درجہ دیا اور بہت حفاظ پیدا کئے بلکہ کہا جاتا ہے کہ قرأت، تجوید کا علم بھی سکھایا جاتا تھا اس لیئے علاقہ کو جب بھی کبھی اعوان کاری کہا جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں لفظ ''اعوان قاری'' تھا جو یہاں کے قرأ کی کثرت کی وجہ سے مشہور ہوا۔

پچھلی صدی کی ابتداء میں موضع انگہ ایک ایسا گاؤں تھا جس کے مدرسہ میں دور دور سے طلباء پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے حتی کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں گولڑہ شریف کے گاؤں سے جب اِدھر اُدھر کسی مدرسہ کی تلاش میں نظر دوڑائی تو ان نظر بھی انگہ پر آ کر ٹھہری[2] اور اپنے مبارک قدموں سے انگہ کی سرزمین کو شرف بخشا اور انہوں نے یہاں دینی تعلیم حاصل کی۔ اور آپ کے استاد گرامی کا نام مبارک مولانا سلطان محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ جو کہ حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے۔ اسی طرح انگہ کی ایک اور مشہور و معروف شخصیت ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت قدوۃ العارفین، فخر

---

[1] اب بھی ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ قبلہ استاذی المکرّم کی یاد میں اور آپ کے فیضان کو جاری رکھنے کیلئے ایک عالیشان مدرسہ موجود ہے جس میں قرآن مجید کے علاوہ درس نظامی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ۱۲۔

[2] آج بھی وادی سون میں شائد ہی کوئی ایسا گاؤں یا مسجد ہو جس میں قرآن مجید کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔

العاشقین ،فرد المحبوبین ،شیخ المشائخ خواجہ زین الحق والدین خواجہ زین الدین رضی اللہ عنہ ہے ۔جاننا چاہیے کہ حضرت خواجہ کا آبائی وطن شہر انگہ وادی سون ہے۔اور آپ نے حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی نور اللہ مرقدہٗ سے ظاہری اور باطنی علوم میں مہارت تامہ حاصل کی اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی وظائف اور فیض باطنی سے مستفیض ہوئے ۔آپ کی شادی ملک شاہ نواز کی ہمشیرہ صاحبہ کے ساتھ شہر انگہ میں اپنی اعوان برادری میں ہوئی ۔چونکہ آپ کا تعلق اعوان قوم سے تھا اور آپ حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور وہیں آپ نے وصال فرمایا اور حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں دفن ہوئے ۔رحمۃ اللہ واسعۃ ۔

اس طرح جاننا چاہیے کہ شہر انگہ میں بہت بزرگ گزرے ہیں اور شہر انگہ کا قبرستان وادی سون میں سب سے بڑا قبرستان ہے اور اس میں بہت سے اولیاء اللہ مدفون ہیں ایک بزرگ مدفون تھے ایک دوسرے بزرگ فوت ہوئے تو انہیں اس پہلے بزرگ کے قدموں میں دفن کیا گیا اس پہلے بزرگ نے اپنے قدموں کو دوسری طرف پھیر لیا حتی کہ ان کی قبر ابھی تک اسی سمت میں پھری ہوئی موجود ہے۔کوئی دیکھنا چاہے تو جا کر دیکھ سکتا ہے۔راقم الحروف نے ان دونوں بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی ہے۔الحمد اللہ

یادر ہے کہ اسی قبرستان میں حضرت سلطان باہو رضی اللہ عنہ کے جد امجد سلطان فتح محمد صاحب اور آپ کی دادی جان ،نانا جان اور نانی جان رحمہ اللہ علیہم اجمعین کی قبور بھی ہیں اور حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ کے استاذ گرامی مولانا سلطان محمود صاحب رضی اللہ عنہ بھی اسی قبرستان میں محو استراحت ہیں ۔یادرہے کہ طریقت کے پرانے سلسلوں میں یہاں قدیم طریقہ شاید طریقہ قادریہ تھا حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ طریقہ قادریہ کے شیخ تھے حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ان کے خلفاء نے طریقہ قادریہ کی اشاعت کی انب شریف کے حضرت سلطان ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس طریقہ کے خلیفہ تھے۔

بھنا کھہ کے سلطان مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اغلبًا قادری سلسلہ سے نسبت رکھتے تھے بعد ازاں چھپڑ شریف کے میاں صاحبان بھی سلطان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خانوادہ سے خلافتیں حاصل کرتے رہے اور اس طریقہ کے فیض رسان رہے اب تک طریقہ قادریہ کے متوسلین خاصی تعداد میں اس علاقہ میں موجود ہیں ان کے مشائخ و مرجع ارادت حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے خانوادہ کے صاحبزادگان و سجادنشین ہیں۔

دوسرا طریقہ جو یہاں پھیلا وہ طریقہ نقشبندیہ ہے اب تک اُس کا اثر وادی سون کے صوفی منش لوگوں میں موجود ہے یہ دو طرف سے یہاں پہنچا ایک تو حضرت مولانا غلام نبی للہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذریعے یہ طریقہ مروج ہوا کھوتکہ (احمد آباد) کے مولوی امام دین کھوتکوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذریعے یہ حضرت مولوی غلام نبی للہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مجاز تھے دوسری طرف موسیٰ زئی شریف کے حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء کے ذریعے طریقہ نقشبندیہ کو یہاں فروغ حاصل ہوا ان کا براہ راست اثر بھی ہوا اور ان کے خلفاء و سادات وندہ شاہ بلاول کے ذریعے بھی لوگ یہ طریقہ اختیار کرنے لگے اب بھی وادی سون میں ان کے خاصے مریدین ہیں لیکن وادی سون میں جس طریقہ کو سب سے زیادہ رسوخ حاصل ہوا وہ طریقہ چشتیہ ہے۔اس کا اثر بھی دو طرف سے پہنچا ایک تو براہ راست حضرت خواجہ محمد شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفاء کے ذریعے لوگ ادھر مائل ہوئے خاص طور مکان شریف کی درگاہ کے میاں صاحبان نوشہرہ کے قاضی خاندان کے علماء اور حکماء اور انگہ کے علماء صاحبان ذوق نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا دوسری طرف آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ کی خانقاہ تھی حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواجہ شمس العارفین رحمہ اللہ تعالیٰ سے خلافت حاصل تھی اور علاقہ کے بہت سے لوگ ان کے ارادت مند ہوئے چنانچہ آج بھی وادی سون میں پورے گاؤں کے گاؤں گولڑہ شریف سے منسلک ہیں مثلاً قبلہ استاذی المکرم مولانا عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑی رحمہ اللہ تعالیٰ کا پورا گاؤں آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ کا عقیدت مند ہے اسی طرح بدھراڑ، پیل، جابہ، نوشہرہ وغیرہ

کے اکثر لوگ اسی آستانہ سے منسلک ہیں آخر میں یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ سلسلہ چشتیہ جو حضرت خواجہ محمد شمس العارفین رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذریعے پھیلا اس کی مثال نہیں ملتی۔

اعوان قبیلہ کے چند معروف اولیاء اللہ

۱۔ سلطان العارفین برہان العاشقین امام الواصلین حضرت سخی سلطان باہور رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ حضرت شمس عرفاں حضرت خواجہ محمد شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔ حضرت قدوۃ العارفین، فخر العاشقین، فرد المحبوبین، شیخ المشائخ حضرت خواجہ زین الحق والدین خواجہ زین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین مکھڈ شریف

۴۔ غوث زماں، قطب دوراں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ چھوہر شریف ہری پور ہزارہ۔ مصنف مجموعہ صلوٰۃ الرسول ﷺ

۵۔ قطب عالم اعلیٰ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز مولانا غلام نبی للہی للہ شریف

۶۔ قطب عالم حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عمر بیر بلوی خلیفہ مجاز میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

۷۔ حضرت کعب زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ موضع کنڈان ضلع خوشاب

۸۔ حضرت حافظ جی رحمہ اللہ تعالیٰ

۹۔ حضرت سلطان ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ ساڑھی والے

۱۰۔ حضرت خواجہ حافظ محمد عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۱۔ حضرت میاں عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۔ حضرت قاضی میاں محمد سبھر الوی رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۳۔ حضرت قاضی میاں احمد نوشہروی رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۴۔ حضرت میاں حفیظ ماہی رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۵۔ حضرت قاضی سلطان محمود ناڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۶۔حضرت میاں عبدالحمید رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۷۔حضرت شاہ یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۸۔حضرت نصیرالدین رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۹۔حضرت شاہ شیر محمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۰۔حضرت بابا سجاول رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۱۔حضرت سید محمود شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نزد دربار سلطان مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۲۔حضرت سلطان حاجی احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اچھالہ شریف

۲۳۔حافظ رحمت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ انگہ شریف

۲۴۔حضرت سخی خوشحال رحمہ اللہ تعالیٰ کھبیکی

۲۵۔شاہ فتح اللہ ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ جابہ شریف

۲۶۔حافظ خیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ رنگہ شریف

۲۷۔بابا ساوی بیری والے اور حضرت محمد حیات چھنوں والے نوشہرہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما فیض یافتہ میاں وڈا لاہور

ضلع خوشاب کے چند مشہور اولیاء اللہ و علماء کرام کا حصول برکت کیلئے اجمالی تذکرہ۔

۱۔نور نظر غوث صمدانی عارف ربانی، امام الاولیاء حضرت سخی سید احمد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ، سرکار بادشاہاں، تاریخ پیدائش 1496ء دہلی وصال مبارک 1578ء خوشاب۔

۲۔نور نظر حضور غوث الثقلین قطب ربانی، سلطان الاولیاء حضرت سخی سید محمود شاہ صاحب رضی اللہ عنہ سرکار بادشاہاں، تاریخ پیدائش 1499ء دہلی، وصال مبارک 1579ء خوشاب

۳۔حضور قطب الکونین مجمع البحرین سلطان العارفین، امام الواصلین حضرت سخی سید معروف شاہ صاحب رضی اللہ عنہ چشتی قادری از اولاد زہد الانبیاء علیہم السلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج

شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تاریخ پیدائش 909ھ بستی چشتیاں، وصال مبارک 10 محرم الحرام 987ھ بمطابق 8 مارچ 1579ء موضع کھر ولیاں نزد خوشاب موجودہ دربار شریف خوشاب شہر

۴۔ حضرت حافظ فتح محمد نوری حضوری رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر خلفیہ مجاز بڑے میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور

۵۔ پیر سید جعفر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۶۔ بابا حافظ محمد دیوان رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۷۔ بابا نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۸۔ سید شاہ شہزاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۹۔ بھیلم شہید رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۱۰۔ سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ المعروف گھوڑے شاہ خوشاب شہر

۱۱۔ حضرت پیر سید جندوڈا شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی آستانہ عالیہ وڑچھہ شریف

۱۲۔ حضرت پیر حیدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ جبی شریف خلیفہ مجاز آستانہ تونسہ شریف

۱۳۔ حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ وادی عزیز شریف خلیفہ مجاز خواجہ صوفی نواب الدین موہری شریف

۱۴۔ سید محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ گنجیال شریف

۱۵۔ حضرت سید شیر شاہ مست مزملی رحمۃ اللہ علیہ شاہ والا شمالی

۱۶۔ حضرت خواجہ فقیر سلطان علی نقشبندی مجددی حسنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز خواجہ غلام حسن سواگ رحمۃ اللہ علیہ (لیہ) شاہ والا شریف

۱۷۔ سید محمد معصوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نزد بندیال شریف

۱۸۔ فقیر احمد دین مزملی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز سید شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ اتراء شریف

۱۹۔ حضرت بابا جمالی رحمۃ اللہ علیہ گروٹ شہر

۲۰۔حضرت علی قتال رحمۃ اللہ علیہ ٹبہ قائم دین

۲۱۔حضرت بابا سیدن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نور پور تھل

۲۲۔سیاح الحرمین شریفین باباجی سید طاہر حسین شاہ صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جوہر آباد

۲۳۔حضرت میاں علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ تاجدار چھپڑ شریف خلیفہ مجاز حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔حضرت میاں رکن دین رحمۃ اللہ علیہ چھپڑ شریف

۲۵۔حضرت میاں محمد مقبول دین رحمۃ اللہ علیہ چھپڑ شریف

۲۶۔حضرت مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ چھپڑ شریف

۲۷۔حضرت میاں غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ چھپڑ شریف

۲۸۔حضرت میاں سلطان محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ چھپڑ شریف

۲۹۔پیر سید ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نوشہرہ فیض یافتہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۔حضرت سید چانن شاہ رحمۃ اللہ علیہ بمقام جابہ نوشہرہ فیض یافتہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔حضرت سید صدیق شاہ رحمۃ اللہ علیہ منگوال خوشاب فیض یافتہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔سلطان الحفاظ حضرت حافظ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کٹھہ سگھر ال

۳۳۔حضرت سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ جدامجد سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔حضرت حیات المیر رحمۃ اللہ علیہ بمقام کلیال شریف (بیٹھک)

۳۵۔حضرت میاں لال لکھی رحمۃ اللہ علیہ بمقام ملوال

۳۶۔پیر سید اجمل شاہ رحمۃ اللہ علیہ ناڑی

۳۷۔ حضرت خواجہ محمد عظیم عرف حضرت میاں بوندی[1] رحمۃ اللہ علیہ نلی

۳۸۔ حضرت سلطان مخدوم مٹھہ رحمۃ اللہ علیہ کٹھہ سگھر ال

۳۹۔ حضرت خواجہ پیر صدر الدین نوری حضوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر خواجہ نوری پیل

۴۰۔ حضرت بابا پیر فضل دین رحمۃ اللہ علیہ کچر شریف نزد پیل

۴۱۔ حضرت میاں بگھسو رحمۃ اللہ علیہ پیل

۴۲۔ حضرت پیر بچھا[2] رحمۃ اللہ علیہ پیل

۴۳۔ حضرت بابا محمد شاہ کروڑوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز خواجہ محمد عثمان وڑچھ شریف (پدھراڑ)

۱۔ حضرت میاں بوندی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ موضع نلی کے مشہور بزرگ تھے ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ دوران سفر سیال شریف علاقہ سون کوہستان نمک میں بھی تشریف لے گئے۔ وہاں بے شمار لوگ جمع ہوئے حضرت میاں بوندیؒ جو خود مرجع خلائق تھے اپنے گوشہ تنہائی سے نکل کر آپ کی پیشوائی کیلئے تشریف لائے ایک بانس پر کپڑا باندھ کر بطور علم ہاتھ میں لے رکھا تھا اور حضور قبلہ عالمؒ کی سواری کے جلوس سے آگے آگے نعرے لگا رہے تھے کہ "لوگوں جہان دا پیر آیا نے"۔ یعنی اے لوگو! تمام عالم کا پیر آرہا ہے۔ میاں بوندیؒ مجذوب کا حضور قبلہ عالمؒ کے نام خط۔ سیال شریف کے قیام کے دوران ایک دفعہ ایک شخص حضرت میاں بوندی صاحب کا ایک خط حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو اس کاغذ پر ایک کوئلہ سے چند ٹیڑھی سیدھی لکیریں ڈالی ہوئی تھیں۔ بعض خدام نے عرض کی کہ حضرت یہ تو لکیریں سی پڑی ہوئی ہیں فرمایا اس تحریر کو پڑھنے کیلئے نور عرفان کی ضرورت ہے۔ پھر خط لانے والے شخص سے فرمایا کہ تم لوگ فقیروں کے پاس اس لئے جاتے ہو کہ کسی خوبصورت عورت کا خاوند مر جائے یا اسے طلاق ہو جائے اور تم اسے اپنی بیوی بنالو۔ وہ رو پڑا اور کہنے لگا حضرت عشق نے دیوانہ کر رکھا ہے۔

۲۔ قبلہ استاذی المکرمؒ فرماتے تھے کہ یہ تین بزرگ ۱۔ پیر بچھا صاحب، ۲۔ پیر کرم شاہ صاحب پیر کھاراوالے، ۳۔ بابا ساڑھی والے نزد چینجی یہ تینوں بزرگ ایک زمانے میں ہوئے ہیں یہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے آپس میں یہ کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ایک ایک دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے دنیا سے جانے کے بعد مخلوق خدا کو فائدہ ہو اور ان تینوں بزرگوں نے دعائیں مانگیں، ۱۔ پیر بچھا صاحب نے یہ دعا مانگی کہ جس کے جسم پر پھنسیاں پھوڑے یعنی اگر کوئی گلے سڑے ہوئے جسم والا بھی آئے اور میرے چشمے پر نہائے گا تو وہ درست ہو کر واپس جائیگا۔ اور آپ کا یہ فیض آج تک جاری ہے۔ یاد رہے کہ پیر بچھا صاحب کا چشمہ کچر شریف نزد پیل میں ہے۔ اور آپ کا مزار شریف پیل اور پدھراڑ کے درمیان ایک جگہ ہے۔ جس کا نام "مقام" ہے وہاں قبرستان میں موجود ہے۔ ۲۔ بابا ساڑھی والی سرکار نے یہ دعا مانگی تھی کہ جس کے جسم میں ہوا کا درد ہو وہ میرے دربار شریف میں حاضر ہو کر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دے گا انؒ کا بھی یہ فیض رواں دواں ہے۔ ۳۔ تیسرے بزرگ یعنی پیر کرم شاہ صاحب پیر کھاراوالے انہوں نے کہا تھا کہ جس کے گردے میں کنکری، پتھری وغیرہ ہوگی وہ میرے چشمے پر آکر نہائے اور اس سے پانی پیے اور سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اسؒ کو شفاء عطاء فرمائے گا۔ ان تینوں بزرگوں کا فیض اب تک جاری ہے۔ اور مخلوق خدا ان سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ۱۲

۴۴۔ حضرت پیر کبیر[1] رحمۃ اللہ علیہ ڈھوک دھمن (ڈھوک خیر آباد) داخلی پدھراڑ

۴۵۔ حضرت بالا پیر رحمۃ اللہ علیہ ڈھوک دھمن (ڈھوک خیر آباد) داخلی پدھراڑ

۴۶۔ حضرت بابا بھڑے والی سرکار[2] رحمۃ اللہ علیہ نزد ڈھیری داخلی پدھراڑ

۴۷۔ حضرت بابا شاہ بھوٹ[3] رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ حضرت قبلہ استاذی المکرمؒ، پیر کبیر علیؒ کے متعلق فرماتے تھے کہ میرے خیال میں یہ کسی تابعی علیہ الرحمۃ کا مزار ہے اور ان کا شمار کاملین میں ہوتا ہے اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب شیر آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ قبلہ استاذی المکرمؒ کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر کے بعد سورۃ یٰسین و سورۃ ملک پڑھ کر ان کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھتے۔ یہ بزرگ بہت جلالی تھے تقریباً ۲،۳ میل دور سے جوتے پہن کر اپنے مزار کے قریب سے نہیں گزرنے دیتے تھے۔ ایک بزرگ بالا پیر علیہ الرحمۃ گھوڑے پر سوار ہو کر ڈھوک دھمن کی طرف جا رہے تھے جب آپ موضع ڈھیری پہنچے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ گھوڑے سے اتر جائیں اور اپنے جوتے بھی اتار لیں کیونکہ پیر کبیر صاحب جوتے پہن کر اپنی حدود سے نہیں گزرنے دیتے لیکن بالا پیر علیہ الرحمۃ نے سنی ان سنی کر دی۔ جب آپ پیر کبیرؒ کی مرقد کے نزدیک پہنچے تو آپ گھوڑے سے گر گئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کرنے لگی تو آپؒ نے فرمایا کہ میرا کام تو پیر کبیر صاحبؒ نے کر دیا ہے لیکن اب تم ان کے احاطے میں جوتے پہن کر گزرتے رہو تمہیں یہ کچھ نہیں کہیں گے۔ جب بالا پیر علیہ الرحمۃ فوت ہو گئے تو ان کو موضع دھمن ہی میں دفن کیا گیا اور ان کے گھوڑے کو بھی وہیں دفن کر دیا گیا پیر کبیر صاحبؒ کا مزار ڈھوک دھمن کے قبرستان میں چار دیواری کے احاطہ میں موجود ہے۔

۲۔ حضرت بابا بھڑے والی سرکار علیہ الرحمۃ نزد ڈھیری داخلی پدھراڑ جن لوگوں کو ہوا کا درد ہو وہ لوگ ان کے مزار اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطاء فرماتا ہے۔

۳۔ ان کا مزار پرانوار دھمن سے تقریباً ۴،۵ کلومیٹر آگے جنگل میں موجود ہے اور آپ کے مزار کے نزدیک پانی کا ایک بہت بڑا چشمہ شیریں ابل رہا ہے جس کے پانی سے موضع دیئوال و منگوال کے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ اور آپ کے مزار کے نزدیک ایک بہت بڑا قلعہ موجود تھا جس کے آثار ابھی تک موجود ہیں اکثر لوگ آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے بزرگان دین علیہم الرحمۃ مستور الحال ہیں جن کا ہمیں علم نہیں وگرنہ وادی سون میں شاید ہی کوئی ایسا گاؤں ہو جس میں اولیاء اللہ میں سے کسی کا مزار نہ ہو اگر ضلع خوشاب کو ثانی مدینۃ الاولیاء کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ الحمد للہ حمداً والشکر للہ شکراً

اب بندہ ضلع خوشاب کے مشہور و بلند پایہ علماء کرام کا ذکر خیر کرنے کی سعی کرتا ہے۔

☆۔ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب نامی چشتی مکھڈویؒ بندیال شریف

بندہ ان کا ذکر خیر کچھ تفصیل کے ساتھ قارئین کی نظر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے اساتذہ میں سے ہیں کیونکہ مولانا یار محمد بندیالویؒ مولانا محمد امیر دامانیؒ کے شاگرد رشید ہیں اور مولانا محمد امیر دامانیؒ (مصنف قانونچہ محمد امیری) یہ مولانا سلطان محمود صاحب نامیؒ کے شاگرد ہیں بندہ ان کا ذکر اس لیئے بھی کرتا ہے کہ آپ اہلسنت و جماعت کے اکابر علماء میں سے تھے جبکہ ان کی اولاد مذہب حقہ اہلسنت و جماعت کو چھوڑ کر دیوبندیت کا راستہ اختیار کر گئی ہے اور ان کے مزار پرانوار کی بے حرمتی میں پس ماندگان نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ بندۂ ناچیز اکثر آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتا ہے۔ اور مزار کی حالت دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مولانا سلطان محمود صاحب نامیؒ کے متعلق تذکرۃ الصدیقین ملاحظہ فرمائیں، راقم اثم نے شیخ عبداللہ خادم حضرت پیرومرشدم سے سنا کہ مولوی سلطان محمود صاحب ساکن بندیال عرف نامی جو کہ حضرت زینت الاولیاء خواجہ زین الحق والدین مکھڈویؒ کے خاص غلاموں میں سے تھے۔ ایک دفعہ جب مکھڈ شریف تشریف لائے تو نماز عشاء کے بعد میرے حجرے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھ سے بطور مشورہ ایک بات پوچھتا ہوں میں نے عرض کی فرمایئے۔ فرمانے لگے ایک سال حضرت کے زمانہ میں میں نے بھینس خریدی چونکہ میرے گھر میں گھی رکھنے کا برتن نہیں تھا ایک ہندو سے چمڑے کا (کُپّا) عاریت کے طور پر لیا کہ گھی فروخت کر کے (کُپّا) خالی واپس کر دیں گے۔ ہندو نے کہا کہ اگر (کُپّا) سالم ہوا تو لے لوں گا ورنہ اس کی رقم لوں گا۔ اس کی رقم سولہ روپے تھی۔ میں نے یہ شرط منظور کر لی۔ اتفاقاً جب گھی اس میں ڈالا گیا تو طلباء کو میں نے کہا کہ اس کُپّا کو یہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دو۔ ان کی بے احتیاطی سے رکھتے وقت چوٹ لگ گئی اور کُپّا ٹیڑھا ہو گیا

ہندو کو اس بات کا پتا چل گیا اور اس نے رقم کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مجھے رقم کا دینا بہت بوجھل معلوم ہوا، مجھے اور کوئی صورت نظر نہ آئی میں گھر سے روانہ ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صاحبؒ نے پوچھا آپ اس موقع پر کیسے آ گئے ہیں میں نے اپنا ماجرا عرض کیا۔ حضرتؒ صاحب نے سن کر خاموشی اختیار فرمالی کچھ وقت کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی صاحب گھر جاؤ طلباء کے اسباق ضائع ہو رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ جس حاجت کیلئے میں حاضر ہوا ہوں اس کے متعلق حضرت نے کوئی ارشاد نہیں فرمایا یہ سن کر حضرت صاحب خاموش ہو گئے۔ اسی طرح چند دفعہ حضرت صاحبؒ نے یہی ارشاد فرمایا اور میں نے جواباً یہی عرض کیا اور حضرت صاحبؒ نے خاموشی فرمائی آخر چند دفعہ کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ کُپّا کو چھت کے ساتھ لٹکا دو میں اسی وقت قدم بوسی کر کے واپس ہوا اور گھر پہنچ کر حسب فرمان کُپّا کو چھت سے لٹکا دیا۔ اس کے بعد ہندو نے رقم کا مطالبہ بند کر دیا۔ اس نے کبھی یاد بھی نہیں کیا کہ میرا کُپّا تھا یا میں نے رقم لینی تھی چنانچہ وہ کُپّا ابھی تک ہمارے گھر میں لٹکا ہوا ہے اور اب وہ ہندو مردار ہو گیا ہے۔ اب میں یہ مشورہ تجھ سے کرتا ہوں کہ اب وہ کُپّا لٹکا رہے یا اتار لیں۔ شیخ صاحب مذکور کہتے تھے کہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ خود نہ اتاریں اگر خود بخود گر جائے تو خیر ہے۔

حضرت مولانا سلطان محمد نامی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے اچھے شاعر اور تاریخ مادہ ہائے وصال نکالنے پر آپ کو بڑی مہارت تھی چنانچہ مکھڈ شریف میں قبور پر جو مادہ ہائے وصال تختیوں پر مرقوم ہیں وہ آپ ہی کا اخراج کنندہ ہے آپ کا نام سلطان محمود ہے اور نامی آپ کا تخلص ہے۔ آپ کی شاعری کا نمونہ آپ نے مرشد گرامیؒ کی شان میں جو کلام لکھا ہے وہ قارئین کی نظر کیا جاتا ہے جس سے آپ کی اپنے مرشد سے عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

غزل اول

جانم بہ لب رسید بجاناں خبر کنید
زیں جان زار بدر مال خبر کنید

در طوق بند گیش چوقمری مطوّقم
ہر بار پیش سرو خراماں خبر کنید

شد مدت کہ بدرد ناؔمی مجاورم
از حال شفتہ گوش بسلطان خبر کنید

دوم

ز جان خود پئے جاناں کبابے کردہ ام پیدا
بجام پردۂ دل خوں شرابے کردہ ام پیدا

بچشم من و مادم چوں خیال یار می آید
بپا شوئیش از چشم گلابے کردہ ام پیدا

بجانم بوئے زلفش گر بدست آید خریدارم
دو عالم را بیک دیدن نصابے کردہ ام پیدا

پئے پنہانی گنج خیال روئے جانانم
دل پرورده مغموم خرابے کردہ ام پیدا

ز مہر شمع روئے او کہ مہ پروانہ می دارد
بجان پرتف و پرتاب تابے کردہ ام پیدا

زمن پرسید نامی کز کجائی و کدام ہستی
غلام شاہ زین الدین جوابے کردہ ام پیدا

سوئم (ہندی غزل)

سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

یار یاراں وچ رل مل باہندے☆سوہنڑے یار نظر نئیں آندے

ویکھن کارن دل ترساندے☆عشق سڑے غم لڈیاں میں

سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

عشق ماہی دا شیر چوپیتا☆سرمیڈے تے حملہ کیتا

ماس کھادا تن لہو پیتا☆ہن رہیاں مٹھ ہڈیاں میں
سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں
کوجھی کملی تے بد رگیاں☆سوہنا پیر تیڈے لڑ لگیاں
آپے دیویں توں اسرگیاں☆ہن وسار کیوں چھڈیاں میں
سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں
نام نامؔی دا راگ جوگاواں☆تیڈے نام دا ورد کمانواں
لیکے نام تے من پرچاواں☆تیڈے نانویں سڈیاں میں
سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب ملک عالم شیر بندیال کا وصال ہوا تو انہیں دفنانے کیلئے ونجھارا نزد بندیال لے جایا گیا ان کے جنازے میں مولانا سلطان محمود صاحب بھی حاضر تھے ان کے لواحقین نے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ ملک صاحب کی مادہ ہائے وصال نکال دیجئے تو مولانا سلطان محمود صاحب نے کھڑے کھڑے فی البدیہ ارشاد فرمایا۔

شد بسوئے ونجھارا عالم شیر
گفت نامیؔ دوبارہ عالم شیر

یعنی اگر عالم شیر کے دو دفعہ عدد نکالے جائیں تو یہی ان کا تاریخ وصال بنتا ہے۔

فرمودہ استاذ العلماء حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑویؒ

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ مولانا سلطان محمود نامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ، مولانا رومیؒ اور عارف سعدیؒ کا ہم پلہ کہوں تو بے جا نہ

ہوگا لیکن ان کے بعد اگر کسی کا مرتبہ ہے تو یہ مولانا سلطان محمود نامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

گل گلستان مولانا سلطان محمود نامی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا سلطان محمود نامی چشتی مکھڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ بلند پایہ عالم دین تھے اور آپ کے شاگردوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا بندہ ان میں سے چند ایک کے نام بطور تبرک ذکر کرتا ہے۔

۱۔ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ بندیال شریف ضلع خوشاب

۲۔ شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ بہاولپور

۳۔ حضرت علامہ محمد امیر دامانی رحمہ اللہ تعالیٰ (مصنف قانونچہ محمد امیری)

۴۔ حضرت خواجہ فقیر محمد امین رحمہ اللہ تعالیٰ (والد گرامی فقیر سلطان علیؒ شاہ والا شمالی)

۵۔ حضرت علامہ غلام محمود پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پپلاں شریف ضلع میانوالی

۶۔ حضرت علامہ مولانا احمد خان رحمہ اللہ تعالیٰ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

۷۔ حضرت علامہ مولانا مہر محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ ثمہ چوکھنڈوی (مدفون اچھرہ لاہور)

☆۔ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

فقیہ العصرؒ کے حالات وواقعات اسی کتاب میں بیان ہو چکے ہیں۔

☆۔ حضرت علامہ مولانا مفتی نور محمد کھیڑا آف گروٹ

یہ مفتی صاحب اپنے دور کے بہت بڑے اجل عالم دین ہو گزرے ہیں۔ یہی مفتی صاحب کتابیں لے کر حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین نور اللہ مرقدہٗ کی بارگاہ اقدس میں قوالی پر مناظرہ کرنے کیلئے تشریف لے گئے انہی کے علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے حضور پیر سیالؒ نے سازوں کے ساتھ اپنے آستانے پر قوالی کرنے سے منع فرما دیا۔ یہ ہے اللہ والوں کی شان جو اہل علم کی قدر اس طرح کرتے ہیں۔

☆۔ فاضل محقق حضرت مولانا فتح دین از بر انصاری الحنفی القادریؒ خوشاب شہر

آپ حکیم میاں غلام محمدؒ کے ہاں 1291ھ بمطابق 1874ء ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت اسید بن حضیر القاری الصحابی رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے۔ابتدائی تعلیم خوشاب میں حاصل کی۔منشی فاضل کا امتحان دیا پھر موراں والی مسجد لاہور میں کچھ عرصہ پڑھتے رہے بعدازاں حیدرآباد دکن جا کر مولانا انوار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ سے معقول ومنقول کی تعلیم حاصل کی انہوں نے آپ کی قابلیت کے پیش نظر اپنی صاحبزادی کا عقد آپ سے کر دیا مزید تعلیم کیلئے جامعۃ الازہر مصر بھی گئے۔سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید ابراہیم قادری قدس سرہٗ العزیز بغداد شریف سے بیعت ہوئے۔اور سلوک قادریہ کی منازل طے کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے آپ متبحر عالم دین، حق گو اور کثیر التصانیف بزرگ تھے آپ کی اکثر و بیشتر تصانیف حیدرآباد دکن سے شائع ہوئیں۔چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مقدمہ تفسیر روح الایمان (مطبوعہ امرتسر)

۲۔ تفسیر روح الاریمان فی تشریح آیت القرآن (مطبوعہ حیدرآباد دکن)

۳۔ الواقعۃ الاسلامیہ (مطبوعہ کانپور)

۴۔ شرح ترکیب دیباچہ گلستان مع حواشی مفیدہ (مطبوعہ لاہور)

۵۔ کتاب العطایا علم میراث (مطبوعہ)

۶۔ خزینۃ المیراث علم میراث (مطبوعہ)

۷۔ نقشہ انوار الفرائض علم میراث (مطبوعہ)

۸۔ صفوۃ المصادر العربیہ المعروف صرف ازبریہ قلمی

۹۔ کتاب الصرف المعروف صرف کبیر قلمی

۱۰۔ شجرہ ولایۃ الشہداء (مطبوعہ)

۱۱۔ ترجمہ وحاشیہ دلائل الخیرات

۱۲۔ رسالہ مفتاح الدلائل (مطبوعہ)

۱۴۔ قرار الانوار و مرادۃ الاسرار (عملیات) مطبوعہ

آپ کے تلامذہ کا حلقہ نہایت ہی وسعت پذیر تھا جن میں سے صرف دو کے نام معلوم ہو سکیں ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا سید امیر اجمیری علوی قدس سرہٗ العزیز چھپڑ شریف

۲۔ مولوی غلام مرشد دیوبندی

آپ کے چند خلفاء:۔

۱۔ حضرت مولانا پیر سید محمد صدیق شاہ صاحبؒ ساکن ڈیرہ غازی خان

۲۔ حضرت مولانا پیر سید امیر اجمیری علویؒ چھپڑ شریف

وصال:۔

1936ء کو مولانا فتح دین ازبر قدس سرہٗ العزیز کا وصال ہوا آپؒ کا مزار شریف خوشاب شہر میں مسجد حافظ خان محمد کے شمالی جانب چار دیواری میں محفوظ ہے۔

☆۔ حضرت علامہ حافظ سلطان محمود انگوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ یکے از استاذی گرامی حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ۔

آپ کی بیعت حضرت خواجہ محمد شمس العارفین سیالوی قدس سرہٗ العزیز سے تھی آپ سال میں کئی مرتبہ سیال شریف اپنے پیرو مرشد کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتے۔ سیال شریف انگہ سے 22 کوس کے فاصلہ پر دریائے جہلم کے شرقی کنارے پر واقع ہے۔ راستے میں کئی مقامات پر قیام فرماتے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ استاد صاحبؒ کے ساتھ سیال شریف تشریف لے جاتے اور اعلیٰ حضرت سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے آخر حضور قبلہ عالم گولڑویؒ نے سلسلہ چشتیہ میں آپ ہی سے بیعت کی یاد رہے کہ حضور قبلہ عالمؒ تقریباً اڑھائی سال انگہ میں زیر تعلیم

رہے اس کے بعد آپ دورہ حدیث شریف اور منتہی کتابیں پڑھنے کیلئے ہندوستان تشریف لے گئے جب آپ ہندوستان سے علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ التحصیل ہو کر حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ سے مجاز ہوئے تو ایک مرتبہ عرس سیال شریف کے موقع پر مولانا سلطان محمودؒ نے آپ کو انگہ چلنے کی دعوت دی چنانچہ عرس شریف کے بعد آپ گھوڑے پر سوار استاد صاحبؒ کے ہمراہ انگہ روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک مقام پر استاد صاحب اپنے گھوڑے سے اترے اور پیادہ پا ہو کر حضرت کے گھوڑے کے آگے دوڑنے لگے اور آپ کو تاکیداً سوار رہنے کا حکم دیا کہ اگر اس کے خلاف کیا تو حق شاگردی کے خلاف تصور کروں گا۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں سخت شرمندہ تھا مگر ''قہر درویش بر جان درویش''، تعمیل حکم کی۔ آخر کچھ فاصلہ اسی طرح طے کرنے کے بعد حضرت کے استاذ صاحب گھوڑے پر سوار ہوئے اور فرمایا کہ ایک دفعہ اثنائے سفر سیال شریف اسی مقام پر یہی مسافت آپ نے میرے گھوڑے کے آگے دوڑ کر طے کی تھی جس کا میرے دل پر سخت بوجھ تھا اور میں اسے بے ادبی محسوس کرتا رہا۔ الحمد للہ! کہ آج اس کی تلافی ہوگئی ہے۔ پھر انگہ شریف پہنچ کر استاذ صاحب نے احادیث صحاح ستہ کی تمام کتب کے چیدہ چیدہ حصے سنا کر حضرت سے اجازت حدیث حاصل کی اور آپ کے حسب ارشاد تازیست حدیث شریف ہی پڑھاتے رہے اور منطق ومعقول کی تدریس ترک کردی۔ آپ کا مزار پرانوار انگہ کے مشہور قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔

☆۔ حضرت مولانا سید امیر چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ بچپن ہی میں اجمیر شریف چلے گئے وہیں تحصیل علوم کیا اور واپس وطن تشریف لائے مگر پھر اجمیر شریف چلے گئے وہاں آپ کا قیام حضرت خواجہ خواجگان خواجہ محمد معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار شریف کے سامنے نظام دکن حیدر آباد کی تعمیر کردہ مسجد میں ہوتا تھا آپ نے بے شمار رسائل تصنیف فرمائے وہاں آپ کے مرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری کے دربار کے متولی حضرت دیوان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عصر

کی نماز پڑھ کر آپ کے پاس تشریف لاتے تھے تقسیم ہند کے بعد وطن واپس تشریف لائے پہلے اپنے آبائی گاؤں چھپڑ شریف بعد ازاں لاری اڈا خوشاب پر مسجد تعمیر فرمائی آخری عمر میں بالکل خاموشی اختیار فرمالی وصال چھپڑ شریف میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں جن میں سے محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قادری چشتی نور اللہ مرقدہٗ فیصل آباد، اور امام النحو مولانا غلام جیلانی میرٹھیؒ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

☆۔ حضرت مولانا سلطان اعظم نور اللہ مرقدہٗ چھپڑ شریف

آپ بھی اپنے دور کے اجل فاضل ہو گزرے ہیں آپ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اور آپ کو حضور سلطان باہوؒ کی حضوری حاصل تھی آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا جن میں حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور سلطان الحفاظ حافظ خان محمد[1] رحمہ اللہ تعالیٰ کٹھہ سگھر ال کے نام نمایاں ہیں۔

ایک دفعہ مولانا سلطان اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضور سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار شریف پر حاضر ہوئے وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی حضرت سلطان باہوؒ کی قبر کو سجدہ کر رہا تھا تو حضور سلطان باہوؒ نے قبر سے مولانا سلطان اعظم صاحبؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلطان اعظمؒ اس کو منع کیوں نہیں کرتے؟ کہ یہ سجدہ کر رہا ہے۔ تو مولانا سلطان اعظم صاحبؒ اس آدمی سے مخاطب ہوئے کہ جن کو تو سجدہ کر رہا ہے وہ تجھے سجدہ سے منع کر رہے ہیں یعنی آپ کا سلطان باہوؒ سے قوی رابطہ تھا۔ آپ کا مزار پر انوار موضع موسیٰ والی نزد پپلاں میں مرجع خلائق ہے۔

☆۔ امام علم و حکمت، بحر العلوم، خاتم المدرسین، جامع معقول و منقول، مجدد مسلک اہل

---

[1] یاد رہے کہ حافظ خان محمد صاحبؒ سماع موتیٰ کے منکر تھے جب آپ نے دوران طالب علمی اپنے استاذ گرامی مولانا سلطان اعظم صاحب سے اس مسئلہ یعنی سماع موتیٰ پر گفتگو کی تو آپ کے استاذ گرامی نے چھپڑ شریف مسند تدریس پر بیٹھے بیٹھے حضور سلطان باہو علیہ الرحمۃ کی زیارت کرادی جس کے بعد آپ کے شکوک و شبہات دور ہو گئے اور آپ سماع موتیٰ کے قائل ہو گئے۔ ۱۲

سنت، محقق دوراں، تاجدار سلسلہ خیر آبادی، وارث علوم فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی الحاج الحافظ العلامۃ الشیخ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ۔

☆۔ فاضل اجل استاذ العلماء والفضلاء مولانا حافظ علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ برادرِ مکرم قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

☆۔ مولانا فتح محمد صاحب چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1907ء میں ایک غریب کاشتکار ملک علی محمد ولد ملک خدایار کے ہاں وادی سون سکیسر تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب موضع منہاواں کی ایک ذیلی ڈھوک گلی محمد والی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب علاقہ سون سکیسر کے قطب شاہی اعوان خاندانوں سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔

پیدائش کے کچھ عرصہ بعد والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا خشک سالی اور قحط کا دور دورہ تھا آپ کے والد ملک علی محمد اعوان خوشاب میں مزارعہ بننے پر مجبور ہو گئے اپنے بیٹے فتح محمد کو ان کے ماموں ملک شیر باز صاحب کے پاس ابتدائی تعلیم و تربیت کیلئے چھوڑ دیا ملک شیر باز صاحب المعروف استاذ شیر باز صاحب ایک فقیر منش اور فنا فی اللہ جیسی شخصیت تھے جوانی میں ہی لذت دنیا سے بے نیاز ہو گئے تھے اپنے بھانجے (فتح محمد صاحب) کو لے کر موضع بوٹہ نزد فتح جنگ چلے گئے اور وہاں کے درس میں داخل کرادیا اس وقت بوٹہ میں موضع سبھرال (سون سکیسر) کے ایک عالم جناب مولوی نور محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مدرس تھے موضع بوٹہ میں کچھ عرصہ زیرِ تعلیم رہنے کے بعد موضع بسال ضلع اٹک میں ایک مشہور مدرسہ میں داخل درس رہے اور اپنے اساتذہ کرام کی خصوصی توجہ کا مرکز بنے۔ علم دین حاصل کرنے کی جستجو آپ فقیہ العصر استاذ کل فی الکل، بحرالعلوم ،شہباز علم وعرفان حضرت علامہ مولانا یار محمد صاحب بندیالوی چشتی صابری خلیفہ مجاز صوفی محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہما کی صورت میں ایک شفیق استاذ اور روحانی باپ نصیب ہوا اور اپنے استاذ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خصوصی عنایت اور توجہ کے ہمیشہ مستحق ٹھہرتے درس نظامی کی

مشہور کتب میر ایساغوجی، قطبی میر قطبی، ملا حسن، ہدیہ سعیدیہ، شرح جامی، مختصر المعانی، حسامی، شرح وقایہ کے اسباق مکمل کرنے کے بعد فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی کی اجازت سے عازم جامعہ عباسیہ بہاول پور ہوئے۔ جہاں پر جامعہ کے تمام اساتذہ کے علاوہ شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شاگردی کا خصوصی شرف حاصل ہوا اور 1933ء میں جامعہ عباسیہ سے علامہ بن کر سرفراز ہوئے اور 1935ء میں یونیورسٹی آف پنجاب لاہور سے مولوی فاضل کا ڈپلومہ حاصل کیا 37-1936 میں تقریباً ایک سال دار العلوم عزیزیہ بھیرہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے 1937ء سے تقریباً 3 سال اپنے پیرو مرشد حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزندار جمند جنید وقت سیدی وسندی حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب گیلانی (بابوجی) رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش پر کم سن دیوان غلام قطب الدین صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ پاکپتن شریف کے مذہبی اتالیق مقرر ہوئے۔

1959ء میں حضرت سید غلام محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف کی خواہش پر سید غلام نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ مقرر ہوئے اور آپ کی تعلیم وتربیت میں تقریباً 14،15 سال مشغول رہے لگاتار تعلیم دیتے رہے سید غلام نصیر الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بار بار اپنی تصنیفات میں تعلیم کے مراحل اور اپنے استاذ کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

صاحبزادہ صاحب اپنی تصنیف نام ونسب (طبع اول صفحہ 361) میں لکھتے ہیں راقم الحروف کے استاذ محترم حضرت علامہ فتح محمد صاحب علیہ الرحمۃ بھی حضرت شیخ الجامعہ کے شاگرد تھے آپ ایک متبحر عالم دین، عبادت گزار، خاموش طبع، قناعت شعار، غیور، بے باک، حق گو، نہایت بلند کردار واخلاق کے مالک تھے عام حالات میں شفقت ومحبت کی تصویر مگر امور تربیت وتدریس میں نہایت سخت گیر انہوں نے میرے سلسلے میں بھی کسی قسم کی رورعایت کا کبھی خیال نہ

کیا اگر کوئی چیز ان کیلئے مرکز توجہ تھی تو بس میری تعلیم وتربیت۔

خانوادہ پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں غلام نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے دونوں بھائی غلام جلال الدین صاحب اور غلام حسام الدین صاحب اوران کے عم زاد حضرت شاہ عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی کے صاحبزادے غلام معین الحق صاحب گیلانی وغلام قطب الحق صاحب گیلانی نے بھی ابتدائی تعلیم اپنی اپنی عمر کے حساب سے مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی ہے۔

گلشن اسلام کی صورت میں آپ کی ایک یادگار تالیف موجود ہے جو آپ کے فرزند ارجمند ملک عبدالستار اعوان زیدہ مجدہٗ نے اس کو بڑے خوبصورت انداز میں طبع کرایا ہے جو مارکیٹ میں دستیاب ہے کتاب مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے اور ہر خاص وعام کیلئے مفید ہے۔

وصال 26 دسمبر 1969ء یعنی 16 شوال المعظم 1389ھ بروز جمعۃ المبارک علی الصبح طلوع شمس سے ہے۔ جان جان آفریں کے سپرد فرمائی اور اسی روز بعد از نماز جمعۃ المبارک گولڑہ شریف میں ہی نماز جنازہ ادا کی گئی اور درگاہ شریف میں ہی خواصان درگاہ کے قبرستان میں تدفین کی گئی یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا کی تدفین کے آخری وقت تک حضرت بابوجی علیہ الرحمۃ سرہانے موجود رہے اور وظائف پڑھتے رہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

☆۔ حضرت علامہ صاحبزادہ عزیز احمد قدس سرہٗ العزیز مکان شریف سابق صدر مدرس مدرسہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

☆۔ حضرت علامہ مفتی عبدالشکور مکان شریف

☆۔ حضرت علامہ قاضی عبدالغفور رحمہ اللہ تعالیٰ پنجہ شریف خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆۔ حضرت علامہ مولانا غلام مرشد مرحوم انگہ شریف سابق خطیب شاہی مسجد لاہور

☆۔ حضرت قاضی حکیم اللہ نوشہرہ

☆۔ حضرت علامہ قاضی میاں احمد نوشہروی نوشہرہ

☆۔ حضرت قاری قمر دین رحمہ اللہ تعالیٰ کورڈھی

☆۔ حضرت مولوی نور دین رحمہ اللہ تعالیٰ کفری

☆۔ حضرت قاضی محمد زمان رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کھبیکی

☆۔ حضرت مولانا قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اوچھالہ

☆۔ حضرت مولانا عطاء محمد کونڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ خوشاب

شجرۂ نسب:

شجرۂ نسب بابا چراغ عرف چرکھال قطب شاہی اعوان از اولاد امجاد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

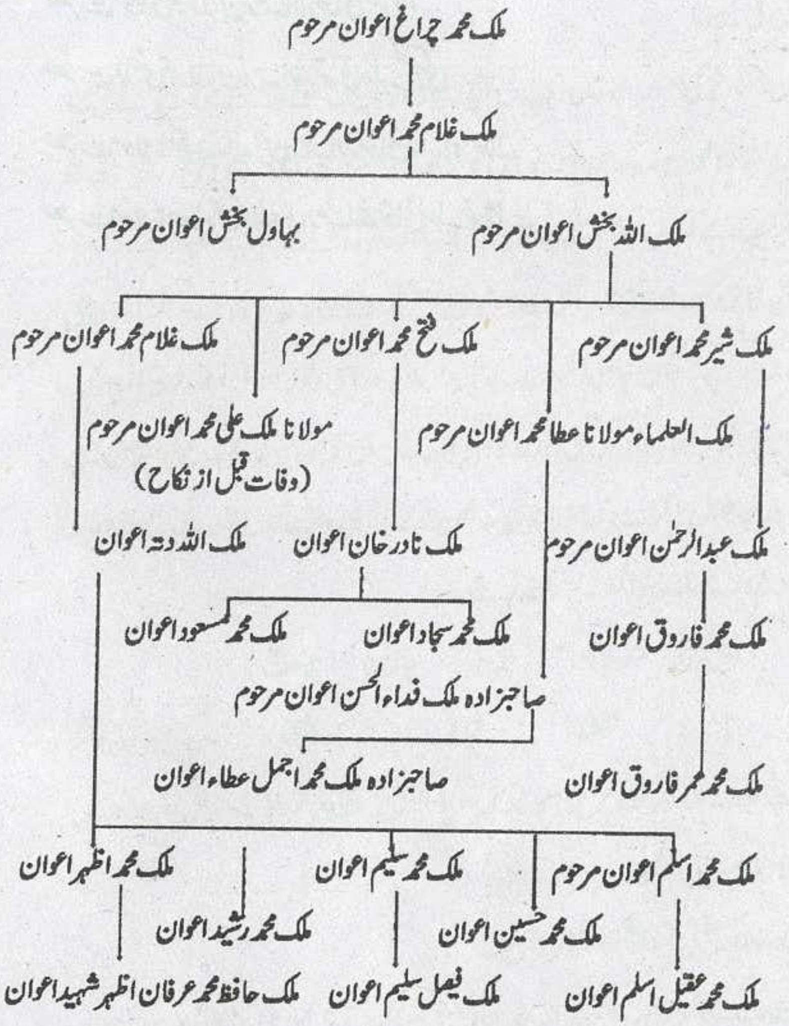

حیاتِ استاذِ العلماء دریک نگاہ

اسم گرامی:	ملک العلماء علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالویؒ
والد ماجد:	ملک اللہ بخش اعوان مرحوم (رحمہ اللہ تعالیٰ)
تاریخ ولادت:	1334ھ بمطابق 1916ء
مقام پیدائش:	پدھراڑ (تحصیل وضلع خوشاب پنجاب)
قوم:	اعوان
فرزندار جمند:	صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی زیدہ مجدہٗ
پیرومرشد:	حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑویؒ حضرت پیر سید غلام محی الدین چشتی گولڑویؒ
اساتذہ کرام:	حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ (حفظ) قاضی محمد بشیر وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (فارسی) فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا یار محمد بندیالویؒ فاضل اجل حضرت علامہ مولانا الحافظ مہر محمد اچھروی چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مولانا غلام محمود پپلانوی چشتی گولڑوی (مصنف تحفۂ سلیمانی و رسالہ نجم الرحمٰن) حضرت علامہ مولانا محب النبی چشتی گولڑویؒ

حضرت مولانا محمد امیر رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا ولی اللہ (انہی ضلع گجرات)

عرصہ حفظ قرآن: 3 سال

نامور ہم سبق ساتھی: حضرت علامہ مولانا محمد سعیدؒ (ٹمن ملتان)

خادم خاص وآخری شاگرد خدمت گار: مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

القابات: ملک العلماء، امام المناطقہ، ملک المدرسین، بحر العلوم
استاذ الکل، شیخ العرب، والعجم، جامع المعقول والمنقول
صدر المدرسین، خزینہ علم وعرفان، امام علم وحکمت
مجدد مسلک اہل سنت وجماعت

زمانہ تدریس: تقریباً 10 سال

بیرون ملک سفر: حجاز مقدس (مکۃ المکرمہ، مدینۃ المنورہ، عراق، بغداد شریف)

تدریس کے علاوہ مذہبی وسیاسی خدمات:

رکن اسلامی نظریاتی کونسل، تنظیم المدارس اہلسنت کی نصابی کمیٹی اور مجلس عاملہ کے رکن، جماعت اہلسنت پاکستان کے امیر، جمعیت علماء پاکستان کے سینئر
نائب صدر، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں مثالی کردار

اوصاف جمیلہ: بے حد سادہ لباس آپ کی سادگی کی منہ بولتی تصویر، علم وعمل کی زندہ تفسیر، سراپا اخلاص وایثار، پابند شریعت محبّ طریقت سادگی، عاجزی اور انکساری آپ کا اوڑھنا بچھونا نماز

باجماعت ادا کرنا, فنافی الشیخ, محبِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ, نہایت خوش اخلاق, ملنسار, متواضع

معمولاتِ زندگی: ظاہر و باطن, جلوت و خلوت, سفر و حضر, طیب و طاہر, شریعت مطہرہ پر پابندی, ہمیشہ سچ بولنا

تصانیف: سیف العطاء, رویت حلال کی شرعی تحقیق, سفر نامہ بغداد, تحقیق الفرید فی تراکیب کلمۃ التوحید, تحقیق ایمان ابو طالب, قوال کی شرعی حیثیت, عقیدہ اہلسنت, مسئلہ حاضر و ناظر, اذان سے قبل اور بعد درود شریف کا بیان, دیۃ المراۃ, تحقیق وقت افطار, صرف عطائی, مسئلہ امامتِ کبریٰ, مسئلہ سود, رمضان میں عشاء کے فرض تنہا پڑھنے والا وتر باجماعت ادا کرسکتا ہے, مقالہ درس نظامی کی ضرورت و اہمیت, مقالہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ, عورت کی حکمرانی, شان اولیاء, مسلمانوں پر جہاد, مسئلہ سیاہ خضاب, اسلامی نظریاتی کونسل میں لکھے گئے مقالہ جات, مسئلہ فوٹو یعنی تصویر کی شرعی حیثیت۔

نامور تلامذہ:

☆۔نائب شیخ الاسلام, امیر شریعت حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی زیدہ مجدہ (سیال شریف)

☆۔پیر طریقت علامہ شاہ عبدالحق چشتی گولڑوی مدظلہ العالی (جانشین حضور قبلہ بابوجیؒ گولڑہ شریف)

☆۔تاج الفقہاء, جانشین فقیہ العصر صاجزادہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ العالی (بندیال شریف)

☆۔شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ (لاہور)

☆۔شارح بخاری حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضویؒ (فیصل آباد)

☆۔شارح بخاری و مسلم حضرت مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی (کراچی)

☆۔شیخ الحدیث والتفسیر, ابوالحسنات مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی (سرگودھا)

☆۔یادگار اسلاف, مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادریؒ (لاہور)

☆۔شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا علی احمد سندیلوی مدظلہ العالی (لاہور)

☆۔ مفکر اسلام، حضرت علامہ ڈاکٹر مولانا محمد اشرف آصف جلالی (لاہور)

☆۔ ابوالفتح حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (واں بھچراں)

☆۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رفیق الحسنی مدظلہ العالی (کراچی)

☆۔ فخر المدرسین حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم قادری (سکھر سندھ)

☆۔ حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی (بصیر پور اوکاڑہ)

☆۔ ابوالخیر حضرت صاحبزادہ محمد زبیر مدظلہ العالی

(سابق ایم این اے صدر جمعیت علمائے پاکستان حیدرآباد سندھ)

☆۔ حضرت علامہ مولانا مقصود احمد قادری مدظلہ العالی (سابق خطیب داتا دربار لاہور)

☆۔ حضرت علامہ مولانا فضل سبحان قادری مدظلہ العالی (مردان)

☆۔ شیخ الحدیث، حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی مدظلہ العالی (پشاور)

☆۔ حضرت صاحبزادہ نور سلطان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

(اولاد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ)

☆۔ حضرت صاحبزادہ معظم سلطان قادری مدظلہ العالی

(اولاد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ)

☆۔ حضرت علامہ صاحبزادہ سردار احمد عالم قادری مدظلہ العالی (آستانہ عالیہ کھر پیڑ شریف)

☆۔ حضرت علامہ مفتی فضل الرحمٰن چشتی گولڑوی صاحب مدظلہ العالی (پروآ ڈیرہ اسماعیل خان)

☆۔ حضرت مولانا قاری جان محمد مدظلہ العالی (پاکپتن شریف)

☆۔ حضرت علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی (کراچی)

☆۔ وارث علوم استاذ العلماء مولانا غلام محمد تونسوی مدظلہ العالی (تونسہ شریف)

☆۔ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد متین مدظلہ العالی (واں بھچراں)

حضرت علامہ صاحبزادہ فقیر محمد اسماعیل الحسنی مدظلہ العالی (شاہ والا شمالی)

☆۔حضرت علامہ مولانا فقیر عبدالرحمٰن الحسنی مدظلہ العالی (شاہ والا شمالی)

☆۔راقم الحروف ناچیز نذر حسین چشتی گولڑوی (پنڈی سید پور تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم)

وہ مدارس جہاں آپ نے علوم وفنون کی تحصیل کی۔

ا۔موضع وسنال ضلع چکوال کا مدرسہ جہاں آپ نے حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ سے حفظ قرآن پاک کیا۔

۲۔جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف

۳۔جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور

۴۔موضع انہی ضلع گجرات

۵۔جامعہ نعمانیہ لاہور

۶۔دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

وہ مدارس جامعات جہاں آپ نے مسند تدریس کو زینت بخشی

ا۔جامعہ فتحیہ لاہور	2سال
۲۔دارالعلوم حزب الاحناف لاہور	1سال
۳۔مدرسہ رحمانیہ رانیاں ضلع حصار	1سال
۴۔دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف	1سال
۵۔دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف	8سال
۶۔وڑچھ شریف	2سال
۷۔جامعہ حامدیہ رضویہ گلشن رضا کراچی	3سال
۸۔مکھڈ شریف	3سال
۹۔بھکھی شریف	3سال

۱۰۔جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف 1سال

۱۱۔جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف (تقریباً) 25سال

کل عرصہ تدریس (تقریباً) نصف صدی

وصال پرملال: 4ذوالقعدہ 1419ھ

بمطابق 21فروری 1999ء

بروز اتوار بوقت 9 بجے صبح

نماز جنازہ: 22فروری 1999ء

بروز سوموار 11 بجے دن

ڈھوک دھمن (ڈھوک خیرآباد)

ضلع خوشاب

نماز جنازہ کی امامت:

نائب شیخ الاسلام، امیر شریعت حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف سرگودھا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نام ونسب: استاذ الکل، ملک المدرسین حضرت مولانا عطاء محمد اعوان رحمہ اللہ تعالیٰ بن اللہ بخش اعوان بن غلام محمد اعوان بن محمد چراغ اعوان

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت 1916ء موضع پدھراڑ ضلع خوشاب میں ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے عالم وحافظ ہونے کی بشارت:

بشارت پیر محمد شاہ کروڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ (پدھراڑ)

یہ بزرگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فردفرید ہیں اوران کا مزارِ پرانوار موضع پدھراڑ ضلع خوشاب میں مرجع خلائق ہے۔ راقم الحروف کوقبلہ استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ سنایا کہ میرے والدِ گرامی ملک اللہ بخش اعوان اوران کے کچھ احباب جن میں ملک محمد خان اور بابا کرم فقیر شامل ہیں یہ حضرات عموماًرات کے وقت قبلہ کروڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں حاضری دیا کرتے تھے اور ان تینوں حضرات نے قرآن مجید ناظرہ پڑھاہوا تھا لیکن کروڑوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرے والدگرامی کوحافظ صاحب کہہ کر بلایا کرتے تھے دوسرے ساتھیوں نے ایک دن عرض کی حضور ہم نے بھی قرآن مجید ملک اللہ بخش کی طرح ناظرہ پڑھاہوا ہے لیکن آپ ان کوحافظ صاحب کہہ کر کیوں بلاتے ہیں تو کروڑوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہاں صرف حافظ نہیں بلکہ عالم بھی پیدا ہونگے۔ اللہ اکبر علواً کبیرا

اولادِ امجاد ملک اللہ بخش اعوان مرحوم

ملک اللہ بخش اعوان مرحوم کے پانچ بیٹے تھے جن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔ا۔ملک شیر محمد اعوان

۲۔ملک فتح محمد اعوان ۔۳۔ملک غلام محمد اعوان ۔۴۔ملک عطاء محمد اعوان ۔۵۔ملک علی محمد اعوان

آپ کے والد گرامی نے کوشش کی کہ ان کا ہر ایک فرزند حافظ قرآن ہو لیکن ان میں سے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اور فاضل اجل مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یہ دونوں حافظ قرآن اور بلند پایہ عالم دین ہوئے ہیں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں نے موضع وسنال ضلع چکوال میں حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ سے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام کتب معقول ومنقول اپنے برادرِ اکبر مولانا عطاء محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں اور دورہ حدیث شریف قبلہ پیر سید جلال الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ بھکھی شریف واستاذ العلماء مولانا محمد نواز کیلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ گجرانوالہ کے ہمراہ بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا لیکن افسوس کہ مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جوانی کے عالم میں وفات پائی جبکہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک عالم مستفیض ہوا۔

مختصر تذکرہ علامہ حافظ علی محمدؒ برادر اصغر قبلہ استاذی المکرمؒ

سن پیدائش 1918ء

مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیعت وارادت

حضور سلطان العارفین محبوب الٰہی حضرت سید غلام محی الدین چشتی گولڑوی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت ہوئے اور آپ کو اپنے مرشد گرامی سے والہانہ پیار تھا چنانچہ جب آپ کے برادر اکبر یعنی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے حضرت کی معیت میں 1948ء میں بغداد شریف روانہ ہوئے تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے سفر نامہ بغداد میں لکھتے ہیں کہ 27 مارچ 1948ء 15 جمادی الاولیٰ 1367ھ بروز ہفتہ شام آٹھ بجے جب ٹرین لاہور پہنچی رات کو تمام لوگ انہی ریز روڈبوں میں رہے صبح کو زائرین کا اس قدر اجتماع ہوا کہ آپ تک پہنچنا کاردار وخیال کیا جاتا تھا۔ استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اچھرہ والے یعنی مولانا حافظ مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و برادرم مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور اسٹیشن پر حاضر تھے انہوں نے میرے حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت وقدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور آپ کی خصوصی دعاؤں سے مستفیض ہوئے۔

حلیہ مبارک:۔ قد مبارک قدرے لمبا, رنگ گندمی, جسم مبارک پتلا آپ لباس میں شلوار قمیض اور دستار زیب تن فرماتے۔

طبیعت:۔ آپ بہت خوش اخلاق, خوش طبیعت, خوش خلق, شیریں بیاں, خوش الحان, حق گو حق پرست, بڑوں کا ادب کرنے والے, چھوٹوں پر شفقت کرنے والے, والدین کے فرمانبردار, پروقار شخصیت, ایک دلیر عالم دین تھے۔

راقم الحروف آپ کی حق گوئی و دلیری کا ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ میں اور برادرم علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں موضع پدھراڑ میں ایک جنازہ پڑھنے کیلئے گئے جنازہ پڑھانے کیلئے علاقہ کی معروف شخصیت پیر سید ظہور حسین شاہ صاحب منارہ والے تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ آپ کے مریدین کی خاصی تعداد تھی اس سے پہلے آپ نے یعنی ظہور شاہ صاحب نے طلاق کے مسئلے میں ایک فیصلہ صادر فرمایا تھا اور جنازہ میں دونوں فریق حاضر تھے جب آپ جنازہ پڑھانے لگے تو مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ پیر صاحب آپ بے شک قابل احترام ہستی ہیں لیکن جو فیصلہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ شریعت مصطفیٰ ﷺ کی رو سے غلط ہے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ تمام لوگ طیش میں آگئے کہ یہ کون ہے جو پیر صاحب کے فیصلہ کو جھٹلا رہا ہے اسی جنازہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قبیلہ والے لوگ بھی موجود تھے وہ بھی کھڑے ہو گئے اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ہمراہ کتابیں لے گئے تھے اور آپ نے فرمایا کہ یہ کتابیں میرے پاس ہیں اگر کسی کو کسی قسم کا اعتراض ہے تو ہم سے بات کریں یہ بہت بڑا معرکہ تھا لیکن بات رفعہ دفعہ ہو گئی اسی مقام پر مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو نظر بد لگ گئی اور آپ گھر تشریف لاتے ہی بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اسی طرح جب قبلہ استاذی المکرّم 1948ء میں اپنے حضرت کی معیت میں بغداد شریف روانہ ہوئے تو قبلہ استاذی المکرّم خود رقمطراز ہیں فرماتے ہیں:۔ کہ جب سیال شریف سے باارادہ زیارت بغداد شریف گیا تھا تو طلباء کا یہ انتظام کر گیا کہ برادرم علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میری جگہ طلباء کو اسباق پڑھائیں گے، چونکہ برادرم نے آنے میں تاخیر کی تو سجادہ نشین رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولوی احمد بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بلوایا جو کہ سیال کے متوسلین میں سے تھے جامعہ عباسیہ بہاول پور کے فارغ تھے لیکن جب مولوی احمد بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے طلباء کے اسباق سنے تو معذرت کی میں یہ اسباق نہیں پڑھا سکتا اور مولوی صاحب چلے گئے اس کے بعد

تمام طلباء بھی چلے گئے تو بعد میں جب برادرم علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آئے چونکہ کوئی طالب علم نہ تھا وہ بھی واپس ہو گئے اس وقت مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر تقریباً تیس سال تھی اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے طلباء کے منتہی اسباق ان کے سپرد کر گئے تھے قارئین ان کی قابلیت کا خود اندازہ لگائیں صاحبزادہ علامہ محمد عبدالحق بندیالوی صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو مختصر المعانی اور ملا حسن زبانی یاد تھیں۔

اب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی اپنے شاگرد اور برادر اصغر مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی وقار کے متعلق وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں اپنے برادر اصغر اور شاگرد رشید مولانا غلام محمد میاں جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بندیالوی کیلئے علم صرف کی ایک جامع کتاب صرف عطائی منظوم فارسی 1937ء میں تصنیف فرمائی جس میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ان دو شاگردوں کے متعلق یوں رقمطراز ہیں

؎

ایں قواعد ساختم از بہر دو جان و جگر
عرض کردم نام ایشاں گر تو ہستی با خبر

ترجمہ: یہ قواعد میں نے دو لاڈلوں غلام محمد اور علی محمد کیلئے بنائے اور ان کے نام انتساب کیا

؎

اولیں باشد علامت بخت و ثانی درحشر
شافعے باشد محمد ﷺ باز میگویم دگر

ترجمہ: پہلا بخت کی علامت ہو اور دوسرے کے حضرت محمد ﷺ قیامت میں شفاعت فرمانیوالے ہوں

؎

چشم مفتوحت بود بر بخت و زبا کسر
یا محمد ﷺ کن شفاعت ہر کسے را درحشر

ترجمہ: آنکھ کھلی ہوئی ہو بخت پر اور (علی کا لام) کسرہ کے ساتھ۔اور اے محمد ﷺ آپ قیامت میں ہر کسی کی شفاعت فرمایئے۔

ے

اولیں تلمیز ار شد مہر مرداں بے خطر

ثانیم دانی برادر چوں فرائد پر ہنر

ترجمہ: پہلا ہدایت یافتہ شاگرد ہے (یعنی غلام محمد میاں جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) اور بے خوف مردوں سے ہے دوسرے کو (یعنی علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) کو تو بھائی معلوم کر اور وہ موتیوں

کی طرح علوم سے پر ہیں۔

ے

نام ایں صرف عطائی خوانی اے مرد خلیل

کن دعا بہر مصنف تاشوی مرد جلیل

ترجمہ: اے عزیز اس کتاب کا نام صرف عطائی ہے اس خدمت کے صلہ میں مصنف کے حق میں دعا کریں۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ کتاب مطبوعہ ہے اور لاہور جامعہ نظامیہ سے دستیاب ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ان اشعار میں مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی وقار کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ موتیوں کی طرح علوم سے پر ہیں۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب مولانا علی محمد صاحب و قاضی سراج الدین وسنالوی ومیاں غلام محمد میاں جی صاحب میرے پاس (رحمہ اللہ) کے اسباق پڑھ رہے تھے ایک دن میں نے کہا کہ کل آپ لوگوں نے خود تقریر کرنی ہے۔اتفاق سے اگلے دن مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی باری تھی جب آپ نے عبارت پڑھ کر تقریر

کی تو مرحوم نے بعینہ وہی تقریر بیان کی جو کہ میں نے کرنی تھی اس بات سے بھی مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی قابلیت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔

مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام کتب معقول ومنقول اپنے برادر اکبر قبلہ استاذی المکرّم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں اور دورہ حدیث شریف قیام پاکستان سے قبل 1946ء میں پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ بھکھی شریف و استاذ العلماء مولانا محمد نواز کیلانوی صاحب گوجرانوالہ کے ہمراہ بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان ابوالفضل مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا۔

ایک دن دوران اسباق مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مسلم شریف کی اس حدیث شریف کی وضاحت طلب کی ۔حدیث شریف مندرجہ ذیل ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم انه قال والذی نفس محمدٍ بیده لا یسمع بی احد من هذا الامة یهودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن باالذی ارسلت به الا کان من اصحاب النار۔

(صحیح مسلم شرح نووی کتاب الایمان صفحہ 253)

مندرجہ ذیل حدیث میں تین اعتراض ہیں۔

۱۔صرفی ۲۔نحوی ۳۔لغوی

۱۔صرفی اعتراض تو یہ ہے کہ لا یَسْمَعُ صیغہ کیا ہے؟ بظاہر تو یہ مضارع منفی کا صیغہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۲۔نحوی اعتراض یہ ہے کہ اَحَدٌ ترکیب میں کیا واقعہ ہوا ہے؟ بظاہر یہ یَسْمَعُ کا فاعل ہے۔حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۳۔لغوی اعتراض یہ ہے کہ حدیث شریف کا جو بظاہر معنی ہے یہ تکلیف مالا یطاق ہے یعنی نہیں

کوئی سنتا مجھے۔۔۔۔۔الخ

الجواب:۔

نمبرا۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مضارع منفی نہیں بلکہ یہ مضارع مثبت ہے۔اور لا مشبہ بہ لیس ہے۔

نمبر۲۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ احد یہ یسمع کا فاعل نہیں ہے بلکہ احد یہ لا کا اسم ہے

نمبر۳۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نفی یسمع پر نہیں آئیگی بلکہ احد پر آئے گی۔

اب معنی ٹھیک ہوگا یعنی نہیں کوئی ایک تجھ میں سے سنتا مجھے۔۔۔۔الخ۔

نوٹ:۔لا مشبہ بہ لیس ہے احد اسم موخر ہے اور یسمع خبر مقدم ہے۔(ففهم فتدبر و نذر حسین چشتی گولڑوی ۱۲۔

جب مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا تو پھر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف توجہ فرمائی اور پوچھا کہ آپ نے معقول ومنقول کی کتابیں کہاں پڑھی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمام کتب معقول ومنقول بمعہ مشکوۃ شریف اپنے برادر اکبر جن کو دنیا امام المناطقہ کے نام سے یاد کرتی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی امام علم وحکمت حضرت علامہ حافظ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے سے پڑھی ہیں۔تو محدث اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ آپ کے بھائی کس کے شاگرد ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں پھر محدث اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ فقیہ العصر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کس کے شاگرد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ استاذ کل مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں تو پھر محدث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں ہمارے حضرت صدر شریعت، بدر طریقت مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف (بہار شریعت) فرمایا کرتے تھے کہ ایک پنجابی ہونہار طالب علم تھے جو بڑے ذہین وفطین تھے جو مولانا یار محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے یاد کئے جاتے تھے

۔یاد رہے کہ مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت استاذ کل مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منتہی اسباق پڑھتے تھے۔ جب کہ مولانا یار محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسباق متوسط کتب کے تھے یعنی مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف (شہرہ آفاق کتاب بہارِ شریعت) اور فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز حضرت صوفی محمد حسین آلہ آبادی چشتی صابری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حضرات استاد بھائی ہیں بعد ازاں حضور محدث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحسین فرمائی اور آپ کو اپنی خصوصی توجہ کا مرکز بنایا۔

جن دنوں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ سیال شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے انہی دنوں میں مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عارضہ ٹی بی میں مبتلا ہوئے اور آپ کو ٹی بی ہسپتال سرگودھا میں داخل کروادیا گیا جب حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ حافظ محمد قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم ہوا کہ مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ٹی بی ہسپتال میں زیر علاج ہیں تو آپ گاڑیوں کے ایک بہت بڑے قافلے کی صورت میں عیادت کیلئے سرگودھا تشریف لائے۔اور خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم سبق ساتھی۔

۱۔مولانا غلام محمد میاں جی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۔حضرت علامہ قاضی سراج الدین وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔مولانا محمد عبداللہ بن فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ

۴۔مولانا خدا بخش رحمہ اللہ تعالیٰ چھچھر شریف

مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد۔

آپ کے شاگردوں میں استاذ العلماء ،تاج الفقہاء صاحبزادہ علامہ محمد عبدالحق صاحب بندیالوی طال عمرہٗ ابن فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور صوفی با صفاء حضرت علامہ

صاحبزادہ مولانا محمد فضل حق صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

الغرض کل من علیھا فان کے وعدہ کے مطابق ملک اللہ بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے چمن کے یہ مہکتے ہوئے پھول صرف 34 برس اس دنیا میں رہنے کے بعد عید الفطر کے دن عین نماز عید کے وقت 1951ء میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رحمۃ اللہ علیہ واسعۃً کاملۃً

ختم ہوا ہستی کا اپنی فسانہ
بدلتا رہے کروٹیں اب زمانہ

ملک اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں علم وحکمت کا یہ چراغ سب سے آخر میں آیا اور سب سے پہلے گل ہو گیا۔اور مردحق نے زندگی کے قلیل عرصہ میں جو علم کی شمع روشن کی اس کی روشنی آئندہ نسلوں کیلئے مشعل راہ ہے۔

نماز جنازہ۔

اسی دن یعنی عید الفطر کے روز بعد از نماز عصر آپ کی نماز جنازہ آپ کے آبائی گاؤں ڈھوک دھمن (خیرآباد) میں آپ کے برادر اکبر امام علم وحکمت ،بحر العلوم مجدد مسلک اہلسنت الحاج الحافظ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی اور آپ کو اپنے والدین کے پہلو میں سپرد خاک کردیا گیا۔

مرقد پہ تیری رحمت کا نزول ہو
حامی تیرا خدا اور خدا کا رسول ہو

آمدم بر سرِ مطلب

غیبی بشارت۔

قبلہ استاذی المکرّم حضرت علامہ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ پرائمری پاس تھے آپ بہت زیادہ ذہین فطین وخوش نویس تھے آپ کے سکول ماسٹر صاحب نے آپ کے والد صاحب سے کہا کہ آپ اپنے بچے عطاء محمد کو مڈل تک ضرور پڑھائیں اس کے بعد اس کو پٹواری لگوا دینا جبکہ آپ کے والد صاحب کا آپ کو علم دین پڑھانے کا ارادہ تھا آپ کے والد بزرگوار ماسٹر کا مشورہ سن کر اسی سوچ بچار میں تھے کہ اب کیا کیا جائے؟ آپ کے والد صاحب مسلسل تین راتیں خواب میں ایک بزرگ کو دیکھتے ہیں کہ وہ بزرگ اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر پانچ سے آٹھ تک گنتی کرتے ہیں اور کہتے ہیں چھ، سات، آٹھ۔ پھر کیا ہوگا؟ آپ کے والد گرامی فرماتے ہیں کہ میں نے اس خواب کے بعد ان کو سکول پڑھانے کا ارادہ ترک کر دیا اور علم دین پڑھانا شروع کر دیا۔

مسافر بزرگ کی آپ کے متعلق بشارت

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد گرامی ملک اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں بیلوں کیساتھ ہل چلا رہے تھے کہ ایک مسافر بزرگ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کے قریب بیٹھ گئے اتنے میں آپ کے بڑے لڑکے ملک شیر محمد اعوان آپ کیلئے روٹی اور لسی وغیرہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے لڑکے شیر محمد کو کہا کہ یہ روٹی اور لسی مسافر بزرگ کو دے دیں تا کہ وہ تناول فرمائیں اس بزرگ نے کہا کہ آپ ہل روک دیں اور ہم سب مل کر روٹی کھاتے ہیں آپ نے کہا کہ آپ تناول فرمائیں میں بعد میں کھالوں گا آخر اس بزرگ نے اصرار کیا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوں آخر آپ ان کے ساتھ شریک ہو گئے جب اس مسافر بزرگ نے روٹی تناول فرمالی اور اٹھتے وقت اس بزرگ نے اپنا ہاتھ رانوں پر مارا اور فرمایا کہ تیرے دو فرزند بہت

بڑے عالم دین ہونگے ایک کی عمر زیادہ ہوگی اور دوسرے کی عمر کم ہوگی۔ سبحان اللہ! اس بزرگ کی یہ بشارت بالکل صحیح ثابت ہوئی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر مبارک 83 سال ہوئی جبکہ مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عین جوانی کے عالم میں فوت ہوئے جبکہ آپ کی عمر 34 برس تھی۔

حضور خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کی دعا استاذ العلماءؒ کے حق میں

استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے گاؤں موضع پدھڑار میں ایک مرتبہ ایک شرعی فیصلہ کیلئے حضور قبلہ خواجہ پیر محمد ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (آستانہ عالیہ سیال شریف) تشریف لائے میرا اس وقت بچپن کا زمانہ تھا میرے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے ساتھ لے کر خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک کمرے میں تشریف فرما تھے جب ہم اس کمرے میں داخل ہوئے تو پورا کمرہ آپ کے جلال اور دبدبہ سے بھرپور تھا اور خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حسن کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص آپ کو نگاہ بھر کر دیکھنے کی تاب نہ لا سکتا تھا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے مجھے قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا اور دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو علم دین کی سمجھ عطاء فرمائے۔ تو قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرے سر پر دست شفقت رکھا اور دعا فرمائی یقیناً یہ انہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

استاذ العلماءؒ کے حق میں فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالویؒ کی دعا

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بندیال میں پڑھتا تھا تو حضرت قبلہ استاذ العلماء فقیہ العصر کو بیماری لاحق ہوئی جس سے آپ کو زبردست تکلیف رہی تقریباً آپ چھ ماہ بستر علالت پر رہے میں صرف آپ کی خدمت کیلئے حاضر رہا آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم نافع عطا فرمائے بندہ طالب علمی کے زمانہ میں پریشان رہتا تھا کہ درس

نظامی میں علوم عالیہ بڑے مشکل ہیں جب کہ پڑھنے کے وقت بصد مشکل سبق سمجھ میں آتا ہے تو بعد از تحصیل کیا ہوگا اس وقت تو سابقہ کتب بالکل بھول جاویں گی لیکن اساتذہ کی دعاؤں کا اثر ہو کر رہا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل عظیم کیا کہ بلا تکلیف علم نصیب ہو۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

نوٹ: راقم الحروف نے یہ تمام واقعات قبلہ استاذی المکرّم کی زبانی سماعت فرمائے ہیں۔

باقاعدہ دینی تعلیم کا آغاز

پہلی درس گاہ:

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے موضع وسنال (نزد منارہ) ضلع چکوال میں حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین سال میں قرآن مجید حفظ کیا وسنال میں وہ قدیم درسگاہ ہے جس کی بنیاد قاضی عبدالرحیم وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھی وسنالوی صاحبؒ اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم دین پڑھتے رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید اور بہت بڑے خلفاء میں سے تھے۔ اور قبلہ استاذی المکرّم فرماتے ہیں کہ بندہ کا خیال ہے کہ قاضی وسنالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت گولڑوی (قدس سرہٗ) کے سب سے پہلے خلیفہ مجاز تھے میں نے خود اپنے حضرت سلطان العارفین محبوب الٰہی سید غلام محی الدین (قدس سرہٗ) سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قاضی وسنالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرے بھی استاد تھے میں نے حضرت استاذ الاساتذہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے قاضی وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قاضی وسنالوی صاحب اتنے ماہر تھے کہ کتاب حمد اللہ اور امورِ عامہ اور قاضی مبارک وخیالی اس طرح پڑھاتے جیسے کریما پڑھایا جاتا ہے اور قاضی وسنالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا لڑکا تھا جس کا نام عبدالکریم رحمہ اللہ تعالیٰ تھا یہ بھی بہت بڑے عالم تھے اعلیٰحضرت گولڑوی رحمہ

لے کران کوسندِ فراغت لکھ کردی جس کے الفاظ یہ تھے میرے دوست کا لڑکا اور دوست بھی وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کا دوست ہے میں نے درسِ نظامی کی کتابوں سے چند سوال کئے اور انہوں نے بڑے اچھے جواب دیئے لہذا میں ان کو سند دیتا ہوں۔

نوٹ:۔ قاضی محمد عبدالرحیم وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ قاضی محمد سراج الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ راولپنڈی میں مقیم تھے اور دربارِ عالیہ گولڑہ شریف کی جامع مسجد کی خطیب بھی رہے قاضی وسنالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے سگے نانا تھے اور قاضی سراج الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے والدِ ماجد حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ اس فقیر کے حفظ قرآن کے استاد تھے قاضی عبد الرحیم وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے سگے ماموں تھے۔

(انتہائے کلام استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ)

قاضی وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار پر انوار موضع وسنال میں مسجد قاضی عبدالکریم کے ساتھ ایک حجرہ میں مرجع خلائق ہے راقم الحروف کو بارہا حاضری کا شرف حاصل ہوا اور جس حجرہ میں قاضی وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار پر انوار ہے اس میں بڑی تعداد میں طلباء قرآن پاک حفظ کرتے تھے اور راقم الحروف نے وسنال کے عمر رسیدہ لوگوں سے سنا ہے کہ وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کی پہلی صف میں صرف حافظ قرآن ہی کھڑے ہوتے تھے اور اسی درسگاہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کریما اور نامِ حق فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا قاضی بشیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں بعدازاں 1933ء میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ پیر ولایت شاہ ہاشمی رحمہ اللہ تعالیٰ پدھراڑوی جو کہ پیر محمد شاہ کروڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے تھے ان کی وساطت سے فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی 1336ھ بمطابق 1947ھ) کی خدمت میں بندیال شریف ضلع خوشاب میں حاضر ہوئے اس وقت فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ منتہی کتابیں پڑھاتے تھے جبکہ ابتدائی کتابیں طلباء ہی پڑھا دیا کرتے تھے اور پیر ولایت شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی تھی تو شاہ صاحب نے فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اگر آپ

خود اس طالب علم کو پڑھائیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس کو (وہابیوں کے مدرسہ میں چھوڑ آؤں گا) اس کے جواب میں مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شاہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) میں خود اس طالب علم کو پڑھاؤں گا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ منتہی کتب پڑھانے کے باوجود خود مجھے چھوٹی کتابیں پڑھاتے۔ فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پندنامہ شیخ عطار شروع کرائی تو ایک ایک شعر کی مکمل تفصیل بیان کرتے۔ مثلاً

آں خداوندے کہ ہنگام سحر

کرد قوم لوط را زیر و زبر

تو مکمل لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کرتے حتیٰ کہ ہر ایک شعر کی مکمل تفصیل بیان کرتے۔ جب فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے پڑھاتے اور تقریر کرتے تو بڑے طلباء ہنستے اور کہتے کہ دیکھو نیک بخت کے تماشے کہ ابتدائی طالب علم کے سامنے اتنی لمبی چوڑی تقریر کرتے ہیں فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی انہیں مہربانیوں کی وجہ سے استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں ہدایۃ النحو پڑھتا تھا اور شامی کی عبارتیں حل لیتا تھا استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں نے ایک دن فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے شرح التہذیب کی عبارت پڑھی تو فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ مسکراتے رہے حتیٰ کہ میں نے پورا ایک صفحہ پڑھ دیا اور کوئی غلطی نہ ہوئی تو فیقہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر فرمانے لگے کہ یہ ہم فقیروں کی دعا کی برکت ہے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً چھ یا سات برس فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہے اور فارسی میں گلستان، بوستان، یوسف زلیخا، سکندر نامہ بری و بحری، تحفۃ الاحرار جامی، صرف میں صرف بہائی اور قانونچہ سے لے کر شافیہ تک۔ نحو میں نحو میر، عبدالرسول، کافیہ، ہدایۃ النحو، الفیہ ابن مالک اور شرح جامی تک۔ اصول فقہ میں اصول الشاشی، نور الانوار، حسامی تک۔ اور فقہ میں نور الایضاح، قدوری، کنز الدقائق، شرح وقایہ تک اور منطق میں مجموعہ منطق سے لے کر میر ایساغوجی، ایساغوجی، قال اقول، مرقاۃ، شرح التہذیب، قطبی تک۔

دورانِ تعلیم استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فیقہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی حتی کہ جب قبلہ فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ علیل ہوئے تو چھ ماہ تک سلسلہ اسباق منقطع رہا اس کے باوجود خدمت کا سلسلہ جاری رہا آپ اپنے اساتذہ میں مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر بہت فخر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ راقم الحروف نے ایک دفعہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ آپ نے بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کیا مثلاً فاضلِ اجل مولانا حافظ مہر محمد اچھروی ثم چوکھنڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ ,مولانا غلام محمود پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ, مولانا محبّ النبی رحمہ اللہ تعالیٰ ,مولانا ولی اللہ صاحب ان میں سے کون زیادہ اعلم ہے تو آپ نے فرمایا او بیوقوف میں اپنے استادوں کا علم نہیں تولتا پھر میں نے یہی سوال کیا تو پھر آپ نے یہی دوہرایا پھر میں نے تیسری دفعہ سوال کیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (او زورِ وراء) یہ آپ کا تکیہ کلام تھا۔ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا عالم پاک و ہند میں نہیں تھا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی قابلیت اور تبحر علمی بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ آپ میانہ کھوہ (ضلع میانوالی) میں میاں اکبر علی مرحوم کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ پڑھانے کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرمائی تو مولوی غلام یٰسین صاحب جو کہ قبلہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حکیم مولانا برکات احمد ٹونکوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد تھا لیکن اس وقت دیو بندیت کی طرف قدرے مائل تھا وہ بھی وہیں تقریر میں موجود تھا دورانِ تقریر مسئلہ مغیبات خمسہ پر آپ نے کثیر براہین و دلائل بیان فرمائے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مقبولانِ رب قدوس ان مغیبات کو جانتے ہیں جب آپ عصر کی نماز کے بعد سیر کیلئے تشریف لے گئے تو مولوی غلام یٰسین صاحب اور غلام محمد ولد میاں شیر بھچر اور چند دیگر آدمی آپ کے ساتھ تھے اور اسی اثناء میں مولوی صاحب نے مغیبات خمسہ کے متعلق چند شبہات پیش کئے آپ نے وہیں ایک جگہ پر بیٹھ کر دلائل بیان کرنا شروع کر دیئے اور حوالہ کیلئے کتابوں کے نام لیے جاتے۔ مولوی غلام یٰسین صاحب نے چند

اعتراض کئے مگر آپ نے مسکت جواب دے کر خاموش ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ جناب میں نے یہ کتابیں نہیں دیکھی تھیں غلام محمد مذکور نے عرض کیا کہ حضور ہم تو مولوی یٰسین صاحب کو بڑا عالم سمجھتے تھے لیکن آپ کے سامنے تو اس کی حیثیت طفل مکتب سی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی غلام یٰسین تو ہمارا بچہ ہے کسی مخالف کے ساتھ ہماری گفتگو ہو تو دیکھنا۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قبلہ علامہ فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت و محبت اور حسن و خلق تھا کہ مولوی غلام یٰسین کو اپنا بچہ کہا تا کہ کہیں غلام محمد کی بات سے بضد ہو کر ہٹ دھرمی کا ثبوت نہ دے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ فیصلہ شرعیہ کے خلاف چند وہابی ملاؤں نے شور برپا کر دیا آخر فریقین کے درمیان فیصلہ کی تاریخ مقرر ہوئی آپ تاریخ مقررہ پر وہاں تشریف لے گئے جب آپ نے مسئلہ کی تقریر بیان فرمائی تو جتنے مولوی وہاں تھے سب حیران رہ گئے اور ان میں سے مولوی نور احمد نے کہا کہ اللہ تم پر راضی ہو تم نے فیصلہ کو ''میر زاہد ملا جلال'' بنا دیا ہے ہم غلطی پر تھے اتنے دلائل عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں فیصلہ کرنا آپ کی امتیازی شان ہے۔

الفضل ماشھدت بہ الاعداء

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ ملتان تشریف لے جا رہے تھے تو میں بھی ہمراہ تھا تو گاڑی میں ہی بحث شروع ہو گئی کہ اگر حضور ﷺ کو کائنات کا علم دائمی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی دائمی ہے آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ شرک لازم نہیں آتا کیونکہ ایک ''ضرورۃ'' ہے اور ایک ''دوام'' ان دونوں میں فرق ہے ضرورۃ کا معنی یہ ہے کہ انفکاک محال اور ناممکن اور دوام کا یہ معنی ہے کہ انفکاک تو نہیں ہوتا۔ عام زیں انفکاک ممکن ہو یا ناممکن تو اللہ تعالیٰ کا علم ضروری ہے یعنی انفکاک ناممکن اور محال ہے اور حضور ﷺ کا علم اگر چہ دائمی

ہے لیکن انفکاک ممکن ہے تو اب اللہ تعالیٰ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم میں ممکن اور ناممکن نقیضوں جیسا فرق ہے تو مساوات کیسے لازم آئیگی یہ تحقیق سن کر حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ فرقہ مخالف کے ایک بہت بڑے عالم نے حضرت قبلہ فیقہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ فقہی جزئی پیش کی کہ درمختار میں ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کے وقت کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گواہ کیا تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے بوجہ عقیدہ علم غیب بالنبی ﷺ۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ روایت ضعیف ہے اس کو علامہ شامی نے رد فرمایا ہے کہ وہ آدمی کافر نہیں ہوتا اور فرمایا کہ شامی میں ہے۔ لان الاشیاء تعرض علی روح النبی ﷺ یعنی اس لئے کہ تمام اشیاء حضور ﷺ پر پیش کی جاتی ہیں یہ جواب سن کر اس سے اور تو کچھ نہ بن پڑا البتہ اتنا کہا کہ اس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ اسی وقت جانتے ہیں بلکہ بعد اشیاء کے پیش کرنے سے ان کو علم ہوتا ہے تو آپ نے فوراً جواب میں فرمایا کہ مذکورہ بالا عبارت میں جو "تعرض" کا لفظ ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اسی وقت جانتے ہیں کیونکہ جو آدمی نکاح کا گواہ حضور ﷺ کو بنا رہا ہے اس کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ اب جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور علامہ شامی نے اس آدمی کے کفر کو رد کیا ہے تو یہ رد اس وقت ثابت ہوگا کہ حضور ﷺ اسی وقت جانتے ہوں اگر بعد میں علم ہو تو اس آدمی کا کفر رد نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب سن کر وہ بالکل ساکت ہو گیا۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مولوی الٰہی بخش دامانی نہایت بہترین فاضل تھے اور تردید فرقہ ضالہ شیعہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے ایک دفعہ حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے شبہات پیش کئے آپ نے نہایت مدلل اور احسن طریق سے ان کے جوابات ارشاد فرمائے جن سے ان کی پوری پوری تسلی ہو گئی جب سیر کیلئے ہمارے ساتھ مولوی الٰہی بخش صاحب تشریف لے گئے تو راستے میں فرمانے لگے اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو قبلہ فیقہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کو مرنے نہ

دیتے اور ہمیشہ گوناگوں تحقیقات عجیبہ سے بہرہ مند ہوتے رہتے۔

اسی طرح استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں مدرسہ رحمانیہ رانیاں ضلع حصار میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا تھا تو حضرت مولانا مفتی محمد امین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ جو اس وقت فیروز پور میں مقیم تھے ایک دفعہ ممتحن کی حیثیت سے مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے تو میں نے قبلہ فقیہ العصر کی علمی تحقیقات ان کو سنائیں وہ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ فرمانے لگے کہ میری خواہش ہے کہ میں تین چار سال ان کی خدمت میں رہوں اور ان کی ذات والاصفات سے استفادہ کروں اور فی الحال اس خطابت وغیرہ کو چھوڑ دوں یہ ایک مفتی صاحب کے تاثرات تھے جن سے حضرت قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تبحر علمی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میانوالی میں حکیم عبدالرحیم خاں کے پاس مولوی غلام یٰسین کسی کام کیلئے گیا تو دوران گفتگو حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوا تو مولوی غلام یٰسین صاحب نے کہا کہ حکیم صاحب قبلہ استاذ العلماء جیسا فاضل تمام ہندوستان میں میری نظر سے کوئی نہیں گزرا۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ ایک فیصلہ کیلئے پدھراڑ تشریف لے گئے دونوں فریق قوم اعوان سے تعلق رکھتے تھے باہمی اختلاف سے اس قدر شوروغوغا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی لیکن جب آپ نے کلمات رشدو ہدایت بیان کرنے شروع فرمائے تو مکمل سکوت طاری ہوگیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں انسان نہیں بلکہ مٹی کے مجسمے ہیں۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس مجلس میں موجود تھے وہ اب بھی یاد کرتے ہیں کہ فیصلہ کرنا اس کا نام ہے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیام ہند کے دوران ایک

مرتبہ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ملاقات ہوگئی تو اثنائے گفتگو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مولوی صاحب حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے۔ وعلم اٰدم الاسماء کلھا یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے تو اس آیہ کریمہ میں الاسماء جمع معرف بالام استغراق ہے اور کلھا اس کی تاکید ہے اور اس کا عموم قطعی ہوتا ہے اس کی تخصیص نہیں ہوسکتی اور یہی علم کلی ہے پھر تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور نبی رحمت ﷺ کیلئے علم کلی ماننے کو شرک وکفر کیوں قرار دیا جارہا ہے؟ جواباً مولوی اشرف علی تھانوی صاحب گویا ہوئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو صرف اسماء سکھائے گئے تھے جس طرح کوئی آدمی کسی ملک کے باشندوں کے نام یاد کرلے۔ مسمیات اور ذاتیں نہیں سکھائی گئی تھیں۔ لہٰذا علم مسمیات ثابت نہ ہوا۔ جس سے علم کلی کی نفی ہوگئی۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کی یہ تفسیر تو خود قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسماء ھؤلآء یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے مسمیات کو فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ۔ اس سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ آدم علیہ السلام مسمیات کو بھی جانتے تھے تب ہی تو ان کے ناموں کے متعلق پوچھا جارہا ہے اگر یہ کہا جائے کہ صرف اسماء پیش کئے گئے تھے اور پوچھا گیا کہ ان کے نام بتاؤ تو یہ بالکل اسی طرح ہوگا کہ کوئی پوچھے کہ بتاؤ کہ زید کا نام کیا ہے اور ظاہر ہے یہ ایک لغو اور بے معنی بات ہے اور قرآن مجید اس کا متحمل نہیں ہوسکتا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب لگے دائیں بائیں دیکھنے اور بغلیں جھانکنے لگے اور ایسے مبہوت ہوئے کہ شائد زندگی میں انہوں نے اس طرح ندامت محسوس کی ہو۔

استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر فخر کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کا سلسلہ تلمذ صرف دو واسطوں سے امام علم وحکمت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے یعنی فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ

العصر استاذِ کل مولانا ہدایت اللہ جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے اور حقیقت یہ ہے کہ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ آیۃ من آیات اللہ تھے پس بندہ مزید لب کشائی کرنے سے عاجز ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور نذرانہ عقیدت جو کہ قبلہ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لوحِ مزار مبارک پر کندہ ہے

منقول بہ یدطولیٰ اورا شدہ

معقول بہ اولیٰ مرتبہ در بدُہ

الٰہی انوارِ ز روشن دلش

الٰہی اسرار گنج بیانش

ماند ضوفشاں ولکن غاب وان

ماند زونشاں ہزاراں صد سراجِ

انقارفت و بزہد عمرش ہمہ

رفت مصطفےٰ عشق بہ گوید عطاؔ

آبادِ خدا رکھے میخانہ فیقہ العصر کا (رحمہ اللہ تعالیٰ)

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق 40-1939ء میں جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں فاضل اجل مولانا مہر محمد صاحب چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختصر المعانی، مطول، ملا حسن حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح عقائد خیالی، امور عامہ وغیرہ کتابیں پڑھیں اور مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مشکوٰۃ شریف، بخاری شریف، مسلم شریف کا درس لیا اور اسی دوران چھ ماہ موضع (انہی) ضلع گجرات میں مولانا ولی اللہ صاحب سے منطق اور فلسفہ کی بعض کتب پڑھیں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مولانا ولی اللہ صاحب کے

پڑھانے کا عجب انداز تھا وہ یہ کہ خود ہی طالب علم عبارت پڑھتا اور خود ہی تقریر کرتا جہاں کوئی مشکل مقام ہوتا تو مولانا بیان فرما دیتے استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ (انہی) میں طلباء کو اور کوئی فائدہ حاصل ہوتا یا نہ ہوتا یہ فائدہ ضرور حاصل ہوتا کہ ان کا مطالعہ چل جاتا تھا۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ (انہی) میں ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں جن کا اسم گرامی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ ہے ان کی بیعت حضرت خواجہ محمد دین ثانی لاثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھی مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال 1933ء میں ہوا مولانا ولی اللہ صاحب، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد تھے۔

راقم الحروف نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری دی ہے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی اہلیہ محترمہ کا مزار (انہی) میں بہت بڑے بوہڑ کے درخت کے نیچے ایک چار دیواری میں واقع ہے اور ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے لیکن افسوس کہ اب مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کو چھوڑ کر دیوبندیت کی طرف مائل ہو چکی ہے اور راقم الحروف کو جب 1997ء میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کی مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہوا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار مبارک کی حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا تو بندہ کی ملاقات مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد میں سے ایک شخص سے ہوئی تو میں نے اس سے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھا کہ ان کی بیعت کہاں تھی تو اس نے (افترا) کہا کہ ان کی بیعت مولوی حسین علی واں بھچروی سے تھی پھر میں نے مدرسہ کا پوچھا تو اس نے کہا کہ یہی جو مزار کے ساتھ مسجد ہے اسی میں طلباء پڑھتے تھے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد مولانا ولی اللہ اسی مسجد میں طلباء کو پڑھاتے رہے اس کے بعد مولوی ولی اللہ صاحب نے موضع میانوال رانجھا میں اپنا مدرسہ قائم کیا۔

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور دوبارہ تشریف لائے اور مولانا محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے شمس بازغہ اور شرح عقائد خیالی پڑھی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے تھے کہ میں نے مولانا محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ میں شمس بازغہ اور شرح عقائد خیالی پڑھنا چاہتا ہوں تو مولانا محب النبی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے مولانا جب بھی آپ تشریف لائیں میرے ساتھ تکرار کرلیا کریں اس بات سے مولانا محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کسر نفسی اور سادگی کا خوب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کتنے منکسر المزاج تھے۔

بعد ازاں بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں فاضل اجل مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تصریح شرح چغمینی اور علم ریاضی کی کتب پڑھیں یوں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف 10 سال کے مختصر عرصہ میں وعلوم وفنون کی تمام کتب سے فراغت حاصل کی۔

نوٹ:۔جامی اور قطبی وشرح وقایہ سے اوپر کی تمام کتابیں بشمول دورۂ حدیث صرف دوسال کے عرصہ میں مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے جامعہ فتحیہ اچھرہ (لاہور میں پڑھیں) راقم الحروف کو جامعہ فتحیہ جانے کا کئی بار اتفاق ہوا ہے لیکن افسوس کہ اب یہ اہلسنت کی عظیم درسگاہ (دیوبندیوں) کے قبضہ میں ہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے عقیدت

تقریباً 1996ء کی بات ہے کہ جب قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیل تھے تو راقم الحروف اور صاحبزادہ فداء الحسن صاحب (دامت فیوضھم) قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ علاج کیلئے لاہور روانہ ہوئے لاہور پہنچ کر ایک دن صبح کے وقت قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج ہم مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مزار پر انوار پر حاضری دیں گے۔چونکہ مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار اچھرہ میں فیروز پور روڈ کے قریب بڑے قبرستان میں ایک مسجد کے عقب میں ذیلداروں کے قبرستان میں واقع ہے۔القصہ راقم الحروف اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ گاڑی میں سوار ہو کر فیروز پور روڈ کے قریب واقع قبرستان میں پہنچے چونکہ راقم الحروف کو اس سے پہلے اس مزار پر حاضری کا موقع نہیں ملا تھا اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ

تعالیٰ علیل تھے تو بسیار کوشش کے باوجود مزار شریف نہ ملا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آؤ واپس چلیں راقم الحروف نے عرض کی کہ حضور تھوڑا صبر کیجئے میں ایک بار پھر کوشش کرتا ہوں راقم الحروف دوبارہ قبرستان میں داخل ہوا اب ایسا معلوم ہوا کہ کسی چیز نے بندہ کو اٹھا کر قبر کے سامنے کھڑا کر دیا جونہی قبر پر نظر پڑی تو قبر کی تختی پر لکھا ہوا تھا۔ فاضل اجل حافظ مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں نے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتایا کہ یہ آپ کے استاذ گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار ہے۔ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے اور راقم الحروف کا ہاتھ پکڑ کر فاتحہ پڑھنے کیلئے قبر پر تشریف لائے فاتحہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارے استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کرامت ہے کہ ہمیں جاتے ہوئے بلا لیا۔

بعد ازاں راقم الحروف کو جب بھی لاہور جانے کا اتفاق ہوا تو لازماً مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مزار پر حاضری نصیب ہوتی ہے۔

آغاز تدریس

تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدرسہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں اپنی بے مثل تدریس کا آغاز فرمایا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مہتمم مدرسہ فتحیہ محمد قمر دین کے کہنے پر مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورہ حدیث شریف شروع کرایا چونکہ مدرسہ فتحیہ میں صرف مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہی مدرس تھے تو مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورۂ حدیث شریف کے فرائض سرانجام دینے شروع کیئے تو پہلے جو آپ کے پاس بڑی کتابیں پڑھنے والے طلباء تھے ان کو اسباق پڑھانے کیلئے کوئی دوسرا مدرس نہ تھا جوان کو پڑھاتا تو مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مہتمم قمر دین مرحوم کو میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ کام چلالے گا تو مہتمم قمر دین مرحوم نے مجھے فرائض تدریس سرانجام دینے کیلئے کہا کہ آپ ان طلباء کو اسباق پڑھائیں۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مدرسہ فتحیہ میں میری ماہانہ تنخواہ 20 روپے مقرر ہوئی اور میں 15 اسباق پڑھاتا تھا اور تمام اسباق

جامی اور قطبی سے اوپر والے تھے۔ انتہاء کلام

اسی زمانے میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب شارح بخاری قدس سرہٗ العزیز نے، تفسیر بیضاوی، مسلم الثبوت، اوقلیدس وغیرہ کتابیں پڑھیں اور جب قبلہ استاذی المکرّم علیل ہوئے تو راقم الحروف ہی کو آپ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا تو بڑے بڑے علماء قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عیادت کیلئے تشریف لاتے تھے تو ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب رضوی شارح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی عیادت کیلئے ڈھوک ڈھمن تشریف لائے تو راقم الحروف سے ملاقات ہوئی اور فرمانے لگے کہ میں مدرسہ فتحیہ میں داخل ہونے سے قبل امرتسر میں دیوبندیوں کے مدرسہ میں پڑھتا رہا اور ان کی نحوست کی وجہ سے میں امکانِ کذب کا قائل تھا (نعوذ باللہ) لیکن جب میں نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مسلم الثبوت پڑھی اور استاد صاحب کے دلائل سنے تو میں عقیدہ (امکان کذب) سے تائب ہو گیا بلکہ راقم الحروف کو فرمایا کہ مجھے تو صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہونے کا شرف بھی استاد صاحب کی وجہ سے نصیب ہوا اور اسی زمانے میں یعنی مدرسہ فتحیہ میں پڑھانے کے دوران لالہ پاک سائیں حضرت مولانا محمد اشرف صاحب نور اللہ مرقدہٗ آستانہ عالیہ کھرپڑ شریف ضلع قصور نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکتساب فیض کیا۔

دوسرا مقام تدریس

1943ء میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی نور اللہ مرقدہٗ کی دعوت پر جامعہ حزب الاحناف لاہور میں تدریس کیلئے تشریف لائے اور ایک سال تک تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے اسی دوران شارح بخاری حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیضاوی شریف، ہدیہ سعیدیہ، مختصر المعانی وغیرہ کتب پڑھیں۔

تیسرا مقام تدریس

1944ء میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سال کیلئے مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ ضلع حصار ہندوستان تشریف لے گئے اور وہاں علم کی خیرات تقسیم کی۔

چوتھا مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ غازی اسلام پیر محمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف کی دعوت پر بھیرہ شریف تشریف لے گئے اور تین سال تک طلباء کی پیاس کو بجھاتے رہے اور اسی دوران پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ فاضل عربی کی تیاری کر رہے تھے تو انہوں نے آپ سے اشارات ابن سینا اور نور الانوار کے کچھ سبق پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور جب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف پڑھانے کیلئے تشریف لے گئے تو راقم الحروف بھی آپ کے ساتھ تھا ایک دن استاذ العلماء مولانا محمد نواز کیلانوی قدس سرہٗ العزیز گوجرانولہ بھکھی شریف، استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ میں اور قبلہ پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کو ملنے کیلئے بھیرہ شریف حاضر ہوئے تو اس وقت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آپ سے تفسیر بیضاوی شریف پڑھ رہے تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

پانچواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ حضور شیخ الاسلام والمسلمین قبلہ پیر خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف تشریف لے گئے اور وہاں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ سال تک علم کے موتی لٹائے انہیں دنوں میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے امیرِ شریعت، پیر طریقت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے اکتساب فیض کیا۔

چھٹا مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف میں ایک سال تک مسندِ تدریس کو رونق بخشی۔

ساتواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاذ گرامی فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف میں تقریباً 25 سال تک فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض کو عام فرمایا بندیال شریف میں قیام فرما کر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کثیر تعداد میں بلند پایہ مدرسین تیار فرمائے مثلاً ابوالفتح مولانا محمد اللہ بخش صاحب (واں بھچراں)، شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی مدظلہ العالی، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا مفتی پیر محمد چشتی چترالوی صاحب ثم پشاوری شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب شارح بخاری و مسلم شریف، فخر المدرسین مولانا غلام محمد تونسوی صاحب، علامہ علی احمد سندیلوی صاحب، علامہ مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب، علامہ شاہ حسین گردیزی صاحب، علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل الحسنی صاحب، علامہ صاحبزادہ محمد عبدالرحمٰن الحسنی صاحب، مولانا محمد کمال الدین صاحب اور مفتی محمد فضل الرحمٰن صاحب، ان کے علاوہ کثیر تعداد مدرسین کی ہے جنہوں نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بندیال شریف میں اکتسابِ فیض کیا جن کے اسماءِ گرامی کو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں کی فہرست میں ذکر کیا جائیگا۔ بندیال میں زیادہ عرصہ قیام فرمانے کی وجہ سے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ بندیالوی مشہور ہو گئے۔

آٹھواں سال مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ دو سال کیلئے وڑچھ شریف ضلع خوشاب

میں فرائض تدریس سرانجام دینے کیلئے تشریف لے گئے اسی دوران آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے قبلہ سید غلام حبیب شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ وڑچھ شریف نے اکتساب فیض کیا ان کے علاوہ علامہ مقصود احمد قادری سابق خطیب دربار عالیہ داتا صاحب لاہور، مولانا امام دین وٹو صاحب خطیب اعظم فاروق آباد ضلع شیخوپورہ نے فیض حاصل کیا۔

نواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ بندیال شریف دوبارہ تشریف لائے اور کچھ عرصہ تک تدریس کے فرائض سرانجام دیئے اسی دوران مولانا غلام نبی فخری صاحب مدظلہ العالی مہتمم جامعہ حامدیہ رضویہ کراچی کی دعوت پر کراچی تشریف لے گئے اور تین سال تک کراچی میں تشنگان علم کو سیراب فرمایا اسی دوران دیگر علماء کرام کے علاوہ صاحبزادہ علامہ محمد مظہر الحق بندیالوی ابن مولانا عبدالحق صاحب بندیالوی و پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی صاحب ابن مولانا عبدالحق بندیالوی صاحب نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض سے فیضیاب ہوئے۔

دسواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ درگارہ مولانا محمد علی صاحب مکھڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر فرائض تدریس سرانجام دینے کیلئے تشریف لے گئے وہاں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین سال تک قیام فرما کر علم کی خیرات تقسیم فرمائی اسی دوران آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے علامہ صاحبزادہ محمد ناصر گل ابن صاحبزادہ صالح گل صاحب سجادہ نشین درگاہ عالیہ مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و مولانا مفتی فضل الرحمٰن پرواء و مولانا غلام مرتضیٰ عطائی صاحب و مولانا مقبول احمد صاحب موسیٰ والی و علامہ مفتی محمد عارف الحسن الحسنی صاحب کمبوہ شریف و مولانا محمد قاسم صاحب منگوال شریف ضلع خوشاب جیسے علمائے کرام نے اپنی پیاس بجھائی اور صاحبزادہ علامہ سلطان معظم علی صاحب

دربار سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی دوران اکتساب فیض کیا۔

گیارہواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حافظ الحدیث علامہ پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے قائم کردہ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف تشریف لے گئے اور اسی دوران آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دوسرے علماء کرام کے علاوہ علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی و مولانا نور محمد صاحب, مولانا حق نواز صاحب اور جگر گوشہ ملک المدرسین صاحبزادہ فداء الحسن صاحب و راقم الحروف نے سلسلہ اکتساب فیض آپ سے اسی مدرسہ سے شروع کیا بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ محمد عبد الحق صاحب بندیالوی کی دعوت پر پھر بندیال شریف تشریف لائے اور ایک سال تک قیام فرمانے کے بعد اپنے آبائی گاؤں ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ ضلع خوشاب تشریف لائے اور آخر دم تک راقم الحروف کو یہیں فیض یاب فرماتے رہے اور اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازتے رہے۔

شانِ تدریس

بلاشبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اس صدی کے بہترین ماہر مدرس تھے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہر فن پڑھانے میں یکتائے زمانہ تھے جو طالب علم آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک سبق پڑھتا پھر وہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہو کر رہ جاتا راقم الحروف نے جب صاحبزادہ فدا الحسن صاحب کے ساتھ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے فارسی کی کتاب بوستان شروع کی تو میں سمجھا کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو تمام علوم سے زیادہ فارسی میں مہارت حاصل ہے پھر جب صرف شروع کی تو میں نے کہا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فارسی سے زیادہ علم (صرف) میں ماہر ہیں اور جب نحو شروع کی تو سمجھا کہ آپ (صرف) سے بڑھ کر (نحو) میں ماہر ہیں لیکن جب فقہ شروع کی تو سمجھا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ میں سب سے زیادہ قابل ہیں حتیٰ کہ جو بھی فن شروع کیا یہی سمجھا

کہ آپ سب سے زیادہ اس فن میں ماہر ہیں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جو بھی اسباق پڑھاتے باقاعدہ طور پر مطالعہ کر کے پڑھاتے یہاں تک کہ راقم الحروف نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو (کریما سعدیؒ) اور اس کی شرح محمد گلھوی و درِ یکتا کا مطالعہ فرماتے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کی کہ آپ اب بھی کریما کا مطالعہ فرماتے ہیں تو آپؒ فرمانے لگے کہ ہر دفعہ مطالعہ کرنے سے نئے نقاط حاصل ہوتے ہیں۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مردِ کوہستانی

اور یہ بات حق ہے کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اس صدی میں منطق و فلسفہ کے امام تسلیم کیئے گئے ہیں اس وجہ سے لوگ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو منطقی کے نام سے یاد کرتے ہیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ بطورِ خوش طبعی فرماتے تھے کہ میرے نزدیک منطقی کا معنی ہے (وہمی) وہمی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خیرآبادی سلسلہ کی تدریس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے طالب علم عبارت پڑھتا ہے استاد غور سے عبارت سنتا ہے پھر استاد تقریر کرتا ہے پھر طالب علم اس تقریر کا اعادہ کرتا ہے پھر استاد ترجمہ کرتا ہے اور پھر طالب علم ترجمہ کرتا ہے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ تدریس یہی تھا یعنی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جب تقریر فرماتے اور پھر طالب علم اس تقریر کو دہراتا تو اگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تقریر سے مطمئن نہ ہوتے تو آپ دوبارہ تقریر فرماتے اور پھر طالب علم اسی تقریر کو دہراتا یعنی آپ اس وقت تک سبق آگے نہ پڑھاتے جب تک کہ آپ کو یقین کامل نہ ہو جاتا کہ یہ طالب علم بعینہ وہی تقریر کر رہا ہے جو ہم نے کی ہے اسی وجہ سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ لوگ ہمیں منطقی کہتے ہیں اور میں نے منطق کا معنی کیا ہے وہمی۔

اقول: قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہم کا اور کسی کو فائدہ ہوا ہے یا نہیں طلباء کو تو یقیناً فائدہ ہوا ہے کہ جو بھی طالب علم آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ تلمیذ میں داخل ہوا وہ چوٹی کا مدرس بن کے نکلا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہم کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی چھت والے پنکھے کے نیچے آرام نہیں فرمایا کہ کہیں پنکھا اوپر نہ گر جائے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ مردِ کوہستانی ہونے کی وجہ سے مضبوط جسم کے مالک تھے سارا دن پڑھانے کے باوجود طبیعت مبارک پر کبھی تھکاوٹ کے آثار نمودار نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ اختتام سال پر اگر طلباء کے اسباق زیادہ رہ جاتے تو طلباء کو حکم ہوتا کہ مجھے فجر کی اذان سے پہلے جگا دینا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ وضو فرما کر انہیں نماز فجر سے پہلے سبق پڑھاتے اور فرماتے کہ نماز کے بعد دوبارہ کتابیں لے کر آجانا بعد ازاں حسب معمول اسباق پڑھاتے اور ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا اور پھر ان کو حکم ہوتا کہ عصر کے بعد پھر کتابیں لے کر آجانا اور یہ صرف مردِ کوہستانی ہی کا کام ہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً نصف صدی تک مسند تدریس کو رونق بخشی اس لیئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ کوئی سرکاری ملازم ہو یا پرائیویٹ وہ پچاس سال سروس کر کے دکھائے جبکہ اس فقیر نے پچاس سال بفضلہٖ تعالیٰ دین مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کی ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تمکین تدریس

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اگر کسی ایک سبق پر دو دو یا تین تین گھنٹے بھی تقریر فرماتے تو یہ چیز طالب علم پر گراں نہ گزرتی بلکہ طبیعت یہ چاہتی کہ استاد صاحب اور زیادہ تقریر فرمائیں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اسباق کے دوران صاجبزادہ میاں محمد سعد اللہ صاحب سیالوی کے قلندرانے سناتے جو اسباق کو چار چاند لگادیتے تھے صاجبزادہ میاں محمد سعد اللہ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ خواجہ محمد دین رحمہ اللہ تعالیٰ ثانی لاثانی کے لختِ جگر اور خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے چھوٹے بھائی تھے اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ صاجبزادہ میاں محمد سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فقیر کے دنیاداری کے استاد ہیں اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی ذہانت کی تعریف فرماتے تھے راقم الحروف نے اسی لئے قبلہ استاذی المکرّم کی تدریس کو تمکین کہا

کیونکہ اکثر مدرسین کی تدریس میٹھی ہوتی ہے اور بندہ میٹھی چیز کو کھا کھا کر اکتا جاتا ہے کیونکہ بعض مدرسین کی تدریس میں ایک آدھ گھنٹہ ایک سبق پر لگے تو پڑھنے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے جبکہ نمکین چیز کے کھانے سے انسان کبھی سیر نہیں ہوتا اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس تو اتنی نمکین تھی کہ اگر ایک سبق پر دو دو تین تین گھنٹے بھی گزر جاتے تو پھر بھی طبیعت طوالت کا تقاضا کرتی اسی لیئے بندہ نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس کو نمکین کہا ہے۔

فرمودات تاج الفقہا صاجبزادہ علامہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ العالیٰ

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام ہم جیسے کم مایہ لوگ کما حقہ نہیں سمجھ سکتے اتنا عرض کروں گا کہ میرے والد ذی وقار کے علاوہ میرے کئی نامور اساتذہ تھے جن سے میں نے اکتساب علم کیا جن میں حضرت علامہ علی محمد پدھراڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ برادر خورد حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (تلمیذ رشید علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ) حضرت علامہ محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ بھوئی گاڑ، حضرت علامہ عبدالغفور حفیظ بانڈی رحمہ اللہ تعالیٰ وحضرت علامہ نور محمد ملوالی رحمہ اللہ تعالیٰ (اٹک) ،حضرت علامہ محمد سعید رحمہ اللہ تعالیٰ (تمن ملتان) جیسی شخصیات شامل تھیں اپنی جگہ پر یہ تمام ہستیاں قابل فخر و ماہر ترین مدرسین کی صف میں تھیں مگر بلا مبالغہ حضرت قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرز استدلال و طریقہ تدریس حسین ودلنشین انداز محققانہ بیان اپنی مثال آپ ہوتا تھا دیگر اساتذہ کے مقابلہ میں اگر زمین وآسمان کا فرق بھی کہہ دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا عام طور پر نامور علماء استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو صرف معقولی مدرس تصور کرتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت جس طرح علم معقول میں ماہر ترین تھے اسی طرح تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے بعض دفعہ اظہارِ خفگی فرماتے تو ارشاد ہوتا کہ ”لوگ مجھے صرف معقولی سمجھتے ہیں وہ میرے پاس آکر فقہ پڑھیں ،اصول فقہ پڑھیں اور تفسیر پڑھیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ کیا میں صرف معقولی ہوں“۔

طلباء کے اندر حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیضاوی شریف پڑھانا بہت

زیادہ مشہور تھا ترمذی شریف، مسلم شریف، بخاری شریف رشیدیہ، زواہد ثلاثہ کے علاوہ جن لوگوں کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیضاوی شریف، شرح جامی، عبد الغفور، تکملہ، حسامی اور توضیح تلویح، صدرا، شمس بازغہ، حمد اللہ، قاضی مبارک جیسی کتب پڑھنے کا شرف عظیم حاصل ہوا ہے وہی بتا سکتے ہیں کہ حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی لیاقت علمی کس مقام پر تھی الحمد للہ یہ تمام کتب اس فقیر نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہوا ہے اور یہ اس حقیقت کی عکاسی پر شعر صادق آتا ہے۔

همه شہر پر ز خوباں منم او خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں مکند بہ کس نگاہے

میرے ایک محترم استاذ حضرت علامہ عبد الغفور حفیظ بانڈی والے رحمہ اللہ تعالیٰ میری دعوت پر بندیال تشریف لائے تو بندہ نے ان سے شرح جامی پڑھی تھی دوبارہ جب حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرح جامی پڑھی تو سبحان اللہ جو عبارتی فوائد واغراض جامی اور دیگر نکات آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ان کا عشر عشیر بھی حضرت حفیظ بانڈی والے استاذ مرحوم بیان نہیں فرماتے تھے آستانہ عالیہ مکھڈ شریف خانقاہ شاہ محمد علی مکھڈوی کے سجادہ نشین اور میرے سسر حضرت فاضل یگانہ مولانا حافظ احمد دین صاحب چشتی تونسوی نور اللہ مرقدہٗ جس سال حج کیلئے تشریف لے گئے تو مجھے حکم دیا کہ میری واپسی تک تم نے مکھڈ شریف میں قیام کرنا ہے چونکہ بندہ ابھی تحصیل علم کر رہا تھا اور تکمیل باقی تھی تو میری تعلیم کی خاطر آپ نے علامہ نور محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ملوالی نزد میرا شریف کو میرے اسباق کیلئے مدرسہ میں بطور مدرس تعینات فرما گئے جو کہ ادب میں مولوی اعزاز علی دیوبندی اور (انہی ضلع گجرات) والے بڑے علامہ صاحب یعنی مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حدیث میں علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ بڑے صاحب ملکہ مدرس تھے اکثر کتب بلا مطالعہ پڑھاتے تھے اور طریقہ کار یہ رکھتے تھے کہ طلباء مطالعہ کر کے آئیں اور خود مقام بیان کریں اور اگر پورا نہ بیان کر سکیں تو استاد

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اوپر سے دوبارہ خود تقریر فرما دیتے میں نے ان سے شرح عقائد خیالی مقامات اور ہدایہ اخیرین کے اسباق پڑھے ہیں بڑی محنت سے مطالعہ کر کے تیاری کے ساتھ جاتا جہاں کہیں خیالی کا کوئی مقام رک جاتا تو پورا زور لگاتے مگر بندہ کی تسلی نہ ہوتی بات وہیں تک رہتی جتنا میں نے خود سمجھا ہوتا بعد ازاں میں نے وہی شرح عقائد حضرت استاذ المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی وہ مقامات مشکلہ جب آئے تو قربان جاؤں میں آپ کی لیاقتِ علمی اور خداداد ملکہ تدریس انداز بیاں فصاحت و بلاغت علوم و فنون کے اس بحر بے کنار کے منہ مبارک سے موتی جھڑتے علمی نقاط اور قواعد کے دریا ٹھاٹھیں مار رہے ہوتے اور پھر طالب علم کے دل میں تقریر کا اتار دینا یہ حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا طرۂ امتیاز تھا۔

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

سبحان اللہ حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا پر بہار شگفتہ چہرہ پر وقار عینک اور پیشانی سے انوار جھڑتے نظر آتے تھے۔آپ کی وہ پرکشش حالت تبسم! جب فرماتے! ہاں بھئی آگے چلو۔۔۔حضرت مولانا محمد دین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بدھو والے جو حمد اللہ پڑھانے میں بہت مشہور تھے خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ,پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ ,صاحبزادہ سید حامد علی شاہ گجراتی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ سید عبد القادر شاہ صاحب راولپنڈی جیسے لوگوں نے آپ سے حمد اللہ پڑھا بڑے ذوق وشوق سے جید علماء ان سے حمد اللہ پڑھنے جاتے بغیر مطالعہ کے پڑھانا آپ ہی کا وصف تھا میں نے ان کو بندیال دعوت دے کر حمد اللہ پڑھا چونکہ میں محنت سے مطالعہ کر کے حاضر ہوتا سوال کرتا تنگ آکر فرماتے ایک ہوتا ہے غبی! جس کو مقام سمجھ نہیں آتا اور ایک ہوتا ہے غوی جو جان بوجھ کر سوال کرتا ہے تم غوی ہو سمجھ کر بھی سوال کرتے رہتے ہو میں کہتا حضرت اپنی تسلی کیلئے پوچھتا ہوں ان کی طبیعت بہت ذکی تھی مگر جب بعد ازاں میں نے وہی حمد اللہ استاذ کل رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا تو کیا بات؟ علامہ بدھوی کا اجمالی بیان کہاں اور علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تفصیلی بیان کہاں یہ فرق صرف وہی شخص جان سکتا ہے

جس نے دونوں حضرات کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا ہو میرے تمام اساتذہ اپنی جگہ فاضل یگانہ تھے مگر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ان تمام ستاروں میں آفتاب و مہتاب کی مانند تھے۔ بقول محبوب قوال

میں ریساں میرے ڈھول دیاں

اور تاج الفقہا قبلہ عبد الحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ جب راقم الحروف کو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر سناتے ہیں تو آخر میں یہ فرماتے ہیں کہ

مغزی چولے دی

کملی دنیا ریس کریندی ڈھولے دی

اور راقم الحروف جب بھی بندیال شریف تاج الفقہاء مولانا عبد الحق صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کی زیارت کیلیے حاضر ہوتا ہے تو آپ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر اس انداز میں فرماتے ہیں کہ سننے والے پر واضح ہو جاتا ہے کہ واقعی یہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشقِ صادق ہیں۔ اور یہ بات بھی بندہ کو تعجب میں ڈالتی ہے کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ تاج الفقہا علامہ عبد الحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کے استاد ہونے کے باوجود اس ادب سے پیش آتے کہ دیکھنے والا نہ سمجھ سکتا کہ ان ہستیوں میں سے استاد کون ہے؟ اور شاگرد کون؟ اور قبلہ استاذ المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ادب سے اس قدر ہمکنار تھے کہ اپنے (استاد زادہ) یعنی مولانا عبد الحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کو بھی استاد ہی کہہ کر بلاتے تھے۔ اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے تھے کہ لوگوں کو یہ بات بڑے تعجب میں ڈالتی ہے کہ میں مولانا عبد الحق بندیالوی کو استاد کہہ کر بلاتا ہوں اور وہ مجھے استاد کہہ کر بلاتے ہیں اور لوگ تعجب سے کہتے ہیں کہ آپ ان کے استاد ہیں اور یہ آپ کے استاد ہیں اور جس طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے استاد زادہ یعنی علامہ عبد الحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کا احترام کرتے تھے اسی طرح علامہ محمد عبد الحق صاحب بندیالوی زیدہ مجدہٗ بھی اپنے استاد زادہ یعنی جگر گوشہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ

اللہ تعالیٰ، صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کا احترام کرتے ہیں۔

اور راقم الحروف کا یہ مشاہدہ ہے کہ جب علامہ صاحبزادہ عبدالحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ تشریف فرما ہوں تو آپ کی بارگاہ میں اگر کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی آجائے تو آپ اس کو کھڑے ہو کر نہیں ملتے لیکن جب بھی جگر گوشہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ فداء الحسن صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ، تاج الفقہاء علامہ محمد عبدالحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کی ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے تو راقم الحروف بھی ساتھ ہی ہوتا ہے اور جب ملاقات ہوتی ہے تو مولانا عبدالحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ علیل ہونے کے باوجود صاحبزادہ صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ سے کھڑے ہو کر بغل گیر ہوتے ہیں۔

مولانا صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ اور آپ کے تمام صاحبزادگان قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ فقیر العصر کے گھرانے کو تا حشر آباد و شاد رکھے۔ (آمین)

اوصاف مبارکہ۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی سادہ مزاج تھے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی سادگی سے زندگی بسر کی اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے طلباء اور عوام سے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے گفتگو فرماتے تھے اور اگر آپ کی آمد پر کوئی طالب علم کھڑا ہوتا اسے سختی سے منع فرماتے تھے کہ کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ کی طبیعت میں اس قدر سادگی تھی کہ دیکھنے والے کو یہ محسوس تک نہ ہوتا تھا کہ یہ علم کا کوہ ہمالیہ ہے یا کوئی عام انسان حتی کہ آپ اپنا اسم گرامی بھی سادگی سے تحریر فرماتے آپ امام العلماء والفضلاء بحر العلوم مجدد مسلک اہلسنت ہونے کے باوجود کبھی بھی اپنے نام کے ساتھ کوئی لقب تحریر نہ فرماتے بلکہ سادہ سا اپنا نام تحریر فرماتے وہ یہ ہے مولوی عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ کبھی اپنے نام کے ساتھ کسی لقب کی زیادتی نہ فرماتے اور خود بینی اور ریا کاری کا آپ رحمہ

اللہ تعالیٰ میں نام ونشان تک نہ تھا مزاج میں حیرت انگیز تحمل ہے بعض طلباء نہایت بے تکلفی سے گفتگو کرتے اس کے باوجود کبھی پیشانی پر بل نہ پڑتے اور دورانِ تدریس رعب اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ ذہین وفتین طلباء آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہ کرتے اور دورانِ تدریس بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی بڑے سے بڑا آدمی دورانِ اسباق حاضر ہوتا تو آپ اس کو خاطر میں نہ لاتے اور جب آپ سبق ختم کرتے تو پھر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور راقم الحروف کے نزدیک اس صدی میں جس شخصیت پر لفظِ استاد کا اطلاق ہوتا ہے وہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔

حق گوئی اور بے باکی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرۂ امتیاز تھا تقویٰ اور پرہیزگاری میں آپ اپنی مثال آپ تھے نماز اس قدر خشوع وخضوع سے ادا فرماتے کہ اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی اور آپ صوم وصلوٰۃ کے بہت ہی پابند تھے راقم الحروف کو یاد ہے کہ جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ بھکھی شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے انہیں دنوں گجرات میں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے مفتی مختار احمد نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال پر ملال ہوا تو قبلہ استاذی المکرّم کے ساتھ راقم الحروف کو مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو فاتحہ خوانی کیلئے گجرات جانے کا اتفاق ہوا تو فاتحہ خوانی کے بعد جب بھکھی شریف پہنچے تو رات کا ایک بج چکا تھا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو پاؤں دبانے کا حکم فرمایا اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً تین چار اسباق کا مطالعہ فرمایا اور اس کے بعد آرام فرمانے کیلئے لیٹ گئے اور شدید تھکاوٹ کی وجہ سے نماز فجر قضاء ہوگئی اور جب آپ بیدار ہوئے تو راقم الحروف کو جگایا اور فرمایا کہ تم نے مجھے جگایا نہیں میری نماز قضا ہوگئی۔اس وقت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا رنگ نماز قضاء ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ سرخ تھا اور پھر لوٹے میں پانی لانے کا حکم فرمایا اور وضو فرما کر نماز پڑھی اور بندہ نے ایک طویل عرصہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں بسر کیا ہے اس کے علاوہ بندہ نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کی کوئی نماز قضاء ہوئی ہو چونکہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بواسیر

اور تبخیر معدہ کی شکایت تھی اور ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے کتب خانہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ پر تبخیر معدہ کا حملہ ہوا تو مجھ سے یعنی راقم الحروف سے پوچھا کہ عصر کی اذان ہوگئی ہے تو بندہ نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے نمازِ عصر ادا فرمائی اور تھوڑی دیر کے بعد پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ میں نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے تو میں نے ہاں میں جواب دیا لیکن آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ نمازِ عصر دہرائی یعنی آپ اس قدر نماز کے پابند تھے کہ تبخیر معدہ کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دن چار مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ اللہ اللہ یہ ہے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عباداتِ الٰہیہ سے لگن۔

جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدی نہیں مردے
کال مرداں دے در تک لے اجے وی دیوے بلدے

حتیٰ کہ تقریباً آپ چھ سال تک شدید علیل رہے اس کے باوجود آپ تیمم فرما کر باقاعدہ نماز بھی ادا فرماتے رہے اور راقم الحروف کو بحسب طاقت مطالعہ فرما کے اسباق بھی پڑھاتے رہے۔ اللہ اکبر یہ تھی آپ کی دین سے لگن اور محبت کہ آپ کے سامنے طلباء کی ایک جماعت ہو یا مجھ جیسا ایک فقیر طالب علم آپ دیانتداری سے مطالعہ فرما کر اپنا مافی الضمیر طلباء کے اذہان میں منتقل فرمانے کی سعی جمیلہ فرماتے رہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی امتیازی خصوصیات۔

دورانِ تدریس مناسبت مقام سے اختلافی مسائل کی تحقیق بیان فرمانا آپ کی امتیازی خصوصیات ہے شرح عقائد خیالی مسلم الثبوت اور بیضاوی شریف وغیرہ میں مسئلہ امتناع کذب باری تعالیٰ کو شرح و بسط سے بیان فرماتے مخالفین کے شبہات کا رد اور اہلسنت و جماعت کے دلائل کو زوردار طریقے سے بیان فرماتے علاوہ ازیں مسئلہ نور علم غیب، حاضر و ناظر وغیرہ مسائل کو نہایت ہی مدلل انداز میں بیان فرماتے یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ نہایت راسخ الاعتقاد واقع ہوئے ہیں اور مسلک اہلسنت و جماعت کے پرجوش مبلغ اور ترجمان ہیں آپ کی تدریس کا یہ بھی

ایک کمال ہے کہ علوم عقلیہ کا درس دیتے یا علوم نقلیہ کا اس میں اپنے عقائد کو خوب دلائل سے واضح فرماتے اور عقائد باطلہ کا رد بلیغ فرماتے۔ اور آپ ارشاد فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اہلسنت وجماعت میں پیدا فرمایا کہیں گستاخوں کے گروہ میں شامل نہیں فرمایا۔ اب قارئین قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عقائد کے بارے میں ایک لاجواب تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

استاذ العرب والعجم مولانا الحاج عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ کی عقائد کے بارے میں ایک لاجواب تحریر

الحمد للہ الرحمن الذی خلق الانسان الکامل حبیبه وعلمه مایکون وماکان والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید نبی عدنان الماحی آثار الکفر والطغیان الامی العالم بالبطون و الظھور الکاشف لظلمات الظلم والشرور۔

امابعد۔ یہ امر شمس وامس سے بھی روشن تر ہے کہ ایمان کامل اور اسلام مکمل کی دو جزو ہیں۔

۱۔ عقائد جن کا تعلق دل سے ہے اور ۲۔ اعمال جن کا صدور جوارح اور اعضاء سے ہوتا ہے لیکن جزو اعلیٰ اور اصل عقیدہ ہے اور اعمال فروع کا درجہ رکھتے ہیں عقیدہ صحیحہ سے دل کی طہارت ہوتی ہے اس لئے بغیر درستی عقیدہ کے کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔ اور اختلاف مذاہب کی مدار اختلاف عقائد پر ہے نہ کہ اختلاف عمل پر۔ اس لیئے مذاہب اربعہ باوجود اختلاف اعمال کے وحدۃ عقیدہ کی وجہ سے اہل السنّت والجماعت کہلاتے ہیں اور تو ہب تشیع اعتزال وخروج اختلاف عقائد کی مختلف تعبیرات ہیں اہل السنّت والجماعت نے درستی اعمال کی اہمیت کو ملحوظ رکھنے کے باوجود صحت عقائد پر بڑا زور دیا ہے اور عقائد میں توحید ورسالت کا عقیدہ اہل سنت کے نزدیک بہت اہم ہے اس تمہید میں میں یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ اہل سنت کے نزدیک توحید و

رسالت کا مفہوم کیا ہے؟ اور اہل بدعت و بطالت کو اس عقیدہ میں کیا کیا ٹھوکریں لگی ہیں۔

ملتِ اسلامیہ بیضاء کی اساس اور بنیاد توحید و رسالت کے عقیدے پر ہے اور ان ہر دو امر کی صحت ہی صحت ایمان ہے۔ اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ توحید جس پر قرآن کریم دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ عالم جو کہ جمیع موجودات ماسوا اللہ سے عبارت ہے یہ سب موجودات توحید باری پر دلائل ہیں اور ان دلائل کے علم سے توحید خداوندی کا علم حاصل ہوتا ہے جتنا زیادہ دلائل کا علم ہوگا اتنا ہی توحید کا علم بھی کامل ہوگا اور کم دلائل کا علم نقصان توحید کو مستلزم ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔
وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوت والارض ولیکون من الموقنین۔ علامہ علی قاری نے اس آیت مبارکہ کا جو معنی بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولےٰ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کو زمین و آسمان کے عجائب دکھائے ہیں اس طرح ہم نے ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان و زمین کے علوم دیئے تھے تا کہ وہ اپنے مولیٰ تعالیٰ پر استدلال قائم کریں تو ان امور سے واضح ہو گیا کہ زمین و آسمان وما بینھما اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی توحید کے دلائل ہیں اور ان علوم سے توحید مکمل ہوتی ہے اور پھر یہ بات تو معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عالم کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس کے ساتھ صانع پر دلیل دی جاتی ہے۔ یہاں علامہ علی قاری و دیگر شراح حدیث رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک نکتہ بیان فرمایا ہے اس کو بھی ذرا سن لیجئے۔ وہ یہ کہ آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے علم رویت کو مشبہ بہ اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کے علم و اراۃ کو مشبہ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ میں اقویٰ ہوتا ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا علم و رویت جناب خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ سے کس طرح اقویٰ ہے؟ شراح حدیث رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کا جواب دیا کہ آیت مذکورہ بالا میں خلیل صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کو پہلے اراۃ ہوئی اور بعد میں ایقان اور جس حدیث شراح میں حبیب ﷺ کے علم کا ذکر ہے اس میں رویۃ باری عزاسمہ مقدم اور علم جمیع ما فی السمٰوت والارض موخر ہے تو حاصل کلام یہ ہوا کہ حبیب صلوٰۃ اللہ علیہ نے موثر اور خالق سے اثر اور مخلوق کی طرف انتقال فرمایا

اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کا معاملہ بالعکس ہے۔ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما بینھما بون بائن یعنی ان دونوں علوم میں بڑا عظیم فرق ہے قرآن وسنت سے جو عقیدہ توحید ثابت ہوتا ہے اس کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی نبی ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے تو یہ عقیدہ اس امر کو مستلزم ہے کہ اس نبی کی توحید مکمل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ آپ ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا تو بتایئے جب آپ ﷺ کی توحید مکمل نہیں ہے تو پھر دنیا میں کس کی توحید مکمل ہو سکتی ہے۔ اور بعض اہل بدعت نے عقیدہ توحید کو الٹا جامہ پہنا دیا کہ اگر کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عالم کی ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے تو یہ عقیدہ شرک ہے یعنی عقیدہ توحید کو جو براہین سے ثابت ہوتا ہے اس کو تو شرک قرار دیا اور ان اہل بدعت نے عقیدہ توحید یہ اختراع کیا کہ کامل موحدوہ ہے جس کو دیوار کے پیچھے کا علم نہ ہو اور پھر طرفہ یہ کہ ان اہل بدعت کے نزدیک شیطان لعین کی وسعت علمی تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور افضل الانبیاء ﷺ کے علم پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیطان کی توحید انبیاء علیہم السلام کی توحید سے اکمل ہے۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

یہاں تک بندہ نے یہ واضح کیا ہے کہ ملت اسلامیہ کی اساس اول توحید کو اہل ضلالت نے کتنا غلط رنگ دیا ہے اب آیئے آپ کو دین متین کی بنیاد ثانی یعنی رسالت سے روشناس کرائیں۔ پھر اہل بدعت نے اس بنیاد میں جو قہر سامانیاں کیں ہیں ان پر سے پردہ اٹھائیں اولاً آپ کو یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک عقیدہ رسالت ﷺ کیا چیز ہے؟ قرآن پاک میں ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ اس آیت مبارکہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خلیفہ اس وقت مقرر کیا جاتا ہے جب اصل کام سرانجام نہ دے سکے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کے عجز سے پاک ہے پھر اس نے اپنا خلیفہ کیوں مقرر فرمایا؟

اس اشکال کو علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے
-استخلفهم الله في عمارة الارض وسياسة الناس و تكميل نفوسهم وتنفيذ امره فيهم لا لحاجة به تعالیٰ الیٰ من ينوبه بل لقصور المستخلف عليه عن قبول فيضه وتلقي امره بغير وسط-

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا جتنی مخلوق ہے اس میں اتنی استعداد نہیں ہے کہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کریں اس حکمت کی وجہ سے خلیفہ کی تخلیق ہوئی علامہ فاضل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاشیہ میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ مخلوق میں کیوں استعداد فیضان نہ تھی ملاحظہ ہو۔لما انه في غاية الكدورة والظلمة الجسمانية وذاته تعالیٰ في غاية التقدس والمناسبة شرط في قبول الفيض على ماجرت به العادة الالهية فلا بد من متوسط ذاجهتي التجرد والتعلق ليستفيض من جهة ويفيض باخرى۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا تمام ارضی مخلوق میں کدورت یعنی میلا پن اور سیاہی ہے اور اللہ تعالیٰ میلا پن اور سیاہی سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ بلکہ کدورت اور ظلمۃ اللہ تعالیٰ میں محال ہے اور مفیض اور مستفیض میں مناسبہ شرط ہے۔اور یہ شرط عادی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان ایک واسطہ پیدا کیا جو کہ تجرد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے مناسبت رکھتا ہے اور اس مناسبت سے باری عزاسمہٗ سے استفادہ کرتا ہے اور تعلق بدنی کے لحاظ سے مخلوق کے مناسب ہے اور اس مناسبت کی وجہ سے مخلوق اس سے استفادہ کرتی ہے۔علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حیوانی بدن میں اس کی مثال دی ہے کہ مثلاً ہڈیاں گوشت سے خوراک حاصل کرتی ہیں اور ان دونوں کے درمیان مناسبت نہیں ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے عادی طور پر نرم ہڈی کو پیدا کیا جو کہ ظاہری رنگ کے لحاظ سے ہڈی ہے اور نرمی کے لحاظ سے گوشت سے مناسب ہے اور ہڈیاں اسی نرم ہڈی کے واسطے سے خوراک حاصل کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

ہیں جو کہ ذو جہتیں ہیں۔ان میں تجرداور نورانیت بھی ہے اور تعلق بشریت بھی۔اس تقریر سے ثابت ہوا کہ انبیاء ورسل صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین نہ تو خدا ہیں اور نہ ہی محض بشر کہ ان کی حقیقت محض حقیقت بشری ہو۔اہل بطالت کو ہمارا چیلنج ہے کہ علامہ بیضاوی نے جس اعتراض واشکال کی طرف اشارہ فرمایا ہے اہل بدعت اور صنادید دیوبند تقریر مذکور کے بغیر اس کا جواب دیں اہل بطالت کا جو یہ مذہب ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت صرف حقیقت بشری ہے فرق صرف نزول وحی ہے۔وجوداً وعدماً تو اس پر سابق اشکال لوٹ آیگا کہ پھر انبیاء علیہم السلام بھی عدم مناسبت کی وجہ سے استفادہ از باری عزاسمہ نہیں کر سکتے حقیقت میں مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کی حقیقت صرف اور صرف بشری ہے اور اسی وجہ سے ان کا یہ اعتراض تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کسی اور پر کیوں نازل نہ ہوئی یہ ترجیح بلا مرجع ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ یعنی اللہ تعالیٰ مقام رسالت کو خوب جانتا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت ایسی ہے کہ اس میں استعداد رسالت ہے اور مشرکین جن کا تم نام لیتے ہو ان کی حقیقت میں یہ استعداد ندارد ہے اب اگر رسالت کے متعلق اہل بدعت کا مذہب مان لیا جائے کہ حقیقت انبیاء علیہم السلام صرف حقیقت بشری ہے تو پھر کفار کے اعتراض ترجیح بلا مرجح کا جواب آیۃ مذکورہ بالا سے کس طرح بیان کیا جاوے گا حیرت اس امر پر ہے کہ بانی دیوبند اور اہل بطالۃ کے پیر مغاں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی آیۃ مذکورہ بالا کی یہی تقریر کرتے ہیں جس کو بندہ نے اوپر بیان کیا ہے بلکہ مولوی صاحب مذکور نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ زمین کا وہ حصہ مبارکہ جس پر کعبہ مکرمہ ہے اس کی حقیقت دوسرے اجزاء ارضی سے مختلف ہے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی شائد اہل بدعت یہ جواب دیں کہ ہمارے پیر مغاں نے یہ تقریر اہل سنت کو دھوکہ دینے کیلئے تقیۃً فرمائی ہے تو لا جرم ہمارے پاس اس جواب کا کوئی جواب الجواب نہیں ہے مذکورہ بالا کلام تو تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے اور پھر افضل الانبیاء ﷺ کی طرف آیۃ مندرجہ ذیل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ہے۔

قولہ' تعالیٰ(یکادزیتھا یضئ ولو لم تمسہ نار) علامہ فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

یعنی لانھاتکاد تعلم ولولم یتصل بملك الوحی والالھام الذی مثل النار من ان العقول یشتعل عنھا وفیہ اشارۃ الی مایسجی من ان قولہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوت والارض تمثیل للقوۃ العقیلۃ فی مراتبھا۔

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوت الایۃ میں انبیاء علیہم السلام کے عقول کا بیان اوران کی استعداد کی تمثیل ہے کہ اگران پر وحی والہام نہ بھی ہوتا توان میں استفادہ کی استعداد موجود تھی اسی لئے محققین اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اگر جناب رسول کریم ﷺ پر بالفرض وحی نازل نہ بھی ہوتی تو بھی آپ ذاتی طور پر تمام مخلوقات سے افضل ہوتے آپ کو جو منصب نبوت اور رسالت عطا فرمایا گیا ہے یہ نور علی نور ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

قولہ تعالیٰ: نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء یعنی آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ رسالت عطافرمایا تو یہ نہ سمجھو کہ صرف اسی سے آپ کو نورانیت حاصل ہوئی بلکہ اس رتبہ عالیہ سے قبل بھی وہ نور تھے اور اعطائے رسالت نور علی نور ہے چونکہ اس پر یہ وہم ہوتا تھا کہ پھر اس ذات ستودہ صفات کی نورانیت تو بالکل اظہر ہوگی۔اوراس کا انکار ناممکن ہوگا۔اس وہم کو دور کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے۔یھدی اللہ لنورہ من یشاء یعنی اس نورٌ علیٰ نُور کو غلاف بشریہ سے ڈھانک لیا جاویگا اور اس نور تک مخصوص نفوس کی رسائی ہوگی اور اذہان عالیہ اور نفوس قدسیہ کو ہی اللہ تعالیٰ عزوجل اس نور تک پہنچائے گا باقی رہے اذہانِ قاصرہ سافلہ تو وہ صرف غلاف بشریۃ پر رک کر اسفل السافلین میں گرجائیں گے۔

یہاں تک بندہ نے توحید ورسالت اہل سنت اور اہل بدعت کو بیان کردیا ہے اور یہ ذکر

اجمالی ہے۔ والتفصیل لا یسعه هذا المقام بل الاذهان اب روزاول سے اہل حق اور اہل بطالت یا یوں کہہ لیجئے کہ ابتداء سے اولیاء الرحمٰن اور عباد الشیاطین ستیزہ کار ہیں ونعم ما قیل۔

ستیزہ کار ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مندرجہ ذیل احادیث میں اشارہ بھی فرمایا ہے جس کو بیہقی نے روایت کیا۔ قوله علیه السلام یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین انتحال المبطلین وتاویل الجاهلین۔ رواہ البیہقی فی کتاب المدخل) مشکوٰۃ شریف قوله تعالیٰ: علیه السلام ان الله عزوجل یبعث لهذا الامة علیٰ راس کل مائه سنه من یجدد لها دینها۔ (رواہ ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح) ہر دو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے عادل علماء مجدد پیدا ہونگے کہ اہل بدعت کے دلائل کا ابطال اوران کی تحریفات وتاویلات کا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ اس امت میں سب سے مقدم یہ ستیزہ کاری سرورِ دو عالم ﷺ کے زمانہ مقدس میں ہوئی جبکہ آپ ﷺ نے دعویٰ فرمایا کہ مجھ پر تمام اشیاء پیش کی گئی ہیں اور میں مومن وکافر ہر ایک کو جانتا ہوں تو منافقوں نے کہا (نحن معه وما یعرفنا) یعنی اگر سب کو جانتے ہوتو ہم کو بھی جانتے اور ہمارے نفاق پر مطلع ہوتے اور پھر ہم کو اپنے دربار میں حاضری کی اجازت نہ دیتے تو جب آپ کو منافقین کے اس قول کا علم ہوا تو لوگوں کو جمع فرما کر اعلان کیا کہ ما بال اقوام طعنوا فی علمی فاسئلونی (الحدیث: آپ ﷺ نے منافقین کے قول بدتر از بول کو طعنہ سے تعبیر فرمایا اور اعلان فرمایا کہ مجھ سے پوچھو آپ ﷺ نے اپنی تقریر میں غصہ کا اتنا اظہار فرمایا کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے اور عرض کی۔ (رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا فاعف عنا (الحدیث) اس کے بعد یہ فتنہ منافقین بالکل دب گیا اور کبھی ان کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ تا آنکہ سات صد پانچ 705 ہجری میں علامہ محدث حافظ ابن تیمیہ نے مذکورہ بالا فتنہ اور کئی

دوسرے فتنوں کو جنم دیا اہل بدعت کا یہ محدث امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہتا تھا کہ وہ مال کے ساتھ محبت کرتے تھے اور نیز اہل بطالت کا یہ علامہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کہتا تھا کہ چونکہ وہ ایام صبا اور طفلی میں مسلمان ہوئے تھے۔ جس کا ایمان مقبول نہیں لہٰذا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں تو اس وقت کے علماء اعلام نے اس علامہ کو للکارا اور زین الدین مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس علامہ کو مبہوت کر دیا۔ فبھت الذی کفر۔ چنانچہ اس علامہ کو قید کر لیا گیا اور پھر وہ تائب ہو گیا تو قید و بند سے رہائی پائی لیکن پھر اپنے عہد کو توڑ دیا اور یہ فتنہ ذرا دب گیا اسی علامہ حرانی کے متعلق علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ حدیثیہ میں فرمایا (واضلہ اللہ علی علم) اور علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا (ابتدع ابن تیمیہ) یعنی باوجود علم کے اس علامہ کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا اور یہ کہ وہ اہل بدعت سے تھا اور پھر بارہ صد تینتیس ہجری 1233ھ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی خارجی نے طاقت کے گھمنڈ پر اس فتنہ کو ہوا دی اور نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قبضہ کر لیا اور اہل سنت کو مشرک قرار دے کر قتل کیا تو سلطان روم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا لشکر بھیج کر اس فتنہ کا استیصال کر دیا۔ اور ان نجدی زعماء کے کان کاٹ کر سامان عبرت مہیا کیا۔ اب اس فتنہ نے عرب سے نکل کر ہندوستان کا رخ کیا اور ہند میں جائے پناہ کو ڈھونڈھنا شروع کیا چونکہ دہلی میں ولی اللہی خاندان کے اکابرین دار الآخرۃ کو تشریف لے گئے تھے اور ان کی سجادگی مولوی محمد اسمٰعیل الملقب بالملقب المصنوع القتیل کو حاصل تھی لہٰذا اس فتنہ نے مولوی صاحب قتیل کی کمزوری اور عجلت سے خوب فائدہ اٹھایا اور القتیل الشہیر نے اسکو اپنی عاطفت میں جگہ دی اور سابقہ فتنوں کے ساتھ کئی اور فتنوں نے جنم لیا اور اس قتیل نے امکان کذب باری تعالیٰ عما یقول الظالمون علو اکبیر کا فتنہ کھڑا کیا تو استاذ الکل فی الکل حضرت امام فاضل کامل حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا رد بلیغ فرمایا کہ باید و شاید اور پھر مولانا محمد احسن المعروف حافظ دراز پشاوری کی سعی مشکور سے سرحد کے غیور محب النبی ﷺ پٹھانوں نے بانی فتنہ کو ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا اور یہ

فتنہ ایک دفعہ پھر سے بے یار و مددگار ہو گیا چونکہ مولوی قتیل و شہید فی حب السلطنت کے جانشین دیو بند میں جمع ہو چکے تھے اور اس جانشینی پر نازاں و فرحاں تھے اس لیئے اسماعیلی فتنہ نے صناوید دیو بند کو معمولی سی بحث کے بعد رام کر لیا کہ یا تو سجادگی سے دست بردار ہو جاؤ اور یا اپنے پیر دہلوی کا مسلک اپناؤ پس اکابرین دیو بند نے دوسری شق کو ترجیح دی چونکہ اس فتنہ کا اظہار عامۃ المسلمین میں بدظنی کا باعث تھا اس لیئے ان صناوید دیو بند سے بعض نے تو تقیہ کیا اور بعض نے اپنے مافی الضمیر کا پورا پورا اظہار کیا لہٰذا اس وقت کے مجدد اعظم اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یک و تنہا اس گروہ کا اس قدر رد بلیغ فرمایا کہ اس کی تفصیل کیلیئے مجلدات بھی ناکافی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے علمی دبدبہ اور رعب کا یہ حال تھا کہ باوجود کوشش بسیار کے ذریۃ اسماعیل کے کسی فرزند کو مناظرہ کی توفیق نہ ہوئی اور تاریخ و مقام مناظرہ متعین ہونے کے باوجود اعلیٰ حضرت نے وقت اور مکان کی پوری پابندی کی سجادگانِ قتیل و شہید وہاں نہ گئے اور یا جا کر رواہ فرار اختیار کی حالانکہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد بیسیوں مناظرے معرض وجود میں آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پس ماندگان قتیل کے پھیپھڑے اس شیرِ نر سے کانپتے تھے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں اور جس مسئلہ پر قلم اٹھایا اس کو الم نشرح کر کے چھوڑا ان تمام تصانیف کا سرتاج اردو ترجمہ قرآن پاک ہے جس کی نظیر نہیں ہے اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہوتا ہے جس کو اعلیٰ درجہ کی تفاسیر پر پوری نظر ہے اس ترجمہ مبارکہ میں محققین مفسرین کا اتباع کیا گیا اور جن اشکالات اور ان کے حل کو مفسرین نے صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمایا ہے اس محسن اہلسنت نے اس کو ترجمہ کے چند الفاظ میں کھول کر رکھ دیا بندہ ضروری سمجھتا ہے کہ چند مثالیں یہاں پیش کرے **مثال اول:** قرآن پاک میں ہے۔ لاریب فیہ عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنس ریب کی نفی ہے اور لفظ (فی) کا مدخول ظرف ہوتا ہے کبھی زمان اور کبھی مکان تو اب معنی یہ ہو گا کہ

قرآن پاک جنس ریب کا محل نہیں بنا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی نے شک نہیں کیا حالانکہ دوسری آیت میں ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا اس آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ قرآن کریم محل ریب بنا اور لوگوں نے اس میں ریب کیا ہے تو اس اشکال کو دور کرنے کیلئے علامہ تفتازانی نے مطول میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر شہیر میں میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر طویل ترین عبارت کو سپرد قلم کیا ہے لیکن اس بحر زخار نے صرف چند الفاظ میں تمام اشکال کا رفع فرما دیا آپ بھی سنیئے (قرآن کریم) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس مختصر عبارت کی بلاغت وہی جانتا ہے جس کو علوم وفنون سے مس ہو اور اگر بندہ اس کی تشریح کرے تو مضمون طویل ہو جائیگا۔

مثال دوم: قولہ تعالیٰ: (یا یھا الناس اعبدو اربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون) میں سب تراجم اس طرف گئے ہیں کہ لفظ لعل بمعنی کی ہے۔ یعنی تا کہ تم پرہیزگار بنو۔ لیکن علامہ بیضاوی نے اس کے متعلق فرمایا "لم یثبت فی الغلة مثلہ پھر علامہ مذکور نے فرمایا کہ یہ حال ہے ضمیر اعبدوا سے تو معنی یہ ہوا کہ (اعبدو راجین ان ینخرطوا فی سلك المتقین) امام اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ کو اختیار فرمایا اور دریا کو کوزہ میں بند کر دیا اور پھر اس پر حضرت مولانا صدر الافاضل حافظ محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسی تفسیر لکھی کہ پڑھنے والا حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ ترجمہ احسن ہے یا کہ تفسیر اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں احسن ہیں تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر تمام تفسیر کو ترجمہ میں اپنی اپنی جگہ رکھ دیا جائے تو مزج کے طور پر ایک آدمی کی عبارت معلوم ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل عبارت ہے۔ بہر حال بندہ بہت دور چلا گیا۔

آمدم برسرِ مطلب بات اس میں چل رہی تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے اپنے وقت کے اہل بطالت اسماعیلیوں کو للکارا۔ اور ہندوستان میں اہل سنت کا سکہ بٹھایا۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ان کے جانشینوں نے پھر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشن کو حتی المقدور پورا

کیا اب ہم ذرا سا پیچھے ہٹ کر آپ کو بتلاتے ہیں کہ مولوی اسماعیل کے زمانہ تک سابق پنجاب وخیبر پختون خواہ جو آجکل مغربی پاکستان سے موسوم ہے اس زہریلے اثر سے محفوظ تھا خوش قسمتی سمجھیئے یا کہ بدقسمتی کہ اس دوران میں واں بھچراں ضلع میانوالی کا ایک طالب علم گنگوہ پہنچا اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس طالب علم کو ایسا انجکشن کر دیا جس کی ایجاد آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں نفاق کی کیمسٹ فیکٹری میں ہوئی تھی اور محدث ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ ہمانے اس کے تیر بہدف علاج کی تشہیر کی پھر کیا ہوا غربی پاکستان میں فتنہ نجدیت کا کہرام مچ گیا اور اس فتنہ کے مفاسد دیکھ کر عوام انگشت بدنداں رہ گئے آخر حضرت السید السند قطب الوقت عالم علم لدنی الشیخ الرئیس حضرت سیدنا و مولانا و مرشدنا سید پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ وارث علوم غوث الثقلین رحمہ اللہ تعالیٰ نے واں بھچراں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اور تلمید گنگوہی پر صرف ایک سوال کیا جس کا جواب مولوی واں بھچروی اور اس کے معاون و مددگار نہ دے سکے اور یہ مولوی صاحب حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ایسے مبہوت ہوئے کہ ایک مشہور روایت کے مطابق ان کا پیشاب بھی خطا ہو گیا اور واں بھچراں میں یہ فتنہ وقتی طور پر دفن ہو گیا۔ اگرچہ اس فرقہ واں بھچراں کے عقائد وہی تھے جو کہ صنادید دیوبند کو مولوی اسماعیل قتیل سے وراثت میں ملے تھے لیکن اکابر دیوبند عوام الناس میں شیعہ شنیعہ کی طرح ذرا تقیہ سے کام لیتے تھے لیکن اس مولوی صاحب واں بھچروی نے تقیہ سے انکار کیا اور معہ اپنی اصلی شکل کے لوگوں کے سامنے عریاں ہو گئے۔ اس لیئے دیوبندی ذرا اس فرقہ واں بھچراں سے خفا ہو گئے تو ان کو ایک اور سہارے کی ضرورت پڑی اور سعی بسیار کے بعد ان کا مقصد گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں حل ہو گیا چنانچہ سرفراز صاحب نے اہل السنت والجماعت کے حق میں ہرزہ سرائی شروع کی ابتداء میں اہل سنت نے اس زہر افشانی کا کوئی نوٹس نہ لیا اور اس کی وجہ شاید یہ تھی ---- کہ کارواں تو چلتا ہی رہتا ہے جب سرفراز صاحب نے دیکھا کہ ہر دو مقصد فوت ہو رہے ہیں اور میں صرف ایک ہاتھ سے تالی پیٹنے کی ناکام سعی کر رہا ہوں اور میرے ولی نعمت ممکن ہے کہ مجھ

سے بدظن ہو جائیں کہ اس کی طرف تو التفات نہیں کیا جارہا تو اس نے اپنی لن ترانیوں میں ایک اور قدم آگے بڑھایا جب علمائے اہل السنّت نے دیکھا کہ سرفراز صاحب حد سے بڑھ رہے ہیں تو بعض نے معمولی تنبیہ پر اکتفا کی اب جب سرفراز صاحب نے دیکھا کہ میری طرف التفات ہونے لگا ہے تو انہوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ اور تفسیر پر 13 جگہ اعتراض شائع کئے اور رسالہ کا نام ''تنقیدِ متین'' رکھا پھر اہل السنّت نے یہ محسوس کیا کہ یہ معمولی تنبیہ انہیں کافی نہیں ہوئی بلکہ ان کی اصلاح کیلئے مفصل اور مکمل تردید کی ضرورت ہے اس بناء پر میرے عزیز القدر فاضل صاحب القلم والبیان مولانا مولوی غلام رسول سعیدی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ کراچی نے اپنے نہایت مصروف وقت سے کچھ فرصت کے لمحات نکال کر تنقیدِ متین کا رد بلیغ فرمایا اور محاربہ عن اللہ جل شانہٗ ورسولہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فریضہ جلیلہ ادا کرنے کی سعی مشکور فرمائی اور کتاب کا نام توضیح البیان لخزائن العرفان رکھا۔ اس فقیر سراپا تقصیر نے تمام کتاب مولانا سعیدی صاحب سے من اولہٖ وآخرہٖ نہایت غور وخوض سے سنی اور اس دوران بیشتر مباحث پر سعیدی صاحب کو اپنے مشورے بھی دیئے اگر یہ فقیر اس کتاب کی تمام خصوصیات بیان کرے تو شاید ماسبق کے برابر اور لکھنا پڑے جس کی وقت اور مقام اجازت نہیں دیتا لیکن بفحوائے (مالا یدرك كله لا يترك كله) کے مطابق اجمالی طور پر تبصرہ ضروری معلوم ہوتا ہے اور کتاب کی چند خصوصیات سپردِ قلم کی جاتی ہیں۔

اول۔

ایمان کامل کی دو جز ہیں۔ عقیدہ اور عمل۔ اور عقیدہ عمل کی بنیاد ہے بغیر عقیدہ عمل بے کار اور پھر عقائد کا سرتاج عقیدہ توحید ورسالت ﷺ ہے اور تقریباً تمام اہل بطالت نے توحید ورسالت ﷺ میں ٹھوکریں کھائی ہیں اس زیرِ تبصرہ کتاب میں توحید ورسالت ﷺ کا وہ مفہوم بیان کیا گیا ہے جس پر کتاب وسنت اور اقوال سلف صالحین دلالت کرتے ہیں اور اس عقیدہ کے

پرچار کیلئے انبیاء عظام علیہم السلام کی بعثت ہوئی لہٰذا اسی عقیدہ کا صحیح مفہوم بیان کرنا اسوۂ حسنہ کا اتباع ہے۔

نہ کہ من گھڑت بے سروپا اختراعات اسوۂ حسنہ کے زمرے میں آتے ہیں جیسا کہ مقرظین صفدر کی رائے ہے۔

دوم۔

اکثر قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی کا رد کرنا ہو تو صرف اتنی عبارت پر اکتفا کی جاتی ہے جو رد کیلئے کافی ہو لیکن علامہ سعیدی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کے جوان علم نے اس قاعدہ پر عمل کو پہلوان کے ہاتھ میں چھڑی تھما دینے کے مترادف قرار دیا۔ کیونکہ الباطل المحامی تو گزرگراں کا مستحق ہوتا ہے اس لئے مولانا نے جہاں جہاں سرفراز صاحب کا رد فرمایا ہے تو پہلے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی ہے اور اس مسئلہ کے تمام نشیب و فراز پر بحث کی ہے اور اس کے ہر کونے کو کھنگال کے رکھ دیا ہے اور تمام دلائل کو حتی المقدور ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے جو کہ موتیوں کی طرح قرطاس کتب پر بکھرے پڑے تھے تاکہ قارئین مسئلہ کی تہہ تک پہنچ سکیں اور رد بلیغ کے ساتھ ساتھ پورے مسئلہ پر گفتگو کر سکیں۔

سوم۔

چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ (العلوم تزداد یوم فیوما) تو متاخر کے سامنے کتب کا ذخیرہ چونکہ زیادہ ہوتا ہے اس لیئے بسا اوقات متاخر ایسے دلائل بیان کرتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ وہ دلائل کی تقریب ایسے اچھوتے انداز میں کرتا ہے کہ کتب متقدمین اس سے مجموعی طور پر خالی ہیں۔ بنا بریں کتاب زیر تبصرہ میں قارئین کو ایسے دلائل ملیں گے اور ان کا طرز استدلال ایسا انوکھا ہو گا کہ کتب سابقہ اس سے خالی ہیں اور اس سے متقدمین کی گستاخی مقصود نہیں ہے کیونکہ متاخر کیلئے کتب متقدمین اساس کا کام دیتی ہیں۔ قدماء نے بنیاد مستحکم کی اور متاخرین نے اس پر محل تعمیر کیا

یہ امر تحریر کرنے کی ضرورت اس لیئے پیش آئی کہ ناہموار طبائع تعصب کے طور پر جھٹ گستاخی کا فتویٰ صادر کرتی ہیں۔ دیکھیئے شیخ محمد عبد الحق قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے والدین شریفین المطہرین کی شرافت وطہارت اور اسلام کا مسئلہ متاخرین پر منکشف ہوا ہے۔

چہارم۔

چونکہ کلام پاک ایک جامع کتاب اور مختلف الانواع مسائل کا گنجینہ ہے تو اس کلام پاک کا ترجمہ اور تفسیر انہیں مسائل کی حامل ہوگی اور چونکہ صاحب تنقید نے اہل سنت کے ہر مسلک اور عقیدہ پر تعصب کے طور پر حملہ کیا ہے اور علامہ سعیدی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ نے ہر جگہ اس کا تعاقب فرمایا اور ہر مسئلہ کو شرح وبسط سے بیان کر دیا ہے۔ تو تقریباً تمام متنازع فیہا مسائل مع دلائل قاہرہ کتاب زیر تبصرہ میں آگئے ہیں تو اب یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے کہ ایسی جامع مختلف الانواع کتاب آج تک منصۂ شہود پر جلوہ گر نہیں ہوئی۔ فالحمد لله علی ذالك

پنجم۔

کتاب زیر تبصرہ استدلال اور رد کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ کتاب وسنت، اقوال صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین خصوصاً علمائے احناف کثرہم اللہ تعالیٰ سے تمسک کیا گیا ہے۔ اور سرفراز صاحب کے اکابرین کے اقوال اور خود سرفراز صاحب کی اپنی عبارات سے رد بلیغ اس طور پر کیا گیا ہے کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ سرفراز صاحب نے جو تنقید کی ہے وہ نرا تعصب ہے۔ ورنہ اس کے اکابر اور وہ خود بھی اس تنقید سے محفوظ نہیں ہیں۔

ششم۔

سرفراز صاحب نے کئی مقامات پر صرف دعویٰ پر اکتفا کیا ہے اور اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور اپنے دعویٰ کو بالکل تشنہ چھوڑ دیا ہے اس لیئے علامہ سعیدی صاحب نے ان کو وہاں آڑے ہاتھوں لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ باتیں تو ایک مبتدی ہی کر سکتا ہے۔ برخلاف علامہ

سعیدی صاحب کے کہ انہوں نے صرف لا نسلم پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر دعویٰ کو براہین سے مبرہن کیا ہے۔

ہفتم۔

طرزِ تحریر اور اندازِ بیان نہایت برجستہ اور فصاحتِ الفاظ اور حلاوتِ کلام ایسی ہے کہ بار بار سننے اور پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اردو کا بہت بڑا ادیب اپنا شاہکار پیش کر رہا ہے۔(هذه سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضاعف لمن یشاء) الالتماس فی حضرت رب العالمین جل شانہٗ سبحانک اللھم۔ اے ہمارے رب ہر دور میں معاندین نے تیری تنزیہہ پر حملے کئے اور قبائح کو تیری ذاتِ مقدسہ، مطہرہ کی طرف منسوب کیا اور اسی طرح اہلِ بدعت نے تیرے حبیب لبیب، معظم مکرم ﷺ کی توہین کا ارتکاب والتزام کیا ہے لیکن ہر زمانے میں تو نے ہم اہل السنّت والجماعت کو یہ توفیق سعید عطا فرمائی کہ تیرے اور تیرے حبیب ﷺ کی طرف سے جہاد اور محاربتہ کریں۔ فالحمد الله علی ذالك والشکر۔ اگر ہمارا ہر بال کروڑ زبانوں کی شکل اختیار کرے اور ہم تیرا شکر ادا کرتے رہیں تو ہم ادائے شکر سے قاصر ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمہ کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت بگذاشتت

حررہٗ الفقیر

الی اللہ الصمد خادم العلم

عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

قبلہ استاذی المکرمؒ کی مسئلہ نور پر ایک نادر تحریر ملاحظہ فرمائیں

الحمد الله الذی خلق الانسان و علمه البیان والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیه ورسوله الذی نزل علیه الفرقان واطلعه علی مایکون و ماهو قد کان امابعد فقیر کی نظر سے ایک چھوٹا سا رسالہ گزرا ہے جس میں کسی مولوی سلطان محمود صاحب کٹھیالہ شیخاں نے اہل سنت پر چودہ 14 سوال کئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سوالات سائل کی ساری علمی عمر کا نتیجہ ہیں اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کا مقصد صرف اطمینان قلبی کیلئے جواب حاصل کرنا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے نزدیک یہ سوالات لاینحل ہیں سوالات کی طرز ایسی ہے جیسے کسی غیر مسلم نے سوالات کئے ہیں یعنی جناب سرکار دو عالم سرور مدینہ ﷺ کی عزت واحترام جو کہ ایک مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے بالکل سوالات سے معلوم نہیں ہوتی بلکہ اکثر جملے نہایت گستاخانہ ہیں اس لئے بندہ مدافعت کے طور پر سوالات کا جواب دینا چاہتا ہے امید ہے کہ سائل اور ان کے ہم مشرب لوگ ضرور وہ ان جوابات پر غور کریں گے اور اگر انہوں نے انصاف کی عینک لگا کر غور کیا تو امید ہے ضرور اپنی ضد سے ہٹ جائیں گے چونکہ تمام سوالات کی مدار مسئلہ بشریت اور حاضر و ناظر اور علم غیب پر ہے اس لیئے بندہ اولاً نور و بشریت کی تحقیق کرتا ہے اور اس کے بعد ایک ایک سوال کا جواب دیا جائیگا اور بعد میں علم غیب کی تحقیق کر کے اس کے متعلق سوالات کا جوابات دے گا بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہٖ مسئلہ سے قبل چند چیزوں کا جاننا تمہید کے طور پر ضروری ہے۔

(اول) لفظ مشترک وہ ہوتا ہے کہ جسکے حقیقی معانی ایک سے زائد ہوں جیسا کہ عربی میں عین کا لفظ ہے کہ سورج اور آنکھ دونوں اس کے حقیقی معنی ہیں اور لفظ عین کا استعمال ہر ایک معنی میں حقیقت ہے لیکن کوئی ذی عقل یہ گمان کبھی نہیں کر سکتا کہ دونوں معنی کی ایک حقیقت ہے اسی طرح سمیع بصیر علیم حیی قدیر مرید متکلم یہ سات صفات اللہ تعالیٰ کے ہیں اور مخلوق میں بھی یہ پائے اور

استعمال کئے جاتے ہیں لیکن ہر ایک کی حقیقت علیحدہ ہے اگرچہ کتب کلامیہ میں اس کی تصریح موجود ہے تاہم نقل پیش کی جاتی ہے علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح شفا جلد اول صفحہ 510 پر فرمایا ہے (فاللہ سمیع بصیر علیم حیی قدیر مرید متکلم و قد اثبت ھذہ الصفات ایضاً لبعض المخلوقات ولکن بینھما بون بعید) یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا، جاننے والا، زندہ قدرت والا، ارادہ کرنیوالا اور بولنے والا ہے اور یہ صفات بعض مخلوق کیلئے بھی ثابت کیں لیکن ہر دو کے درمیان بڑا فرق ہے۔ اگر کتب عقائد کا یہ مسئلہ آجکل نجدی سمجھ لیں تو بہت سے سوالات ان کے نزدیک خود بخود حل ہو جائینگے۔ (دوم) ایک چیز کے متعدد نام ہوتے ہیں اور ہر نام کی اس چیز پر پوری دلالت ہوتی ہے اور یہ سمجھنا حد درجہ کی کم فہمی ہے کہ ناموں کے تعدد سے اس چیز میں تعدد آجائے گا یا کہ وہ چیز دونوں ناموں کے معنی کے مرکب ہو جائے گی مثلاً امیر المومنین خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین نام۔ عمر الفاروق ابوحفص رضی اللہ عنہ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر معنی اس ذات مقدس پر پورا دلالت کرتا ہے اور نام کے تعدد سے نہ ذات کا تعدد ہوا اور نہ وہ ذات تین چیزوں سے مرکب ہوئی۔ (سوم) جس آیت یا حدیث کے آئمہ اہل سنت نے متعدد معانی بیان کئے ہوں۔ تو اگر ان معانی میں تضاد نہیں ہے تو سب درست ہیں اور اگر تضاد ہے تو کوئی معنی اختیار کرنے پر کفر وشرک لازم نہیں آتا اور کوئی ایک معنی لے کر دعویٰ پر دلیل دی جا سکتی ہے اور اس کو استدلال باحد التفسیرین کہا جاتا ہے مثلاً قرآن کریم میں ہے (ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون) یعنی تحقیق جو لوگ کافر ہوئے تمہارا ان کو ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں ان پر برابر ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائینگے۔ یہاں مفسرین کے دو قول (اول) یہ کہ یہاں خاص خاص کفار مراد ہیں مثل ابوجہل وغیرہ کے جو کفر پر مر گئے۔ (دوم) یہ کہ اس سے مطلق کفار مراد ہیں۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر دو قول کو نقل کر کے آخر میں بیان فرمایا کہ اگر لفظ "الذین" سے خاص خاص کفار

مراد ہوں تو سرکار دو عالم ﷺ کا یہاں ایک معجزہ بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کو ایسی غیب کی خبر دی ہے جو بالکل درست تھا اور غیب جاننا اور بتلانا انبیاء علیہم السلام کا معجزہ ہے عبارت ملاحظہ ہو۔(و فی الایۃ اخبار بالغیب علی ما ھو بہ ان ارید بالموصول اشخاص باعیانھم فھی من المعجزات) یعنی اگر لفظ ''الذین'' سے خاص معین کفار مراد ہوں تو آیت میں ایک درست غیب کی خبر دینی ہے تو یہ آیۃ معجزات سے ہے۔اور اسی طرح بعض علماء نے ایک دوسرے دعویٰ پر بھی اس آیۃ شریف سے استدلال کیا ہے اور وہ استدلال بھی اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ لفظ الذین سے خاص خاص کفار مراد ہوں۔اب یہاں سوال ہوتا تھا کہ جب آیۃ کی دو تفاسیر اور اس میں دو احتمال ہیں تو ایک تفسیر لے کر یہ استدلال کیسے درست ہوا تو علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حاشیہ میں اسکا جواب بایں الفاظ دیا ہے(والا ستدلال مبنی علیٰ ان یراد بالموصول ناس باعیانھم فھو فی الحقیقۃ استدلال باحد وجھی التفسیر لیس استدلالا بالمحتمل) یعنی بعض علماء کا یہ استدلال اس امر پر مبنی ہے کی کہ لفظ الذین سے جو کہ اسم موصول ہے معین لوگ مراد ہوں اور یہ استدلال تفسیر کے دو طریقوں سے ایک طریقہ پر ہے اور یہ استدلال بالاحتمال نہیں ہے۔اس سے ہمارا یہ مدعیٰ ہے کہ جب آیۃ مبارکہ یا حدیث شریف کے دو معنیٰ علماء نے ذکر کیئے ہوں اور ہم اہل سنت ایک وجہ کی بناء اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کریں تو آجکل کے نجدی ناواقف جھٹ اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں دو احتمال ہیں لہٰذا دلیل درست نہیں ہے کیونکہ مشہور مقولہ ہے(اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال)تو مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہو گیا کہ استدلال بالاحتمال اور استدلال باحد وجھی التفسیر کے درمیان بڑا فرق ہے کسی ماہر کے پاس جا کر سمجھو نجدی لوگ بزعم خود تو بڑے مفسر اور محدث ہونے کے مدعی ہیں لیکن مبلغ علم یہ ہوتا ہے کہ معمولی چیزوں سے بھی پوری ناواقفی ہوتی ہے۔اس تمہید کے بعد ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ بیشک عقیدہ بیان کرتے وقت سرور دو عالم ﷺ کو بشر کہا گیا ہے اور بشر کا اطلاق کفار اور عام مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے اور یہ اطلاق حقیقی ہے لیکن اس اطلاق سے یہ ہرگز

ثابت نہیں ہوتا کہ سرکار مدینہ ﷺ اور دوسرے عام انسانوں کی حقیقت ایک ہے یہ اسی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور انسان ہر دو کو سمیع و بصیر کہا گیا ہے اب کوئی نجدی یہ دعویٰ کر دے کہ دونوں میں سمع اور بصر کی ایک حقیقت ہے اب فقیر کہتا ہے کہ بے شک ہمارا عقیدہ ہے کہ سرور دو عالم ﷺ بشر ہیں اور بشر کا اطلاق آپ پر حقیقت ہے لیکن یہ بشر اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے جو دوسرے انسانوں کی حقیقت سے مغائر ہے جیسے سورج کو عین کہا جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے لیکن کوئی ذی فہم یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آنکھ کو بھی عین کہنا حقیقۃ ہے لہٰذا دونوں کی حقیقت ایک ہے یہاں تک تو سرور عالم ﷺ کی بشریۃ کے متعلق مختصراً عرض کیا گیا ہے اب بندہ عرض پرداز ہے کہ اسی حقیقۃ محمدیۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ،اللہ تعالیٰ جل شانہ نے (نور) بلکہ نور علیٰ نور بھی فرمایا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اس حقیقت طیبہ کو صدہا ناموں سے یاد فرمایا ہے چنانچہ کتب سیر میں مرقوم ہے کہ جتنے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں اتنے ہی سرور دو عالم ﷺ کے ہیں علامہ خفاجی نے شرح شفاء میں فرمایا ہے (وفی شرح الترمذی ان للنبی ﷺ الف اسم) یعنی شرح ترمذی میں ہے کہ آپ کے ایک ہزار نام ہیں تو یہ سب نام اس ذات مقدس پر دلالت کرتے ہیں۔ جو کہ دوسرے انسانوں سے مغائر ہے اب بشریۃ اور نور کے متعلق اس فقیر نے جو بیان کیا ہے اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1

وحق آنست کہ آنحضرت ﷺ تشرف بزمان نیست بلکہ زمان تشرف باوست چنانکہ اماکن وہیں است حکمت در عدم وقوع ولادت شریف در اشہر مشہور بکرامت و برکت چنانکہ محرم و رجب و رمضان و چنانکہ از ایام یوم جمعہ افضل است و خلق آدم علیہ السلام در وست یہ عبارت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ہے جو کہ مدارج النبوۃ صفحہ ۳ جلد دوم میں ہے اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وجہ سے زمان اور مکان کو شرافت حاصل ہوئی ہے

اس لئے آپ کی ولادت مبارک پیر کے دن کو ہوئی تا کہ سوموار کو آپ کی ولادت کی وجہ سے شرف حاصل ہو اگر ولادت مبارکہ جمعہ کے دن ہوتی تو یہ وہم پڑتا کہ شاید جمعہ کی شرافت کی وجہ سے آپ کو بزرگی حاصل ہوئی ہے اس طرح فقہاء اور محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ قبر مبارک کی وہ مٹی جو کہ آپ کے بدن مبارک سے لگی ہوئی ہے اس کا رتبہ کعبہ شریف سے زیادہ ہے آپ کے سوا دوسرے مقبولان بارگاہ ایزدی کو زمان اور مکان سے شرافت حاصل ہوتی ہے چنانکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش جمعہ کو اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادۃ دسویں محرم الحرام کو ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تا کہ زمان اور مکان کی شرافت سے ان حضرات کو بزرگی عطاء ہو۔ تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک میں اللہ تعالیٰ نے شرافت ودیعت فرمائی اور دوسرے بزرگان دین کو اللہ تعالیٰ نے خارجی اوصاف سے بزرگی عطاء کی۔ تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اور حقیقۃ دوسرے بزرگان دین سے مغائر ہے اور اگر ان سب کی ذات اور حقیقت ایک جیسی ہوتی تو شرافت جو کہ بزرگان دین کے لوازم سے ہے۔ میں تفاوت نہ ہوتا یا تو تمام کی شرافت ذاتی ہوتی اور یا تمام کو شرافت خارجی امور سے عطاء کی جاتی۔ جو ہم نے شرافت کے متعلق تحریر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا فرمایا کہ دوسری اشیاء آپ ﷺ سے شرافت حاصل کریں تو شرافت آپ کی ذات میں داخل ہوئی بخلاف دوسرے مقبولوں کے وہ شرافت میں دوسری اشیاء کی طرف محتاج ہیں تو ذات اور حقیقۃ کے لوازم میں اختلاف واضح ہو گیا اور یہ امر مسلم ہے کہ جب ذات اور حقیقۃ کے لوازم میں اختلاف ہو تو ملزومات میں بھی ذات اور حقیقۃ کے لحاظ سے تغائر اور تخالف ہوتا ہے ہم نے محقق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اول دلیل کے طور پر اس لئے ذکر کی ہے تا کہ سائل صاحب کو یہ معلوم ہو جائے کہ اہل سنت کا مذہب مہذب محدثین سابقین سے ماخوذ ہے اور اختراعی نہیں ہے۔

دلیل نمبر 2۔

قولہٗ تعالیٰ (واذقال ربك للملائكة انی جاعل فی الارض خليفة) ترجمہ اور یاد کر جس وقت تیرے رب نے فرشتوں کو فرمایا کہ تحقیق میں زمین میں خلیفہ اور نائب پیدا کرنیوالا ہوں۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مبارکہ کی جو تفسیر کی ہے وہ ملاحظہ ہو (والخليفة من يخلف غيره و ينوب منابه والمراد به آدم عليه السلام لانه كان خليفة الله تعالیٰ فی ارضه وكذالك كل نبی استخلفهم فی عمارة الارض وسياسة الناس وتكميل نفوسهم) مطلب یہ ہے کہ خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو کسی کا نائب ہو اور اس سے مراد آدم علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے نائب اس کی زمین میں ہیں تا کہ زمین کی آبادی ہو اور دوسرے لوگوں کو جہان بانی کے اصول سکھائیں اور ان کے نفوس کی تکمیل کریں اس کے بعد علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (لا لحاجة به تعالیٰ الی من ينوبه بل لقصور المستخلف عليه من قبول فيضه و تلقی امره بغيروسط ولذالك لم يستبی ملكا كما قال تعالیٰ ولو جعلنا ملكاً لجعلناه رجلاً) مذکورہ بالا عبارت کی شرح علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاشیہ میں اس طرح فرمائی ہے۔ (لا لحاجة به تعالیٰ دفع توهم ان الخلافة عن الخير انما يكون لغيبة او عجزه او موته وكل ذالك محال علی الله تعالیٰ قوله بل لقصور المستخلف عليه لما انه فی غاية الكدورة والظلمة الجسمانيه وذاته تعالیٰ فی غاية التقدس والمناسبة شرط فی قبول الفيض علیٰ ماجرت العادة الالهية فلا بدمن متوسط ذاجهتی التجرد و التعلق يستفيض من جهته و يفيض باخری) علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر ایک اعتراض وارد ہوتا تھا جو کہ دراصل کلام پاک پر اعتراض تھا اور علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ کوئی نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ خلیفہ وہ مقرر کرتا ہے جو کہ غائب ہوتا کہ اس غیوبۃ کے زمانہ میں خلیفہ اس

کا نائب رہے یا خلیفہ وہ مقرر کرتا ہے جو کہ خود انتظام سے عاجز ہو اور یا خلیفہ کا تقرر وہ کرتا ہے جس پر موت آنی ہوتا کہ بعد از موت خلیفہ اسکا نائب رہے اور غیبوبت اور عجز اور موت ہر ایک اللہ تعالیٰ پر محال ہے جو کہ ہو ہی نہیں سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنا خلیفہ کیوں مقرر فرمایا یہاں تک تو سوال کی تفصیل تھی اس کے بعد بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا ہے اس کی تفصیل عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت مبارک اس طرح ہے کہ فیض حاصل کرنے کیلئے فیض دہندہ اور فیض حاصل کنندہ کے درمیان مناسبت شرط ہے بغیر مناسبت فیض حاصل نہیں ہو سکتا اور یہاں فیض دہندہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اور فیض حاصل کنندہ خداوند عالم کی مخلوق ہے اور ہر دو کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ مخلوق میں انتہائی کدورۃ اور ظلمۃ ہے اور اللہ تعالیٰ میں غایت درجہ کا تقدس اور پاکیزگی ہے اور کدورۃ و تقدس میں کوئی مناسبت نہیں ہے لہٰذا مخلوق اس امر میں عاجز اور قاصر تھی کہ اللہ تعالیٰ سے بلا وسیلہ فیض حاصل کرے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے اور دوسری مخلوق کے درمیان وسیلے پیدا کئے جن میں تجرد بھی ہے یعنی تقدس اور تعلق بھی یعنی ان کی شکل انسانوں کی سی ہے تجرد اور تقدس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ان کو مناسبت ہے لہٰذا تقدس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور تعلق اور صورت بشری کے ذریعے وہ دوسری مخلوق سے مناسب ہیں لہٰذا اس تعلق کے ذریعہ سے دوسری مخلوق تک اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کا فیض پہنچاتے ہیں ان اکابرین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت وہ نہیں ہے جو کہ دوسرے انسانوں کی ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو جس طرح دوسرے لوگ عدم مناسبت کی وجہ سے فیض باری تعالیٰ حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی بلا واسطہ مستفیض نہیں ہو سکیں گے اور باب نبوت غیر معقول متصور ہو گا پس انبیاء علیہم السلام صاحب تجرد اور صاحب تعلق ہوئے اور دوسرے لوگ صرف صاحب تعلق ہیں عبارت مذکور بالا میں علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملائکۃ کو اسی لئے نبی نہیں بنایا گیا کہ ان سے بھی عدم مناسبۃ کی وجہ سے حصول فیض نہیں ہو سکتا اسی لیئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (ولو جعلنا ملکا

لجعلناه رجلا) یعنی اگر ہم فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتے تو وہ بھی مرد ہوتے۔ اس آیہ شریف میں غور کرنے کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انکی حقیقۃ وہی ہو جو دوسرے انسانوں کی ہوتی ہے بلکہ صرف یہ ضروری ہے کہ انکا بشری لباس ہو اور انسانوں کی شکل میں ہوں اور دیکھنے والا ان کو انسان سمجھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو وہ مرد ہوتا تو ظاہر ہے کہ جب فرشتہ کو مرد بنا کر بھیجا جاتا تو وہ صرف شکل میں مرد ہوتا اور اس کی حقیقت دوسرے انسانوں جیسی ہرگز نہ ہوتی بلکہ اس کی حقیقت ملکی ہوتی تب ہی آیۃ مبارکہ کا مفہوم درست ہوتا کہ فرشتہ مرد بن کر آیا ہے اور اگر اس کی حقیقۃ دوسرے انسانوں جیسی ہوتو ہرگز یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ فرشتہ مرد بن کر آیا ہے۔ مثلاً زید عمروان ہر دو کی شکل بھی بشری ہے اور حقیقۃ بھی بشری تو ان کو ہرگز یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ ہر دو فرشتے مرد کی شکل میں ہیں۔ اہل نجد کو قرآن دانی کا دعویٰ تو بڑا ہے لیکن قرآن پاک کے عام فہم معانی سے بھی عاری ہیں۔ اس دلیل سے تو یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت اور انسانوں سے مختلف ہے اس کے بعد علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں بھی فرق بیان کیا ہے جیسا کہ ہم دلیل اول میں بیان کرائے ہیں عبارت ملاحظہ ہو (الا تریٰ ان الانبیاء لما فاقت قوتهم واشتعلت قریحتهم بحیث یکاد زیتها یضی ولو لم تمسسه نار ارسل الیهم الملائکه ومن کان منهم اعلیٰ رتبة کلمه بلا واسطة کما کلم موسیٰ علیه السلام فی المیقات و محمد صلی الله علیه وآله وسلم لیلة المعراج) اس عبارت میں علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی قوۃ اور طبع اس قدر قوی اور روشن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ وحی فیض حاصل کر سکتے ہیں اور پھر طبیعت کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے مراتب متفاوت اور مختلف ہیں۔ علامہ عبد الحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبارت مذکورہ بالا کی تشریح اس طرح بیان فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (بحیث یکاد زیتها یعنی لانها تکاد تعلم ولو لم یتصل بملك الوحی والالهام الذی مثل النار من حیث ان العقول تشتعل

عنہا) یعنی انبیاء علیہم السلام کی طبیعۃ اس طرح روشن اور طاقت ور ہے کہ اگر ان پر وحی الہام نازل نہ ہوتا تو بھی وہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ سے فیض حاصل کر سکتے تھے۔ اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام باعتبار ذات اور حقیقۃ کے دوسرے لوگوں سے مغائر اور مختلف ہیں اُن کی ذات اور حقیقۃ میں یہ استعداد ہے کہ تمام مراتب ان کو بغیر واسطہ وحی اور الہام کے حاصل ہو سکتے ہیں بخلاف دوسرے لوگوں کے ان کی ذات اور حقیقۃ اس طرح نہیں ہے اب ذرا غور کا مقام ہے کہ کہاں آج کل کے اہل نجد محرف قرآن اور کہاں علماء مفسرین محدثین, محققین ان علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تو تصریح فرمادی کہ انبیاء علیہم السلام کی طبیعۃ اور ذات ہم جیسی نہیں ہے بلکہ وہ خداوند عالم کی ایسی مخلوق ہے کہ وحی اور الہام کی طرف محتاج نہیں ہے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ سے ایسی مناسبت ہے کہ فیوضات الہیۃ ان پر بلا واسطہ ضوفگن ہیں اور نجدی تو یہ کہتے ہیں کہ بس ہم میں اور انبیاء علیہم السلام میں بس یہ فرق ہے کہ ان پر وحی نازل ہوتی تھی اور ہم پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ ہم اہل نجد سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہی بات ہے تو پھر وحی تم پر کیوں نازل نہیں ہوتی؟ اور یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہے؟ بلکہ اصلی وجہ وہی ہے جو کہ علماء, محققین نے بیان فرمائی کہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتی خصوصیت ایسی ہے کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مناسبۃ ہے اور وہ مناسبت اللہ تعالیٰ اور دوسرے لوگوں کے درمیان مفقود ہے۔

دلیل نمبر 3۔

قولہ تعالیٰ: واذا جاء تھم آیۃ قالوالن نؤمن حتی نوتیٰ مثل ما اوتی رسول اللہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ) علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ مبارکہ کا شان نزول یہ بیان فرمایا ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ ہم اور حضرت عبد مناف کی اولاد شرافت اور بزرگی میں بالکل ایک دوسرے کے برابر ہیں اب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اس کو میں تسلیم نہیں کرتا جب تک ہم پر بھی اس قسم کی وحی نازل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کا رد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ذاتی خصوصیات اس قسم کے ہیں کہ وہ محل وحی بن سکتے اور

تمہاری ذات محل وحی کے ہر گز قابل نہیں۔علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ملاحظہ ہو (ان النبوۃ لیست بالنسب والمال وانما ھی بفضائل نفسانیۃ یخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھا من یشاء من عبادہٖ فیجتبی لرسالاتہٖ من علم انہ یصلح لھا وھو اعلم بالمکان الذی یضعھا فیہ) مطلب یہ ہے کہ نبوۃ کی مدار نسب اور مال پر نہیں ہے بلکہ نبوۃ کیلئے ضروری ہے کہ نبی میں قبل از وحی ذاتی بزرگی اور شرافت ہو اور یہ ذاتی شرافت اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطاء فرماتا ہے تو جو رسالۃ کی صلاحیۃ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رسالۃ کیلئے اسکو چن لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس جگہ اپنی رسالۃ رکھتا ہے اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔اس آیۃ مبارکہ اور اس کی تفسیر سے چند امور واضح ہو جاتے ہیں۔

امر اول:۔ نبی میں ذاتی فضائل ہوتے ہیں جو کہ دوسروں میں نہیں ہوتے۔لہٰذا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور غیر نبی کے ذوات اور حقائق میں تخالف ہے۔

امر دوم:۔ اللہ تعالیٰ جس کو رسالۃ عطاء فرمانا چاہتا ہے کہ خِلقی طور پر اس کی ذات میں فضائل پیدا فرماتا ہے اور نبوۃ کے وہبی ہونے کا یہی معنیٰ ہے۔اور یہ معنیٰ ہر گز نہیں ہے کہ نبی اور غیر نبی کی ذات اور حقیقۃ ایک جیسی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ایک کو نبوت عطاء فرماتا ہے اور دوسرے کو محروم کر دیتا ہے۔کیونکہ یہ بالکل غیر معقول ہے

امر سوم:۔ نسب میں شرکت سے یہ ہر گز لازم نہیں آتا کہ سب کی حقیقۃ اور ذات ایک جیسی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسب کو مدار رسالۃ نہیں فرمایا بلکہ فضائل نفسانیۃ اور کمالات ذاتیۃ کو مدار رسالۃ ٹھہرایا ہے تو معلوم ہوا کہ شرکت نسب سے ذات اور حقیقۃ میں شرکت لازم نہیں آتی اور اگر شرکت لازم آئے جیسا کہ اہل نجد کا خیال ہے تو پھر نسب کو مدار نہ ٹھہرانا اور ذاتی فضائل کو مدار ٹھہرانا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

امر چہارم:۔ یہ خیال ابو جہل کا تھا کہ آنحضرت ﷺ اور ہماری حقیقۃ ایک جیسی ہے لہٰذا آپ

پر وحی کا نازل ہونا اور ہم پر نازل نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اس ترجیح کا یہ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے ذاتی فضائل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو تم سے افضل پیدا فرمایا ہے اور تمہاری ذات میں وہ فضائل نہیں ہیں لہٰذا ترجیح بالمرجح ہے اور ذاتی تخالف مرجح ہے اور اسی ذاتی تخالف کی طرف اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ) یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات رسالۃ کی صلاحیۃ رکھتی ہے اور تمہاری ذوات اس کی صالح نہیں ہیں۔

امر پنجم:۔ اگر اہل نجد کا یہ مفروضہ مان لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے انسانوں کی پوری حقیقۃ ایک جیسی ہے تو ابو جہل علیہ اللعنۃ نے جو ترجیح بلا مرجع کا اعتراض اٹھایا تھا وہ اس آیۃ مبارکہ سے ہرگز اٹھ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے اس فرمان کا کوئی معنی محصل نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مقام رسالۃ کو اچھی طرح جانتا ہے اگر حقیقۃ ایک جیسی ہے تو ایک جگہ پر اسی حقیقۃ کے متعلق کہنا کہ ہم کو مقام رسالۃ کا علم ہے اور یہ حقیقت رسالۃ کی صالح ہے اور دوسرے مقام پر صالح نہیں ہے معنی ندارد ہے۔

امر ششم:۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ رسالۃ کی مدار ذاتی فضیلۃ پر ہے پھر اگر انسانوں کی حقیقۃ ایک جیسی ہو اور بعض کو رسالۃ عطاء کی جائے اور بعض کو عطاء نہ کی جائے تو لازم آئیگا کہ ایک ہی حقیقۃ میں ذاتی فضائل ہوں اور نہ بھی ہوں اور یہ اجتماع نقیضین غیر معقول ہے یہاں تک ہم نے قرآن کریم اور تصریحات علماء اعلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر اگرچہ لفظ بشر کا اطلاق ہے لیکن ان کی اور دوسرے انسانوں کی ذاتوں میں تغائر ہے اور یہی امر معقول ہے خصوصا سرکار دو عالم ﷺ کی ذات مبارکہ میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں ہے اس کے بعد ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام خصوصا سرکار دو عالم ﷺ نور ہیں۔

دلیل نمبرا:۔ قولہ تعالیٰ (قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین) اس آیۃ کی تفسیر میں

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح مواہب الدنیۃ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ اعلم ان اللہ تعالیٰ قد وصف رسولہ ﷺ بالنور ای اخبر عنہ با نہ نور فی قولہ تعالیٰ قد جاء کم الخطاب لا ھل الکتاب فی قولہ یا اھل الکتاب وھو شامل التوراۃ والانجیل وکانوایخفون ما فیھا من صفات النبی ﷺ (من اللہ نور)ھو محمد ﷺ وقیل المراد بالنور القرآن وما افادہ المصنف من ترجیح الاول ھوالصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علیٰ ارجح الاقوال وبہ جزم عیاض فی محل) مطلب عبارت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو نور فرمایا اس آیہ مبارک میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اہل کتاب یہود ونصاریٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور ظاہر کتاب آئی ہے اس نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نور سے مراد قرآن کریم اور پہلے معنی کو ترجیح ہے ۔یعنی راجح یہ ہے کہ نور سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور یہی صحیح ہے۔ اس لئے علامہ جلال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں صرف یہی قول نقل فرمایا ہے حالانکہ اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ صرف راجح قول ہی نقل کرے گا اور قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک مقام میں اسی تفسیر پر جزم کا اظہار کیا ہے اور یہ کہ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ آنحضرت ﷺ کے وہ اوصاف چھپاتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں ذکر فرمایا ہے اب آیہ مبارکہ اور اس کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

امر اول:۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو قرآن پاک میں نور فرمایا ہے آپ کو نور نہ کہنا اور اسکا الٹا انکار کرنا قرآن پاک کا انکار ہے۔

امر دوئم:۔ آیہ مبارکہ میں نور کی تفسیر آنحضرت ﷺ ہیں یہ تفسیر علامہ قسطلانی صاحب مواہب لدنیۃ اور علامہ سیوطی اور قاضی عیاض اور علامہ زرقانی کے نزدیک راجح اور صحیح ہے۔

امر سوم:۔ تورات اور انجیل میں بھی آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نور سے یاد فرمایا اور یہود و نصاریٰ باوجود علم کے آنحضرت ﷺ کے وصف نور کو چھپاتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کو نور فرما کر آپ ﷺ کے اس وصف کو ظاہر فرمایا۔

امر چہارم:۔ آنحضرت ﷺ کو نور نہ کہنا اور اس سے انکار کرنا اور مسلمانوں کو یہ نہ بتلانا کہ آنحضرت ﷺ نور ہیں ایسا بد فعل کرنے والا یہود و نصاریٰ کی سنت ادا کر رہا ہے۔ جیسا کہ آج کل کے اہل نجد کے عموماً اور مصنف رسالہ چودہ مسائل خصوصاً نیز جاننا چاہیے کہ آیۃ مبارکہ میں نور سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک آنحضرت ﷺ ہیں۔ اور بعض کے نزدیک نور سے مراد قرآن کریم ہے اور بندہ ابتداء میں بیان کر آیا ہے کہ جس آیۃ کی دو تفسیریں ہوں تو ہر ایک کے ساتھ استدلال درست ہے اور اس سے دوسری تفسیر کا انکار لازم نہیں آتا ہم اہلسنت تو آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کو نور اعتقاد کرتے ہوئے دونوں تفاسیر کو درست مانتے ہیں اور اہل نجد آنحضرت ﷺ کے نور ہونے کا انکار کر کے قرآن پاک کی راجح اور صحیح تفسیر کا انکار کر کے یہود و نصاریٰ کے زمرے میں داخل ہوتے ہیں اور اہلسنت آنحضرت ﷺ کے نور ہونے کا اعلان کر کے سنت خداوندی پر عمل کرتے ہیں۔ فالحمد اللہ علیٰ ذالک۔

نوٹ: قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون ہمیں اتنا ہی ملا ہے بعض مصروفیات کی وجہ سے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ یہ مضمون مکمل نہیں کر سکے۔ اگرچہ یہ مضمون نامکمل ہے لیکن مخالفین کے ہاضمے کیلئے کافی اور وافی ہے۔ (مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ)

جیسا کہ ہم نے اس سے قبل عرض کی کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ جو بھی فن پڑھاتے اس میں اپنے عقائد کی خوب وضاحت فرماتے اگرچہ آپ علم منطق و فلسفہ ہی کیوں نہ پڑھا رہے ہوں اور یہ بات پایہ صحت کو پہنچی ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے امام المناطقہ مانے گئے ہیں تو منطق میں بھی آپ نے اپنے عقائد کی وضاحت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ۔

اما بعد:۔ یہ امر اہل علم پر واضح ہے کہ ایمان اور اسلام کی تکمیل دو چیزوں سے ہوتی ہے

اول عقیدہ:۔ جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے جیسا کہ محبت اور غیرت کہ ان ہر دو کا تعلق بھی دل سے ہوتا ہے اور یہ دل کے صفات سے ہیں محبت اور غیرت کی طرح عقیدہ بھی دل کی صفت ہے ۔عقیدہ کا تعلق ہاتھ پاؤں اور دوسرے ظاہری انداموں کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس کی مثال یہ ہے کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور نبی ہیں ۔جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور عذابِ قبر حق ہے۔

دوم ایمان: اسلام کی تکمیل عمل سے ہوتی ہے۔عمل وہ ہے جس کا تعلق ہمارے ظاہری انداموں سے ہوتا ہے جیسے نماز ،روزہ ،حج ،زکوۃ اور جہاد۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اگرچہ اسلام اور ایمان کی تکمیل عقیدہ اور عمل ہر دو سے ہوتی ہے لیکن ان ہر دو سے رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے افضل کون ہے ؟تو یہ امر بھی واضح ہے کہ عقیدہ کا رتبہ عمل سے برتر ہے عقیدہ دل کا غسل ہے اور کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک عقیدہ درست نہیں ہے البتہ عقیدہ کی درستی عمل پر موقوف نہیں ہے ۔اب عقائد کے بہت اقسام ہیں لیکن تمام عقائد سے اہم اور افضل واعلیٰ صرف دو عقیدے ہیں۔

اول عقیدہ توحید اور دوم عقیدہ رسالت۔

ایمان اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ عقیدہ توحید و رسالت درست ہو اب دیکھنا یہ ہے کہ ایمان کیا چیز ہے؟اس کی تفصیل تو یہاں بہت مشکل ہے اجمالاً ایمان کا معنی تصدیق ہے اور تصدیق کے تین قسم ہیں ۔لغوی اور منطقی اور شرعی اور کتب کلامیہ میں مصرح ہے کہ تصدیق شرعی جو کہ ایمان ہے یہ تصدیق لغوی اور منطقی کا عین ہے یعنی تصدیق شرعی اور لغوی اور منطقی ایک چیز ہیں صرف متعلق کا فرق ہے مختصراً دلیل ملاحظہ ہو۔عقائد اور اس کی شرح میں ہے (الایمان فی اللغة التصدیق

و هوالذی یعبر عنه بالفارسیة بگرویدن وهو التسلیم بلا استکبار و عناد وانکار وهو ای المعنی الذی یعبر عنه بگرویدن معنی التصدیق المقابل للتصور حیث یقال فی اوائل علم المیزان العلم اما تصور و اما تصدیق صرح بذالك ای بان یعبر عنه بگرویدن هوالتصدیق المنطقی المقابل للتصور رئیسهم ابن سینا) اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان وہ تصدیق ہے جس کا لغوی معنی گرویدن اور تسلیم اور انقیاد ہے اور یہی لغوی تصدیق تصدیق منطقی ہے جو کہ کتب منطق میں تصور کے مقابل ہے اس عبارت میں تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی میں اتحاد ذکر کیا گیا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ تصدیق شرعی جو کہ ایمان ہے وہ کیا ہے؟

دلیل اول ملاحظہ ہو۔(فی شرح المقاصد التصدیق المعتبر فی الایمان هو ما یعبر عنه بالفاریسة بگرویدن و باور کردن الخ) خلاصہ یہ ہے کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مقاصد میں کہا کہ وہ تصدیق جو کہ ایمان میں معتبر ہے یہ وہ تصدیق ہے جس کا معنی فارسی میں گرویدن اور باور کردن کیا جاتا ہے اور قبل ازیں شرح عقائد کی عبارت میں گزر چکا ہے کہ جس تصدیق کا معنی فارسی میں گرویدن کیا جاتا ہے یہ تصدیق لغوی اور منطقی ہے اور یہاں شرح مقاصد کی عبارت میں واضح کیا جا چکا ہے کہ جو تصدیق ایمان میں معتبر ہے وہ تصدیق بمعنی گرویدن ہے اب ان تمام عبارات سے واضح ہوا کہ تصدیق شرعی یعنی ایمان یہ اور تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی یہ سب عین ہیں اور سب کا معنی گرویدن اور باور کردن ہے اب منطق میں تصدیق کے تین معنی ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ یہ ایمان جو تصدیق منطقی ہے کس معنی کا عین ہے تو کتب منطق میں مذکور ہے کہ تصدیق منطقی کے تین معنوں سے جو دوسرا معنی ہے یہ ایمان اور تصدیق شرعی کا عین ہے اس طویل تمہید سے بندہ کا مقصد یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ ایمان تصدیق منطقی بمعنی دوم ہے تو جب تک تصدیق منطقی اور اس کے معانی کا علم نہ ہو اس وقت تک مسلمان کو اپنے ایمان کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اگر چہ وہ زبانی کلامی کہتا پھرے کہ میں مومن اور مسلمان

ہوں اور اس کا یہ کہنا اس طرح ہے جیسے طوطے کو سکھایا جاتا ہے (میاں مٹھو چوری کھانا) حالانکہ طوطا ان الفاظ کی حقیقت سے ناواقف ہے تو جب یہ ثابت ہوا کہ جب تک تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا علم نہ ہو اس وقت تک مومن کو اپنے ایمان کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اور تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا علم تب حاصل ہوگا کہ بندہ مسلمان علم منطق پڑھے گا کیونکہ تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا تفصیلی ذکر علم منطق میں ہے تو ثابت ہوا کہ کسی مسلمان اور مومن کو اپنے ایمان کی حقیقت کا اس وقت تک علم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس نے علم منطق نہ پڑھا ہو تو جب ایمان اور اسلام کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق کے پڑھنے پر موقوف ہے تو علم منطق ایمان اور اسلام کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا اور ایمان اور اسلام ہر آدمی پر واجب ہے اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ واجب کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو منطق کا پڑھانا واجب ٹھہرا اور جہاں علم منطق کی مذمت کی گئی ہے تو اس سے مراد منطق میں توغل اور اس کو مقصود بالذات سمجھنا ہے اور اگر کوئی مسلمان علم منطق کو اپنے ایمان کی حقیقت سمجھنے کا آلہ تصور کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ بقدر ضرورت علم منطق حاصل کرے۔ تو اس تمام تحقیق سے ثابت ہوا کہ علم منطق یہ ایک شریف علم ہے اور اس شریف علم کے منکرین چونکہ یہ علم حاصل کرنے سے قاصر اور جاہل ہیں لہٰذا اپنی جہالت کو چھپانے کیلئے اس علم شریف کی مذمت کرتے ہیں اور یہ ایک پرانا طریقہ ہے کہ جو آدمی کسی علم سے ناواقف ہو تو اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے اس علم کی مذمت کرتا ہے چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ یوسف علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں جو شاہِ مصر کو خواب آیا اور اس کی تعبیر اپنے جوتشیوں اور نجومیوں سے پوچھی چونکہ یہ جوتشی اور نجومی اس سچی خواب کی تعبیر بیان کرنے سے عاجز اور قاصر اور جاہل تھے اس لیئے اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے انہوں نے اس سچی خواب کی مذمت کرتے ہوئے کہا جسے قرآن پاک میں بایں الفاظ ذکر کیا گیا ہے۔ (قالو اضغاث احلام وما نحن بتاویل الا حلام بعالمین) یعنی یہ خواب گندم بخار ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے حالانکہ یہ خواب بالکل درست اور حقیقت تھا جب اس علم کے ماہر کے

سامنے یہ خواب پیش ہوئی تو اس ماہر نے اس کی ایسی تعبیر بیان فرمائی جو کہ حقیقت اور واقع کے مطابق تھی یہی حال اس علم شریف سے جاہلوں اور ناواقفوں کا ہے۔ یہاں تک بندہ نے ایک دلیل سے علم منطق کی شرافت ذکر کی ہے کہ ایمان اور اسلام جو کہ واجب ہیں علم منطق ان کا مقدمہ اور موقوف علیہ ہے لہٰذا اس علم کا حاصل کرنا بھی واجب ہے۔ جو اس علم شریف کا منکر ہے گویا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس پر ایمان اور اسلام واجب نہیں ہے اور بندہ یہاں ایک دوسری دلیل سے علم منطق کی شرافت ثابت کرتا ہے۔

دلیل دوم جتنے بھی اسلامی علوم ہیں ان کے مسائل نظری ہیں یعنی یہ مسائل دلیل سے حاصل ہوتے ہیں کوئی ایسا علم نہیں ہے کہ اس کے سب مسائل نظری نہ ہوں بلکہ بدیہی اولی ہوں مثلاً علم کلام کے چند مسائل ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ عالم اور سمیع وبصیر اور حیی ومتکلم ومرید ہے اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ورسول ہیں۔ یہ سب مسائل نظری ہیں اور علماء کلام نے ان پر دلیل دے کر ان کو ثابت کیا ہے کیونکہ کوئی دعویٰ بغیر دلیل مسموع نہیں ہے تو جب تک دلیل کا علم نہ ہو دعویٰ کا یقین نہیں ہو سکتا تو ہر دعویٰ کیلئے دلیل کا جاننا ضروری ہے اور دلیل کی پوری بحث صرف اور صرف علم منطق میں ہے کہ دلیل کیلئے دو مقدمہ کا ہونا ضروری ہے ایک صغریٰ اور دوم کبریٰ اور ہر دو میں ایک جزو مشترک ہوتی ہے جس کو حد وسط کہا جاتا ہے اور ایک ایک جزو مختص ہوتی ہے جن کا نام حد اصغر اور حد اکبر ہے اور پھر یہ دلیل دو قسم ہے۔ اقترانی اور استثنائی اور اقترانی کی چار شکلیں اور ہر شکل کے شرائط ہیں اور اسی طرح دلیل استثنائی کے کئی اقسام ہیں۔ استثنائی اتصالی اور انفصالی۔ مثلاً قرآن پاک میں ہے۔ (لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا) یہ دلیل استثنائی اتصالی ہے تو جب تک دلیل سے پوری واقفیت نہیں ہے۔ کوئی دعویٰ اور عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ واقفیت پورے طور پر بغیر علم منطق کے حاصل نہیں ہو سکتی تو جو آدمی علم منطق سے ناواقف ہے وہ اپنے کسی عقیدہ اور دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتا تو پھر اس کا عقیدہ تقلیدی ہوگا نہ کہ تحقیقی اور جو علم منطق کا عالم ہے اس کا ہر عقیدہ تحقیقی ہوگا اور شرح مقاصد

وغیرہ میں مصرح ہے کہ جس آدمی کا ہر عقیدہ تحقیقی ہے وہ بالاتفاق مومن ہے اور جس کے عقائد تقلیدی ہیں اس میں آئمہ کلام کا اختلاف ہے امام اشعری کے نزدیک وہ مومن نہیں ہے تو خلاصہ یہ کہ جو علم منطق سے ناواقف ہے وہ دلیل سے ناواقف ہے اور جو دلیل سے ناواقف ہے اس کے عقائد تحقیقی نہیں ہوں گے بلکہ تقلیدی ہوں گے اور تقلیدی عقائد والا امام اشعری کے نزدیک مومن نہیں ہے تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جو علم منطق سے ناواقف ہے اس کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ وہ امام اشعری کے نزدیک مومن نہ ہوگا لہٰذا علم منطق کا حاصل کرنا ضروری ٹھہرا بندہ یہاں قارئین کو دو چیزوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔

اول یہ کہ ایمان کے دو قسم ہیں۔ اجمالی اور تفصیلی علم منطق کی ضرورت ایمان تفصیلی کیلئے ہے۔

دوم انسان تین قسم ہیں۔ متناہی فی البلادۃ یعنی غباوۃ میں انتہاء کو پہنچنے والا یہ آدمی مسائل نظریہ حاصل ہی نہیں کرسکتا اور نہ ہی یہ علوم حاصل کرنے کا مخاطب ہے۔

متوسط کہ مسائل نظریہ کو دلائل سے حاصل کرسکتا ہے اور یہ علوم حاصل کرنے کا مخاطب ہے۔

صاحب قوت قدسیہ یہ کہ تمام نظری مسائل اس کو بغیر دلیل کے حاصل ہوتے ہیں اس کو نہ علم منطق پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی اور علم۔ بندہ نے یہ جتنی بحث کی ہے کہ منطق کا پڑھنا اور حاصل کرنا ضروری ہے۔ نہ متناعی فی البلادۃ کیلئے اور نہ صاحب قوت قدسیہ کیلئے۔ لہٰذا منطق کے منکرین جو یہاں اوٹ پٹانگ سوال کرتے ہیں سب کا جواب آگیا۔ یہاں تک بندہ نے دو دلیل سے علم منطق کی شرافت اور ضرورت کو ثابت کیا ہے۔ اب بندہ یہ گزارش کرتا ہے کہ علم منطق کی بعض بڑی اور مبسوط کتابیں ہیں اور بعض مختصر رسائل مبسوط کتابوں کا سمجھنا مختصر رسائل کے پڑھنے پر موقوف ہے ان مختصر رسائل سے نہایت عمدہ اور مفید رسالہ مرقاۃ ہے۔ جو کہ حضرت علامہ مولانا استاذ فضل امام خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے۔ حضرت مولانا خیر آبادی اس فقیر کے اساتذہ کے سلسلہ میں سے ایک ہیں۔ بندہ کے ایک عزیز حضرت مولانا العلامہ فیلسوف مولوی محمد

اشرف صاحب نے رسالہ مرقاۃ کی شرح لکھی ہے جو کہ طلباء اور مدرسین کیلئے یکساں طور پر مفید ہے امید ہے کہ شائقین علم منطق عموماً اور سلسلہ عالیہ خیرآبادیہ سے منسلک علماء خصوصاً اس کی قدر کریں گے اور اس کی ترویج اور اشاعت میں سعی بلیغ کریں گے تا کہ شارح مرقاۃ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کی ہمت افزائی ہو اور ان کو یہ ترغیب حاصل ہو کہ وہ درس نظامی کی اور کتابوں پر بھی شروح اور حواشی لکھیں۔ علماء اہل سنت کو معلوم ہے کہ مارکیٹ میں علماء اہل سنت کے شروح وحواشی تقریباً ناپید ہیں اور اس کی وجہ اہل سنت کا عدم تعاون اور سرد مہری ہے ۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد اشرف صاحب کو مزید توفیق عطاء فرمائے تا کہ وہ تصنیف وتالیف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ والحمد اللہ اولاً وآخراً وصلی اللہ تعالیٰ علی سید رسلہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ اجمعین۔

حررہٗ الفقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی ڈھوک دھمن

ڈاک خانہ پدھراڑ تحصیل وضلع خوشاب

18 شوال 1407ھ بمطابق 15 جون 1987ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحانك لا علم لنا الا ماعلمتنا و صلی اللہ علیٰ رسولہٖ محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین

اما بعد

واضح باد کہ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ لاہور نے کتاب مرقاۃ المنطق کی اردو شرح تحریر کی اور فقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی نے اس شرح پر ایک مختصر اور مجمل تقریظ لکھی اس تقریظ پر بعض علماء نے پانچ اشکال قائم کئے ہیں۔ اشکالات اس قدر بودے اور سطحی ہیں کہ ان کے جوابات دینا تضیع اوقات ہے لیکن اگر جواب نہ دیا جائے تو صاحب اشکال کہیں اس گمان فاسد میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ان اشکالات کو درست تسلیم کر لیا گیا ہے اور ان کا جواب نہیں ہو سکتا اس لئے مجبوراً جواب دیا جا رہا ہے۔

اشکال اول: تصدیقاتِ ثلاثہ کو پہلے ایک دوسرے کا عین قرار دیا اور پھر انہی کو ایک دوسرے کا موقوف اور موقوف علیہ قرار دیا گیا حالانکہ موقوف اور موقوف علیہ کے مابین مغائرت ہوتی ہے۔

الجواب:۔ صاحب اشکال اگر تقریظ کے بعینہ الفاظ نقل کرتے کہ ان الفاظ میں تین تصدیقات کو باہم عین قرار دیا گیا ہے اور ان دوسرے الفاظ میں ان اقسام کو موقوف اور موقوف علیہ قرار دیا گیا تو اس صورت میں معلوم ہو جاتا کہ واقعی تقریظ میں تینوں کو عین قرار دیا گیا ہے اور پھر ان کے مابین توقف کا ذکر ہے۔ اگر صاحبِ اشکال تقریظ کے الفاظ کو بعینہ نقل کرتے تو قارئین کو (اور صاحبِ اشکال کو) ان الفاظ سے ہی جواب معلوم ہو جاتا کہ یہ اشکال سرے سے غلط ہے۔ اب اس اشکال کے چند جوابات ملاحظہ ہوں۔

جواب اول

یہ درست ہے کہ تقریظ میں تصدیق لغوی اور منطقی اور شرعی کو عین قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ درست

نہیں ہے کہ ان کو باہم موقوف وموقوف علیہ قرار دیا گیا ہے اب موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر واضح ہے۔اب بندہ یہاں تقریظ کی بعینہٖ عبارت نقل کرتا ہے ملاحظہ ہو تقریظ صفحہ 5 اور 6 پر ہے (تو ثابت ہوا کہ کسی مسلمان اور مومن کو اپنے ایمان کی حقیقت کا اس وقت علم نہیں ہو سکتا جب تک اس نے علم منطق نہ پڑھا ہو تو جب ایمان اور اسلام کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق کے پڑھنے پر موقوف ہے تو علم منطق ایمان اور اسلام کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا اور ایمان اور اسلام ہر آدمی پر واجب ہے اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ واجب کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو منطق کا پڑھنا واجب ٹھہرا اس عبارت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تصدیق شرعی یعنی ایمان اور اسلام کے سمجھنے کو موقوف اور منطق پڑھنے کو موقوف علیہ قرار دیا گیا ہے اور ان ہر دو میں تغائر واضح ہے۔اب بندہ یہاں اس کی مثال پیش کرتا ہے جس سے بندہ کا مقصد واضح ہو جائیگا۔

مثال ملاحظہ ہو کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ احکام الٰہیہ کا سمجھنا کتاب وسنت پر موقوف ہے اور کتاب و سنت موقوف علیہ ہے۔اب صاحب اشکال اس پر اشکال قائم کرے گا کہ کتاب وسنت میں احکام الٰہیہ کو بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا احکام الٰہیہ پر موقوف ہوں گے تو یہاں موقوف اور موقوف علیہ کے مابین عینیت ہے حالانکہ توقف میں ہر دو کے درمیان تغائر ہوتا ہے۔تو یہاں بھی یہی جواب دیا جائیگا کہ احکام الٰہیہ کا سمجھنا قرآن وسنت کے پڑھنے پر موقوف ہے لہٰذا موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر ہوتا ہے۔موقوف احکام الٰہیہ کا سمجھنا ہے اور موقوف علیہ کتاب وسنت کا معانی کے ساتھ پڑھنا ہے۔

جواب دوم:۔تصدیق شرعی اور تصدیق منطقی باہم متحد ہونے کے باوجود اول موقوف اور ثانی موقوف علیہ ہے کیونکہ تصدیق شرعی جو کہ ایمان سے عبارت ہے اس کا سمجھنا تصدیق منطقی کے پڑھنے پر موقوف ہے اور یہاں بھی موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر ہے۔موقوف تصدیق شرعی کا سمجھنا ہے اور موقوف علیہ تصدیق منطقی کا پڑھنا ہے۔فاضل معترض شئی کے سمجھنے اور اس کے پڑھنے میں فرق نہیں کر رہے۔حالانکہ شئی کے سمجھنے اور اس کے پڑھنے میں واضح فرق ہے۔غور

کریں ہر علم کے مسائل اس فن کی کتابوں میں موجود ہیں لیکن ان مسائل کا فہم ان کا پڑھنے پر موقوف ہے۔اگرچہ یہ بات واضح ہے تاہم بندہ اس کی دلیل ذکر کرتا ہے۔علم منطق پر بعض لوگوں نے ایک معارضہ کیا ہے اور اس کا جواب علامہ قطب الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی دیا ہے کہ معارضہ کرنے والے نے علم منطق اور اس کے پڑھنے میں فرق ملحوظ نہیں رکھا حالانکہ ان میں فرق واضح ہے قطبی کی عبارت ملاحظہ ہو۔(واعلم ان ههنا مقامين الاول الاحتياج الى نفس المنطق والثانی الاحتياج الى تعلمه) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کتاب میں نفس منطق کی طرف احتیاجی ثابت کی گئی ہے اور معارضہ میں منطق کے پڑھنے کی نفی کی گئی ہے اس عبارت سے بندہ کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ شئی اور اس کے پڑھنے میں فرق ہے لہٰذا اگر کوئی شئی اس کے پڑھنے پر موقوف ہو جائے تو یہ توقف شئی علیٰ نفسہ نہیں ہے بلکہ موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر ہے اور اس کی بہت مثالیں ہیں یہاں صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے کہ انسان کی بقا،عادةً روٹی اور پانی پر موقوف ہے اور ہر دو کے پڑھنے پر موقوف نہیں ہے

جواب سوم

ایک شئی دو عنوانوں اور تعبیروں کے لحاظ سے موقوف اور موقوف علیہ ہو سکتی ہے یعنی ایک شئی ایک عنوان اور ایک تعبیر کے لحاظ سے مجہول ہوتی ہے اور دوسرے عنوان اور تعبیر سے معلوم ہوتی ہے تو اس شئی کا عنوان اول سے سمجھنا اس شئی کے عنوان ثانی پر موقوف ہوتا ہے تو یہاں بھی ایک شئی موقوف اور موقوف علیہ ہے لیکن چونکہ عنوانوں میں تغائر ہے لہٰذا موقوف اور موقوف علیہ کے درمیان تغائر ہے۔اس کی بھی کئی مثالیں ہیں۔

مثال اول:۔ آگ کو عربی میں نار کہتے ہیں اور فارسی میں آتش۔اب نار اور آتش ایک چیز کے دو نام ہیں جو آدمی عربی سے ناواقف ہے تو نار کے عنوان سے آگ اس کو مجہول ہے اور آتش کے عنوان سے معلوم ہے تو نار کا سمجھنا اس کے نزدیک آتش پر موقوف ہے کیونکہ مجہول ہمیشہ معلوم پر موقوف ہوتا ہے۔

مثال دوم

مثال ذرا مشکل ہے ہوسکتا ہے کہ قطبی سے نابلد کی سمجھ میں نہ آئے۔ مثال ملاحظہ ہو۔ منطق میں ایک شکل اول ہے جو کہ بدیہی الانتاج ہے اس شکل پر اعتراض ہے کہ اس میں دور ہے کیونکہ دعویٰ دلیل پر موقوف ہوتا ہے اور اس شکل میں دلیل دعویٰ پر موقوف ہے مثلاً العالم متغیر صغریٰ ہے کل متغیر حادث یہ کبریٰ ہے اور اس کا نتیجہ "العالم حادث" ہے اس شکل اول میں دور یہ ہے کہ صغریٰ میں "العالم" کو متغیر کہا گیا ہے اور "کل متغیر" میں العالم بھی داخل ہے چونکہ صغریٰ اور کبریٰ معلوم ہوتے ہیں اور نتیجہ مجہول ہوتا ہے اور معلوم سے حاصل ہوتا ہے اب کل متغیر حادث تب معلوم ہوگا کہ "العالم حادث" معلوم ہو تو اب کبریٰ نتیجہ پر موقوف ہوگیا حالانکہ نتیجہ دلیل پر موقوف ہوتا ہے تو اب شکل اول میں دور یعنی توقف الشئی علیٰ نفسہٖ لازم آگیا اب اس دور کا جواب کتب منطق میں یہ دیا گیا ہے کہ جو موجود ماسوا اللہ ہے اس کے دو عنوان اور دو تعبیریں ہیں ایک عالم اور دوسرے متغیر اب اگر اس موجود کو عالم سے تعبیر کیا جائے تو اس کا حدوث مجہول اور موقوف ہے اور اگر اس موجود کو متغیر کے عنوان سے تعبیر کیا جائے تو اس کا حدوث معلوم اور موقوف علیہ ہے لہٰذا دور نہیں کیونکہ موقوف اور موقوف علیہ میں عنوان اور تعبیر کے لحاظ سے تغائر ہے تو موقوف اور موقوف علیہ کے مابین تغائر ثابت ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسی موجود ماسوا اللہ کا حدوث موقوف بھی ہے اور موقوف علیہ بھی۔ لیکن عالم کے عنوان سے موقوف اور متغیر کے عنوان سے موقوف علیہ۔ اس تفصیل کے بعد بندہ کہتا ہے کہ تصدیق شرعی یعنی ایمان اور تصدیق منطقی ہر دو میں معنون کے لحاظ سے اتحاد اور عینیۃ ہے اور عنوان کے لحاظ سے تغائر ہے۔ اول کا عنوان شرعی اور ایمان اور دوسرے کا عنوان منطقی ہے تو عنوان اول کے لحاظ سے موقوف اور عنوان و تعبیر دوم کے لحاظ سے موقوف علیہ لہٰذا ہر دو میں تغائر ثابت ہوا یہاں تک اشکال اول کے تین جوابات آگئے ہیں۔

اشکال دوم:۔ اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔ فاضل معترض فرماتے ہیں "تقریظ میں" "جو کہ" کا لفظ متعدد بار لکھا گیا ہے جو کہ از روئے گرائمر کے درست نہیں ہے۔ بلکہ جو کافی تھا یا صرف

"کہ" کیونکہ "کہ" کا معنی بھی "جو" ہے اور اس عبارت میں تکرار آتا ہے جیسا کہ لیلۃ القدر کی رات میں لازم آتا ہے۔صاحب اشکال کی عبارت اور اشکال بہت سخیف ہے۔اس اشکال کے جواب بھی متعدد ہیں۔

جواب اول:۔ صاحب اشکال نے مذکورہ بالا اشکال میں متعدد دعوے کیئے ہیں اول لفظ "جو کہ" ازروئے گرائمر کے درست نہیں ہیں۔دوم لفظ "کہ" اور لفظ "جو" مترادف ہیں۔سوم "لیلۃ القدر کی رات" میں تکرار ہے معترض صاحب نے یہ تین دعوے کیئے ہیں اور کسی دعویٰ پر دلیل قائم نہیں کی اور سب دعوے بلا دلیل ہیں۔اور دعوی بلا دلیل مطرود اور مردود ہوتا ہے ۔صاحب اشکال نے جو یہ دعویٰ کیا۔ہے کہ "لیلۃ القدر کی رات" میں تکرار ہے بالکل غلط ہے ۔بندہ قبل ازیں بیان کر چکا ہے کہ ایک چیز مختلف عنوان سے مجہول اور معلوم ہوتی ہے۔عنوان مجہول موقوف ہوتا ہے عنوان معلوم پر۔اب یہاں ایک چیز کے دونام ہیں لیلۃ القدر جو کہ عربی عنوان ہے اور دوسرا نام اور عنوان لفظ "رات" ہے جو کہ اردو عنوان ہے اب جو اردو دان عربی سے بالکل ناواقف ہے اس کو "لیلۃ القدر" کا علم لفظ رات سے آئیگا۔جیسا کہ کتب منطق میں تعریف لفظی کی یہ مثال دی گئی ہے "السعدانہ نبت" اس مثال میں لفظ "سعدانہ" اور لفظ "نبت" سے ایک چیز مراد ہے لیکن عنوان اول سے مجہول اور عنوان ثانی سے معلوم تو اس چیز کو عنوان اول سے سمجھنا عنوان ثانی پر موقوف ہے مذکورہ بالا مثال منطق کی چھوٹی کتابوں میں دی گئی ہے لیکن صاحب اشکال کی شاید توجہ نہیں ہے۔اس کی دوسری مثال ملاحظہ "الغضنفر الاسد" تہذیب میں تعریف لفظی کی یہ تعریف کی گئی ہے "مایقصد بہ" "تفسیر مدلول اللفظ" اسی طرح لیلۃ القدر کی تفسیر لفظ "رات" سے کی گئی ہے لہذا تکرار نہیں ہے۔

جواب دوم:۔ صاحب اشکال فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی رات میں تکرار ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تکرار مذموم ہے۔اور بندہ ذکر کر چکا ہے کہ تکرار نہیں ہے۔لفظ رات لفظ لیلۃ القدر کی تفسیر اور تعریف ہے اور تعریف لفظی بالاعم جائز ہے اب بندہ کہتا ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ القدر

میں لفظ لیلۃ القدر متصل دو دفعہ مذکور ہے یہاں ثانی اول کی تفسیر نہیں بن سکتا۔ کیونکہ بعینہٖ لفظ کا تکرار ہے اور تفسیر لفظ اشہر سے ہوتی ہے۔ ''تقریظ'' کی عبارت میں لفظ ''جو کہ'' میں ہر دو لفظ متغائر ہیں جب معترض صاحب کے نزدیک باوجود تغائر لفظی کے تکرار مذموم ہے تو قرآن پاک میں تو صاحب اشکال کے نزدیک بطریق اولیٰ تکرار مذموم ہوگا۔ معاذ اللہ فماھو جوابکم ھو جوابنا۔

جواب سوم:۔ صاحب اشکال کی عبارت سے مستفاد ہے۔ کہ وہ گرائمر کے ماہر ہیں تو انہوں نے گرائمر کی کتابوں میں یہ مثالیں ضرور دیکھی ہونگی ''ان ان زید قائم'' ''ضرب ضرب زید'' تو ان کے نزدیک ان مثالوں میں بطریق اولیٰ تکرار مذموم ہوگا کیونکہ بعینہٖ لفظ کا تکرار ہے معترض صاحب نے تقریظ کے لفظ ''جو کہ'' کا یہ معنی کیا ہے ''جو جو'' اور اس معنی سے ان کا مقصد لفظ ''جو کہ'' کی مذمت ہے۔ حالانکہ لفظی تغائر ہے تو سورۃ القدر اور گرائمر کی کتابوں میں تو بعینہٖ لفظ کا تکرار ہے لہٰذا یہ عبارتیں بطریق اولیٰ ''جو جو'' کے مشابہ ہونگی۔ اشکال سوم اور اس کے جواب ملاحظہ ہوں۔

اشکال سوم:۔ علامہ معترض صاحب اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ موصوف نے ایمان اور اسلام کی حقیقت کے سمجھنے کو علم منطق کے پڑھنے پر موقوف قرار دیا ہے اور دلیل میں یہ کہا ہے کہ چونکہ تصدیق شرعی تصدیق منطقی کے مترادف ہے اور اس کا عین ہے تو اس دلیل سے موصوف کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بقول قائل تصدیق منطقی جیسے تصدیق شرعی کا عین ہے ایسے ہی تصدیق لغوی ''بمعنی گرویدن'' ہے کا بھی عین ہے تو پھر جیسے اسلام اور ایمان کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق پر موقوف ہوا ایسے علم لغت پر اسلام اور ایمان کی حقیقت کا سمجھنا موقوف ہوا اور جو چیز علم منطق کا انکار کرنے کی صورت میں لازم آتی ہے وہی علم لغت کے انکار کرنے میں لازم آئیگی۔ (اذ لیس فلیس) اشکال سوم کی عبارت چونکہ طویل ہے اس لیئے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یہاں تک عبارت کا ایک حصہ نقل کیا گیا ہے اس حصہ پر بحث کرنے کے بعد

دوسرا حصہ نقل کیا جائیگا اس حصہ اول میں فاضل معترض سے شدید لغزشیں ہوئی ہیں۔ بندہ پہلے اشکال سوم کا جواب دے گا اور اس کے بعد لغزشوں کا ذکر کرے گا۔ پہلے حصہ اشکال کا جواب ملاحظہ ہو۔

الجواب

چونکہ تقریظ کا تعلق ایک منطق کی کتاب سے ہے لہٰذا مقصود بالذات علم منطق اور تصدیق منطقی کی شرافت بیان کرنی ہے۔ کہ منطق کے پڑھنے پر تصدیق شرعی اور ایمان اور اسلام کا سمجھنا موقوف ہے تصدیق لغوی کو اتمام کلام کیلئے بالتبع ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا منطق اور تصدیق منطقی کا ذکر صراحتہً کیا گیا ہے۔ اور تصدیق لغوی کا حکم ضمناً اور بالتبع ذکر کیا گیا ہے لیکن معترض صاحب نے علمی عبارت سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی لہٰذا انہوں نے عبارت کا الٹا مطلب لیا ہے تقریظ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ (جب ایمان اور اسلام کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق کے پڑھنے پر موقوف ہے تو علم منطق ایمان اور اسلام کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا۔ اور ایمان اور اسلام ہر آدمی پر واجب ہے اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ واجب کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے۔ تو منطق کا پڑھنا واجب ٹھہرا) اس عبارت میں علم منطق اور تصدیق منطقی کا حکم صراحتاً بیان کیا گیا ہے کہ علم منطق کا پڑھنا واجب ٹھہرا تصدیق لغوی کا حکم ضمناً اور بالتبع ذکر کیا گیا یعنی اس قاعدے کے ضمن میں کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے تو چونکہ علم لغت اور تصدیق لغوی پر بھی تصدیق شرعی موقوف ہے تو علم لغت اور تصدیق لغوی بھی تصدیق شرعی کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا تو علم لغت کا پڑھنا بھی واجب ٹھہرا یہ حد درجہ کی بلادۃ ہے کہ تقریظ کی عبارت کا یہ مطلب لیا گیا ہے کہ علم منطق تو واجب ہے لیکن علم لغت واجب نہیں۔ ایک دلیل سے تو علم لغت کا واجب ہونا ثابت ہوا کہ یہ تصدیق شرعی کا مقدمہ ہے اب اس پر ایک اور دلیل ملاحظہ ہو۔ کتب نحو میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایک فرمان نقل کیا گیا ہے "عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انّہ قال علیکم بدیوانکم لا تضلوا قالوا وما دیواننا قال شعر الجاھلیۃ فان فیہ تفسیر کتابکم وقال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما الشعر

دیوان العرب فاذاخفی علینا حرف من القرآن المنزل بلغة العرب رجعنا الیٰ دیونها وبالجملة اشعار الجاهلیة تجب معرفتها) اس عبارت سے واضح ہے کہ علم لغت کی معرفت واجب ہے البتہ بعض پر واجب عین اور بعض پر واجب علی الکفایہ اور اس کی تفصیل کتب تفسیر میں ہے۔ یہاں تک بندہ نے اشکال سوم کا جواب دیا ہے۔ اب بندہ معترض صاحب کی چند لغزشیں بیان کرتا ہے

لغزش اول۔

اشکال سوم کی عبارت میں جناب معترض نے تسلیم کیا ہے کہ تقریظ میں ایمان اور اسلام کی حقیقت کے سمجھنے کو علم منطق کے پڑھنے پر موقوف قرار دیا ہے۔ اب معترض صاحب نے اعتراف کرلیا ہے کہ تقریظ میں موقوف اور موقوف علیہ متغائر ہیں۔ اب معترض صاحب کا یہ سوال کہ تقریظ میں موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر نہیں ہے بلکہ عینیۃ ہے۔ معترض کی عبارت میں یہ صریح تعارض ہے۔

لغزش دوم۔

معترض نے اشکال سوم میں کہا ہے تصدیق شرعی تصدیق منطقی کے مترادف ہے اس عبارت میں معترض نے کم علمی کا مظاہرہ کیا ہے دراصل عبارت اس طرح ہونی تھی۔ تصدیق شرعی تصدیق منطقی کے مرادف ہے۔ خلاصہ یہ کہ معترض نے لفظ مترادف باب تفاعل کا ذکر کیا ہے اور لغت کے لحاظ سے لفظ مرادف باب مفاعلہ کہنا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ باب مفاعلہ اور تفاعل کیلئے دو چیزوں کا ذکر ضروری ہے اور ہر فاعل بھی ہوتا ہے۔ اور مفعول بھی اب اگر لفظ میں ایک کو فاعل ذکر کیا اور دوسرے کو مفعول۔ تو یہاں باب مفاعلہ لایا جائیگا اور اگر لفظ میں ہر دو کو فاعل کے طور پر ذکر کیا تو وہاں باب تفاعل آئے گا۔ اول کی مثال "ضَارَبَ زَیْدٌ عمرًا" دوسرے کی مثال "تَضَارَبَ زَیْدٌ وعَمْرٌو"، معترض کی عبارت میں تصدیق شرعی کو فاعل کے طور پر

اور تصدیق منطقی کو مفعول کے طور پر ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ عبارت سے واضح ہے لہٰذا معترض کی عبارت مثال اول کے قبیلہ سے ہے۔ اب بندہ اس کی تفصیل ذکر کرتا ہے۔ کہ اگر تصدیق شرعی کو فاعل اور تصدیق منطقی کو مفعول کے طور پر ذکر کیا جائے جیسا کہ معترض کی عبارت میں ہے تو اس طرح کہا جائیگا۔ تصدیق شرعی تصدیق منطقی کے مرادف ہے۔ اور اگر ہر کو فاعل کے طور پر ذکر کیا جائے اس طرح کہا جائیگا۔ تصدیق شرعی اور تصدیق منطقی مترادف ہے۔ یہ بحث کتب صرف میں بابوں کے خواص میں مذکور ہے۔ فاضل معترض کی یہ غلطی گرائمر کے خلاف سے واقع ہوئی بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ تصدیق شرعی علم منطق اور علم لغت ہر دو پر موقوف ہے اور ہر دو علم واجب ہیں اب معترض کا یہ کہنا باطل ہوا کہ اس دلیل سے موصوف کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا بلکہ شمس امس کی طرح تقریظ کا دعویٰ ثابت ہو گیا۔

لغزش سوم۔

جناب معترض نے اشکال سوم کی عبارت میں کہا ہے جو چیز علم منطق کا انکار کرنے کی صورت میں لازم آتی ہے وہی علم لغت کے انکار کرنے سے لازم آئیگی اس عبارت میں بھی معترض نے ٹھوکر کھائی ہے۔ تقریظ میں بحث علم منطق اور لغت کے انکار کی نہیں بلکہ ہر دو علموں کے پڑھنے کی ہے۔ تو کہنا یہ چاہیے تھا کہ جس طرح علم منطق کا پڑھنا واجب ہے اسی طرح علم لغت کا پڑھنا بھی واجب ہوگا۔ اور بندہ ذکر کر چکا ہے کہ ہر ایک علم کا پڑھنا واجب ہے۔ تو معترض کی یہ ساری عبارت باطل ٹھہری۔ یہ عبارت اس وقت درست ہوتی کہ ہر دو میں فرق کرتا

لغزش چہارم۔

فاضل معترض نے اپنی عبارت میں ایک عربی عبارت کا ذکر کیا جو یہ ہے۔ (اذ لیس فلیس) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز علم منطق کے انکار سے لازم آتی ہے وہ علم لغت کے انکار سے لازم نہیں آتی لہٰذا منطق کے انکار سے بھی لازم نہیں آئیگی جناب معترض کی یہ دلیل بھی فاسد

اور کاسد ہے۔ کیونکہ بندہ ثابت کر چکا ہے کہ جو چیز علم منطق کے ترک سے لازم آتی ہے یعنی ترکِ واجب وہی علم لغت کے ترک سے بھی لازم آئیگی اور جو چیز علم منطق کے پڑھنے سے لازم آتی ہے یعنی ادائے واجب۔ وہی علم لغت کے پڑھنے سے لازم آئیگی ہر دو کا حکم باعتبار وجود و عدم کے ایک ہے۔ یہاں تک سوال سوم کی طویل عبارت کے حصہ اول پر بحث کی گئی ہے اب اسکے حصہ دوم کو نقل کرنے کے بعد اس پر بحث کی جاتی ہے۔ معترض کی عبارت کا حصہ دوم یہ ہے۔ موصوف کے مدعیٰ سے یہ باور ہوتا ہے کہ تصدیق منطقی اس کا مفہوم ایمان اور اسلام کیلئے جز کی حیثیت رکھتا ہے اور کل جز پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا حقیقت ایمان علم منطق پر موقوف ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ جیسے تصدیق منطقی ایمان کیلئے جز کی حیثیت رکھتی ہے ایسے تصدیق لغوی ایمان کیلئے جز ہے نتیجتاً ایمان کی حقیقت علم لغت پر بھی موقوف ہوئی اور علم لغت پڑھنا بھی ہر مسلمان پر واجب ہوا۔ حالانکہ موصوف اس بات کا قائل نہیں کہ علم لغت ہر مسلمان پر پڑھنا واجب ہے اس حصہ عبارت میں بھی معترض صاحب نے شدید ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ٹھوکر اول:۔ معترض صاحب نے اپنے اشکال اول میں تصریح کی ہے کہ تقریظ میں تینوں تصدیقات کو ایک دوسرے کا عین قرار دیا گیا ہے اور اب عبارت کے حصہ دوم میں تصریح کر رہے ہیں کہ تقریظ میں تصدیق منطقی کو تصدیق شرعی کی جز قرار دیا گیا معترض کی ہر دو عبارتوں میں صریح تعارض ہے اور تقریظ پر بہتان بھی ہے کہ اس میں تصدیق منطقی کو تصدیق شرعی کی جز قرار دیا گیا ہے

ٹھوکر دوم:۔ معترض نے اعتراض اول کی تصریح کی ہے تینوں تصدیقات کو ایک دوسرے کا عین قرار دیا گیا ہے اور پھر انہی کو ایک دوسرے کا موقوف اور موقوف علیہ کہہ دیا۔ حالانکہ موقوف اور موقوف علیہ کے درمیان مغائرت ہوتی ہے۔ خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ توقف شئی علیٰ نفسہ لازم آیا جو کہ باطل ہے اور اب عبارت حصہ دوم میں تصریح کر دی کہ تقریظ میں تصدیق منطقی کو تصدیق شرعی یعنی ایمان اور اسلام کی جز قرار دیا گیا ہے۔ اور کل جز پر موقوف ہوتا ہے اور کل اور جز میں

تغائر ہوتا ہے۔اب اس حصہ عبارت میں تصریح کردی کہ موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر ہے
اب اس تصریح سے اشکال اول کا رد کردیا کہ توقف شئی علی نفسہ نہیں ہے۔

ٹھوکر سوم:۔ معترض نے جو یہ کہا کہ موقوف اور موقوف علیہ کے مابین مغائرت ہوتی ہے معترض کی یہ عبارت بھی گرائمر کے خلاف ہے اس عبارت میں موقوف اور موقوف علیہ کو مغائرت کا فاعل قرار دیا گیا ہے۔اور بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ اگر ہر دو فاعل ہوں تو باب تفاعل لایا جاتا ہے نہ کہ باب مفاعلہ اور معترض نے دونوں کو فاعل بنا کر باب مفاعلہ استعمال کیا ہے تو قانون کے مطابق یہ تھا کہ معترض کی عبارت اس طرح ہوتی کہ موقوف اور موقوف علیہ باہم متغائر ہوتے ہیں اور اگر با مفاعلہ کو ذکر کرنا تھا تو عبارت اس طرح ہوتی کہ موقوف موقوف علیہ کے مغائر ہوتا ہے معترض نے جہاں باب مفاعلہ ذکر کرنا تھا وہاں تفاعل ذکر کردیا ہے اور جہاں تفاعل ذکر کرنا تھا وہاں باب مفاعلہ استعمال کردیا یہ گرائمر سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

ٹھوکر چہارم:۔اس عبارت میں معترض نے تقریظ پر بہتان باندھا ہے کہ تقریظ میں کہا گیا ہے کہ علم لغت ہر مسلمان پر واجب نہیں ہے بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ علم لغت ایمان کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے اور قرآن فہمی کیلئے ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ واجب العین یا واجب علی الکفایہ اور بندہ تقریظ میں تصریح کر چکا ہے کہ جہاں بحث ایمان تفصیلی میں ہے۔یہاں تک اشکال سوم اور اس کے جواب پر بحث ختم ہوئی۔اب اشکال چہارم اور اس کا جواب ذکر کیا جاتا ہے۔

اشکال چہارم:۔ معترض صاحب اشکال چہارم میں فرماتے ہیں۔متوسطین کیلئے علم منطق پڑھنا واجب قرار دیا ہے حالانکہ عقول متوسطہ کے حامل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین میں بھی موجود تھے اور سب کے سب عقول عالیہ کے مالک نہ تھے اور ان کا ایمان ہر لحاظ سے متاخرین سے زیادہ تھا۔اس سوال کے تین جواب ہیں۔

جواب اول:۔ تقریظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ انسان کے تین قسم ہیں اول متناہی فی البلادت یعنی

غباوت میں انتہاء کو پہنچے والا یہ آدمی علوم حاصل کرنے کا مخاطب نہیں ہے دوم متوسط سوم صاحب قوت قدسیہ یہ امر واضح تر ہے کہ متوسط تب متحقق ہوتا ہے کہ اس کی دو طرف ہوں تو جب معترض صاحب نے تسلیم کرلیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین میں متوسط موجود تھے تو معترض کو تسلیم کرنا ہوگا کہ صحابہ میں متناہی فی البلادت بھی تھے ایسی بات معترض کے شایان شان نہیں ہے، بندہ معترض صاحب پر حسن ظن کرتا ہے کہ انہوں نے اس گستاخی کا التزام نہیں کیا ہوگا لیکن وہ لزوم گستاخی سے نہیں بچ سکتے۔ صحابہ کرام کے مراتب میں فرق ضرور ہے لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین سب کے سب صاحب قوت قدسیہ تھے۔

جواب دوم۔ بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا کہ ایمان کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق اور لغت دونوں پر موقوف ہے اور توقف کے دو معنی ہیں اول توقف بمعنی لولاہ لا متنع دوم توقف بمعنی مصحح لدخول الفاء علم منطق اور علم لغت سے ایک لاعلی التعیین موقوف علیہ بمعنی لولاہ لامتنع ہے اور ہر ایک مخصوص موقوف علیہ بمعنی مصحح لدخول الفاء ہے ایک کے حاصل کرنے سے دوسرے کی ضرورت نہیں رہتی۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم لغت عربی سے بخوبی واقف تھے لہٰذا وہ ایمان کی حقیقت جانتے تھے لہٰذا ان کو علم منطق حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بخلاف ہم عجمیوں کے کہ لغت عرب سے ناواقف ہیں لہٰذا ایمان کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے ہم پر ضروری ہے کہ علم منطق پوری طرح حاصل کریں۔

جواب سوم:۔ سوم معترض صاحب فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان ہر لحاظ سے متاخرین سے زیادہ ہے معترض کو اتنا علم بھی نہیں ہے کہ الایمان لایزید ولا ینقص ایمان زیادہ ناقص نہیں ہوتا۔ معترض صاحب شاید عدم التفات کا شکار ہو رہے ہیں۔

اشکال پنجم:۔ معترض صاحب فرماتے ہیں۔ اولاً فرماتے ہیں کہ تصدیق کے تین قسم ہیں اور پھر اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ تصدیق شرعی، تصدیق لغوی اور منطقی کا عین ہے اور یہ تینوں ایک

چیز ہیں حالانکہ شئی کے اقسام آپس میں مغائر ہوتے ہیں اور ان میں عینیۃ کا کوئی معنی نہیں معترض صاحب کا یہ اعتراض بہت ہی ضعیف ہے۔ بندہ کہتا ہے کہ تینوں تصدیقات مصداق کے لحاظ سے متحد اور عنوان اور تعبیر کے لحاظ سے متغائر ہیں تو اقسام میں اتحاد بھی ہو اور تغائر بھی بندہ یہاں ایک مثال پیش کرتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں بھی تغائر ہوتا ہے لیکن گاہے ان میں اتحاد ذاتی اور تغائر عنوانی اور تعبیری ہوتا ہے دلیل ملاحظہ ہو دیوان حماسہ میں ہے۔

یا لهف زیابة للحارث

الصالح فالغانم فالآئب

اس شعر میں صالح اور غانم اور آلائب سے مراد ایک ہی آدمی حارث ہے تو یہاں بھی ان تینوں میں اتحاد ذاتی اور تغائر عنوانی اور تعبیری ہے۔ اسی طرح تصدیقات کے تین قسم ہیں یہ بحث مختصر المعانی میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ معترض صاحب کی یا تو ان کتابوں پر نظر نہیں ہے۔ اور یا عناد سے کام لے رہے ہیں جو صورت بھی ہو قابل افسوس ہے معترض صاحب نے اشکال پنجم میں بھی ٹھوکر کھائی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو (حالانکہ شئی کے اقسام آپس میں متغائر ہوتے ہیں) یہاں متغائر کا لفظ لانا تھا کیونکہ اقسام کو مغائر کا فاعل بنایا گیا ہے اور اس کی تفصیل قبل ازیں گزر چکی ہے۔

فقط

حررہٗ الفقیر **عطاء محمد** چشتی گولڑوی

5 ربیع الثانی 1408ھ

بمطابق 28 نومبر 1987ھ

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ

مناطقہ کے دو گروہ ہیں

نمبر۱۔ مشائیہ نمبر۲۔ اشراقیہ

۱۔ مشائیہ۔

یہ مشق ہے مشی سے اس کا معنی ہے چلنا۔ جس طرح آج کل طلباء چل کر پڑھتے ہیں ۔مشائیہ کا سربراہ ارسطو ہے۔

حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ مشائیہ کو مشائیہ اس لیئے کہتے ہیں کہ ارسطو گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور طلباء ساتھ پیدل چل کر پڑھتے تھے ۔اسلیئے انہیں مشائیہ کہتے ہیں۔

۲۔ شراقیہ۔

یہ وہ گروہ ہے کہ استاد ہزاروں میل دورہ ہو کر شاگرد کو پڑھاتا ہے یعنی استاد مشرق میں ہوتا ہے اور شاگرد مغرب میں۔ استاد پہلے مجاہدہ کرا کر شاگرد کا دل صاف کرتا ہے پھر شاگرد مراقبہ کرتا ہے اور استاد کو متوجہ کرتا ہے پھر وہ سبق پڑھتے ہیں اس گروہ کا سربراہ افلاطون ہے۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں کانگرہ کے مقام پر اب بھی اشرافیہ موجود ہیں۔

ہر دور میں علماء و اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم آتے رہے ظاہری سلطنت کی طرح باطنی حکومت بھی اپنا کام کرتی رہی ابو حفص بن ربیع بن صبیح السعدی البصری المتوفی 160ھ شاگرد امام الاولیاء حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سندھ ہی میں وفات کے بعد دفن ہوئے یہ بزرگ سفیان ثوری اور وکیع (استاد امام شافعی) کے استاد تھے۔ ان کے علاوہ علی بن عثمان الہجویری المتوفی 465ھ شاہ یوسف گردیزی، شیخ فخر الدین زنجانی، خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری المتوفی

633ھ شیخ ابوزکریا ابومحمد بہاؤالدین بغدادی ملتانی المتوفی 661ھ وغیرہم اپنے علوم و معارف سے اہل ہند کو مستفیض فرماتے رہے۔

مذہبی علوم اسلام کی طرح صقیل شدہ فنون یونانی بھی مسلمانوں ہی کے ذریعے پہنچے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ منطق وفلسفہ کو اس بلند مقام تک مسلمان علماء نے ہی پہنچایا، یوں تو منطق ایک فطری علم ہے کسی مقصد پر دلیل و برہان پیش کرنا قیاس کر کے نتیجہ نکالنا افکار ذہنیہ کو خطا سے بچانا اسی کا نام منطق ہے اور معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس کی کوشش کرتا ہے۔ اس علم کا باضابطہ اظہار سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوا۔ مخالفین کو عاجز و ساکت کرنے کیلئے بطور معجزہ اس کا استعمال کیا گیا۔

پھر ان علوم کو یونانیوں نے اپنایا یونان میں بڑے رتبے کے یہ پانچ مشہور فلسفی گزرے ہیں۔

ا۔ بندقیلس 500 قبل مسیح زمانہ داؤد علیہ السلام میں گزرا ہے حضرت لقمان سے علم حکمت حاصل کرنے کے بعد یونان واپس آگیا۔

۲۔ فیثاغورس اصحاب سلیمان علیہ السلام کا شاگرد ہے۔

۳۔ سقراط فیثاغورس کا شاگرد ہے۔ بتوں کی پرستش سے مخلوق کو روکنے اور دلائل کے ساتھ خالق واحد کی طرف توجہ دلانے پر بادشاہ وقت نے قید کر کے زہر دلا دیا۔

۴۔ افلاطون۔ یہ بھی فیثاغورس کا شاگرد ہے اور خاندان اہل علم سے ہے سقراط کی موجودگی میں گم نام رہا اس کے بعد چمکا اور خوب چمکا۔

۵۔ ارسطاطالیس:۔ نیقوماخوش کا بیٹا ہے اور صاحب المنطق کے لقب سے مشہور ہے خاتم حکماء یونان کہا جاتا ہے اور بعد کے سارے فلاسفہ اسی کے رہین منت اور خوشہ چین ہیں۔

ان پانچ کے بعد دوسرے درجہ ۱۔ پرتالیس الملطی صاحب فیثاغورس ۲۔ ذیمقراطیس اور ۳۔ انکسارغوراس ہیں۔

ارسطو کی کتابوں کے شارح ہونے کی حیثیت سے 9 فلسفی مشہور ہیں یہ سب مقلد تھے مجتہد نہ تھے۔ثاؤ فرسطس [1]، اسطفن [2] لیس یحیٰ [3]، بطریق اسکندریہ، اامونیوس [4] بلیقیوس [5] دثباؤس [6] فرفوریوس [7]، ثامسطیوس [8]، افرودیسی [9]، (اسکندریہ) ان میں آخر الذکر تینوں شراح اونچے درجے کے مالک ہیں۔

یونان میں مخصوص فنون کے کامل بھی بڑے بڑے نامور گزرے ہیں بقراط و جالینوس علم طبعیات وطب میں، اقلیدس ہندسہ میں، ارشمیدس علم الدوائر میں، اور دیوجانس کلی علم المناظر والنجوم میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ہر ایک اپنے فن میں یگانہ روزگار تھا آج بھی ان سب کے نام زبان زدخواص اہل علم ہیں۔

مسلمان بادشاہوں میں سب سے پہلے عباسیہ خاندان کے خلیفہ ثانی ابوجعفر المنصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس نے علم فقہ کے ساتھ علم فلسفہ و منطق و ہیئت کو بھی حاصل کیا۔اس کے کاتب عبداللہ بن المقفع الخطیب الفارسی، مترجم کلیلہ ودمنہ نے ارسطو کی تین کتابوں، قاطیغوریاس [1] دباری ارمیناس [2] اور انولوطیقا [3] کا عربی میں ترجمہ کر کے منطقی کے لقب سے شہرت حاصل کی۔

ارسطو سے لے کر خلافت عباسیہ تک گیارہ صدیاں گزر چکی تھیں علوم فلسفہ کی کوئی ترقی نہ ہوسکی گویا بازار سرد پڑ چکا تھا ساتواں خلیفہ عباسی مامون الرشید جب 198ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا تو اپنے ذوق کی بناء پر فنون کی طرف متوجہ ہوا۔قیصر روم کو لکھا وہاں سے ارسطو کی کتابوں کا ڈھیر آگیا۔وزیر جمال الدین قفطی اخبار الحکماء میں لکھتے ہیں۔

ولما سیرت الکتاب الی المامون جاء بعضها تاما وبعضها ناقصا فالنا قص منها ناقص الی الان ۔ترجمہ:"ارسطو کی کتابیں (روم کے کتب خانے سے) جو مامون کے پاس پہنچی ان میں بعض مکمل اور بعض ناقص تھیں جو ناقص تھیں وہ اب تک ناقص ہیں۔

مامون الرشید نے حنین بن اسحٰق الکندی اور ثابت بن قرہ وغیرہ ہما کو عربی ترجمہ کا حکم دیا

اس طرح شروع تیسری صدی ہجری میں مسلمانوں نے کلمة الحکمة ضالة المومن این وجد ھا فھو احق بھا۔ پر عمل پیرا ہو کر اپنی وراثت سمجھتے ہوئے آب و تاب کے ساتھ ان علوم کو چمکایا۔ چوتھی صدی ہجری میں شاہ منصور بن نوح سامانی کی درخواست پر حکیم ابونصر فارابی نے ان کی ترصیع و تذہیب کر کے معلم ثانی کا لقب پایا اور فلسفہ ارسطو میں مہارت پیدا کر کے تقریباً دو درجن تصانیف کیں۔ جو سلطان مسعود کے زمانے تک اصفہان کے کتب خانہ صوان الحکمة کی زینت بنی رہی سلطان مسعود نے شیخ الرئیس ابوعلی بن سینا المتوفی 427ھ 1037ء کو اپنا وزیر بنا کر تصانیف فارابی سے اکتساب کرا کے کتابیں لکھوائیں۔ اتفاق سے کتب خانہ نذرِ آتش ہو گیا تو ابن سینا محافظ علوم بن گیا اب جو کچھ ہے اسی کی محنت کا ثمر ہے۔

ابو محمد احمد اندلسی وزیر عبدالرحمٰن مستظہر باللہ محمد ذکریا رازی صاحب صد تصانیف المتوفی 320ھ/932ء (عہد منصور بن اسماعیل سامانی) نے بھی چوتھی صدی ہجری میں اس پودے کو پروان چڑھانے میں کسر نہ اٹھا رکھی آخر الذکر نے فلسفہ ارسطو کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑائیں اور اعتراضات و شبہات کا بے پناہ ذخیرہ کتابوں میں چھوڑا۔

پانچویں صدی ہجری اور اس کے بعد امام ابوحامد محمد الغزالی المتوفی 505ھ علامہ ابن رشید المتوفی 1198ء، امام فخر الدین رازی المتوفی 606ھ، ابن تیمیہ الحرانی المتوفی 728ھ/1327ء، نجم الدین نخجوانی ابن سہلان اور افضل الدین خونجی وغیرہم نے ان فنون میں نئی نئی باریکیاں پیدا کیں۔ اجتہادات کیئے۔ آخر الذکر کی کتابیں دو سو سال تک داخل نصاب رہیں علامہ ابن خلدون نے وعلیٰ کتبه معتمد المشارقة لهذا العهد "اس کی کتابوں کو اس عہد کے علماء مشرق کا اعتماد حاصل ہے" لکھ کر سند اہمیت عطاء کر دی۔

شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی نے مشائیہ (تبعین ارسطا طالیس) کے معتقدات پر ضرب کاری لگا کر نئے باب کا اضافہ کیا۔

نصیر الدین محقق طوسی، قطب الدین رازی، صدر الدین شیرازی، ملا جلال محقق دوانی

ملا محمود جونپوری، صاحب شمس بازغہ وفرائد وغیرہم نے اس فن کو چار چاند لگائے یوں تو شاہانِ اسلام کی قدر افزائیوں نے اطراف واکناف عالم کے مشاہیر وفضلاء کو ہندوستان کی طرف متوجہ کردیا تھا لیکن سلاطین مغلیہ کے عہد میں عرب وعجم کے اہل فضل وکمال کا یہ ملک مسکن بن گیا۔

حضرت امیر خسرو رحمہ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے سات بادشاہوں کے دربار میں اعزاز حاصل کیا مختلف انقلابات دیکھے مگر ہندوستان سے منہ نہ موڑا۔

شعراء میں نظیری نیشاپوری، ملک قمی، عرفی شیرازی ظہوری، غزالی مشہدی، عالی شیرازی، کلیم ہمدانی غنی کشمیری

اطباء میں حکیم بینا، حکیم علی، حکیم الملک گیلانی، حکیم عین الملک شیرازی، حکیم ابوالفتح گیلانی، حکیم ہمام گیلانی مسیح الملک شیرازی

کتاب میں شیریں قلم، زریں قلم ہفت قلم علماء میں شیخ حسین موصلی، مولانا فتح اللہ شیرازی المتوفی 997ھ، مولانا میرزا سمرقندی، میر اسلم ہروی المتوفی 1061ھ، میر زاہد ہروی المتوفی 1111ھ، مولانا میر کلاں معلم جہانگیر المتوفی 983ھ، مولانا صدر جہاں، مولانا غازی خان بدخشی وغیرہم۔

ان کے علاوہ دوسرے فنون کے ماہرین نے شاہی درباروں کو رونق بخشی تھی۔ ہندوستان درحقیقت جنت نشان بن گیا تھا علوم ومعارف کے دریا بہہ رہے تھے روحانیت کے چشمے ابل رہے تھے۔

مسلمان بادشاہوں کی قدردانی کے صرف واقعے شہادت کے لئے کافی ہیں۔ سلطان محمد بن تغلق شاہ نے مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کو قاضی عضد الدین صاحب مواقف کی خدمت میں شیراز بھیج کر درخواست کی کہ ہر قیمت پر ہندوستان تشریف لاکر متن مواقف کو میرے نام پر معنون کردیجئے۔ سلطان ابواسحٰق والی شیراز کو پتہ چلا تو دوڑا ہوا قاضی عضد الدین کی خدمت میں پہنچ کر عرض پرداز ہوا کہ ہر خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ تخت سلطنت کی خواہش ہو تو دستبردار

ہونے کو تیار ہوں خدا کیلئے شیراز کو یتیم نہ بنایئے۔قاضی صاحب نے سلطان کی تواضع وقدردانی سے متاثر ہوکر ارادہ بدل دیا اور سلطان ہی کے نام پر کتاب معنون کر کے ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید بنا دیا۔

دوسرا واقعہ علامہ امیر فتح اللہ شیرازی سے متعلق ہے۔عادل شاہ بیجاپوری نے ہزاروں خواہشوں کے ساتھ دکن بلا کر اپنا وکیل مطلق بنایا۔991ھ میں اکبر بادشاہ نے صدر کل بنا کر 993ھ میں امین الملک اور عضد الدولہ کے خطاب سے نوازا۔ہندوستان کے مشاہیر علماء ان کے حلقہ درس میں شریک رہے، محقق دوانی، صدر شیرازی، میر غیاث الدین منصور اور میرزاجان کی تصانیف ہندوستان لاکر داخل نصاب کی انہی کے زمانہ سے علوم عقلیہ کو شاندار فروغ حاصل ہوا۔997ھ میں ان کے انتقال پر اکبر بادشاہ کے الفاظ نظر انداز نہیں کیئے جا سکتے، مآثر الکرام میں ہے۔

پادشاہ از فوت میر بسیار متاسف شد و بر زبان گزرانید کہ میر وکیل و طبیب و منجم مابود، اندازہ سوگواری کہ تواند شناخت اگر بدست فرنگ افتادے وہمگی خزائن در برابر خواستے دریں سودا فراواں سود کردمے وآں گرامی بس ارزاں خریدمے

فیضی گوید

شہنشاہ جہاں رادر وفاتش سینہ پرنم شد
سکندر اشک حسرت ریخت کافلاطوں زعالم شد

یہی وہ قدردانی اور عزت افزائی تھی کہ جس کی وجہ سے سارے عالم سے مشاہیر وقت کھنچے چلے آرہے تھے علوم کی بارش ہو رہی تھی علامہ فضل حق رحمہ اللہ تعالیٰ کے مورثانِ اعلیٰ شمس الدین اور بہاؤالدین دونوں بھائیوں نے بھی ہندوستان کو رونق بخش کر عہدے سنبھا

یوں تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر فن پڑھانے میں یکتا تھے خصوصاً اہلسنت وجماعت کے مدارس میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر بیضاوی شریف کا درس بہت مشہور تھا۔ بندہ ناچیز طلباء کے افادہ کیلئے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر بیضاوی کا ایک سبق ہدیہ قارئین کی نظر کرتا ہے تاکہ جو طلباء قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ نہیں کر سکے وہ آپ کی طرز تدریس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمالیں۔

ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر بیضاوی شریف کی تقریر:

بسم الله الرحمن الرحيم

بحث نمبر ۱۔ ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ علامہ بیضاوی نے ایک مرتبہ ابتداء میں بسم اللہ کہی اور اب پھر کہہ رہا ہے تو اس تکرار کی کیا وجہ ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ پہلی تسمیہ خطبہ بیضاوی کی تھی اور اب یہ قرآن (سورۃ فاتحہ) کی تسمیہ ہے۔

بحث نمبر ۲۔ من الفاتحه میں ہے اس عبارت سے غرض بیان اختلاف ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں تو اس میں تین مذہب ہیں پہلا مذہب یہ ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور یہ مذہب قراء مکہ اور کوفہ اور ان کے فقہاء کا ہے اور یہی مذہب ابن مبارک اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ تسمیہ سرے سے قرآن کی جز نہیں تو پھر فاتحہ کی بھی جز نہ ہوگی اور تیسرا مذہب آگے آجائیگا۔ باقی وخالفهم قراء المدينة میں مخالفت سے مراد یہ نہیں کہ ان کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں بلکہ مخالفت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک نہ تو تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور نہ قرآن کی جز۔

بحث نمبر ۳۔ ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ فقہا کوفہ کے نزدیک ایک تسمیہ فاتحہ کی جز ہے حالانکہ فقہاء کوفہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تو ہیں اور وہ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے تو جواب یہ ہے کہ فقہاء کوفہ سے مراد امام صاحب کا ماسواء ہیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ ان کا ذکر علیحدہ آرہا ہے اور یہ قانون ہے کہ عام خاص کا مقابلہ ہو تو عام کے وہ افراد مراد ہوتے ہیں کہ جو خاص کے ماسواء ہوں لہٰذا فقہاء کوفہ سے مراد ابو حنیفہ کے ماسواء ہونگے۔ اور اسی قسم کا اعتراض مالک واوزاعی پر ہوگا کہ فقہاء مدینہ میں امام مالک آگئے تھے تو پھر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام دوبارہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی تو جواب یہ ہے کہ یہاں عطف خاص کا عام پر ہے تو چونکہ امام مالک مجتہد تھے تو عظمت شان کی وجہ سے ان کو علیحدہ ذکر کیا کہ فقہاء مدینہ کے ذکر سے آپ ذہن میں آئیں شاید۔

بحث نمبر ۴۔ بھی ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے اختلاف صحیح طریقہ سے ذکر نہیں کیا کیونکہ جن کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی جز ہے ان کے نزدیک تسمیہ ہر سورت کی بھی جز ہے لہٰذا یوں کہتے من الفاتحة و من كل سورة تو جواب یہ ہے کہ بیضاوی اس مذہب پر آگے جا کر ولنا احادیث کثیرۃ سے دلائل دے گا اور وہ دلائل سب کے سب اس بارے میں ہیں کہ تسمیہ فاتح کی جز ہے اور باقی سورتوں کی جز جو مانتے ہیں تو فاتحہ پر قیاس کر کے مانتے ہیں باقیوں کے بارہ میں کوئی مستقل دلیل نہیں تو اگر یوں کہتا و من الفاتحة كل سورة تو لازم آتا کہ دعویٰ عام اور دلیل خاص اور یہ باطل ہے۔

بحث نمبر ۵۔ یہ ہے کہ بیضاوی نے تسمیہ میں تین مذہب ذکر کیئے تو پہلے مذہب کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی بھی جز ہے ہر سورۃ کی بھی اور دوسرے مذہب میں فاتحہ قرآن کی ہی جز نہیں تو اب پہلے مذہب کے لحاظ سے چونکہ قرآن کی 113 ایسی سورتیں ہیں کہ جن کی ابتدا میں بسم اللہ

ہے لہٰذا بسم اللہ کی ایک سو تیرہ آیات ہونگی اور چونکہ دوسرے مذہب میں تسمیہ قرآن کی جز نہیں لہٰذا تسمیہ قرآن کی آیت نہیں باقی دونوں مذہبوں میں جو اختلاف ہے تو اسی بسم اللہ میں ہے جو کہ اوائل سورۃ میں ذکر کی جاتی ہے باقی انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم تو بالاتفاق قرآن کی جز اور آیت ہے اور اختلاف اس کے ماسوا میں ہے۔

بحث نمبر ۶ ۔ ولم ینص ابوحنیفہ فیہ الخ میں ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تسمیہ کے بارہ میں کوئی نص نہیں کی تو پس لوگوں نے گمان کیا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تسمیہ سورۃ کی جزء نہیں اور تیرا مذہب احناف کا ہے کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے لیکن ہر سورۃ کی جز نہیں اور یہ مذہب پہلے دو مذہبوں سے متوسط ہے کیونکہ پہلے مذہب میں دونوں دعوے ایجابی ہیں کہ تسمیہ فاتحہ کی بھی جز ہے اور ہر سورۃ کی بھی اور دوسرے مذہب میں دونوں دعوے سلبی ہیں کہ تسمیہ نہ قرآن کی جز ہے اور نہ کسی سورۃ کی اور یہ تیرا مذہب متوسط ہے کہ ایک دعویٰ ایجابی اور دوسرا سلبی کہ قرآن کی تو جز ہے لیکن کسی صورت کی جز نہیں۔

بحث نمبر ۷ ۔ ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ فظن عدم نص پر تفریع ہے۔ (کہ جب امام صاحب نے نص نہیں کی تو فظن) اور یہ تفریع صحیح نہیں کیونکہ جب امام صاحب نے نہ تو یہ نص کی ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور نہ عدم جزیۃ پر نص کی ہے تو اس سے یہ کیسے پتہ چلا کہ تسمیہ آپ کے نزدیک فاتحہ کی جز نہیں ایسے کیوں نہیں ہوسکتا کہ فاتحہ کی جز ہو تو اس کے دو جواب ہیں ایک قوی اور ایک ضعیف۔ پہلا جواب یہ ہے کہ فظن صرف عدم نص پر تفریع نہیں بلکہ یہ ہے کہ جب عدم نص کے ساتھ آپ کے مجتہدات کو ضم کیا جائے تو تب یہ تفریع ہے مثلاً آپ کے مجتہدات سے یہ ہے کہ جہری نمازوں میں جہراً پڑھنا واجب ہے۔ اور تسمیہ کو آہستہ پڑھنا چاہیے تو اس اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ آپ کے نزدیک فاتحہ کی جز نہیں اگر فاتحہ کی جز ہوتی تو اس کا بھی جہراً پڑھنا واجب ہوتا اور ترک واجب پر تو سجدہ سہو لازم آتا ہے

۔حالانکہ بسم اللہ الخ کے آہستہ پڑھنے سے کوئی سجدہ سہو نہیں اور یہ جواب فاضل لاہوری کا ہے اور یہی جواب قوی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فطن صرف عدم نص پر تفریح ہے اور یہ تفریح صحیح بھی ہے کیونکہ امام صاحب فقہاء کوفہ میں سے تھے اور فقہاء کوفہ کا مذہب اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ان کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی جز ہے تو اگر امام صاحب کے نزدیک بھی تسمیہ فاتحہ کی جز ہوتی تو آپ ان کی تائید کرتے حالانکہ آپ خاموش رہے اور اس بارے کوئی نص نہ فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں لیکن یہ جواب ذرا ضعیف ہے کہ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ امام صاحب کی اہل بلدہ کی تائید نہ کرنا اس بات پر دلیل نہیں ہو سکتی کہ آپ کا مذہب ان جیسا نہیں تھا ممکن ہے کہ امام صاحب کا بھی وہی مذہب ہو لیکن خاموش اس وجہ سے رہے کہ جب فریقین آپس میں جھگڑ رہے ہیں تو مجھے بولنے کی درمیان میں کیا ضرورت ہے؟ اگر میں ایک فریق کی تائید کروں گا تو میری تائید سے کہیں جھگڑا بڑھے گا لہٰذا عدم تائید مخالفت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

بحث نمبر ۸۔ لیست من السورۃ میں ہے کہ السورۃ پر الف لام۔ یا تو عہد خارجی کا ہے اور یا جنس کا ہے استغراق کا نہیں بن سکتا اگر ال عہد خارجی کا ہو تو سورۃ سے معہود فاتحہ ہو گی تو مطلب یہ ہو گا کہ گمان کیا گیا کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں اور اگر ال جنس کا ہو تو معنی ہو گا کہ گمان کیا گیا کہ تسمیہ جنس صورت کی جز نہیں یعنی کسی سورۃ کی بھی جز نہیں اور یہ مذہب احناف کا ہے۔ باقی ال استغراق کا نہیں بن سکتا کیونکہ اس صورت میں جو اس کا معنی ہو گا وہ احناف کا مذہب نہیں کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ گمان کیا گیا کہ تسمیہ ہر صورت کی جز نہیں یعنی کل سورۃ کی جز نہیں اور کل سورۃ کی جز نہ ہونا یہ سلب کلی ہے اور اس پر لیست نفی آئی تو ایجاب کلی کا رفع کیا اور ایجاب کلی کا رفعہ سلب جزئی ہوتا ہے تو اب مطلب یہ ہو گا کہ تسمیہ کل سورۃ کی تو جز نہیں ہاں بعض کی جز ہو سکتی ہے حالانکہ احناف کا مذہب یہ تو نہیں بلکہ احناف کا مذہب سلب کلی ہے۔ یعنی کسی سورۃ کی بھی جز نہیں اور یہ تو سلب جزئی ہے۔

ولنا احادیث کثیرۃ الخ سے دو چیزیں بتاتا ہے ایک تو اپنے دعوے پر دلیل دے گا اور دوسرا مخالفین کا رد کرے گا تو پہلی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب سات آیات ہیں پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فاتحہ پڑھی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد اللہ رب العالمین کو ایک آیت شمار فرمایا۔

بحث نمبر۹۔ ایک تمہید میں ہے کہ احناف کے دو گروہ ہیں ایک متقدمین کا اور ایک اشاعرہ کا۔ بعض متقدمین کے نزدیک تسمیہ قرآن کی جز نہیں اور متاخرین کے نزدیک قرآن کی جز ہے۔ تو اب متقدمین کے نزدیک بسم اللہ جب قرآن کی جز نہیں تو اب قرآن پاک کی آیت نہیں ہو سکتی اور متاخرین کے نزدیک بسم اللہ قرآن کی جز اور آیت ہے لیکن کسی صورت کی جز نہیں اس لیئے بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ ایسی آیت بتاؤ کہ جو قرآن کی جز تو ہو لیکن کسی سورت کی جز نہ ہو تو وہ بسم اللہ ہی ہے۔

وسئل محمد بن الحسن الخ یعنی محمد بن حسن شیبانی سے پوچھا گیا کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں تو انہوں نے جوابا کہا ما بین الدفتین۔ کلام اللہ یعنی دو جانبوں کے درمیان کلام ہے اور ماقبل والی تمہید اسی ترجمہ کیلئے تھی۔

بحث نمبر۱۰۔ اس میں ہے کہ سئل محمد بن الحسن الخ کی عبارت چلانے کی غرض کیا ہے؟ تو اس کی دو غرضیں ہیں یا تو یہ عدم نص پر تائید ہے اور یا متقدمین کے رد اور اپنے مختار کی طرف اشارہ ہے عدم نص پر تائید تو اس طرح کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جب امام صاحب کے شاگرد تھے تو اگر امام صاحب کی عدم جزئیہ تسمیہ کے بارہ میں نص ہوتی تو امام محمد پیش کر دیتے لیکن سائل کے جواب میں وہ گول مول کہہ گئے۔ کہ ما بین الدفتین الخ کہ مصحف کی دو

جانبوں میں جو کچھ ہے وہ کلام اللہ ہے تو معلوم ہوا کہ امام صاحب کی اس بارے میں کوئی نص نہیں اور دوسری غرض بھی ہوسکتی ہے کہ متقدمین کا مذہب تھا کہ بسم اللہ قرآن کی جز نہیں تو امام محمد نے فرمایا کہ ما بین الدفتین الخ کہ جب بسم اللہ بھی دفتین کے درمیان ہے تو وہ بھی کلام اور قرآن کی جز ہے باقی امام محمد بھی متقدمین میں سے ہیں اور جو متقدمین بسم اللہ کو قرآن کی جز نہیں مانتے وہ امام محمد کے ماسوا ہیں۔

بحث نمبر ۱۱۔ پہلی غرض پر اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ سئل محمد بن الحسن الخ عدم نص کی تائید ہے تو یہ تائید نہیں بن سکتی تائید تب بنتی جب کہ سائل امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدم جزئیہ تسمیہ کے بارے میں نص فرمائی ہے کہ نہیں تو تب کہہ سکتے تھے کہ امام محمد صاحب نے چونکہ جواب صاف نہیں بتایا لہٰذا امام صاحب نے نص نہ فرمائی ہوگی۔ لیکن سائل کا سوال تو ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے کہ نہیں تو پھر امام محمد نے کہا کہ مابین الخ تو اس سے امام صاحب کے عدم نص کی تائید کیسے ہوئی؟ ممکن ہے یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنا مذہب ہو کیونکہ وہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ عدم نص کی تائید ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے ایک اصول خمسہ ہیں اور ان میں ایک اصول یہ ہے کہ جب وہ کسی قول کی نسبت نہ اپنی طرف کریں اور نہ ہی ابو یوسف کی طرف کریں تو وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہوتا ہے۔ چونکہ امام محمد نے یہاں نہ تو عندی وغیرہ کہا اور نہ ہی عندابی یوسف کہا تو معلوم ہوا کہ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے کہ مابین الدفتین الخ تو اس سے تسمیہ کا فاتحہ کی جز ہونا یا کسی صورت کی جز ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عدم نص کی تائید ہے۔

بحث نمبر ۱۲۔ من اجلها اختلف الخ میں ہے کہ یہ ایک سوال کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ جو تم نے دو حدیثیں پیش کی ہیں وہ آپس میں معارض ہیں کیونکہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا

ہے کہ تسمیہ مستقل آیت ہے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ مستقل آیت نہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ تسمیہ مستقل آیت ہو بھی اور غیر مستقل آیت بھی ہو تو جواب دیا کہ جن دو حدیثوں میں بظاہر تعارض ہو تو ان کی چند صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ ان دونوں کو جمع کیا جائیگا اگر جمع ممکن ہو اور اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائیگی اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر اذا تعارض تساقطا تو چونکہ ان دونوں حدیثوں کا جمع ہونا ممکن تو نہیں لہٰذا یہ جمع نہیں ہوسکتی اور ان میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمیں تاریخ معلوم نہیں کہ پہلے کونسی ہے؟ اور بعد میں کونسی ہے؟ تو پھر ایک کو ترجیح ہوگی دوسری پر۔یہی وجہ ہے کہ شوافع میں دو گروہ ہیں ایک کے نزدیک تسمیہ مستقل آیت ہے تو اس میں انہوں نے پہلی حدیث کو ترجیح دی اور دوسرے کے نزدیک تسمیہ غیر مستقل آیت ہے تو اس میں انہوں نے دوسری حدیث کو ترجیح دی والاجماع علیٰ ان الخ سے تیسری دلیل دیتا ہے اور والاجماع کا عطف احادیث الخ پر ہے تو دلیل یہ ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحیفہ کے دو جانبوں کے اندر کلام اللہ ہے تو پھر ثابت ہوگیا کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے۔والوفاق علیٰ اثباتها الخ سے چوتھی دلیل دی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب قرآن کو جمع کیا تو اتنی احتیاط سے کام لیا کہ جو حصہ قرآن سے نہیں تھا اس کو جدا کیا حتیٰ کہ آمین بھی نہیں لکھی گئی لیکن سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین اتفاق کر کے تسمیہ کو قرآن کے ساتھ لکھا تو معلوم ہوا کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے۔اگر جز نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آمین کی طرح اس کو بھی جدا کر دیتے۔

بحث نمبر ۱۳۔ایک اعتراض اور جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ آخری دو دلیل تمہارے مدعیٰ کو ثابت نہیں کرتیں کیونکہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے تو تسمیہ کا قرآن کی جز ہونا اس بات کو لازم نہیں کہ تسمیہ فاتحہ

کی بھی جز ہو تو جواب یہ ہے کہ جب اس نے لنا احادیث کثیرة کہا تو ہم نے کہا تھا کہ یہاں سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ دو چیزیں ذکر کرے گا ایک اپنے مدعیٰ پر دلیل اور دوسرا مخالفین کا رد۔ تو پہلی دو حدیثیں اپنے مدعیٰ کے ثبوت کیلئے ذکر کی ہیں اور آخری دو دلیلیں مخالفین کے رد میں ہیں۔ جن کے نزدیک تسمیہ قرآن کی جز نہیں۔

بحث نمبر ۱۴۔ بھی ایک اعتراض کے جواب میں ہے کہ جب وفاق اور اجماع کا معنی ایک ہے تو دونوں کو ذکر کیوں کیا تو جواب یہ ہے کہ اجماع دو قسم ہے۔ اجماع قولی اور اجماع فعلی۔ اجماع قولی تو یہ ہے کہ لوگوں کا ایک بات پر متفق ہو جانا اور اجماع فعلی یہ ہے کہ لوگوں کا ایک فعل پر جمع ہو جانا تو والا جماع سے اجماع قولی ذکر کر دیا کہ امت کا اس بات میں اجماع ہے کہ مابین الدفتین کلام اللہ ہے اور الوفاق سے اجماع فعلی ذکر کر دیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کا اس فعل پر اجماع تھا کہ انہوں نے بسم اللہ کو قرآن سے جدا نہ کیا۔

بحث نمبر ۱۵۔ بھی ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ امت کا اجماع ہے کہ مابین الدفتین کلام اللہ ہے حالانکہ دفتین کے درمیان تو یہ بھی ہے کہ یہ سورۃ بقرہ ہے یہ آل عمران ہے یہ آیت مکی ہے مدنی ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ باتیں قرآن تو نہیں تو جواب یہ ہے کہ دفتین سے مراد اور مصاحف سے مراد عام نہیں بلکہ دفتین سے مراد صحابہ کرام کے مصاحف کے دفتین ہیں کہ جو ان چیزوں سے خالی تھے اور یہ زیادتیاں بعد والے لوگوں کی ہیں۔

بحث نمبر ۱۶۔ اس میں ہے کہ قرآن، کلام اللہ اور مصحف میں فرق کیا ہے تو فرق یہ ہے کہ کلام اللہ اور قرآن الفاظ اور معانی کو کہتے ہیں اور مصحف اوراق کا نام ہے جس پر قرآن الفاظ نقش ہیں اسی لئے قرآن اور کلام اللہ کی قسم تو واقع ہے لیکن مصحف کی قسم نہیں تو اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ مجھے اس قرآن کی قسم ہے تو قسم نہ ہو گی کیونکہ اس قرآن سے مراد تو وہ معین ہو گا جو کہ مصحف

میں ہے۔

نوٹ: شوافع کا یہ مذہب ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور احناف کا یہ مذہب ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں اور صاحب روح المعانی نے اپنے مذہب (احناف) کی تائید میں 16 دلیلیں ذکر کی ہیں ہم ان میں سے صرف ایک دلیل بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ حدیث قدسی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ قُسِّمَتِ الصَّلٰوۃ بینی و بین عبدی نصفین و بعبدی ما سئل یعنی میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ نصف نصف ہے اور میرے بندے کیلئے وہ ہے کہ جس کا اس نے سوال کیا اور صلوۃ سے مراد فاتحہ ہے کیونکہ فاتحہ کا نام صلوٰۃ ہے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اذقال ابدی الحمد اللہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حمدنی عبدی یعنی میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ یعنی یہ بات (الحمد الخ) میرے لیئے ہے۔ واذقال عبدی الرحمن الرحیم فقال اللہ تعالیٰ اثنا علی عبدی یعنی یہ بھی میرے لیئے ہے واذقال عبدی ملک یوم الدین فقال اللہ تعالیٰ فحمدنی عبدی یعنی یہ بھی میرے لیئے ہے واذقال عبدی وایاك نعبد وایاك نستعین فقال اللہ تعالیٰ ھذا بینی وبین عبدی یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے کہ ایاك میرے لیئے اور نعبد و نستعین بندے کیلئے ہے۔ واذقال عبدی اھد نا الیٰ والضالین فقال اللہ تعالیٰ ھذا لعبدی یہ آئتیں میرے بندے کیلئے ہیں تو خلاصہ یہ نکلا کہ اس فاتحہ کی سات آیات ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلی تین آیات میرے لئے ہیں اور آخری تین آیات میرے بندے کیلئے ہیں اور درمیان والی چوتھی آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے۔ تو اب یہ حدیث ہماری دلیل اس طرح بنی کہ اگر تسمیہ فاتحہ کی جز ہوتی تو یوں فرمایا جاتا کہ بسم اللہ الخ اور پھر الحمد اللہ الخ تو معلوم ہوا کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں اور دوسرا یہ کہ اگر تسمیہ فاتحہ کی جز ہوتو اب فاتحہ نصف نصف نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر تسمیہ جز ہو تو پہلے چار آیات تسمیہ سمیت اللہ تعالیٰ کیلئے ہونگی اور آخری تین آیات یا دو آیات بندے کیلئے اور درمیانی مشترک تو پھر نصف نصف تو نہ ہوئی اور

نیز ان لوگوں کا رد بھی ہو گیا جو بسم اللہ کو مستقل آیت اور صراط الذین انعمت علیھم کو غیر مستقل آیت کہتے ہیں کیونکہ انعمت علیھم مستقل آیت نہ ہو بلکہ اگلی سے مل کر آیت ہو تو اب بھی فاتحہ نصف نصف نہ ہو گی بلکہ پہلے چار آیات ایک طرف اور آخری دو آیات ایک طرف تو حدیث قدسی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں اب ہم ان دو حدیثوں کا جواب بھی دیئے جاتے ہیں جن کو بیضاوی نے جزئیہ تسمیہ کے ثبوت میں بطور دلیل ذکر کیا تو ان دو حدیثوں میں سے ایک حدیث ام سلمٰی رضی اللہ عنہا والی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فاتحہ پڑھی اور عدّ بسم الله الرحمن الرحيم الحمد الله رب العالمين آیت جو اس حدیث سے بھی مقصد یہی ہے کہ فاتحہ کی آیت تو صرف الحمد الله رب العالمين ہے باقی بسم اللہ کو آپ نے محض تبرک کیلئے ذکر فرمایا۔ جیسا کہ کوئی کسی کو کہے کہ دوسرے پارہ کا دوسرا رکوع پڑھو (مثلاً) تو وہ اس طرح ابتداء کرے گا اعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ولكل وجهة هو موليها الخ تو اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اعوذ باللہ و بسم اللہ رکوع کی جز ہیں بلکہ یہ کہا جائیگا اعوذ باللہ و بسم اللہ محض تبرک کیلئے پڑھے گئے ہیں دوسری حدیث جو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اولٰہن بسم اللہ الخ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولٰی مضاف ہے ہن کی طرف اور ہن کا مرجع سبع آیات ہیں اور یہاں مضاف مضاف الیہ سے خارج ہے جیسا کہ غلام زید میں غلام زید سے خارج ہے اس طرح اولٰی بھی ہن سے خارج ہے۔ یعنی سبع آیات میں بسم اللہ داخل نہیں بلکہ اس کی ابتداء الحمد اللہ سے ہے باقی مضاف مضاف علیہ سے خارج ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ اگر بسم اللہ بھی سبع آیات میں شامل ہو تو حدیثوں میں تعارض لازم آیگا یہاں تک احناف کی دلیل اور شوافع کی پیش کی ہوئی احادیث کا جواب آیا اب ابحاث کی طرف آتے ہیں۔

بحث نمبر ۱۷۔ والباء متعلقة بمحذوف الخ میں ہے کہ بسم اللہ میں باء جارہ ہے تو دیکھنا ہے کہ جاروں کی وضع کس کے لئے ہے تو چونکہ فعل کا معنی اسم تک نہیں پہنچ سکتا تھا تو جارہ

معنی پہنچانے کا واسطہ ہیں جیسا کہ مررت بزید میں مررت فعل لازمی ہے اس کا معنی زید تک نہیں پہنچ سکتا تھا تو اس کے پہنچانے کا واسطہ باء ہے۔

بحث نمبر ۱۸۔ اس میں ہے کہ جہاں جارہ ہوگا وہاں یا تو فعل محذوف ہوگا یا مذکور ہوگا۔

بحث نمبر ۱۹: یہ ہے کہ اگر فعل مذکور ہو تو اس میں کوئی اور احتمال نہیں اور اگر فعل محذوف ہو تو اسمیں چار احتمال ہیں یا تو فعل محذوف افعالِ خاصہ سے ہوگا افعال عامہ سے۔ افعال عامہ چار ہیں، کون۔ وجود، ثبوت اور حصول اور ہر دو تقدیروں پر دو احتمال ہیں یا تو وہ فعل محذوف پہلے ہوگا یا بعد میں۔

بحث نمبر ۲۰۔ یہ ہے کہ اگر فعل محذوف افعال عامہ سے ہے تو اس میں صرف ایک قرینہ کی ضرورت ہے یعنی صرف حذف پر اور اگر فعل محذوف افعال خاصہ سے ہے تو اب دو قرینوں کی ضرورت ہے ایک تو نفس حذف پر اور دوسرا فعل خاص لینے پر۔

بحث نمبر ۲۱: اس میں ہے کہ بسم اللہ میں با جارہ ہے اور اس کی وضع چاہتی ہے کہ یہاں فعل ہو تو علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا مختار بتائے گا اور دوسروں کا رد کرے گا۔ تو کہتا ہے کہ با کا متعلق افعال خاصہ سے ہوگا۔ یعنی اقراء اور یہ ہوگا بھی موخر یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم اقراءُ۔

بحث نمبر ۲۲۔ لان الذی یتلوہ مقرو (یعنی جو چیز بسم اللہ کے بعد آنے والی ہے وہ مقرو ہے یتلو کا معنی تالی ہے یعنی موخر) سے فعل محذوف پر دلیل پیش کرتا ہے کیونکہ اگر جارہ کا متعلق افعال خاصہ سے محذوف ہو تو اس پر دو قرینوں کی ضرورت ہوتی ہے تو یہاں نفس حذف پر

خود باء جارہ قرینہ تھی اس لیئے اب فعل خاص لینے پر دلیل ذکر کرتا ہے کہ بسم اللہ کے بعد جو چیز ہے یعنی الحمد اللہ رب العالمین تو وہ مقروء ہے اور اقراء کو مقروء سے مناسبت ہے۔ کیونکہ دونوں کا مادہ ایک ہی ہے لہٰذا فعل محذوف اقراءُ ہی ہوگا۔

بحث نمبر ۲۳۔ وکذلك یضمر کل فاعل مایجعل البسملة مبدأ لهٗ الخ میں ہے کہ پہلے تو مصنف نے خاص بسم اللہ کے بارے میں بیان کیا کہ اس کا متعلق افعال خاصہ سے ہے اور وہ اقراء ہے اور موخر ہے اب بسم اللہ کے متعلقات کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہے کہ ہر فاعل جب اپنے فعل کیلیئے بسم اللہ کو مبدا بنائے تو اب وہاں وہی فعل مضمر ہوگا۔ مثلاً زید گھوڑے سے اتر رہا ہے۔ اور بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس کا متعلق فعل کے مناسب ہوگا یعنی بسم اللہ انزل۔ یا گھوڑے پر چڑھ رہا ہے اور بسم اللہ پڑھی تو مطلب یہ ہوگا کہ بسم اللہ ارتجل۔

بحث نمبر ۲۴۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ مضمر کرے گا ہر فاعل اس فعل کی جس کیلیئے وہ بسم اللہ کو مبدا بنا رہا ہے تو فعل دو قسم ہے فعل حقیقی اور فعل اصطلاحی۔ فعل حقیقی یہ ہے کہ جو فاعل سے صادر ہو اور اسی کے ساتھ قائم ہو مثلاً روٹی کھا رہا ہے تو روٹی کھانا یہ فعل ہے اور فعل اصطلاحی الفاظ کا نام ہے جیسا کہ ضرب یا اضرب وغیرہ تو اب خلاصہ اعتراض یہ ہے تم نے کہا کہ فاعل فعل کو مقدر کرے گا۔ جس فعل کیلیئے بسم اللہ کو مبدا قرار دے رہا ہے تو وہ فعل جس کیلیئے فاعل بسم اللہ کو مبدا بناتا ہے وہ تو فعل حقیقی ہے تو فعل حقیقی وہاں کیسے مقدر ہوگا۔ مثلاً زید روٹی کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ تو وہاں روٹی کھانا کیسے محذوف ہوگا۔ یا زید مار رہا ہے۔ اور ہاتھ ہلاتا ہے۔ تو مارنا اور ہاتھ ہلانا کیسے مقدر ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ ظاہر ہے تو جواب یہ ہے کہ ما کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی وکذلك الضمیر الخ دال مایجعل الخ یعنی فاعل جس فعل کی ابتداء تسمیہ سے کر رہا ہے تو اس فعل کے دال کو مقدر کرے گا تو یہ صحیح ہے کہ فعل حقیقی پر دال تو فعل اصطلاحی ہے۔ مثلاً زید کھاتے وقت بسم اللہ

پڑھتا ہے تو معنی ہوگا بسم اللہ اکل تو اکل کھانے پر دال ہے۔

بحث نمبر ۲۵ — وذالك اولیٰ من الخ میں ہے کہ یہاں سے ان لوگوں کا رد کرتا ہے جن کے متعلق بسم اللہ کا متعلق ابداء محذوف ہے تو کہتا ہے کہ ابداءُ سے اقراءُ کو مقدر نکالنا اولیٰ ہے اور الویت کی دو وجہ ذکر کی ہیں پہلی وجہ لعدم مایطابقہ ہے یعنی واسطے نہ ہونے اس چیز کے کہ ابداءُ اس کے مطابق ہو باقی لعدم مایطابقہ کی دو تقریریں ہیں۔

پہلی تقریر فاضل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے کہ جن احادیث میں بسم اللہ کے متعلقات کو ذکر کیا گیا ہے ابداءُ ان متعلقات کے مطابق نہیں مثلاً حدیث میں آتا ہے بسم اللہ دیجنا (یعنی دخلنا) وبسم اللہ خرجنا تو دخول خروج سے ابداءُ کی کوئی مطابقت نہیں ہاں اگر بسم اللہ بدأنا حدیث میں آتا تب تو ابداءُ کی مطابقت تھی برخلاف اقراءُ کے اس کی مطابقت ہے کیونکہ بسم اللہ قرأنا استعمال ہوتا رہتا ہے اور قرأنا اور اقراءُ کے درمیان مطابقت ہے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے تو لعدم مایطابقہ کا معنی یہ ہوا کہ واسطے نہ ہونے اس چیز کے کہ ابداءُ اس کے مطابق ہو یعنی حدیث میں کوئی ایک متعلق مذکور نہیں جس سے ابداءُ کی مطابقت ہو۔

دوسری تقریر اس مقام کی یہ ہے کہ ابداءُ کی بسم اللہ کے مابعد سے مطابقت نہیں کیونکہ بسم اللہ کا مابعد مقروء ہے اور ابداءُ کی مقروء سے کوئی مطابقت نہیں برخلاف اقراءُ کے کہ وہ مقروء کے مطابق ہے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے یعنی قرأت۔

بحث نمبر ۲۶ — مایدل علیہ میں ہے باقی اس کا عطف مایطابقہ پر ہے اور لعدم ساتھ لگے گا تو یہ الویت کی دوسری وجہ ہے کہ ابداء نہیں لے سکتے کیونکہ ابداء لینے پر کوئی دال نہیں ہے ۔یعنی قرینہ نہیں ہے کیونکہ اگر ابداء لیں تو خرابی لازم آئیگی وہ یہ کہ پھر معنی ہوگا کہ اللہ کے نام سے میں ابتداء کرتا ہوں تو فعل کی ابتداء تو اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوگئی مگر فعل کی انتہاء اور اس کا وسط اللہ

کے نام سے خالی رہ گیا۔ حالانکہ جس طرح ابتداء اللہ کے نام سے ہونی چاہیے اسطرح وسط اور انتہاء بھی اللہ کے نام سے ہونی چاہیے بخلاف اقراء کے کہ اس میں یہ خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ معنی ہوگا میں قرأت کرتا ہوں تو چاہیے وسط میں ہو یا ابتداء وانتہاء میں ہو اللہ کے نام سے کرتا ہوں۔ باقی ومایدل کی دوسری تقریر بھی ہے وہ یہ کہ فعل دو قسم ہے۔ آنی اور غیر آنی یعنی زمانی تو فعل زمانی کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور وسط اور انتہاء بھی ہوتی ہے اور فعل آنی کی ابتداء نہیں ہوتی کیونکہ آن تو تقسیم نہیں ہوتی اگر اس کی ابتداء ہو تو انتہاء بھی ہوگی اور وسط بھی تو آن منقسم ہو جائیگا حالانکہ آن تو منقسم نہیں ہوتی تو تو مطلب یہ نکلا کہ فعل آنی کی ابتداء نہیں ہوتی اور فعل زمانی کی ابتداء وغیرہ ہوتی ہے اور ابداء کا استعمال صرف فعل زمانی میں ہوتا ہے لیکن فعل آن میں نہیں ہوتا مثلاً دخول وخروج یہ فعل آنی ہیں تو یہاں ابداء نہیں کہہ سکتے کیونکہ دخول وخروج جب آنی ہیں تو ان کی ابتداء کیسے ہو سکتی ہے؟ بخلاف اقراء کے وہ دونوں میں استعمال ہوتا ہے فعل آنی ہو یا زمانی اس لیئے اقراء مقدر نکالنا ابداء سے اولیٰ ہے۔

بحث ۲۷۔ ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ ابداء فعل محذوف نہیں نکال سکتے حالانکہ حدیث پاک میں ہے کہ کل امر ذی بال لم یبداء الخ تو حدیث میں ابداء کا لفظ آتا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابداء فعل نہیں نکال سکتے تو جواب یہ ہے کہ حدیث پاک کا مطلب یہ نہیں کہ امر ذی بال کی ابتداء اللہ کے نام سے ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ امر ذی بال کو جب کرنا ہو تو پہلے بسم اللہ پڑھ تو ٹھیک ہے یہاں بھی بسم اللہ پڑھی گئی باقی یہ توجیہ اسلیئے کی گئی ہے کیونکہ اگر یہی معنی حدیث کا کیا جائے کہ امر ذی بال کی ابتداء کے نام سے تو وہی خرابی لازم آئیگی کہ وسط اور انتہاء بسم اللہ سے خالی ہو جائیں گے۔

بحث ۲۸۔ او ابتدائی لزیادۃ الخ میں ہے کہ اب علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ بسم اللہ کا متعلق ابتدائی بھی نہیں نکال سکتے ہیں اس کی دو وجہ تو وہی جو کہ ابداء کے نہ لینے میں

ہیں اب ایک مزید وجہ ذکر کرتا ہے کہ اگر بسم اللہ کا متعلق ابتدائی نکالی جائے تو اب ابتدائی مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء ہوگا اور بسم اللہ اس کا متعلق ہوگا اور اس کی خبر اور نکالنی پڑے گی (مثلاً) حاصل تو اب زیادتی حذف لازم آئیگی حالانکہ حذف میں اختصار ہونا چاہیے اور اگر ابتدائی مبتداء ہو اور بسم اللہ اس کے متعلق نہ ہو بلکہ کائنٌ کے متعلق ہو جو کہ ابتدائی کی خبر ہے تو اب بھی زیادتی حذف لازم آئیگی ایک تو ابتدائی محذوف نکالنا پڑے گا اور دوسرا کائنٌ وغیرہ بخلاف اقراء کے کہ یہ ایک ہی کلمہ ہے لہٰذا اقراء لینا دونوں سے اولیٰ ہے۔

بحث ۲۹۔ بیضاوی نے دو دعوے کئے تھے ایک یہ کہ بسم اللہ کا متعلق اقراء محذوف ہے یعنی افعال خاصہ سے ہے دوسرا یہ کہ موخر ہے تو اب پہلے دعویٰ پر دلیل آگئی اب دوسرے دعویٰ پر دلیل دیتا ہے کہ جار مجرور کا متعلق ہوتا ہے وہ عامل ہوتا ہے اور جار کا مدخول متعلق کا معمول ہوتا ہے تو یہاں بسم اللہ میں باء اقراء کے متعلق ہے جیسا کہ دعویٰ اول میں گزرا تو اقراء عامل ہوا اور بسم اللہ معمول تو عامل معمول پر مقدم ہوتا ہے لیکن یہاں معمول مقدم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تقدیم المعمول ھھنا اوقع یعنی یہاں معمول کی تقدیم اوقع احسن ہے اب اس کی مثال پیش کرتا ہے جیسا کہ قرآن میں ایک جگہ بسم اللہ مجریھا آیا ہے کہ یہاں بسم اللہ کا مقدم ہونا مجریھا پر احسن ہے اور دوسری جگہ ایاک نعبد آتا ہے تو یہاں بھی معمول کی تقدیم احسن ہے تو جس طرح ان دو جگہوں پر تقدیم احسن ہے اس طرح یہاں بھی یعنی بسم اللہ کی تقدیم اقراء پر بھی احسن ہے۔

بحث ۳۰۔ ھھنا میں ہے کہ اس کا مشار الیہ کیا ہے اور اس کی قید کیوں لگائی گئی تو ھھنا کا مشارٌ الیہ وہ بسم اللہ ہے جو سورۃ فاتحہ کی ابتدا میں مذکور ہے اور ھھنا کی قید احتراز کے لئے ہے کہ یہاں پر بھی تقدیم معمول احسن ہے لیکن ہر جگہ احسن نہیں جیسا کہ اقراء باسم ربک میں معمول موخر ہے کیونکہ یہ مقام قرأت کا ہے اور فصیح و بلیغ آدمی مقام اور حال کی رعایت کرتا ہے نہ کہ امورِ ذاتیہ کی لہٰذا اقراء باسم یہاں وصال تاخیر معمول احسن ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہاں

چونکہ مقام قرأت تونہیں اس لیئے یہاں تقدیم معمول احسن ہے۔

بحث ۱۳۱۔ ایک اعتراض جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے تقدیم معمول کی دو مثالیں دیں ایک بسم اللہ مجریھا دوسرا ایاک نعبد تو ایاک نعبد مثال بن سکتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے لیکن بسم اللہ مجریھا والی مثال نہیں بن سکتی مثال تب بن سکتی ہے جبکہ بسم اللہ مجریھا کے متعلق ہو اور بسم اللہ مجریھا کے دو وجہ سے متعلق نہیں ہو سکتی کیونکہ مجری یا تو ظرف ہے اور یا مصدر میمی۔ اگر ظرف ہو تو یہ متعلق نہیں بن سکتا کیونکہ جارے فعل یا شبہ فعل کے متعلق ہوتے ہیں اور ظرف نہ فعل ہوتے اور نہ ہی شبہ فعل۔ کیونکہ ظروف صیغہاء صفت سے ہیں اور اگر مجری مصدر ہو تو بے شک جارے مصادر کے متعلق ہوتے ہیں لیکن مصدر کا معمول اس سے مقدم نہیں ہو سکتا اور یہاں بسم اللہ تو مجری سے مقدم ہے تو جب بسم اللہ مجری کے متعلق نہ ہو تو معمول نہ بنا اور پھر تقدیم معمول کی مثال نہ بنا تو اس کے دو جواب ہیں۔ ایک ضعیف اور ایک قوی۔

پہلا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ مجریھا کے متعلق ہے اور مجری مصدر ہے پھر تم کہو گے کہ مصدر کا معمول اس سے مقدم نہیں ہو سکتا تو ہم کہتے ہیں کہ مصدر کا معمول اس سے مقدم اس وقت نہیں ہو سکتا جب کہ وہ جار مجرور اور ظرف کے علاوہ ہو اور اگر معمول جار مجرور یا ظرف ہو تو مصدر سے مقدم ہو سکتا ہے تو چونکہ بسم اللہ جار مجرور ہے لہٰذا یہ مجری سے مقدم ہو سکتا ہے لیکن یہ جواب ذرا ضعیف ہے اور وجہ ضعف آگے مذکور ہو گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مجری ظرف کا صیغہ ہے اور بسم اللہ مجری کے متعلق نہیں بلکہ بسم اللہ خبر مقدم ہے اور مجریھا مبتداء موخر ہے اور متعلق محذوف ہے یعنی ثابت تو معنی یہ ہو گا کہ کشتی کا چلنا اللہ کے نام کے ساتھ ہی ثابت ہے تو اس صورت میں بسم اللہ مجریھا تقدیم معمول کی مثال نہیں بنے گی بلکہ نفس تقدیم بسم اللہ کی اقراء کی مثال بنے گا کہ بسم اللہ کی تقدیم اقراء پر احسن ہے جیسا کہ بسم اللہ کی تقدیم مجری پر احسن ہے اور یہی جواب قوی ہے باقی پہلا جواب ضعیف اس لیئے

ہے کہ یہ ترکیب کسی نے نہیں کی کہ بسم اللہ مجریہا کے متعلق ہے جبکہ مجری مصدر ہو بلکہ اس کی دو ہی ترکیبیں مذکور ہوئی ہیں ایک تو یہ کہ یہ خبر مقدم ہے اور مجریہا مبتداء موخر ہے اور دوسری یہ کہ بسم اللہ حال ہو اور اس کا متعلق محذوف ہو یعنی ارکبوا قائلین بسم الله مجریها یعنی سوار ہو جاؤ تم اس حال میں کہ کہنے والے ہو بسم اللہ وقت عصر کشتی اس کے یہ تو اس وقت ہے جبکہ مجری ظرف ہو اور اگر مجری مصدر میمی ہو تو اب اس کی ترکیب آخری کے لحاظ سے مجری کا مضاف وقت محذوف ہو گا کیونکہ یہ قانون ہے کہ جب مصدر مفعول فیہ واقع ہو تو اس کا مضاف لفظ وقت محذوف ہو تا ہے۔

جیسا کہ آتیتك خفوك النجوم کہا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اتیتك وقت خفوك النجوم یعنی میں آؤنگا ستارے کے چھپتے وقت تو اس طرح آیت کا معنی ہوگا ارکبو قائلین بسم الله وقت مجريها

بحث ۳۲۔ لا نه اهم و ادل الخ میں ہے کہ یہ احسن ہونے کی دلیل ہے کہ تقدیم معمول یہاں اوقع اس لیئے ہے کہ اسم اللہ بہت اہم اور اسم اللہ اختصاص پر زیادہ دلالت کرتا ہے اور یہ داخل فی التنظیم ہے اور یہ اوفق فی الوجود ہے باقی یہ ادل علی الاختصاص اس لیئے ہے کہ جو چیز موخر ہو جب اس کو مقدم کیا جائے تو اختصاص پر زیادہ دلالت کرتی ہے اور شئی کی تقدیم اس کی تعظیم پر بھی دلالت کرتی ہے لہذا یہ تقدیم معمول (اسم اللہ) ادخل فی التنظیم بھی ہے اور اوفق للوجود اس لئے ہے کہ اللہ کی ذات قرأت سے مقدم ہے تو اللہ کا اسم بھی قرأت پر مقدم ہونا چاہیے تو یہ اوفق للوجود ہو گیا۔

بحث ۳۳۔ لا نــه اهــم پر اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ معانی کا یہ قانون ہے کہ تقدیم کی دلیل اہمیت نہیں بن سکتی بلکہ اہمیت کی وجہ بھی ذکر کرنی چاہیے یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ اتنا کہہ دینا کافی ہو کہ اس شئی کی تقدیم اس لئے ہے کہ یہ شئی اہم ہے بلکہ یہ اہم ہونا

دلیل تب بنے گا جب وجہ اہمیت بھی ذکر کی جائے لہٰذا تقدیم معمول کی دلیل لا نہ اہم نہیں بن سکتی دلیل تب تھی کہ جب وجہ اہمیت بھی ذکر کی جاتی تو جواب سے پہلے ایک تمہید ہے کہ اہمیت دو قسم ہے اہمیت متعلقہ اور اہمیت خاصہ ,اہمیت متعلقہ اسے کہتے ہیں جیسے کہ تقدیم کے جتنے بھی نکتے ہیں سب میں اہمیت مشترک ہو مثلاً یہ کہ یہ شئی مقدم ہے کیونکہ اہم ہے۔اور پھر اہم اسلئے ہے۔ کہ ان سے اہمیت مشترک ہے اور اہمیت خاصہ یہ ہے کہ یہ شرح اہم ہے برکت اور شرافت کی وجہ سے یہ شئی اہم ہے کیونکہ یہ مومن کے دل کا مطلوب ہے تو یہ اہمیت خاصہ مع ہر ایک میں مشترک نہیں مثلا فی الدار زید میں فی الدار کی تقدیم ہے لیکن اہمیت خاصہ نہیں کہ فی الدار شرافت یا برکت کی وجہ سے اہم ہے یا اس مومن کا دل خوش ہوتا ہے تو اس تمہید کے بعد اب جواب یہ ہے کہ تقدیم کی دلیل وہ اہمیت نہیں بنتی جو اہمیت مطلقہ ہو اور سب نکتوں میں مشترک ہو اس کی وجہ بیان کرنی ضروری ہوتی ہے لیکن اہمیت خاصہ تقدیم کی دلیل بن سکتی ہے اور یہاں اہم میں اہمیت خاصہ ہے کہ بسم اللہ کی تقدیم اس لیئے ہے کہ یہ مومن کے دل کا مطلوب ہے اور اس میں برکت اور شرافت ہے تو اہمیت خاصہ ہے مطلقہ نہیں جس میں وجہ اہمیت بیان کرنے کی ضرورت پڑھے۔

بحث ۳۴۔ بھی ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ اول اور ادخل اور اوفق یہ اسم تفضیل کے صیغے ہیں اور اسم تفضیل زیادہ والے معنی پر دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوگا اگر معمول مقدم ہو تو پھر یہ اختصاص پر زیادہ دلالت کرے گا اور تعظیم میں اس کو زیادہ دخل ہوگا اور یہ وجود کے زیادہ موافق ہوگا۔اور اگر معمول موخر ہو تو پھر اختصاص پر زیادہ دلالت تو نہیں کرے گا لیکن اختصاص پر نفس دلالت ہوگی اور تعظیم میں دخل ہوگا حالانکہ اگر معمول (بسم اللہ) موخر ہو (اقراء) سے تو پھر اختصاص پر دلالت ہی نہیں ہوگی اور نہ ہی تعظیم میں کچھ دخل ہوگا اور نہ ہی موافق للوجود ہوگی تو اس کے دو جواب ہیں پہلا جواب تو یہ ہے کہ اسم تفضیل یہاں اپنے معنی میں مستعمل نہیں بلکہ فعل کے معنی میں ہے یعنی اگر معمول مقدم ہو تو اختصاص پر دلالت ہوگی اور تعظیم میں دخل ہوگا

اور موافق للوجود ہوگا اور اگر معمول موخر ہو تو یہ چیزیں نہ ہوں گی پھر حتمی اعتراض ہوا کہ جب اسم تفضیل فعل کے معنی میں تھا تو پھر اسم تفضیل کیوں ذکر کیا تو جواب یہ ہے کہ ازدواج کیلئے اسم تفضیل کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں کیونکہ پہلے اوقع واہم کا ذکر تھا تو چونکہ وہ اسم تفضیل کے صیغے تھے اس لیئے اس کے بعد بھی اسم تفضیل کے صیغے لایا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اسم تفضیل یہاں اپنے معنی میں ہے اور تاخیر معمول کی صورت میں بھی اختصاص پر دلالت ہے وہ اس طرح کہ بسم اللہ میں باء یا تو استعانت کی ہے اور یا مصاحبت کی ہے جیسا کہ بیضاوی آگے کہے گا تو اگر باء استعانت کی ہو تو معنی یہ ہوگا کہ فعل شرح شریف میں تب معتبر ہوگا جبکہ اس کی ابتداء بسم اللہ سے ہو اور اگر اس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو تو پھر وہ فعل شرعاً معتبر نہ ہوگا تو جب بسم اللہ سے اقراء کو پہلے لایا جائے اور فعل سے پہلے بسم اللہ کو نہ لایا جائے تو اب اختصاص پر دلالت تو ہے کہ یہ امر اور فعل شرع میں اس لیئے معتبر ہے کہ اس کی ابتداء میں بسم اللہ ہے تو اب اس صورت میں اختصاص پر دلالت ہے اور جب بسم اللہ کو اقراء پر مقدم کیا جائے تو اب اختصاص پر زیادہ دلالت ہوگی اس طرح اقراء کی تقدیم میں ادخل فی التنظیم ہے کہ اسم اللہ کی اتنی تعظیم ہے کہ اس کے سبب سے یہ فعل شرع میں معتبر ہے اور جب بسم اللہ کو مقدم کیا جائے تو اب ادخل فی التنظیم ہو گیا (یعنی تقدیم ادخل فی التنظیم ہے) اور یہ موافق للوجود بھی ہے وہ اس طرح کہ جب اقراء کو بسم اللہ پر مقدم کیا جائے تو اب اقراء چونکہ عامل ہے تو عامل کا وجود پہلے ہوتا ہے اور معمول کا وجود بعد میں ہوتا ہے تو اب یہ تاخیر موافق تو ہے لیکن جب بسم اللہ کی تقدیم ہوگی تو اب یہ تقدیم اوراوفق للوجود ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قرأت سے مقدم ہے لہٰذا اسم بھی مقدم ہوگا۔

بحث ۳۵۔ بھی ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ یہاں تفضیل کے پانچ صیغے استعمال گئے ہیں اور نحو کا یہ قانون ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال تین وجہ سے ہوتا ہے معرف باللام یا اضافت یا من کے ساتھ اور یہاں کوئی وجہ بھی نہیں تو اوقع اور اہم میں ایک جواب ہے کہ

اسم تفضیل کا یہاں استعمال من کے ساتھ ہے لیکن من محذوف ہے یعنی و تقدیم المحمول ھٰھنا اوقع من التاخیر اس طرح لانہ اھم من التاخیر اور اول وادخل اور اوفق میں دو جواب ہیں پہلا یہ کہ یہاں اسم تفضیل اپنے معنی میں ہی نہیں ہے بلکہ فعل کے معنی میں ہے اور تین وجہ سے اسم تفضیل کا استعمال تب ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے معنی میں ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہے یعنی ادل علی الاختصاص من التاخیر اور ادخل فی التعظیم من التاخیر اور افق للوجود من التاخیر۔

بحث ۳۶۔ کیف الاوقد الخ۔ میں ہے کہ یہاں دو چیزیں بتاتا ہے ایک تو یہ بتائیگا کہ اسم اللہ قرأت شریف پر مقدم کیوں ہے اور دوسرا یہ کہ بسم اللہ میں باء ہے اور باء کے کئی معانی ہیں تو یہاں کونسا معنی ہے تو بتاتا ہے کہ اسم اللہ قرأت پر مقدم کیوں ہے تو اس لیئے کہ بسم اللہ میں باء استعانت کی ہے اور باء استعانت کی وہ ہوتی ہے کہ اس کا مدخول آلہ ہو اور اس کے متعلق کیلئے جیسا کہ کتبت بالقلم میں باء استعانت کی ہے اور قلم کتابت کا آلہ ہے اور آلہِ فعل فعل پر مقدم ہوتا ہے تو اب بسم اللہ میں جو با کا مدخول ہے آلہ ہوگا قرأت کیلئے تو چونکہ آلہ فعل پر مقدم ہوتا ہے اس لیئے اسم اللہ بھی قرأت سے مقدم ہوگا تو اب دونوں چیزیں معلوم ہو گئیں باقی بیضاوی کے قواعد سے ہے کہ جہاں شئی میں چند احتمال ہوں تو وہ اپنے مختار کو اشارۃً (اکثر طور پر) اور باقی احتمالات کو صراحۃً ذکر کرے گا تو قد جعل آلۃ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ میرے نزدیک باء آلہ کی ہے یعنی استعانت کی ہے اور باء میں دوسرا احتمال مصاحبت کا ہے اس کو صراحۃً ذکر کریگا۔

بحث ۳۷۔ من حیث ان الفعل الخ۔ میں ہے کہ اس عبارت سے غرض دو اعتراض اور ان کے جواب ہیں پہلا اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ باء آلہ کی ہے لہٰذا اسم اللہ قرأت کیلئے آلہ ہے تو آلہ فعل کا غیر مقصودی ہوتا ہے اور مقصودی تو فعل ہوتا ہے تو لازم آئیگا کہ اسم اللہ تو غیر مقصودی اور قرأت مقصودی ہے تو اس میں خدا تعالیٰ کی کوئی تعظیم نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ آلہ

دو قسم ہے۔ آلہ حقیقی اور آلہ تشبیہی۔ تو یہ جو کہا جاتا ہے کہ آلہ فعل کا غیر مقصودی ہوتا ہے تو آلہ حقیقی غیر مقصودی ہوتا ہے اور یہاں آلہ تشبیہی ہے اور یہ غیر مقصودی نہیں ہوتا باقی اس کو تشبیہی دی گئی ہے آلہ حقیقی کے ساتھ اور وجہ شبہ مقصودی اور غیر مقصودی نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ جس طرح فعل آلہ حقیقی پر موقوف ہوتا تو اس طرح آلہ تشبیہی پر بھی فعل موقوف ہوتا ہے تو اسم اللہ پر فعل (مثلاً قرأت) موقوف ہے کہ یہ شرعاً تب معتبر ہوگا جبکہ اس کی ابتداء بسم اللہ سے ہو اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ بسم اللہ میں باء آلہ کی ہے تو باء آلہ کی وہ ہوتی ہے کہ اس کے متعلق کا صدور اس کے مدخول کے بغیر ناممکن ہو جیسا کہ کتبت بالقلم میں قلم سے مراد آلہ کتابت ہے تو کتابت کا صدور بغیر آلہ کتابت کے ناممکن ہے تو اب معنی یہ ہوگا کہ قرأت کا صدور اسم اللہ کے بغیر ناممکن ہے حالانکہ ہم اسم اللہ کے بغیر بھی قرأت کر سکتے ہیں محال کب ہے تو جواب یہ ہے کہ آلہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ کہ جس کے بغیر فعل کا صدور ناممکن ہو اور دوسرا وہ کہ جس کے بغیر فعل کا صدور ممکن تو ہو لیکن اس میں کمال نہ ہو تو اول الذکر آلہ حقیقی ہے جیسا کہ کتب بالقلم سے اور مؤخر الذکر آلہ تشبیہی ہے کہ اسم اللہ کے بغیر قرأت کا اور دیگر افعال کا صدور ممکن تو ہے لیکن اس میں کوئی کمال نہیں کیونکہ شرع میں وہ معتبر نہیں شرع میں تو وہ افعال معتبر ہونگے جن کی ابتداء بسم اللہ سے ہوئی۔

بحث ۳۹۔ ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ بیضاوی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ باء آلہ کی ہے حالانکہ یہ اس کے مختار کے خلاف ہے۔ کیونکہ آلہ فعل کا فعل سے خارج ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ بسم اللہ قرأت سے خارج ہے تو قرأت تو الحمد للہ رب العالمین ہے حالانکہ بیضاوی کا مذہب ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کی جز ہے تو جواب یہ ہے آلہ دو قسم ہے حقیقی و تشبیہی تو آلہ حقیقی فعل سے خارج ہوتا ہے اور یہاں سے آلہ تشبیہی ہے اور یہ فعل سے خارج نہیں ہوتا۔ فلا اعتراضا فافھم۔

بحث ۴۰: لقولہ علیہ السلام کل امر الخ۔ میں ہے کہ یہ دلیل ہے ماقبل کی۔ ماقبل یہ

کہا تھا کہ فعل شرعاً اس وقت تک معتبر اور معتد بہ نہیں ہوتا جب تک اس کی تقدیر بسم اللہ سے نہ ہو تو اب اس پر دلیل دیتا ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر امر ذی بال کہ اس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو تو وہ مقطوع ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ سالم اور معتبر تب ہوتا ہے جبکہ اس کی ابتداء (بسم اللہ سے ہو)

بحث ۴۱۔ ذی بال میں ہے کہ بال کے کتنے معنی ہیں اور کونسا معنی مراد ہے تو بال کے دو معنی ہیں لغوی اور اصطلاحی۔ لغوی تو معنی شان اور حال ہے یعنی ہر امر ذی شان اور ذی حال اور اس کا اصطلاحی معنی قلب ہے یعنی ہر وہ امر جو صاحب قلب (دل) ہے تو اب اعتراض ہو گیا کہ امر تو صاحب دل نہیں ہوتا تو اصطلاحی معنی کیسے مراد لے سکتے ہیں تو مراد یہ ہے کہ اصطلاحی معنی لے سکتے ہیں کیونکہ کل امر ذی بال میں امر کو اس شئی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا دل یعنی انسان کے ساتھ تشبیہ ہے تو ذکر مشبہ کا اور انتقال مشبہ بہ کی طرف تو یہ استعارہ مکینہ ہے تو گویا لغوی اور اصلاحی دونوں معنی مراد لے سکتے ہیں لیکن لغوی معنی لینے میں استعارہ نہیں ہے اور اصطلاحی معنی مراد لینے میں استعارہ۔

بحث ۴۲۔ بھی ایک اعتراض وجواب میں ہے اور یہ اعتراض ابتر میں ہے تو اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس امر کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو وہ امر ابتر ہوتا ہے تو ابتر شئی کی آخری ناقص جز کو کہتے ہیں یعنی اس امر کی آخری جز ناقص اور خراب ہو گی تو اس کی کوئی مناسبت نہیں یوں کہنا چاہیے تھا کہ جب بسم اللہ سے امر کی ابتداء نہ ہو تو اس امر کی ابتداء جز ناقص اور مقطوع رہتی ہے تو ابتر کیوں کہا تو جواب یہ ہے کہ ابتر کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بسم اللہ کے نہ پڑھنے سے صرف پہلی جز میں خرابی نہیں ہوتی بلکہ اس کا اثر تو آخری جز تک ہو گا اس لیئے ابتر کہا۔

بحث ۴۳: بھی ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ حدیث پاک میں ہے کہ لم یبدأ باسم الله جس کا مطلب یہ ہے کہ امر ذی بال کی پہلی جز اسم اللہ سے ہونی چاہیے تو اسم اللہ خود لفظ اللہ ہے حالانکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں فعل کی پہلی جز اللہ تو نہیں بلکہ اسم اللہ ہے تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ باللہ الرحمٰن الرحیم تو جواب یہ ہے کہ حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ امر ذی بال کی پہلی جز اسم اللہ سے ہونی چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ امر ذی بال سے پہلے پہلے اللہ کا نام آنا چاہیے تو ٹھیک ہے کہ الحمد للہ رب العالمین سے پہلے اللہ کا نام بسم اللہ میں ہے تو گویا ابتداء عرفی مراد ہے کہ مقصود سے پہلے اللہ کا نام ہونا چاہیے تو اگرچہ بسم اللہ میں لفظ اللہ اسم کے بعد ہے لیکن مقصود سے تو پہلے ہے لہٰذا حدیث پر عمل ہو گیا۔

بحث ۴۴: وقیل الباء للمصاحبة الخ میں ہے کہ بعض نے کہا کہ بسم اللہ میں باء مصاحبت کی ہے اور باء مصاحبت کی باء ملابست کی ہوتی ہے اور باء مصاحبت کا متعلق اس کے مدخول کے ملابس ہوتا ہے اور ان میں نفکت نہیں ہوتا۔

بحث ۴۵: ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا با مصاحبت کی ہے تو باء مصاحبت کی وہ ہوتی ہے کہ اس کا متعلق اس کے مدخول کے ملابس ہوتا ہے اور اس سے منفك نہیں ہوتا۔ تو اب بسم اللہ کے ساتھ قرأت ملابس ہوگی اور قرأت کا انفکاک اسم اللہ سے نہ ہوگا تو اس میں کوئی تعظیم نہیں کہ شئی کے ساتھ ملابس ہو اور اس سے جدا نہ ہو تو جواب یہ ہے کہ ملابست اور مصاحبت کئی طرح کی ہوتی ہے اور یہاں ملابست تبرک کیلئے ہے یعنی قرأت جو اسم اللہ سے ملابس ہے تو تبرک کیلئے یعنی متبرکا باسم اللہ اقراء وقیل الباء للمصاحبة والمعنی متبرکا باسم الله تعالیٰ اقراء وهذا مابعده مقول علی السنة العباد لیعلموا کیف یتبرك باسمه ویحمد علی نعمه ویسال من فضله۔

بحث ۴۶ ۔ بھی ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ والمعنی متبرکاً باسم الله تو اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ متبرکاً کے متعلق ہے حالانکہ جب باء ملابستہ کی ہے تو پھر بسم اللہ متلبساً کے متعلق ہونی چاہیے تو جواب یہ ہے کہ بسم اللہ ہے تو متبلساً کے متعلق لیکن متبرکا نکال کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہاں ملابستہ تبرک کیلئے ہے۔

بحث ۴۷ ۔ وھذا او ما بعدہ مقول الخ: میں ہے باقی اس کا ترجمہ یہ ہے کہ بسم اللہ اور اس کا ما بعد بھی الحمد اللہ الخ یہ بولا گیا ہے بندوں کی زبان پر تو اس عبارت سے غرض ایک سوال اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا متعلق اقراء ہے اور یہ کلام اللہ تعالیٰ کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے درانحالیکہ میں استعانت اور تبرک پکڑنے والا ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ استعانت اور تبرک کی طرف اللہ تعالیٰ محتاج نہیں۔ اسی طرح یہ اعتراض الحمد اللہ پر بھی ہوگا کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کی تو چاہیے تھا کہ یوں فرماتا الحمد لی ! تو الحمد الله سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اور خدا کی حمد کرتا ہے۔ اور اس کو کہتا ہے کہ ایاك نعبد ایاك نستعین اور اھدنا الصراط المستقیم الخ۔ تو جواب سے پہلے ایک تمہید ہے وہ یہ کہ اگر ایک آدمی ان پڑھ ہو تو وہ کاتب کو کہتا ہے کہ میرے فلاں آدمی کی طرف تم خط لکھو تو وہ آمر اس کاتب کو تو اپنا سارا مضمون اور حال سنا دیتا ہے اور پھر کاتب اس کو اپنے الفاظ سے لکھتا ہے کہ میں تم سے اتنے روپے طلب کرتا ہوں اور مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے میں نے تمہاری طرف کئی خطوط لکھے تو یہ صیغے متکلم کے ہیں اور سارا خط آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے مضمون سارا آمر کا اور کاتب اس کیلئے ترجمان ہے تو اس تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ یہ ساری کلام اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ترجمانی کیلئے بولی اگر تم اللہ تعالیٰ کے اسم سے تبرک پکڑنا چاہو تو کیسے پکڑو گے تو بتا دیا

کہ تم ایسے کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اگر تم میری نعمتوں کے شکر یہ پر حمد کرنا چاہو تو اس طرح کرو۔ الحمد للہ رب العالمین اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم طلب کرنا چاہو تو اس طرح کہو اھدنا الصراط المستقیم تو مطلب یہ نکلا کہ یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن بندوں کی ترجمانی ہے جیسا کہ کلام تو کاتب کی لیکن آمر کی ترجمانی ہے باقی یہاں ایک خاص بحث بھی ہے۔

بحث ۴۸۔ وہ یہ کہ حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرزا قادیانی پر ایک اعتراض کیا تھا اس کا جواب تو خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن جو ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے وہ جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ تو اعتراض یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے۔ کہ جہاں فرعون وغیرہ اور انبیاء کرام کے اقوال ذکر ہیں مثلاً قال فرعون یا ھامان ابن لی صرحاً تو یہ کلام خدا تعالیٰ کی ہے یا غیر خدا (فرعون) کی اگر کہو کہ خدا تعالیٰ کی یہ کلام ہے تو یہ نرا جھوٹ ہے کیونکہ قال کا فاعل خود فرعون مذکور ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا قول کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اگر کہو کہ یہ غیر خدا کا قول ہے تو پھر کلام اللہ تو معجز نہ ہوئی بلکہ غیر اللہ کی کلام معجز ہوگی اور دوسرا یہ ہے کہ قرآن پاک کلام معجز نہ رہا بلکہ اور بھی اس کی طرح کلام کر سکتے ہیں تو جواب سے پہلے بھی وہی تمہید ہے جو کہ سابقہ بحث میں مذکور ہوئی کہ جب آمر کاتب کو لکھنے کا حکم دیتا ہے تو وہ مضمون تو آمر کا ہوتا ہے لیکن الفاظ کاتب کے ہوتے ہیں تو اب جواب یہ بنا کہ یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہیں اور یہ کلام فرعون کا بھی ہے۔ کہ یہ معانی و مضمون فرعون کا ہے تو گویا کلام اللہ اس لحاظ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں اور فرعون کا کلام اس طرح ہے کہ معنی اور مضمون اس کا ہے۔

بحث ۴۹۔ وانما کسرت الباء میں ہے کہ بسم اللہ کی باء کو کسرہ دیا گیا حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کو فتحہ دیا جاتا باقی پہلے کسرہ اور جر میں فرق سمجھنا چاہیے کہ جر عامل کا اثر ہوتا ہے اور کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے اور کسرہ عام ہے کہ عامل کا اثر ہو یا نہ ہو اور کلمہ کے آخر میں ہو یا اول یا وسط

میں۔تو اب بیضاوی نے کہا کہ ومنها حق الحروف المفردة کہ باء کا حق تو یہ تھا کہ اس کو فتح دیا جاتا حالانکہ کسرہ دیا گیا ہے تو کسرہ دینے کی وجہ تو خود مصنف بیان کرے گا لیکن اس نے یہ وجہ بیان نہ کی باء کو فتح کیوں لازم ہے تو اس کی دلیل ہم دیتے ہیں اور اس سے پہلے تمہید ہے کہ ایک مطلق حروف ہوتے ہیں جنکی تعریف یہ ہے کہ اصوات معتمدة علی المخارج یعنی مطلق حروف وہ آواز ہیں جن کا مخارج پر اعتماد ہو تو اب معتمد علی المخارج سے وہ آواز نکل گئی کہ جو بجانے اور کھودنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ اصوات تو ہیں لیکن معتمد علی المخارج نہیں پھر مطلق حروف دو قسم ہیں حروف مبانی[1] اور حروف معانی[2] حروف مبانی وہ ہیں کہ جن کی کسی معنی کیلئے وضع نہ ہو بلکہ ان سے صرف کلمات مرکب ہوں جیسا کہ زید میں ز۔ی۔د۔ ہیں اور حروف مبانی کلمہ نہیں ہیں کیونکہ کلمہ تو کہتے ہیں کہ لفظ وضع لمعنی مفرد[1] اور مبانی کی وضع معنی کیلئے نہیں ہے تو جب حروف مبانی کلمہ نہیں ہیں تو اب معرب بھی نہیں ہو سکتے اور مبنی بھی نہیں۔کیونکہ معرب اور مبنی تو کلمہ کی قسم ہیں تو جب یہ حروف کلمہ نہیں تو معرب ومبنی کیسے ہو سکتے ہیں اور حروف معانی وہ ہیں کہ جن کی وضع معنی کیلئے ہو اور یہ کلمہ ہیں جب کلمہ ہیں تو اب یہ معرب ہونگے یا مبنی لیکن یہ حروف معانی (جنکو حروف مفردہ بھی کہتے ہیں) تمام کے تمام مبنی ہیں ۔اب ہم کہتے ہیں کہ جب حروف معانی مبنی ہوئے تو مبنی میں اصل سکون ہے اور اس کی تین وجہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ مبنی خفت کو چاہتا ہے وانما کسرت و من حق الحروف المفردة ان تفتح لاختصاصها بلزوم الحرفية و الجر: کیونکہ اس کی ایک ہی حالت ہوتی ہے (بخلاف معرب کے کہ وہ چونکہ تبدیل ہوتا رہتا ہے اور تبدیلی ہی اس کے لئے خفت ہے) اور سکون بھی خفیف ہے لہذا مبنی میں اصل سکون ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مبنی الفاظ ہیں اور الفاظ حادث ہیں اور حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہے لہذا

بنی عدمی ہو اور سکون بھی عدمی ہے کیونکہ سکون نام ہے عدم الحرکت کا تو بنی کیلئے سکون مناسب ہے کیونکہ دونوں عدمی ہیں

تیسری وجہ یہ ہے کہ بنی معرب کا مقابل ہے اور معرب اعراب سے مشتق ہے اور بنی بناء سے۔ اور اعراب اپنے عامل کا اثر ہوتا ہے اور اثر وجودی ہوتا ہے تو چونکہ بناء اس کے مقابل ہے لہٰذا وہ عدمی ہوگی اس طرح معرب اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے اور علامت وجودی ہے اور بنی چونکہ معرب کے مقابلہ میں ہے لہٰذا بنی عدمی ہوگی تو جب بنی عدمی ہوئی اس کے مناسب سکون ہی ہوگا۔ کیونکہ سکون بھی عدمی ہے تو ان تینوں وجہ سے بنی میں اصل سکون ہے اب اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جب حروف مفرد جو بنی ہیں ان میں اصل سکون تھا تو بسم اللہ میں باء کو سکون دیا جاتا لیکن ابتداء با ساکن محال ہے لہٰذا تین حرکتوں سے کوئی ایک حرکت دینی پڑے گی جو کہ سکون کے مناسب ہوگی اور وہ فتحہ ہے کیونکہ سکون بھی خفیف ہے اور فتحہ بھی خفیف ہے لہٰذا باء کا حق یہ ہے کہ اس کو فتحہ دیا جائے۔ یہاں تک اس بات پر دلیل آگئی کہ باء کے حق سے یہ ہے کہ اس کو فتحہ دیا جاتا۔

بحث ۵۰۔ میں ہم نے یہ بتایا ہے کہ جب باء کے حق میں فتحہ تھا تو پھر کسرہ کیوں دیا تو اس کی وجہ خود قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے بیان کردی کہ چونکہ حرفیۃ اور جر کو لازم ہے باء۔ اور حرفیۃ و جر کسرہ کو چاہتے ہیں لہٰذا باء کو کسرہ دیا اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حرفیۃ اور جر کسرہ کو کیسے لازم ہیں تو جر کسرہ کو اس لئے چاہتی ہے کہ باء جب جر کو لازم ہوئی تو جر باء کا اثر ہوا تو حرکت اثر کے مطابق ہونی چاہیے تو جر کے مطابق کسرہ ہی ہے اسلیئے باء کو سکرہ دیا اگر بسم اللہ (بالفتح) پڑھی جاتی تو حرکت اثر کے مطابق نہ ہوتی۔ باقی حرفیت دو وجہ سے کسرہ کو چاہتی ہے۔

پہلی وجہ [1] ۔ یہ ہے کہ حروف مفردہ بنی ہیں اور بنی میں اصل تو سکون ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ باء کو سکون نہیں دے سکتے کہ ابتداء بالساکن محال ہے۔ لہٰذا باء کو وہ حرکت دیں گے جو سکون

کے مناسب ہوگی۔تو سکون کے مناسب کسرہ ہے کیونکہ سکون عدمی ہے اور کسرہ کالعدم ہے کیونکہ کسرہ افعال پر داخل نہیں ہوتا اور غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آسکتا اور دیگر کلمات پر بھی بہت قلیل آتا ہے اور القلیل کالمعدوم تو سکون کے مناسب کسرہ ہوا اسلیئے باء کو کسرہ دیا۔

دوسری وجہ: ۲ یہ ہے کہ سکون اور کسرہ مناسب ہیں باعتبار قرب مخارج کے۔کہ اگر ایک لفظ پر سکون پڑھا اور پھر اس لفظ پر کسرہ پڑھا جائے تو دونوں کا مخرج قریب قریب ہوگا یہی وجہ ہے کہ صرفیوں کا قانون ہے کہ الساکن اذا حرك حرك بالكسر تو جب حرفیت اور جر کسرہ کے متعلق ہوئے تو اس لئے باء کو کسرہ دیا گیا

بحث ۵۱۔ بلزوم الحرفية والجر میں ہے کہ یہاں اضافت کونسی ہے تو یہاں یا تو اضافت فاعل کی طرف ہے اور یا مفعول کی طرف اگر اضافت فاعل کی طرف ہو تو اب حرفیۃ اور جر فاعل ہونگے اور معنی ہوگا کہ حرفیۃ اور جر باء کو لازم ہیں اور یہاں لزوم کا مصطلحہ معنی ہوگا یعنی عدم انفکاک کہ حرفیۃ اور جر باء سے جدا نہیں ہوتے اور یا اضافت مفعول کی طرف ہے تو معنی ہوگا کہ باء حرفیت و جر کو لازم ہے تو دونوں طرح سے اضافت ہوسکتی ہے۔

بحث ۵۲۔ اس میں ہے کہ اختصاص اور حصر وقصر کے الفاظ جہاں آئیں وہاں ایک مقصور ہوتا ہے اور ایک مقصور علیہ اور باء کبھی مقصور پر داخل ہوتی ہے اور کبھی مقصور علیہ پر۔اور یہاں باء مقصور پر داخل ہے یعنی حرفیت و جر کا لزوم باء میں مقصور اور منحصر ہے کسی اور کو حرفیت و جر لازم نہیں۔

بحث ۵۳۔ ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے باء کے مکسور ہونے پر دلیل دی بلزوم الحرفية و الجر سے اب ہم پوچھتے ہیں کہ لزوم حرفیۃ اور جر یہ باء کے مکسور ہونے پر مستقل دلیلیں ہیں یا مجموعہ دلیل ہے مستقل بھی دلیل نہیں بن سکتیں اور مجموعہ بھی۔ مستقل

تو اس طرح کہ فاء عاطفہ اور واؤ عاطفہ کو حرفیۃ لازم ہے لیکن یہ مکسور نہیں مفتوح ہیں اور لزوم جر پر بھی یہی اعتراض ہوگا کہ کاف تشبیہ کو جر لازم ہے لیکن مکسور نہیں مفتوح ہے لہٰذا یہ مستقل دلیلیں نہیں بن سکتیں اور مجموع بھی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ واؤ قسمیہ اور تاء قسمیہ اور لام جارہ ضمائر پر داخل ہوں ان کو حرفیت اور جر دونوں لازم ہیں لیکن باوجود اس کے مکسور نہیں مفتوح ہیں تو جواب سے پہلے ایک تمہید ہے کہ ایک باء کی ذات اور ایک اس کی وصف اور اس طرح باقی جاروں کی بھی ایک ذات ہے اور ایک ان کی وصف تو حرفیت اور جر جو باء کو لازم ہیں تو اس کی ذات کو لازم ہیں نہ کہ اس کی وصف کو اور حرفیت اور جر تینوں مذکورہ جاروں کو جو لازم ہے تو ان کے وصف کو لازم ہے نہ کہ ان کی ذات کو اب تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ ہم شق ثانی اختیار کرتے ہیں یعنی کہ مجموعہ دلیل ہے تو اب سب اعتراض مندفع ہو جائیں گے جو اعتراض مستقل دلیل بنانے پر وارد تھے وہ بھی مندفع ہو جائیں گے اور جو مجموعہ دلیل بنانے پر وارد تھے وہ بھی مندفع ہو جائیں گے مستقل والا اعتراض تو اسطرح کہ فاء عاطفہ اور واؤ عاطفہ کے ساتھ اعتراض نہیں ہوسکتا۔

کما کسرت لام الامر ولام الاضافة داخلة علی المظهر تفصلة بینهما وبین لام الابتداء۔ کیونکہ فاء اور واؤ کو اگرچہ حرفیت تو لازم ہے لیکن جر لازم نہیں اور ہم نے مجموعہ کو دلیل بنایا ہے نہ کہ صرف حرفیت کے لزوم کو۔ اور دوسرا اعتراض بھی وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ کاف تشبیہ کو اگرچہ جر تو لازم ہے لیکن اس کو حرفیت لازم نہیں کیونکہ کبھی کبھی یہ اسم واقع ہوتا ہے اور مجموع کو دلیل بنانے پر جو اعتراض وارد تھا وہ مندفع ہوگیا کیونکہ حرفیت اور جر واؤ قسمیہ اور تاء قسمیہ یا لام کی ذات کو لازم نہیں بلکہ ان کی وصف کو لازم ہے (اور ہم نے کہا ہے کہ یہ دونوں باء کی ذات کو لازم ہیں نہ کہ وصف کو) کیونکہ اگر واؤ قسمیہ نہ ہو بلکہ واؤ عاطفہ ہو تو اب بھی واؤ عاطفہ میں واؤ کی ذات تو پائی گئی لیکن جر لازم نہیں بلکہ جر تب لازم ہے جبکہ واؤ قسمیہ ہو اور قسمیہ ہونا ایک وصف ہے اور اس طرح تا قسمیہ کی ذات کو جر لازم نہیں کیونکہ تاء تانیث یا تاء نقل میں تاء تو ہے لیکن جر لازم نہیں بلکہ اس کی وصف کو لازم ہے یعنی جب یہ قسمیہ ہوگا اور لام جب ابتدائیہ ہو یا تاکید کیلئے ہو تو اب اس کو

جر لازم نہیں بخلاف باء کے۔ کہ یہ دونوں باء کی ذات کو لازم ہیں جہاں بھی باء ہوگی یہ دونوں باء کو لازم ہونگے لیکن ان تینوں چاروں میں یہ بات نہیں تھی۔

بحث ۵۴۔ گزشتہ سبق میں یہ بتایا گیا کہ بسم اللہ میں باء کو کسرہ کیوں دیا گیا تو اس کی وجہ بیان کردی اور مصنفین کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک مسئلہ کو ذکر کرکے اس کے ضمن میں ایک اور مسئلہ تشبیہاً ذکر کردیتے ہیں تا کہ دونوں مسئلوں کا علم ہو جائے تو دوسرا مسئلہ تشبیہاً یہ بتایا کہ لام امر اور لام جارہ جو کہ مظہر پر داخل ہوں۔ یہ مکسور ہوتے ہیں یعنی باء کو کسرہ دیا گیا جیسا کہ لام امر اور لام اضافت کو کسرہ دیا جاتا ہے۔

بحث ۵۵۔ کما کسرت لام الامر الخ : میں ہے کہ لام امر اور لام جارہ جو مظہر پر داخل ہو تو یہ حروف مفردہ سے ہیں تو چاہیے کہ ان کو مفتوح پڑھا جائے ان کو مکسور کیوں پڑھا جاتا ہے تو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ لام اضافت اگر مکسور نہ ہوتا مفتوح ہوتا تو لام ابتداء سے امتیاز نہ آتا کیونکہ لام جارہ جس وقت مظہر پر آئے تو وہ مظہر خواہ مخواہ اسم ہی ہوتا ہے جیسا کہ لِزیدٍ اور اور لام ابتداء بھی اسماء پر ہی داخل ہوتا ہے جیسا کہ لَزیدٌ تو اگر لام جارہ بھی لام ابتداء کی طرح مفتوح ہوتا تو پھر لام جارہ اور لام ابتداء میں التباس آجاتا کہ لام جارہ کون سے اور لام ابتداء کون ہے تو اسلئے لام جارہ کو جو مظہر پر داخل ہو کسرہ دیا گیا اور لام ابتداء کو اپنی اصل حالت پہ چھوڑا اور مفتوح پڑھا یہاں تک تو لام جارہ کے مکسور پڑھنے کی وجہ بیان ہوگئی اب لام امر کی مکسور پڑھنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر لام امر مسکور نہ ہوتا تو مفتوح ہوتا تو لام تاکید سے امتیاز نہ آتا وہ اس طرح کہ لام امر ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ لیضرب اور لام تاکید بھی افعال پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ لیقولن تو اگر لام امر بھی لام تاکید کی طرح مفتوح ہوتا تو لام امر اور لام تاکید میں التباس پڑھ جاتا اسلئے لام امر کو کسرہ دے دیا اور لام تاکید کو اپنی اصلی حالت پہ چھوڑ دیا اور مفتوح رہنے دیا۔

بحث ۵۶۔ ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ لام جارہ جو مظہر پر داخل ہو اس کو مکسور پڑھا جاتا ہے تاکہ لام ابتداء سے امتیاز آجائے تو تم نے مظہر کی قید کیوں لگائی حالانکہ وہ لام جارہ جو مضمر پر داخل ہوتا ہے وہ مفتوح ہوتا ہے تو اس کا بھی لام ابتداء سے التباس آتا ہے جیسا کہ لام جارہ مظہر کا التباس آتا ہے تو چاہیے کہ لام جارہ مظہر کی طرح لام جارہ مضمر کو بھی کسرہ دیا جاتا کہ دونوں لام ابتداء کے ساتھ ملتبس ہونے سے بچ جاتے تو پھر مظہر کی قید نہیں لگانی تھی مطلقاً لام جارہ کیا جانا چاہیے وہ مظہر پر داخل ہو یا مضمر پر تو جواب یہ ہے کہ مظہر کی قید ٹھیک لگائی ہے کیونکہ لام جارہ جو مضمر پر داخل ہوتا ہے اس کا لام ابتداء سے کوئی التباس نہیں آتا کیونکہ لام جارہ جس ضمیر پر داخل ہوتا ہے تو وہ ضمیر مجرور متصل ہوتی ہے جیسا کہ لک لہٗ وغیرہ اور لام ابتداء ضمیر مرفوع منفصل پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ لھو اور لانت وغیرہ تو اب لام جارہ مضمر اور لام ابتداء میں باعتبار مدخول کے امتیاز تھا اس لیئے اس لام جارہ مضمر کو اپنی اصل پر رکھا اور فتح دیا بخلاف لام جارہ مظہر کے کہ اس میں اور لام ابتداء میں باعتبار مدخول کے کوئی امتیاز نہ تھا کیونکہ جیسا کہ لام ابتداء اسماء پر داخل ہوتا ہے ایسا ہی لام جارہ بھی اسماء پر داخل ہوتا ہے تو امتیاز کی وجہ سے اس کو کسرہ دیا لہٰذا مظہر کا لفظ کہنا صحیح ہے یہاں تک بحث آگئی باقی بیضاوی نے کہا کہ لما کسرت لام الامر الخ یعنی لام امر اور لام اضافت جر مظہر پر داخل ہو ان کو کسرہ اس لیئے دیا تاکہ ان دونوں میں اور لام ابتداء اور لام تاکید میں فصل یعنی امتیاز آجائے تو یہاں لف نشر غیر مرتب ہے یعنی لام ابتداء کا تعلق لام اضافت سے ہے اور لام تاکید کا تعلق لام امر سے ہے۔

بحث ۵۷: بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے کہ تم نے کہا کہ لام امر اور لام اضافت کو کسرہ اس لیئے دیا تاکہ لام ابتداء اور لام تاکید سے امتیاز آجائے تو امتیاز اس صورت میں بھی آسکتا ہے کہ لام امر اور لام اضافت کو فتح دیا جائے اور لام ابتداء اور لام تاکید کو کسرہ دیا جائے تو پھر بھی امتیاز تھا ایسے کیوں نہیں کیا تو جواب ہر ایک کا علیحدہ ہے لام جارہ جو مظہر پر داخل ہو اس کو

ہم فتح نہیں دے سکتے بلکہ اس کے مناسب کسرہ ہی ہے۔ کیونکہ لام جارہ کا اثر ظاہر جر ہے تو عامل کی حرکت اس کے اثر ظاہر کے مطابق ہونی چاہیے اور جر کے مناسب تو کسرہ ہے اسلیئے لام اضافت کو کسرہ دیا اور چونکہ لام ابتداء تو عامل ہی نہیں کہ اس کے اثر ظاہر کے مطابق اس کو حرکت دی جائے لہذا اس کو اپنی اصل پر چھوڑ کر فتحہ دے دیا باقی لام امر کو بھی فتحہ نہیں دے سکتے اس سے پہلے تمہید ہے کہ اعراب چار قسم ہے رفع نصب جر اور جزم اور معرب دو ہیں فعل مضارع جو نونہائے جمع مونث سے خالی ہو اور اسم متمکن تو اب ان چاروں اعرابوں کو ان دو قسموں میں (یعنی فعل مضارع اور اسم میں) تقسیم کرنا تھا دو مشترک رکھے اور دو مخصوص۔ رفع اور نصب تو دونوں میں مشترک ہیں اور جر اسم کے ساتھ مخصوص ہوئی اور جزم فعل کے ساتھ باقی جزم اور جر میں خصوصیت کی وجہ سے آپس میں مناسبت ہے اس تمہید کے بعد اب ہم کہتے ہیں کہ لام امر جب فعل پر آئے تو اس کو وہ جزم دیتا ہے۔ اور لام جارہ اسم ظاہر پر آئے تو وہ جر دیتا ہے تو جزم اور جر میں مناسبت ہے باعتبار خصوصیت کے اس مناسبت کی بناء پر ہم نے لام امر کو لام اضافت پر قیاس کر لیا اور کسرہ دے دیا تاکہ اثروں کے مطابق موثروں میں بھی مناسبت ہو جائے بخلاف لام تاکید کے وہ تو جزم نہیں دیتا تاکہ اس کو بھی کسرہ دیا جائے اس لئے اس کو اپنے اصل پر رہنے دیا۔

بحث ۵۸: ایک ضمنی اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ ہم نے لام اضافت جو مظہر پر داخل ہو کر کسرہ اسلیئے دیا تاکہ لام ابتداء سے امتیاز آجائے تو تم نے عکس کیوں نہ کیا کہ لام جارہ جو مضمر پر داخل ہوتا ہے اس کو کسرہ دیتے اور لام جارہ جو مظہر پر داخل ہوتا ہے اس کو فتح دیتے تو جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ لام جارہ جو مظہر پر داخل ہوتا ہے اس کو کسرہ اس لیئے دیا جاتا ہے تاکہ اس کی حرکت اس کے ظاہر اثر کے مطابق ہو جائے بخلاف لام جارہ کے جو مضمر پر داخل ہوتا ہے اس کا تو کوئی اثر ظاہر نہیں جس کے مطابق اس کو حرکت دی

جائے بلکہ اس کا اثر مقدر ہے اور اثر ظاہر کو ترجیح ہے اثر مقدر پر۔ تو اب اگر لام مضمر کو کسرہ دیا جاتا اور لام مظہر کو فتحہ دیا جاتا تو ترجیح مرجوح لازم آتا اس لیئے لام جارہ مظہر کو کسرہ دیا اور لام جارہ مضمر کو اپنی اصل پر چھوڑا یہاں تک باء کی تحقیق آ گئی فتفہم۔

بحث ۵۹۔ والاسم عند البصریین الخ سے اب اسم کی تحقیق کرتا ہے کہ اسم میں تین مذہب ہیں دو مشہور ہیں اور ایک غیر مشہور اور یہاں دو مذہب جو مشہور ہیں وہ ذکر کئے جائیں گے پہلا مذہب بصریوں کا ہے اور دوسرا مذہب کوفیوں کا ہے۔ بصریوں کے نزدیک لفظ اسم ان اسماء سے ہے جن کے اواخر محذوف ہیں۔

بحث ۶۰۔ لکثرۃ استعمالہا میں ہے اس عبارت کی دو غرضیں ہیں ایک تو یہ ماقبل کی دلیل ہے کہ اسم کا آخر محذوف ہے تو کثرت استعمال کی وجہ سے محذوف ہے اور دوسرا یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ اسم کا آخر تم کس قاعدہ کے تحت حذف کرتے ہو تو جواب دیا کہ اسم کے آخر کا حذف کسی قاعدہ پر مبنی نہیں بلکہ اس کا حذف کثرت استعمال کی وجہ سے ہے قاعدہ تو وہاں ہوتا ہے جہاں قیاس ہو یہاں قیاس کوئی نہیں۔

بحث ۶۱۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ اسم کا آخر کثرت استعمال کی وجہ سے حذف ہے تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ اس کا آخر کثرت استعمال کی وجہ سے حذف ہے ممکن ہے کہ اس کا آخر کسی قیاس کی وجہ سے حذف ہو تو جواب یہ ہے کہ یہاں حذف کی وجہ قیاس نہیں ہوسکتا کیونکہ حذف قیاس اور کثرت استعمال میں فرق ہے کہ جس کلمہ کا آخر قیاس کی وجہ سے محذوف ہو تو اس کے آخری حرف پر اعراب نہیں آتا جیسا کہ داعٍ کہ اصل میں داعیٌ تھا ضمہ یا پر ثقیل تھا گرا دیا تو داعین رہ گیا اور پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے یا گر گئی تو داعٍ ہوا۔ تو اب یہاں حذف قیاسی ہے اور اس کلمہ کے آخر پر اعراب نہیں آتا جیسا کہ جاءنی داعٍ تو جاءنی داعٍ "

نہیں پڑھ سکتے۔ بخلاف اس کلمہ کے جس کا آخر کثرت استعمال کی وجہ سے محذوف ہو اس کے آخری حرف پر اعراب آتا ہے تو اسم کے آخر میں اعراب آتا رہتا ہے لہٰذا یہ حذف قیاس نہیں بلکہ کثرت استعمال کی وجہ سے ہے۔ و بنیت اوائلها الخ یعنی جب ان اسماء کے اواخر محذوف ہوئے کثرت استعمال کی وجہ سے تو پھر ان کے اوائل کو مبنی علی السکون کیا گیا اور ان اسماء کی ابتداء میں ہمزہ وصلی لایا گیا درانحالانکہ ان اسماء کی ابتداء کی گئی (یعنی جب ابتداء کی گئی تو ہمزہ وصلی لایا گیا)

بحث ۶۲ ۔ ایک تفصیل میں ہے جو ایک مغالطہ کے منع کیلئے چلائی گئی ہے وہ تفصیل یہ ہے کہ اسماء جن کے اوائل مبنی علی السکون ہیں اور ابتداء میں ہمزہ وصلی ہے وہ گیارہ ہیں۔ ابن ۔ ابنة ۔ ایم ۔ ابنم ۔ اسم ۔ انست ۔ اثنان ۔ اثنتان ۔ یہ آٹھ وہ اسماء ہیں جو محذوفة الاعجاز بھی ہیں باقی تین یہ ہیں ۔ امرءٌ ۔ امرأةٌ ۔ ایمن تو یہ تین وہ اسماء ہیں جو محذوفة الاعجاز تو ہیں بلکہ صرف ان کے اوائل مبنی علی السکون ہیں اور ان کی ابتداء میں ہمزہ وصل ہے اب اس تفصیل کے بعد بعض لوگوں کو مغالطہ لگا کہ انہوں نے مصنف کی عبارت میں یہ سمجھا کہ اسم ان گیارہ اسماء میں سے ہے جو محذوفة الاعجاز ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے وہ اسماء تو صرف آٹھ ہیں جو محذوفة الاعجاز ہیں تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ اسم ان آٹھ اسماء سے ہے جو محذوفة الاعجاز ہیں اور ان تین سے نہیں جو محذوفة الاعجاز نہیں۔

بحث ۶۳ ۔ اس میں ہے کہ پیچھے دو چیزیں مذکور ہیں ایک وہ اسماء جو محذوفة الاعجاز ہیں اور دوسرے وہ اسماء کہ جن کے اوائل مبنی علی السکون ہیں اور ان کی ابتداء میں ہمزہ وصلی ہے تو ان میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہیں۔ مادہ اجتماعی تو یہ ہے کہ وہ اسماء محذوفة الاعجاز بھی ہوں اور ان کے اوائل مبنی علی السکون بھی ہوں اور ان کے ابتداء میں ہمزہ وصل ہو جیسا کہ آٹھ اسماء جو پہلے مذکور ہوئے ہیں اور پہلا مادہ افتراقی یہ ہے

کہ وہ اسماء محذوفۃ الاعجاز تو ہوں لیکن ان کے اوائل مبنی علی السکون نہ ہوں۔ اور انکے ابتداء میں ہمزہ اصلی نہ ہو جیسا کہ "ید" اور "دم" کہ اصل میں یدی" اور دمو" تھے اور دوسرا مادہ افتراقی یہ ہے کہ ان اسماء کے اوائل مبنی علی السکون تو ہوں لیکن محذوفۃ الاعجاز نہ ہوں جیسا کہ آخری تین اسماء جو مذکور ہوئے ہیں تو یہ بحث بھی اس مغالطہ کے دفعہ کیلئے ہے ان کو مغالطہ ایسے لگا کہ جو اسماء محذوفۃ الاعجاز ہیں تو ان کے اوائل مبنی علی السکون ہونگے اور ان کے ابتداء میں ہمزہ وصل ہوگا اور جو اسماء کہ ان کے اوائل مبنی علی السکون ہوں اور ان کی ابتداء میں ہمزہ وصل ہو تو وہ محذوفۃ الاعجاز ہوں گے۔ تو پھر انہوں نے مغالطہ میں آکر کہہ دیا کہ چونکہ اسم کا اول بھی مبنی علی السکون ہے اور اس کی ابتداء میں ہمزہ وصل بھی ہے اور محذوفۃ الاعجاز بھی ہے لہٰذا ان گیارہ اسماء سے ہوگا حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ بعض اسماء تو وہ ہیں کہ جو محذوفۃ الاعجاز ہیں لیکن ان کے اوائل مبنی علی السکون نہیں۔ جیسا دم" اور ید" اور بعض وہ اسماء ہیں کہ ان کے اوائل تو مبنی علی السکون ہیں اور ان کی ابتداء میں ہمزہ وصلی بھی ہے لیکن محذوفۃ الاعجاز نہیں ہیں جیسا کہ کہ امرۃ" وغیرہ۔

بحث ۶۴ ـ لان من دابھم الخ میں ہے کہ یہ ماقبل کی دلیل ہے (یعنی فادخل علیہا الخ کی دلیل ہے) ہمزہ وصلی اس لیئے داخل کیا گیا کہ عربوں کی یہ عادت ہے کہ وہ متحرک سے ابتدا کرتے ہیں اور ساکن پر وقف کرتے ہیں تو اب اسم کا اول (یعنی سین) تو مبنی علی السکون تھا اور ان کی عادت ہے کہ وہ متحرک سے کلمہ کی ابتدا کرتے ہیں اس لئے ہمزہ وصلی جو متحرک ہے لے آئے۔

بحث ۶۵ ـ ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ دلیل تو صرف لان من دابھم ان یبتدؤا بالمتحرك تھی تو پھر آگے و یقفو علی الساکن والی عبارت کو کیوں ذکر کیا تو جواب یہ ہے کہ آگے والی عبارت کو طرداً ذکر کر دیا تاکہ دوسرا مسئلہ بھی معلوم ہو جائے

جیسا کہ وہ ابتداء متحرک سے کرتے ہیں تو وقف ساکن پر کرتے ہیں۔

بحث ٦٦ ۔ بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے تم نے کہا کہ عربوں کی یہ عادت ہے کہ وہ متحرک سے ابتداء کرتے ہیں حالانکہ مشہور یہ ہے کہ ابتداء بالساکن محال ہے اور تمہاری عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ابتداء بالساکن محال نہیں ہے ممکن ہے ہاں ان کی عبارت نہیں ہے تو اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب :۔ تو یہ ہے کہ ابتدا بالساکن محال نہیں ممکن ہے اگر چہ واقع نہیں ہے تو عدم وقوع محال کو مستلزم نہیں محال پر تو دلیل عقلی کی ضرورت ہے حالانکہ اس کے استحالہ پر کوئی عقلی دلیل نہیں ہے لہٰذا من دابھم کہنا درست ہے۔

دوسرا جواب :۔ یہ ہے کہ جو مشہور ہے کہ ابتداء بالساکن محال ہے تو یہ ان کی اپنی زبان میں محال ہے جنہوں نے یہ کہا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی زبانوں میں بھی محال ہو جیسا کہ پشتو اور گوجری میں ابتداء بالساکن کرتے رہتے ہیں اس طرح شیخ لوگ اپنے حساب و کتاب میں جو لکھتے تھے یا لکھتے ہیں تو انہیں کئی ایسے الفاظ آتے ہیں کہ ان کی ابتداء میں سکون ہے لہٰذا اب بھی من دابھم کہنا درست ہے۔

بحث ٦٧ ۔ بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ عربوں کی عادت ہے کہ وہ متحرک سے ابتداء کرتے ہیں اس لیئے ہمزہ وصل لے آئے تو اس کے علاوہ اور بھی تو متحرک تھے ان کو کیوں نہیں لائے اور ہمزہ وصل کو کیوں لائے اس کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ جن اسماء کو مبنی علی السکون گیا ہے تو یہ حقیقت کیلئے کیا گیا ہے تو اب انکی ابتداء کیلئے ایسا لفظ ہونا چاہیے کہ جو خفت کے منافی نہ ہو اور وہ ہمزہ وصل ہی ہے کیونکہ کبھی تو یہ گر جاتا ہے اور کبھی باقی رہتا ہے درج کلام میں گر جاتا ہے اور ابتداء میں باقی رہتا ہے بخلاف باقی الفاظ کے کہ ان میں

کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جو گرے بھی اور سلامت بھی رہے اسلیئے ہمزہ وصل کو خاص کیا۔

بحث ۶۸ ــ ویشھد لہ التعریفہ الخ میں ہے کہ یہاں سے بصریوں کی دلیل نقل کرتا ہے چونکہ بصریوں کے نزدیک اسم ان اسماء سے ہے جو محذوفۃ الاعجاز ہیں تو اب ویشھد لہ الخ سے اسم کے محذوفۃ الاعجاز ہونے پر دلیل نقل کرتا ہے وہ یہ کہ شافیہ جو صرف کی کتاب ہے اس میں آیا ہے کہ کسی کلمہ کے اصل کو معلوم کرنا ہو تو اس کلمہ کی گردانوں کو دیکھا جائے تو ان گردانوں سے کلمہ کا اصل معلوم ہو جائیگا تو اس طرح اسم کی گردانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسماء محذوفۃ الاعجاز سے ہے تو اس کی گردانیں یہ ہیں اسماء۔ اسامی۔ سمی۔ سمیت تو اسماء جو کہ اسم کی جمع ہے اور اس کلمہ کے آخر میں حروف ظاہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم کی جمع ہے نہ کہ وسم کی کیونکہ اگر وسم کی جمع ہوتی تو پھر اس کی جمع اوسام آتی ہے نہ کہ اسماء۔ اس طرح اسامی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اسم کا آخری حرف محذوف ہے اگر یہ وسم کی جمع منتہی الجموع ہوتی تو اواسم ہوتی اس طرح سمی'' اسم کی تصغیر ہے اگر یہ وسم'' کی تصغیر تو وسیم'' ہوتی اس طرح سُمَیّت ماضی ہے تو اگر وسِم کی یہ ماضی ہوتی تو وہ وُسِّمَت ہوتی تو ان گردانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم محذوفۃ الاعجاز اسماء سے ہے کیونکہ ان گردانوں کے آخر میں صرف علت ظاہر ہے نہ کہ اول میں باقی سُمی'' یا تو اس تصغیر ہے یا سُوِیْ ہے فعیل کے وزن پر اور اس کا معنی ہے ہم نام۔

بحث ۶۹ ــ مجی سمی میں ہے کہ اس کا عطف تعریفہ پر ہے اور ویشھد لہ ساتھ لگے گا اور یہ اسم کے محذوفۃ الاعجاز ہونے پر دوسری دلیل ہوگی کہ سمی'' کا آنا اسم کے محذوفۃ الاعجاز ہونے پر دلیل ہے۔

بحث ۷۰ ۔ اس میں ہے کہ سمی کا آنا اسم کے محذوفۃ الاعجاز ہونے پر دلیل کیسے ہے تو وہ اسطرح کہ سمی دراصل سِمْوٌ تھا تو قال والا قانون لگا تو سمان ہو گیا پھر التقاء ساکنین کی وجہ

سے پہلے ساکن کو گرادیا تو سمی رہ گیا جیسا کہ ہدیٗ دراصل ہدیٗ تھا تو قال والا قانون لگا تو ھدان ہو گیا پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے پہلا ساکن گر گیا تو ھدی بن گیا۔ تو سمی کے آخر میں حروف علت ہے تو معلوم ہوا کہ اسم کے آخر میں حرف علت محذوف ہے تو اسم کے محذوفۃ الاعجاز ہونے پر دلیل ہو گئی۔

بحث ا ۷۔ ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض ہے کہ تم نے کہا کہ مجی ''سمی'' اسم کے محذوفۃ الاعجاز ہونے پر دلیل ہے تو سمی'' کے علاوہ اسم میں ایک اور لغت بھی ہے سم'' تو ممکن ہے کہ جس کو تم سمی'' پڑھ رہے ہو وہ سمِ ہو اب اسم کے محذوفۃ الاعجاز ہونے پر دلیل نہ ہوگی کیونکہ سم'' میں دو احتمال ہو سکتے ہیں کہ یہ وسم'' سے مشتق ہو یا سمو'' سے تو جواب یہ ہے کہ یہ سمی ہے سم'' نہیں ہے اور اس پر دلیل سمی کی صورت خطی ہے کیونکہ اگر سمی نہ ہوتا سم'' ہوتا تو آخر میں یا نہ ہوتی تو معلوم ہوا کہ سمی ہے سم'' نہیں۔:

بحث ۲ ۷۔ لغۃٌ میں ہے کہ یہ ترکیب میں حال ہے سمی سے تو معنی ہوگا کہ شائد ہے اس پر آنا سمی کا مثل ھدی کے (یعنی یہ تشبیہ تعلیل ہے کہ جیسے ھدی کی تعلیل ہے ایسے ہی سمی کی تعلیل ہے) درانحالیکہ وہ سمی اسم میں ایک لغت ہے۔

بحث ۳ ۷۔ ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ لغۃ سمی سے حال نہیں ہو سکتا کیونکہ حال یا تو فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے اور سمی نہ تو فاعل ہے اور نہ ہی مفعول ہے بلکہ مضاف الیہ ہے۔ اور مضاف الیہ سے حال واقع نہیں ہو سکتا تو جواب یہ ہے کہ لغۃ سمی سے حال واقع ہو سکتا ہے کیونکہ سمی معنی فاعل ہے کیونکہ مضاف الیہ اگر مضاف کی جگہ واقع ہو سکے تو وہ مضاف الیہ یا تو معنی فاعل ہوتا ہے اور یا مفعول تو یہاں بھی سمی'' مضاف الیہ مضاف کی جگہ ہے یعنی مجی کی جگہ واقع ہو سکتا ہے تو اب سمی معنی فاعل ہوگا یعنی ویشھد لہ سمی کھدی لغۃ فیہ

لھٰذہ الغۃ سمیً سے حال واقع ہو سکتا ہے۔

بحث ۷۴۔ اس میں ہے کہ تم نے کہا کہ اسم میں ایک لغۃ سمی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم میں اور بھی لغتیں ہیں تو وہ کونسی ہیں تو کل اسم میں پانچ لغتیں ہیں۔ اِسم۔ اُسم۔ سِم۔ سُم۔ اور سمی۔

بحث ۷۵۔ اس میں ہے کہ تم نے کہا کہ اسم میں ایک لغت سمی بھی ہے تو تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ کہ سمی بھی اسم کی ایک لغت ہے تو بتا دیا کہ دلیل ہے ہمارے پاس اور وہ شاعر کا قول ہے۔ وَاللّٰہِ اَسْمَاکَ سِمیً مُبَارَکً اٰثَرَکَ اللّٰہُ بِہٖ اِیْثَارَکَ اِسْمِیْ الخ: یعنی اللہ تعالیٰ نے نام رکھا تیرا نام مبارک۔ برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے اسم کے ساتھ واسطے برگزیدہ کرنے تجھ کو تو اب اس شعر میں سمی کا لفظ ہے جس کا معنی نام ہے تو معلوم ہو گیا کہ سمی بھی اسم میں ایک لغت ہے۔

بحث ۷۶: اسماء میں ہے کہ اسماء کے دو معنی ہیں ایک تو اسما الرجل ہے یعنی فلاں آدمی نے پیدائش کے وقت یہ نام رکھا اور دوسرا معنی ہے اسمیت الرجل یعنی میں نے فلاں آدمی کا نام لے کر پکارا اور یہاں پہلا معنی مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تیری پیدائش کے وقت تیرا نام مبارک رکھا اور اللہ تعالیٰ کے نام رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تیرے رشتہ داروں کے دل میں تیرے نام کو القاء کیا۔

بحث ۷۷۔ مبارک میں ہے کہ مبارک سے مراد یہ نہیں کہ مبارک اس کا علم ہے بلکہ مبارک سے مراد ہے کہ تیرا نام ایسا ہے کہ جس سے نیک فالی پکڑی جا سکتی ہے جیسا کہ سعد، سعید، ریاض وغیرہ۔ تو گویا تیرا نام ایسا مبارک ہے کہ جس سے تیرا مبارک ہونا معلوم ہوتا ہے۔

بحث ۷۸۔ ایثار میں ہے کہ اس کی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں کہ یا تو یہ مفعول لہٗ ہے تو معنی ہو گا کہ برگزیدہ کیا تجھ کو واسطے برگزیدہ ہونے تیرے کے۔ اور یا یہ مفعول مطلق ہے اور تشبیہ والے معنی میں ہے یعنی برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے مثل برگزیدہ ہونے تیرے کے۔

بحث ۷۹۔ اسمیں ہے کہ برگزیدہ ہونے کا کیا مطلب ہے تو اس کے تین معانی ہیں کیونکہ ایثار کی اضافت ک کی طرف یا تو اضافت مفعول کی طرف ہے تو اب معنی ہو گا کہ برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ نے واسطے برگزیدہ کرنے اللہ تعالیٰ کے تجھ کو۔ یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے تیری ذات کو برگزیدہ کیا اس لیئے اس نے تیرے اسم کو بھی برگزیدہ کیا اور یا یہ اضافت فاعل کی طرف ہے یعنی برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے واسطے برگزیدہ کرنے تیرے غیر کو۔ یعنی تو نے خود محتاج ہونے کے باوجود دوسرے کی احتیاجی کو دور کیا لہٰذا تیرا نام برگزیدہ ہے اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ و یوثرون علیٰ انفسھم و لو کان بھم خصاصة اور یا اضافت تو فاعل کی طرف ہے لیکن مفعول اور کوئی ہے یعنی برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے واسطے برگزیدہ تیرے اخلاق و عادات کے یعنی چونکہ تو نے اچھے اخلاق و عادات کو پسند کیا تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے تیرے اسم کو مبارک پسند کیا۔

بحث ۸۰۔ والقلب بعید الخ میں ہے کہ بصریوں نے جو دلیل دی ہے اسی کا جواب کوفیوں نے دیا تھا تو بیضاوی اس جواب کا دو وجہ سے رد کرے گا تو کوفیوں نے جواب یہ دیا کہ اسم دراصل وسم تھا تو چونکہ ہم نے واؤ کو حذف کرنا تھا اور حذف خفت کیلئے ہوتا ہے اور خفت کلمہ کے آخر میں ہوتی ہے اس لیئے ہم واؤ کلمہ کو آخیر میں لائے اور قلب مکانی کی اور پھر آخر میں واؤ کو حذف کیا تو چونکہ واؤ کو آخر میں حذف کیا اس لئے اسماء یا اسامی میں وہ حرف آخر میں ظاہر ہے۔ کیونکہ حذف جو آخیر میں تھا تو گردانوں میں بھی وہ حرف آخر میں آئے گا تو مطلب یہ نکلا کہ اسماء

دراصل اوسام تھااور اسامی دراصل اواسم تھا۔اور سَمِیٌّ دراصل اوسیم تھااور سمیت دراصل وسمت تھا تو پھر واؤ کلمہ کے اخیر میں لاکر حذف کرنی تھی (گردانوں میں بھی اخیر میں لائے) یہ تھا کوفیوں کا جواب تو اب بیضاوی دووجہ سے رد کرتا ہے پہلا رد یہ ہے کہ قلب مکانی خلاف اصل ہے اور جو چیز خلاف اصل ہو وہ بعید ہوتی ہے اسم کو وسم سے بنانا خلاف بعید ہے اور دوسرا رد کہ غیر مطرد سے کردیا کہ قلب مکانی غیر قیاسی ہے اور غیر قیاسی ایک آدھا کلمہ ہوتا ہے نہ کہ ساری گردانیں غیر قیاسی ہوتی ہیں تو دونوں ردوں میں فرق ہے کہ پہلے رد کے اعتبار سے کسی ایک کلمہ میں بھی قلب مکانی نہیں ہوسکتی۔وہ اسم ہو یا اسماء ہو کیونکہ قلب مکانی خلاف اصل ہے تو جس کلمہ میں بھی خلاف اصل کوئی چیز ہو تو وہ بعید ہوگا اور دوسرے رد کا مطلب یہ ہوگا کہ سب کے سب کلموں اور گردانوں میں قلب مکانی ٹھیک نہیں کیونکہ ایک آدھا کلمہ تو غیر قیاسی ہوتا رہتا ہے تو چلو اسم تو غیر قیاسی ہوگیا لیکن سب کی سب گردانیں کیسے غیر قیاسی ہوسکتی ہیں۔

بحث ۸۱: واشتقاقه من السمو میں ہے کہ پہلے اتنا بتایا تھا کہ بصریوں کے نزدیک اسم محذوفة الاعجاز اسماء سے ہے لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ اسم کا اصل کیا ہے اور کس سے مشتق ہے تو بتادیا کہ اسم بصریوں کے نزدیک سموٌ" سے مشتق ہے۔

بحث ۸۲: اس میں ہے کہ من السموکومن الیسمواور من السمو دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں لیکن من السمونہیں پڑھ سکتے من السمعو تو اسلئے پڑھ سکتے ہیں کہ اس کی جمع اسماء ہے تو یہ سِمو حمل کی طرح ہے اور حمل کی جمع احمال آتی ہے اور سمو کی جمع بھی اس افعال کے وزن پر آتی ہے اور من السَمو بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ سُمو قفل" کی طرح ہوگا اور قفل" کی جمع اقفال آتی ہے اور سُمو کی جمع بھی اسما آتی ہے تو مطلب یہ نکلا کہ فعل" اور فُعل" کی جمع افعال" آتی ہے اور اس کو من السَمو نہیں پڑھ سکتے کیونکہ سَمو فلس کی طرح ہے اور فلس کی جمع افلاس نہیں آتی بلکہ فلوس آتی ہے۔حالانکہ سِمو کی جمع تو اسماء ہے تو معلوم ہوا کہ یامن السِمو ہے اوریامن السُمو

ہے۔

بحث ۸۳: لانہ رفعۃ للمسمّٰی الخ میں ہے کہ یہاں سے اسم کی وجہ تسمیہ بیان کرتا ہے کہ اسم سمو سے اور سمو کا معنی ارتفاع و بلندی ہے اور اسم بھی اپنے مسمّٰی کو ذہن کی طرف بلند کرتا ہے اور یا اسم کو اسم اسلئے کہتے ہیں کہ اسم اپنے مسمّٰی پر علامت ہوتا ہے اور شئی کی علامت شئی کو بلند کر دیتی ہے کیونکہ علامت سے پہلے شئی مخفی ہوتی ہے اور علامت آنے سے وہ شئی ظاہر اور مرتفع ہو جاتی ہے باقی یہاں سے ایک وہم بھی دور ہو گیا وہم یہ تھا کہ تم نے کہا کہ لانہ رفعۃ للمسمی اور آگے کہا کہ واشعار لہ تو رفعہ، تو سمو کے مناسب ہے لیکن اشعار تو وسم" کے مناسب ہے نہ کہ سمو کے۔ کیونکہ وہ سمو کا معنی تو بلندی ہے اور علامت؛ الا معنی وسم کا ہے تو ازالہ اس طرح ہے کہ یہ سمو کے مناسب ہے کیونکہ سمو کا معنی بلندی ہے اور شئی کی علامت بھی شئی کو بلند کر دیتی ہے لہٰذا اشعار کی مناسبت سمو سے ہو گئی۔

بحث ۸۴: ومن السمۃ عند الکوفیین الخ میں ہے کہ یہاں سے کوفیوں کا مذہب بیان کیا جا رہا ہے اور کوفیوں کے نزدیک اسم سمۃ سے مشتق ہے اور سمۃ وسم سے مشتق ہے لہٰذا اسم بھی وسم سے مشتق ہو گیا سمۃ تو وسم سے اس طرح مشتق ہو گا کہ واؤ کو حذف کیا اور اس کے عوض میں آخر میں ۃ لائے جیسا کہ وعد سے عدۃ بنا تو پھر سین ساکن رہ گئی تو اس کو کسرہ دیا کیونکہ الساکن اذا حرک حرک بالکسر تو سمۃ بن گیا اور اسم اس طرح مشتق ہو گا کہ وسم میں واؤ کو حذف کر دیا اور اس کے عوض ہمزہ وصل لائے تو اسم بن گیا باقی ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر اسم وسم سے مشتق ہو تو اس میں اعلال کم ہے اور اگر اسم سمو سے مشتق ہو تو اس میں اعلال زیادہ ہے وہ اس طرح کہ بصریوں کے مذہب پر تین تکلف لازم آتے ہیں ایک تو یہ کہ واؤ کو حذف کیا جائے اور دوسرا یہ کہ ہمزہ وصلی لایا جائے اور تیسرا یہ کہ سین کو ساکن کیا جائے بخلاف اس کے کہ اگر اسم وسم سے مشتق ہو تو اس میں صرف دو تکلف لازم آئیں گے ایک تو یہ کہ واؤ کو حذف کیا جائے اور دوسرا یہ کہ ہمزہ وصلی

لائے جایا چونکہ سین تو پہلے ہی ساکن ہے لہٰذا دو ہی تکلف ہیں تیسرا نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اس اسم کو وسم سے بنانا بہتر ہے اس سے کہ اس کو سموٌ سے بنایا جائے یعنی اس کا اصل سمو ہو یہ تھا کوفیوں کا مذہب اوران کی دلیل:۔

بحث ۸۵:۔ ایک خاص بحث ہے۔ وہ یہ کہ بصریوں کے نزدیک اسم کا وزن کیا ہوگا تو بصریوں کے نزدیک اسم کا وزن افع ہوگا کیونکہ یہ قانون ہے کہ جو کلمہ موزون میں محذوف ہوگا وہی کلمہ وزن میں بھی حذف ہوگا تو چونکہ بصریوں کے نزدیک اسم سموٌ سے ہے اور لام کلمہ موزون میں محذوف ہے لہٰذا وزن میں بھی لام کلمہ ہی محذوف ہوگا تو وزن اِفع'' ہوگا کوفیوں کے نزدیک چونکہ فاء کلمہ محذوف ہے لہٰذا اس کا وزن اِعل'' ہوگا۔

بحث ۸۶: ورد بان الهمزة الخ: بیضاوی نے کوفیوں کا مذہب بیان کیا تھا کہ ان کے نزدیک اسم وسم سے ہے اور واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض میں ہمزہ وصل لائے تو اسم ہوا اور پھر کوفیوں کی اس پر دلیل یہ تھی کہ اگر اسم کو وسم سے بنایا جائے تو اعلال قلیل ہے اور اگر سموٌ سے بنایا جائے تو اعلال کثیر ہے۔ اب یہاں سے بیضاوی کوفیوں کی دلیل کو رد کرتا ہے کہ چلو مان لیا کہ اسم اگر وسم سے بنایا جائے تو اعلال کم ہے لیکن اب ایک اور خرابی لازم آئیگی وہ یہ کہ اسم کی نظر کلامِ عرب میں نہیں ملتی کہ کوئی ایسا کلمہ ہو کہ جس کی ابتداء میں حرف علت کو حذف کیا گیا ہو اور اس کے عوض ہمزہ وصل لایا گیا ہو تو اسم کی کلام عرب میں نظیر نہ ملنا یہ کثرت اعلال سے زیادہ قبیح ہے باقی عبارت کا ترجمہ اس طرح ہے کہ رد کیا گیا ہے دلیل کو بایں طور کہ ہمزہ نہیں معلول کیا گیا حال یہ ہے کہ ہمزہ داخل ہونے والا ہو اس چیز (یعنی کلمہ) کہ اس کی ابتداء ان کے کلام میں محذوف ہو

بحث ۸۷:۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ اسم کی نظیر کلام عرب میں نہیں ملتی حالانکہ اس کی نظیر ہے جیسا کہ اشاح اور اعاء کہ اصل میں وشاح اور وعاء

تھے تو پھر اشاح اور اعاء ہو گئے تو تم کیسے کہتے ہو کہ اس کی نظیر نہیں لہٰذا یہ زیادہ قبیح ہے اور پھر ان کا رد ہو گیا۔ تو جواب یہ ہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اس کی نظیر نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام عرب میں کوئی ایسا کلمہ نہیں جس کا ابتداء حرفِ علت سے ہو اور محذوف ہو اور اس کے عوض میں ہمزہ وصل آیا ہو تو اِشاح" اور اِعاء" میں تو واؤ حذف نہیں ہوئی بلکہ واؤ کو ابتدا میں سے ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے نہ کہ ہمزہ کو اس کے عوض میں لائے اور دوسرا جواب بھی ہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اس کی نظیر نہیں تو مطلب یہ ہے کہ عرب میں کوئی ایسا کلمہ نہیں کہ جس کی ابتدا میں حرف علت محذوف ہو اور اس کے عوض میں ہمزہ وصلی ہو تو اشاح اور اعاء میں تو ہمزہ قطعی ہے اور اسم میں تو ہمزہ وصلی ہے۔

بحث ۸۸:۔ ومن لغاته سم الخ میں ہے اور ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ متبادر من لغاته سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں سے بیضاوی کوفیوں کو رد کرنا چاہتا ہے کیونکہ پیچھے رد کا لفظ گزرا ہے حالانکہ یہ کوفیوں کا رد نہیں بن سکتا کیونکہ سم اور سم وسم سے بھی مشتق ہو سکتے ہیں (جیسا کہ سموٌ سے ہو سکتے ہیں) تو واؤ کو گرا دیا سین ساکن رہ گیا تو پھر اس کو کسرہ دے دیا کیونکہ اَلسَّاکِنُ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ تو سم ہوا یا واؤ کو حذف کر دیا تو سین ساکن رہ گیا تو پھر سین کو ضمہ دے دیا تاکہ یہ دلالت کرے کہ یہاں واؤ حذف ہے تو یہ کوفیوں کا رد کیسے بنا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہاں سے کوفیوں کا رد مقصود نہیں بلکہ یہاں سے تو لغات بیان کرنی مقصود ہیں جیسا کہ اس میں ایک لغتِ سمی بھی ہے اب اس پر دلیل دیتا ہے کہ سم اور سم بھی ایک لغت ہے۔ کہ شاعر کا قول ہے بسم الله الذی فی کل سورة سِمُه تو یہاں سم کا لفظ آیا ہے باقی بسم اللہ کا متعلق ارسل ہے جو گزشتہ مصرع میں مذکور ہے تو معنی یہ ہو گا کہ بھیجا اس نے اس ذات کے نام سے جس کا ہر سورت میں نام ہے۔

بحث ۸۹:۔ فلا سم ان ارید به الخ میں ہے کہ اس عبارت کی کیا غرض ہے تو غرض یہ

ہے کہ اسم میں اختلاف تھا کہ یہ مسمیٰ کا عین ہے یا غیر ہے تو معتزلہ کے نزدیک اسم مسمی کا غیر ہے اور بعض اشاعرہ کے نزدیک اسم مسمی کا عین ہے تو بیضاوی محاکمہ کرے گا اور بتائے گا کہ فریقین میں نزاع لفظی ہے۔ نزاع معنوی نہیں ہے تو محاکمہ کرنے سے پہلے ایک تمہید ہے وہ یہ کہ اس اسم کا اطلاق کبھی تو لفظ پر آتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اور سم من الوسم یا من السمو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ لفظ اسم مشتق ہے وسم یا سموؐ سے۔ اور کبھی اسم کا اطلاق معنی پر آتا ہے جیسا کہ زید قائم تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ لفظ قائم کا ثبوت لفظِ زید کیلئے ہے کیونکہ الفاظ تو ایک دوسرے سے مختلف ہیں ان کا ثبوت ایک دوسرے کیلئے کیسے ہے؟ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قائم کے معنی کا زید کے معنی کیلئے ثبوت ہے اور اسم کا اطلاق جب معنی پر ہو تو وہ معنی یا تو اس شئی کا عین ہوگا یا صنف ہو گا اور صنف نہیں قسم ہے لہٰذا اسم بھی نہیں قسم ہوگا تو اس تمہید کے بعد محاکمہ یہ ہے کہ اگر اسم سے مراد لفظ ہو تو اب مسمی کا غیر ہوگا تو اب معتزلہ صحیح ہیں اور بعض اشاعرہ کا قول غلط ہے کہ اسم مسمی کا عین ہوتا ہے اور اگر اسم سے مراد لفظ نہ ہو بلکہ معنی ہو اور معنی شئی کی ذات ہو تو اب اسم مسمی کا عین ہوگا۔ (جیسا کہ زید یہ اسم ہے تو اس سے مراد لفظ زید نہ لیا جائے بلکہ زید سے مراد ذات زید لی جائے تو اب زید اور مسمی عین ہیں) تو اب اشاعرہ صحیح ہیں اور معتزلہ کا قول غلط ہے کہ اسم مسمّی کا غیر ہوتا ہے اور نزاع لفظی بھی بتا دیا کہ جو اسم کو مسمیٰ کا غیر کہتے ہیں تو وہ اس اسم کو مسمیٰ کا غیر کہتے ہیں کہ جس کا اطلاق لفظ پر ہوتا ہے اور جو اسم کو مسمیٰ کا عین کہتے ہیں تو اس اسم کو جس کا اطلاق معنی پر ہوتا ہے۔

بحث ۹۰:۔ اس میں ہے کہ کون سے اسم میں اختلاف ہے تو اختلاف اس لفظ اسم میں نہیں بلکہ مطلق اسم میں اختلاف ہے جو سب اسماء میں مشترک ہے چاہے وہ زید ہو یا خود لفظ اسم ہو تو مطلب یہ نکلا کہ اختلاف لفظ اسم میں نہیں بلکہ مطلق اسم میں اختلاف ہے جو سب کیلئے کلی ہے۔ مثلاً زید، عمرو، بکر، اسم وغیرہ

بحث ۱۹ : اس میں ہے کہ ان اسہد بہ الخ سے مصنف کی غرض کیا ہے تو اس عبارت سے غرض اس بات پر دلیل ہے کہ اگر اسم سے مراد لفظ ہو تو اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور دلیل کی دو تقریریں ہیں **پہلی تقریر:** یہ ہے کہ دعویٰ موجبہ کلیہ ہے کہ ہر اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور دلیل لانہ یتالف من اصوات سے لے کر والمسمی لایکون کذالک تک ایک ہے اور یہ دلیل صغریٰ کبریٰ سے ہے لانہ یتالف سے لے ویتحد اُخریٰ تک صغریٰ ہے اور والمسمیٰ لا یکون کذالک کبریٰ ہے۔ تو صغریٰ یہ ہے کہ اسم تین صفات کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور وہ تین صفات یہ ہیں کہ اسم اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہوتا ہے (مقطعہ کا مطلب یہ ہے کہ اصوات کے درمیان کوئی حد مشترک نہیں بلکہ ہر لفظ مستقل ہے اور غیر قارہ کا مطلب یہ ہے کہ اصوات غیر مجتمع الاجزاء کیونکہ پہلے والی آواز فنا ہو جاتی ہے اور پھر بعد میں آواز آتی ہے) اور دوسری صفت یہ ہے کہ اسم اختلاف امت اور اختلاف زمانہ سے مختلف ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا اسم ہر زبان میں مختلف ہے کوئی اللہ تعالیٰ کو کسی نام سے پکارتا ہے اور کوئی کسی سے اور تیری صفت یہ ہے کہ اسم کبھی متعدد ہوتا ہے اور کبھی متحد ہوتا ہے متعدد کی مثال یہ ہے کہ مثلاً الفاظ مترادفہ کہ وہاں مسمیٰ تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن اسماء مختلف ہوتے ہیں اور دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا علم بھی ہے کنیت بھی لقب بھی ہے۔ تو اب مسمیٰ تو ایک ہے لیکن اسماء متعدد ہیں اور متحد کی مثال جیسے کہ لفظِ مشترک مثلاً عین کہ اس کی وضع گھٹنہ، چشمہ، سورج، آنکھ وغیرہ کیلئے ہے تو اسم ایک ہے (عین) لیکن مسمیٰ جدا جدا ہیں تو اس تفصیل کے بعد دلیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ ہمارا دعویٰ موجبہ کلیہ ہے یعنی ہر اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور صغریٰ بھی موجبہ کلیہ ہے یعنی ہر اسم ان تین صفات کے مجموعہ سے متصف ہوتا ہے۔ (اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر اسم پر ایک صف کے ساتھ متصف ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا ہے کہ اسم اس مجموعہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے) اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے یعنی لا شئی من المسمیٰ متصفاً بھذہ الصفات یعنی کوئی مسمیٰ بھی ان صفات کے مجموعہ سے متصف نہیں تو نتیجہ نکلے گا لا شئی من الا

سم بمسمّٰی تو یہ نتیجہ بعینہٖ دعویٰ تو نہیں لیکن اس کا رجوع اس کی طرف ہوگا کہ جب کوئی اسم مسمّٰی نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر مسمّٰی اسم کا غیر ہے۔ تو یہ شکل ثانی ہے کیونکہ حدِ اوسط محمول فی الصغریٰ والکبریٰ ہے باقی ہم نے صغریٰ میں یہ کہا ہے کہ ہر اسم ان تین صفات کے مجموعہ کے ساتھ متصف ہے یہ نہیں کہا کہ یہ اسم ان تینوں صفاتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ متصف ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں (مجموعہ اور ہر ایک کے ساتھ متصف ہونے) میں فرق ہے کیونکہ اگر اسم ان تین صفات میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ متصف ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ اسم مجموعہ کے ساتھ متصف ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ اسم ان تینوں صفات میں سے ہر ایک کے ساتھ متصف ہوتا ہے کیونکہ اگرچہ ہر اسم اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہوتا ہے لیکن ہر اسم اختلاف امم اور زمانہ سے مختلف نہیں ہوتا بعض مختلف ہوتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے اس طرح ہر اسم متعدد یا متحد نہیں ہوتا۔ تو اب ہر اسم ہر ایک صفت کے ساتھ کب متصف ہوا تو یہ دلیل کی ایک تقریر ہوئی۔

دوسری تقریر یہ ہے کہ لانہ یتالف سے لے کر و یتحد اخری تک ایک صغریٰ نہیں تین صغرے ہیں اور کبریٰ وہی ہے تو اب تین دلیلیں ہونگی تو اب دعویٰ موجبہ جزئیہ ہوگا۔ یعنی بعض اسم مسمّٰی کے غیر ہیں اور پہلا صغریٰ لانہ یتالف من اصوات ہے اور موجبہ کلیہ ہے یعنی ہر اسم اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہے اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہے۔ یعنی بعض مسمّٰی اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب نہیں تو اب نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا یعنی بعض اسم مسمّٰی نہیں تو اب یہ بھی بعینہٖ دعویٰ نہیں بلکہ اس کا رجوع دعویٰ کی طرف ہوگا کہ بعض اسم مسمّٰی کا غیر ہیں باقی یہ بھی شکل ثانی ہے باقی ہم نے اس صغریٰ کا کبریٰ جزئیہ بنایا اور کلیہ نہیں بنایا کیونکہ ہر مسمّٰی اس طرح نہیں کہ اصوات سے مرکب ہوں بلکہ بعض مسمّٰی ایسے ہیں کہ اصوات سے مرکب نہیں اور بعض وہ ہیں کہ جو اصوات غیر قارہ سے مرکب ہیں مثلاً قرآن کہ اس کا اسم (قرآن) اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہے اور مسمّٰی (قرآن پاک) بھی اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہے کیونکہ مسمّٰی کلام لفظی ہے اور کلام لفظی تو اصوات غیر قارہ سے مرکب ہے اس لیئے کبریٰ سالبہ جزئیہ لایا گیا یہ تھا

ایک صغری، باقی دوسرا صغریٰ ویختلف باختلاف الامم والاعصار ہے تو دعویٰ وہی موجبہ جزئیہ ہے اور صغریٰ بھی موجبہ جزئیہ ہے یعنی بعض اسماء اختلاف امم اور اعصار سے مختلف ہوتے ہیں اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے یعنی کوئی مسمیٰ اس طرح نہیں تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا کہ بعض اسم مسمیٰ نہیں یعنی بعض اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور تیسرا صغری ویتعدد تارۃ ویتحد اخریٰ ہے یعنی صغری موجبہ جزئیہ ہے کہ بعض اسم متعدد اور متحد ہوتے ہیں اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے یعنی کوئی مسمیٰ بھی اس طرح نہیں تو نتیجہ سالبہ جزئیہ ہوگا کہ بعض اسم مسمیٰ نہیں تو اب اگر دلیل کی پہلی تقریر لیں یا دوسری تقریر لیں اس سے ان لوگوں کا رد ہو جائیگا جو اس بات کے قائل ہیں کہ ہر اسم مسمیٰ کا عین ہوتا ہے۔

بحث ۹۲:۔ وان ارید به ذات الخ میں ہے کہ پہلے بتایا گیا تھا کہ اگر اسم سے مراد لفظ ہو تو اب اسم مسمیٰ کا غیر ہوگا اب کہتا ہے کہ اگر اسم سے مراد معنی ہو تو معنی کبھی تو شئی کی ذات ہوتا ہے اور کبھی صفت اگر معنیٰ شئی کی ذات ہو تو اب مسمیٰ کا عین ہوگا کیونکہ شئی اور اس کی ذات ایک چیز ہیں تو اب معتزلہ کا قول غلط ہو گیا کہ ہر اسم مسمیٰ کا غیر ہوتا ہے۔ لیکن بیضاوی اس کا رد کرتا ہے کہ یہ غیر مشہور ہے یعنی اسم مسمیٰ کا عین ہو یہ غیر مشہور ہے۔

بحث ۹۳: وقوله تعالیٰ تبارك الخ: میں ہے کہ اس عبارت کی دو غرضیں ہیں پہلی غرض یہ ہے کہ بعض لوگوں نے لم یشھر کا جواب دیا تھا تو بیضاوی ان کا رد کرے گا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اسم مسمیٰ کا عین ہو یہ غیر مشہور ہے حالانکہ قرآن پاک میں ہے تبارک اسم ایک اور سبح اسم ربک تو یہاں دونوں جگہ میں اسم مسمیٰ کا عین ہے کیونکہ بابرکت ذات ہوتی ہے نہ کہ اسم ہوتا ہے اس طرح تسبیح اور تنزیہ ذات کی بیان کی جاتی ہے نہ کہ اسم کی تو معلوم ہوا کہ اسم مسمیٰ کا عین ہے اور پھر یہ غیر مشہور بھی نہ ہوا کیونکہ قرآن پاک میں غیر مشہور چیز کیسے مذکور ہو سکتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہاں اسم سے مراد لفظ ہے اور اسم بول کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جس طرح اللہ

کی ذات وصفات ہر عیب اور نقصان سے پاک اور منزہ ہے تو اس طرح اس کی ذات وصفات پر دلالت کرنے والے اسماء بھی بے عیب اور بے نقصان ہیں اور بابرکت ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تبارک اسم میں اور سبح اسم میں اسم زائد ہے تو اب بھی تمہاری بات نہیں بنی تو معنی ہوگا کہ تبارک ایک کہ برکت والا تیرا رب اور سبح ربك کہ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے اور اسم کے زائد ہونے پر دلیل بھی دی کہ اسم زائد ہوتا رہتا ہے جیسا کہ شعر ہے کہ الی الحول ثم اسم السلام علیکم تو یہاں لفظ اسم زائد ہے باقی یہ شعر ایک صحابیؓ کا ہے کہ انہوں نے فوتگی کے وقت اپنی دو بیٹیوں کو وصیت کی کہ تم میرے فوت ہونے کے بعد مجھ پر نوحہ نہ کرنا بلکہ اس کی جگہ تم میرے صفات بیان کرنا اور پھر مدت بھی بتادی کہ الی الحول یعنی ایک سال تک میرے صفات بیان کرتے رہنا اور جب سال گزر جائے تو ثم اسم السلا م علیکم یعنی پھر تم کو السلام علیکم ہے ۔یعنی میری طرف سے پھر تم کو اجازت ہے کہ تم میرے صفات بیان کرنا یا نہ کرنا باقی علیکما میں الف تثنیہ ہے کیونکہ ان کی دو بیٹیاں تھیں اور دوسری غرض یہ ہے کہ کسی نے ماقبل پر دلیل دی تھی یعنی اس بات پر دلیل دی تھی کہ اسم مسمیٰ کا عین ہوتا رہتا ہے تو مصنف اس دلیل کا رد کرے گا ۔تو کسی نے دلیل یہ دی تھی کہ تبارك اسم اور سبح اسم میں اسم سے مراد رب ہے کیونکہ تسبیح و تنزیہ تو ذات کی ہوتی ہے نہ کہ اسم کی تو معلوم ہوا کہ اسم مسمیٰ کا عین ہے تو اس کا دو وجہ سے رد کرے گا کہ اسم مسمیٰ کا عین نہیں بلکہ اسم سے مراد لفظ ہے اور اسم کو اس لیئے ذکر کیا تا کہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی طرح اس کے اسماء بھی بابرکت ومنزہ ہیں اور دوسرا یہ کہ یا اسم زائدہ ہے اور اس پر تائید بھی شعر سے پیش کردی۔

بحث ۹۴: وان ارید به الصفة الخ اس کا عطف وان ارید ذات الخ پر ہے یعنی اسم کا اطلاق کبھی معنی پر بھی آتا ہے اور معنی کبھی تو شئی کا عین ہوتا ہے اور کبھی صفت ۔تو کہتا ہے کہ اگر معنی شئی کی صف ہو (یعنی اسم صفت ہو شئی کی) تو شیخ ابو الحسن اشعری کے نزدیک صفت تین قسم ہے کہ

صفت کبھی تو مسمیٰ کا عین ہوتی ہے اور کبھی غیر ہوتی ہے اور کبھی نہ عین ہوتی ہے اور نہ غیر تو اب اسم بھی تین قسم بن جائیگا کبھی تو مسمیٰ کا عین ہوگا اور کبھی غیر ہوگا۔ اور کبھی نہ عین ہوگا اور نہ غیر ہوگا۔ تو اب ان کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ہر اسم مسمیٰ کا عین ہوتا ہے اور ان کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ہر اسم مسمیٰ کا غیر ہوتا ہے باقی ہر ایک کی مثال کہ کبھی صفت مسمیٰ کا عین ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود کہ یہ اس کی ذات کا عین ہے۔ اور کبھی صف مسمیٰ کا غیر ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات فعلیہ، مثلاً خالق، رازق کہ یہ صفات اس سے منفک ہو سکتی ہیں کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ نہ خالق تھا اور نہ ہی رازق تھا اور وہ صفات جو مسمیٰ کا نہ عین ہو اور نہ غیر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات حقیقیہ۔ علم۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کہ یہ نہ عین ہیں اور نہ غیر، باقی نہ عین اور نہ غیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا مفہوم ایک نہیں اس لیئے عین نہیں بلکہ اللہ کا مفہوم اور ہے اور صفات (مثلاً علم) کا مفہوم اور ہے اور نہ غیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفات اس سے منفک نہیں ہوتے یہ نہیں کہ ان صفات کا مصداق کوئی اور ہو اور اللہ کا مصداق کوئی اور ہے بلکہ اس کی صفات اور اللہ کا مصداق ایک ہی ہے یعنی ذات باری تعالیٰ۔

بحث ۹۵: ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے ان ارید بہ الصفت کہا تو صفت کی جگہ وصف کیوں نہ کہا تو جواب یہ ہے کہ وصف اور صفت میں فرق ہے وصف الفاظ کو کہتے ہیں اور صفت ان الفاظ کے مدلول کو کہتے ہیں جو موصوف اور مسمیٰ کے ساتھ قائم ہو جیسا کہ زید عالم میں عالم کا لفظ زید کی وصف ہے اور لفظ عالم کا مدلول جو ذات زید کے ساتھ قائم ہے وہ صفت ہے تو چونکہ یہاں کلام لفظ میں نہیں بلکہ معنی میں ہے کہ اسم کا اطلاق کبھی معنی پر بھی ہوتا ہے اور وہ معنی کبھی شئی کی صفت ہوتا ہے اس لیئے صفت کہا اور وصف نہیں کہا۔

بحث ۹۶: بھی ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ کما ھو ان لشیخ ابوالحسن سے متبادر یہ ہے کہ کما کا تعلق ان ارید سے ہے تو مطلب یہ بنے گا کہ اگر اسم" سے

مراد صفت لی گئی ہے جیسا کہ شیخ ابوالحسن کی رائے ہے کہ اس نے بھی اسم سے مراد صفت لیا ہے حالانکہ شیخ کے نزدیک تو اسم سے مراد صفت نہیں ہے اور نہ اس نے کہا ہے تو جواب یہ ہے کہ کما کا تعلق صفت سے ہے یعنی اگر اسم سے مراد صفت لی جائے جیسا کہ صفت کے بارہ میں شیخ کی رائے ہے کہ اس کے نزدیک صفت تین قسم ہے تو اب اسم بھی تین قسم ہوگا۔

بحث ۹۷: بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ شیخ کے نزدیک صفت تین قسم ہے اور کبھی صفت مسمیٰ کا عین ہوتی ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ صفت موصوف کا عین ہو کیونکہ صفت اور موصوف میں تو مغائرت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ صفت موصوف میں مغائرت اعتباری کافی ہے تو اب مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کا وجود آپس میں عین ہیں اور ان میں مغائرت اعتباری ہے کہ صفت کو وجود سے تعبیر کرتے ہیں اور ذات کو اللہ سے۔

بحث ۹۸:۔ وانما قال بسم اللہ الخ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ فرمایا اور باللہ نہیں فرمایا حالانکہ استعانت و تبرک تو ذات سے ہوتی ہے تو اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ ہم پیچھے کسی مقام پر کہہ آئے ہیں کہ بسم اللہ میں باء استعانت کی ہے اور یا مصاحبت کی تو اب اگر بسم اللہ نہ فرمایا جاتا بلکہ باللہ کہا جاتا تو مطلب یہ نکلتا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہماری مصاحب ہے اور ہمارے استعمال کیلئے آلہ ہے حالانکہ ذات اس کی ہمارے مصاحب نہیں ہے (کہ ہمارے ساتھ رہے باقی من حبل الورید کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم ہماری شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے اور مدد نزدیک ہے نہ کہ خود اس کی ذات ہمارے ساتھ ساتھ ہے) اور نہ ہی ہمارے استعمال کا آلہ ہے اس لیئے بسم اللہ فرمایا کہ اللہ کا اسم ہمارے مصاحب ہے کہ جب ہم پڑھتے ہیں تو اس کا اسم ہمارے مصاحب ہوتا ہے اور ہمارے استعمال کا آلہ بھی ہے کہ ہم اس کے ذریعے سے اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ دیا کہ اگر باللہ کہا جاتا تو تیمن اور یمین کا فرق نہ چلتا اور وہم ہوتا کہ شاید باء قسمیہ ہے۔

بحث ۹۹:۔ بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ بسم اللہ اس لیئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مصاحب نہیں ہے اور نہ ہی وہ ہمارے استعمال کیلئے آلہ ہے تو اگر باللہ کہا جاتا ہے تو بھی درست رہتا کیونکہ اللہ بھی تو ذات باری کا اسم ہے تو اب اسم سے استعانت اور تبرک ہوتا تو جواب یہ ہے کہ اگر باللہ کہا جاتا تو یہ اللہ کا اسم نہ ہوتا بلکہ اس کی ذات مراد ہوتی ۔اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر ہے اور یہ دونوں صفات کوئی لفظ اللہ کی تو نہیں (کیونکہ لفظ کیسے رحمٰن اور رحیم ہوسکتا ہے) بلکہ ذات باری تعالیٰ کی صفات ہیں تو پھر اللہ سے مراد ذات ہوئی تو وہی خرابی لازم آئی اس لیئے بسم اللہ فرمایا اور باللہ نہ کہا۔

بحث ۱۰۰:۔ بذکر اسم میں ہے اور ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے بذکر اسم کیوں کہا ہے باسم کہہ دیتے تو جواب یہ ہے کہ بذکر اسمہ کہہ کر مقصود پر تصریح کردی کیونکہ اگر باسم کہا جاتا ہے تو وہم پڑتا کہ اسم اللہ سے استعانت و تبرک لکھنے سے پکڑا جائے یا پڑھنے سے ۔تو بذکر اسم کہہ کر مقصود پر نص کردی کہ تبرک اور استعانت اسم اللہ کے ذکر سے کی جائے چاہے لکھنے سے ہو یا پڑھنے سے۔

بحث ۱۰۱:۔ ولم یکتب الالف الخ: میں ہے اور ایک اعتراض اور اس کی دو تقریریں ہیں۔

اعتراض کی پہلی تقریر یہ ہے کہ کبھی لفظ کلمہ کی ابتداء میں آتا ہے اور کبھی وسط میں اور کتابت کا یہ قانون ہے کہ لفظ کو کتابت میں وہ شکل دی جاتی ہے کہ جو شکل اس لفظ کو ابتداء میں ذکر کرنے میں لگتی ہے نہ کہ وہ شکل اس کو دی جاتی ہے کہ جو شکل اس کو کلمہ کے درمیان واقع ہونے میں لگتی ہے تو اب بسم اللہ میں جو اسم ہے اس کے ابتداء میں ہمزہ وصلی ہے تو چاہیے کہ بسم اللہ میں اس ہمزہ کو ذکر کیا جائے (ب اسم) حالانکہ ذکر نہیں کرتے تو یہ کتابت کے قانون کے خلاف ہے اور یہ اعتراض عمومی ہے کہ ہر کلمہ اور لفظ کا یہی حکم ہے۔

دوسرے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ ہمزہ وصل کے بارہ میں کتابت کا یہ قانون ہے کہ جب وہ ابتداء میں آئے تو وہ پڑھنے اور لکھنے دونوں میں آتا ہے جب ہمزہ درمیان کلام میں آئے تو پڑھنے میں تو نہیں آتا لیکن لکھنے میں آتا ہے یہاں بسم اللہ میں ہمزہ درمیان میں ہے اور پڑھنے میں نہیں آتا لیکن لکھنے میں آتا ہے لیکن یہاں نہیں لکھا گیا تو یہ قانون کتابت کے خلاف ہے تو تم نے یہ مخالفت کیوں کی ہے اور یہ اعتراض خاص ہے۔ یعنی صرف ہمزہ اصلی کے بارے میں ہے تو جواب بھی دو ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ تم نے قانون بیان کیا ہے یہ صحیح ہے لیکن ہم نے قانون کی مخالفت ایک ضرورت کی بناء پر کی ہے وہ کثرت استعمال یعنی بسم اللہ کا استعمال قراءۃً اور کتابتاً کثیر تھا اسلیئے ہمزہ لکھنے میں نہیں آتا کیونکہ کثرت استعمال خفت کو چاہتی ہے۔

دوسرا جواب وطوالت الباء الخ سے دیا کہ ہم نے قانون کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ کیونکہ بسم اللہ کی باء کو باء کی طوالت ہمزہ وصلی کے عوض میں ہے تو گویا حکماً ہمزہ وصلی مذکور ہے تو اب قانون کتاب کی مخالفت نہ ہوگی۔

بحث ۱۰۲:۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے پیچھے کہا تھا کہ فادخل علیہا مبتداء بہا الخ اور اب بسم اللہ میں اسم والے ہمزہ کو الف سے تعبیر کیا اور کہا کہ ولم یکتب الالف تو چاہیے کہ یہاں بھی ہمزہ کہا جاتا کیونکہ ہمزہ اور الف میں فرق ہے الف ہمیشہ ساکن اور بے ضغطہ ہوتا ہے اور ہمزہ کبھی متحرک ہوتا ہے اور کبھی ساکن یا ضغطہ ہوتا ہے جیسا کہ واء مر اھلك میں ہے تو تم نے ہمزہ کو الف سے کیوں تعبیر کیا تو جواب یہ ہے کہ لم یکتب الالف میں الف سے مراد ہمزہ ہے اور ہمزہ کو مجازاً الف کہہ دیا کیونکہ ہمزہ کی صورت خطی الف کی طرح ہی ہوتی ہے تو اس وجہ سے الف کے ساتھ تعبیر کر دیا۔

بحث ۱۰۳:۔ اس میں ہے کہ وطولت الباء عوضاً الخ میں تین احتمال ہیں پہلا احتمال یہ ہے کہ عبارت پہلے سوال کا دوسرا جواب ہے جو کہ گزر چکا ہے اور اب اس کا عطف لکثرۃ الاستعمال پر ہوگا۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ایک مستقل اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے بسم اللہ کی باء کو خواہ مخواہ لمبا کر کے قانون کتابت کی مخالفت کی ہے کیونکہ تم نے باء کو اس کی صورت خطی کے مطابق نہیں لکھا اس کی صورت تو یہ ہے کہ اس کو سین کے کنگروں کے مقدار کی طرح چھوٹا لکھا جائے اوپر لمبی نہ کی جائے تو جواب یہ ہے کہ باء کو لمبا اس لیئے لکھا تاکہ اس کی طوالت اس بات پر دلالت کرے کہ یہ ہمزہ کے عوض میں ہے تو خلاصہ یہ نکلا کہ باء کی طوالت ہمزہ کے عوض میں ہے تاکہ ہمزہ بالکلیہ مھجور نہ ہو جائے اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ لکثرۃ استعمال والی عبارت سے ایک سوال پیدا ہوتا تھا اور یہ اس کا جواب ہے اعتراض یہ تھا کہ تم نے کہا کہ ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے ذکر نہیں کیا حالانکہ ہمزہ کا ترک تو قبیح ہے۔ اور تم نے کثرت استعمال کا خیال کرتے ہوئے ایک قباحت کا ارتکاب کیوں کیا تو جواب دیا کہ ہمزہ ترک نہیں کیونکہ باء کی طوالت اس کا عوض ہے تو گویا ہمزہ حکماً مذکور ہے۔

نوٹ: اس کی تقریر ابھی اور بھی ہے لیکن طوالت کی وجہ سے یہاں پر ہی اختتام کیا جاتا ہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب بندہ[1] سیال شریف خدمت تدریس ادا کرتا تھا تو گاہے گاہے حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) علیہ سجادہ نشین آستانہ سیال شریف بھی درس میں تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ بندہ بیضاوی شریف پڑھا رہا تھا تو حضرت خواجہ حافظ[2] غلام سدید الدین معظم آبادی (رحمہ اللہ تعالیٰ) بھی درس میں آکر تشریف فرما ہوئے جب تفسیر بیضاوی شریف کا سبق ختم ہوا تو بندہ کی دلجوئی کیلئے فرمانے لگے کہ ایسی بیضاوی آج کل کون پڑھاتا ہے؟ یا کون پڑھا سکتا ہے؟

انتہائے کلام استاذ العلماء ۱۲

۱۔ یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ سیال شریف میں ان کی تدریس کا آغاز 1947ء سے شروع ہوا ہے یعنی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو تدریس شروع کیئے ہوئے تقریباً 8 یا 9 سال ہوئے تھے۔ یہ اس دور کی بات ہے جس میں حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ اور خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمۃ سے بیضاوی شریف کا سبق سماعت فرما کر فرمایا کہ ایسی بیضاوی کون پڑھا سکتا ہے؟ قارئین خود اندازہ فرمالیں جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے 35 یا 40 سال تدریس فرمانے کے بعد آپ جو بیضاوی شریف پڑھاتے اس کا اندازہ خود فرمالیں۔ بندہ ناچیز نے بھی قبلہ استاذی المکرمؒ سے بیضاوی شریف کے کچھ اسباق سماعت فرمائے ہیں۔ سبحان اللہ جب قبلہ استاذی المکرمؒ بیضاوی شریف پڑھاتے تو آپ کے سامنے تین حاشیے ہوتے۔ ۱۔ حاشیہ علامہ عبد الحکیم سیالکوٹیؒ ۲۔ شیخ زادہؒ ۳۔ شہاب الدین خفاجیؒ۔ کبھی قبلہ استاذی المکرم حاشیہ سیالکوٹی سے تقریر فرماتے کبھی شیخ زادہ سے اور کبھی حاشیہ شہاب سے۔ دوران تدریس قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر کی ٹوپی ایک طرف سرک جاتی اور عینک ناک کے نچلے حصے تک آجاتی۔ اس کے باوجود قبلہ استاذی المکرمؒ اس لگن سے پڑھاتے کہ ٹوپی اور عینک کے سنوارنے کا خیال تک نہ آتا اور دوران تدریس قبلہ استاذی المکرم نور اللہ مرقدہٗ کسی کو خاطر میں نہ لاتے۔ بس اپنے کام میں مگن رہتے۔

ملک تدریس کی شاہی تجھ کو استاذ کل مسلم جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

۲۔ جب قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ بھکھی شریف میں خدمت تدریس سرانجام فرما رہے تھے اس عرصہ میں قبلہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال مبارک ہوا تھا تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی فاتحہ خوانی کیلئے رانا عبد الرحمٰن سرگودھا کے ہمراہ معظم آباد حاضر ہوئے اور فاتحہ خوانی فرمائی راقم الحروف بھی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم رکاب تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(نوٹ) اگر اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے توفیق دی تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیضاوی پر تقریر کو منظر عام پر لاؤں گا۔
(ان شاء اللہ تعالیٰ)

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

حضرت خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سانحہ وصال پر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے تاثرات:۔

16 رجب المرجب 1409ھ کو حضرت قبلہ خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم کے لڑکے صاحبزادہ رفیع الدین سلمہ، نے اس فقیر کو تحریر کیا کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں ۔بندہ تقریباً ساڑھے آٹھ سال سیال شریف میں خدمت تدریس دیتا رہا جس کی ابتداء 1947ء سے ہوئی اس دوران حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہر سال تقریباً پانچ یا چھ دفعہ آستانہ عالیہ سیال شریف پر حاضری دیتے تھے۔ چونکہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٗ العزیز کی مجلس بڑی علمی مجلس ہوتی تھی۔ اس لیئے حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس علمیہ میں یہ فقیر اور حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب مرحوم اور دیگر علماء بھی حاضر ہوتے تھے۔ بندہ یہاں چند واقعات کا ذکر کرتا ہے۔

واقعہ اول:

ایک دفعہ خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب مرحوم سیال شریف حاضر ہوئے تو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک وقت مقرر کر لیں اور اس میں فتوحات مکیہ شریف کا تکرار کیا کریں چنانچہ یہ سلسلہ تقریباً ایک ہفتہ جاری رہا۔ حاضرین سے ایک آدمی فتوحات شریف کی عبارت پڑھتا اور حاضرین سے ہر ایک اس کے مطالب بیان کرتا۔ حضرت خواجہ حافظ صاحب فتوحات کے باریک مسائل کو نہایت فصاحت سے بیان فرماتے تھے۔ بندہ کو پہلی دفعہ آپ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوا یہاں یہ واقعہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جس کتاب فتوحات کا تکرار ہوتا تھا یہ وہی فتوحات شریف تھی جو کہ حضرت خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے جد امجد

حضرت خواجہ محمد معظم الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمبئی سے لائے تھے اور کتب خانہ سیال شریف میں وہ کتاب نظر کر دی تھی۔

واقعہ دوم:

صدر محمد ایوب خان مرحوم کے دور میں پہلی دفعہ زرعی اصطلاحات ہوئیں تو سیال شریف میں یہ بحث چھڑی، کہ آیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہ؟ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی سیال شریف میں موجود تھے آپ تھوڑی دیر کے بعد فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی لے آئے جس میں لکھا تھا کہ زمانہ ماضی میں قاہرہ مصر کا ایک بادشاہ جس کا نام بیبرس تھا اس نے مالکان اراضی کو حکم دیا کہ جو زمیندار اپنی زمین کے اشٹام پیش کرے گا اس کا قبضہ مالکانہ تصور ہوگا ورنہ اس سے زمین واپس لے لی جائیگی۔ اس دور میں محکمہ مال اور پٹوار کا انتظام نہیں تھا بلکہ صرف اشٹام کے ذریعے ہی زمین کی ملکیت متصور ہوتی تھی۔ یہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ تھا جو کہ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے یہ امام خود بیبرس کے پاس گئے اور اس کو کہا کہ خداوند عالم سے ڈرو زمین کی ملکیت کیلئے اشٹام ضروری نہیں ہے جو آدمی کسی زمین پر قابض ہے وہ اس زمین کا مالک ہے تم اس سے زمین واپس نہیں لے سکتے یہ سراسر ظلم ہے۔ اور خداوند عالم کے غضب کو دعوت دینا ہے البتہ مقبوضہ زمین کا کوئی اور مدعی ہے کہ اس آدمی کا قبضہ ناجائز ہے تو اس کی تحقیق لازم ہے تا کہ مالک کا پتہ چلے۔ تو بیبرس بادشاہ حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کہنے پر اپنے ارادے سے باز آ گیا۔ جناب خواجہ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ استدلال تھا کہ بیبرس بادشاہ بھی ایک قسم کی زرعی اصطلاحات کرنا چاہتا تھا لیکن اس کو بھی پتہ تھا کہ کسی کا مِلک جبراً شرعاً ناجائز ہے البتہ اس نے مِلک کے ثبوت کیلئے اشٹام کا مطالبہ کیا لیکن امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سمجھانے پر اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو گیا حضرت خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا کہ کسی کا مِلک جبراً حاصل کرنا شرعاً سخت ممنوع ہے کہاں وہ دور کہ صرف قبضہ مِلک تصور ہوتا تھا اور کہاں یہ دور

کہ پورا محکمہ مال قائم ہے۔ پشتوں سے سرکاری کاغذات میں مالکوں کے نام درج چلے آرہے ہیں پھران مالکوں سے جبراً زمین حاصل کرنا کہاں جائز ہے؟ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب ابتداء شامی کی عبارت پڑھی تو بندہ کو بھی تعجب ہوا کہ یہ استدلال موجودہ زرعی اصلاحات کو کیسے ممنوع شرعاً قرار دیتا ہے۔ لیکن خواجہ حافظ صاحب نے جب اپنے استدلال کی تشریح بیان فرمائی تو سب نے آپ کی ذکاوت کی داد دی۔ بندہ نے قبل ازیں استدلال کی تقریر ذکر کی ہے۔ یہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر ہے۔

واقعہ سوئم:

ذرا دقیق مسئلہ ہے اس لیئے اس پر غور کی ضرورت ہے قرآن پاک میں ہے۔ (دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ) خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ ''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم'' اس آیۃ مبارکہ میں اس قرب کو بیان کیا گیا ہے جو کہ لیلۃ العراج آنحضرت ﷺ کو اپنے رب العزت سے حاصل ہوا ابتدائے آیت میں دو جملے ہیں یعنی (دنیٰ فتدلیٰ) اور آخر میں دو کلمہ کا ذکر ہے یعنی (قاب قوسین او ادنیٰ) آخری ہر دو کلمے ابتدائی ہر دو جملہ کی تفسیر ہیں۔ دنیٰ کی تفسیر قاب قوسین اور فتدلیٰ کی تفسیر او ادنیٰ سے۔ قوس یعنی کمان جو کہ لکڑی کی ٹیڑھی شکل پر ہوتی ہے اور اس کمان کے دو کنارے ہوتے ہیں اور ہر کنارہ کو عربی میں قاب کہتے ہیں تو اب ہر قوس کے دو قاب ہوئے اب سوال پیدا ہوا کہ قرآن پاک میں تو وارد ہے قاب قوسین۔ یعنی دو قوس اور کمان کا ایک قاب۔ اب یہ کیسے متصور ہوگا کیونکہ ایک قوس کے دو قاب اور کنارے ہوتے ہیں نہ کہ دو قوس کا ایک قاب تو علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ شرح مواقف میں اس کا جواب دیا ہے۔ کہ قرآن پاک کی عبارت دراصل اس طرح تھی فکان قابی قوسٍ یعنی ہر دو کے درمیان کمان کے دو کناروں کے برابر فاصلہ رہ گیا اب آیت کا یہ معنی ہوا کہ دنیٰ یعنی قریب ہوا

اور ہر دو کے درمیان قوس کے دو کناروں جیسا قرب ہوا اور تدلّٰی یعنی خوب اتر آیا اور ادنیٰ یعنی دو کناروں سے بھی کم فاصلہ تھا یہاں تک بندہ نے آیت مبارکہ کا مختصر مطلب بیان کیا ہے۔ اب حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں دنیٰ اور قاب قوسین میں اگرچہ قرب ہے لیکن دوئی اور ہر ایک کا تعین اور تشخص باقی ہے لیکن تدلّٰی اور اوادنیٰ کی حد مقرر نہیں کی گئی اور یہ فنافی اللہ کا درجہ ہے اور ممکن باقی باللہ ہو گیا۔ اور اس کا اپنا علیحدہ تعین اور وجود ختم ہو گیا حضرت خواجہ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ اس آیہ مبارکہ میں وحدت الوجود کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کافی مدت سے عادت مبارکہ تھی کہ 15 شعبان المعظم کو ختم بخاری شریف کا اہتمام فرماتے اور اطراف واکناف سے علماء کرام اس ختم مبارک کیلئے آستانہ عالیہ سیال شریف پر حاضر ہوتے یہ فقیر بھی متعدد دفعہ ختم بخاری شریف میں شامل ہوا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب اور ان کے ماموں حضرت مولانا محمد حنیف صاحب کوٹ مومن رحمہما اللہ ہر دو ختم بخاری شریف میں شامل ہوئے چونکہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ العزیز اس امر کا بڑا خیال فرماتے تھے کہ بخاری شریف پڑھنے والے ایسے علماء ہوں جو سند اور متن حدیث شریف درست طور پر تلفظ کر سکیں۔ جب ختم بخاری شریف انجام پذیر ہوا تو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کے روبرو یہ بحث چلی کہ ختم بخاری شریف درست طور پر ہوا ہے یا نہ؟ تو حضرت خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اوروں کا تو مجھے پتہ نہیں میں نے جتنے پارے پڑھے ہیں سب کا مضمون زبانی بیان کر سکتا ہوں۔ اس سے حاضرین نے محسوس کیا کہ آپ کا حافظہ کتنا قوی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف حضرۃ الاستاذ الکامل فقیہ العصر حضرت مولانا غلام محمود پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی تھی یہ تقریباً 40-1939ء کا زمانہ تھا۔

بعض شرفاء میں یہ رسم ہے کہ نکاح کے وقت نکاح خواں ایجاب قبول دولہا کے کان میں بالکل آہستہ کہتا ہے کہ دولہا کے سوا کوئی سن نہیں پاتا ایک موقع پر بندہ نے اس طریقہ پر اعتراض کیا تو حضرت خواجہ حافظ صاحب نے بندہ کے اعتراض کو درست تسلیم کیا کہ ایجاب قبول کیلئے ضروری ہے کہ کم از کم گواہ اس کو ضرور سنیں۔

خواجہ حافظ صاحب چونکہ معظم کبیر کے صحیح طور پر سجادہ نشین تھے اس لیئے ان کی روحانیت میں کیا شک ہوسکتا ہے؟ جہاں تک علوم دینیہ ظاہریہ کا تعلق ہے تو آپکو اس میں ید طولیٰ حاصل تھا اس کے باوجود طبیعت میں نہایت درجہ کا عجز وانکسار تھا۔ دردِ دل [1] کی وجہ سے عموماً چشم پرنم رہتے تھے۔ سماع میں تو ان کو ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی ظاہری کروفر سے پرہیز تھی اپنے علاقے کا سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے دنیاوی جاہ وحشم کی طرف کوئی التفات نہ تھا اگر وہ چاہتے تو بڑے بڑے حکومتی اداروں میں رسائی حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے کبھی ایسا نہ کیا اور اپنے اسلاف کی سنت کو زندہ رکھا اور آباؤ اجداد کے ذریعے جو ان کو روحانی عزت حاصل تھی اس پر صرف قانع ہی نہ تھے بلکہ اس عزت پر ان کو فخر تھا اور اسی ذوق میں جانِ جہان آفرین کے سپرد کر دی وہ اس قحط الرجال کے دور میں اسلاف کی علامت تھے ان کے مزار پر رحمت کی بارش ہو اور صالحین کے ساتھ ان کا الحاق ہو اور ان کے پس ماندگان کو اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

یوں تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر علوم پڑھانے میں ماہر تھے اور یہ ان کو ہی تجربہ ہے جنہوں نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا بعض لوگ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو صرف منطقی خیال کرتے ہیں کہ آپ کو صرف علم منطق میں مہارت

1۔ ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب کتاب یوسف زلیخا پڑھاتے وقت جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا واقعہ آتا تو حضرت خواجہ صاحب دھاڑیں مار کر روتے تھے۔ اور آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی۔
(منظر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ)

حاصل ہے یہ بات غلط ہے بلکہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہر علوم پڑھانے میں ید طولیٰ حاصل تھا اب بندہ ناچیز بیضاوی شریف کے اسباق کے بعد ایک حدیث شریف بھی علماء اور طلباء کے آفادہ کیلئے ذکر کرتا ہے جس سے معلوم ہو جائیگا کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو حدیث شریف پڑھانے میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا حدیث پڑھانے کا انداز

مشکوٰۃ المصابیح کی پہلی حدیث شریف کی تشریح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عن عمر بن الخطاب الخ اس حدیث شریف کے متعلق تمام ابحاث آگے ذکر کریں گے کہ یہ ذکر کیوں کی جاتی ہے تو چونکہ اس میں حضرت عمر بن خطاب کا نام ہے اس لیئے آپ کے مختصر حالات ذکر کئے جاتے ہیں آپ کا نام عمر ہے اور والد کا نام خطاب اور آپ کا لقب فاروق ہے باقی امیر المومنین سب سے پہلے آپ کو کہا گیا حضرت ابو بکر صدیق کو امیر المومنین نہیں کہا جاتا تھا آپ کا نسب نامہ کعب ابن لوئی پر حضور علیہ السلام سے مل جاتا ہے ابو حفص آپ کی کنیت ہے جو کہ حضور ﷺ نے تجویز کی اور یہ کنیت آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق ہے جو حضور علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ باقی آپ کا لقب فاروق یوں ہوا کہ ایک یہودی اور ایک منافق تھا دونوں میں پانی کے متعلق جھگڑا ہو گیا یعنی جو زمین کو پانی دیا جاتا ہے جیسے کہ نہری زمینوں میں ہوتا ہے کہ آج ہماری باری ہے پانی کی اور آج تمہاری ہے تو اس وقت بھی ایسے ہی تھا تو پھر باریوں میں ان کا جھگڑا ہو گیا یہودی مانتا تھا کہ حضور علیہ السلام حق فیصلہ فرمائیں گے لہٰذا اس نے کہا کہ چلو ہم تمہارے (منافق کے کیونکہ بظاہر تو وہ مسلمان تھا) نبی کے پاس فیصلہ لے چلتے ہیں انہوں نے جو فیصلہ فرمایا مجھے منظور ہو گا مگر چونکہ منافق تھا اور اس کو اس بات کا بھی علم تھا کہ نبی کریم ﷺ اس کے حق میں فیصلہ دیں گے کیونکہ سچا وہی ہے تو اس

منافق نے انکار کر دیا اور کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں جو کہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم تھا تو یہودی نے اس منافق کو شرمندہ کیا کہ تجھے اپنے نبی کا فیصلہ منظور نہیں اور تو کہتا ہے مسلمان ہے۔ بالآخر یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور سارا معاملہ بیان کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا جب باہر نکلے تو منافق نے کہا یہ مسئلہ دنیاوی اور سیاسی ہے نبی علیہ السلام ذرا سیاسی معاملات میں کامل بصیرت نہیں رکھتے۔ (نعوذ باللہ) جیسے کہ عمر بن خطاب رکھتے ہیں تو ان کے پاس چل کر فیصلہ کرائیں گے جو انہوں نے فیصلہ کیا وہ مجھے منظور ہوگا (تو اس کو یہ گمان تھا کہ میں بظاہر مسلمان ہوں اور حضرت عمر میرا خیال رکھیں گے اور یہ چونکہ یہودی ہے اس لیئے یہ فیصلہ میرے حق میں دیں گے) تو یہودی بے چارہ چل پڑا، حضرت عمر کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو سب سے پہلے یہودی نے یہ بتایا کہ یہ فیصلہ اس سے قبل ایک مرتبہ تمہارے نبی ﷺ نے میرے حق میں کر دیا تھا لیکن اس نے کہا میں نہیں مانتا مطلب یہ کہ سارا معاملہ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کر دیا تو پھر حضرت عمر نے اس منافق سے پوچھا کیوں بھائی یہی بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ حضور یہی بات ہے آپ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں آتا ہوں آپ اندر تشریف لے گئے اور اندر سے تلوار لے آئے اور باہر آ کر اس منافق کی گردن اڑا دی فرمایا۔ "جو میرے نبی کے فیصلہ کو نہیں مانتا اس کیلئے میرا یہ فیصلہ ہے چنانچہ اس کے بعد آپ کا لقب "فاروق" پڑ گیا قرآن کی یہ آیت آپ کے اس عمل کی تائید میں اتری:

الم تر الی الذین یزعمون انھم امنو بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکمو الی الطاغوت و قد امروا ان یکفروا به الخ ۱۲

ا۔ فاروق لقب پڑ جانے کی ایک دوسری وجہ بھی ہے وہ یہ کہ آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا کرتے تھے کفار کے ڈر کی وجہ سے تو جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے تو لوگوں نے اپنا سلام ظاہر کر دیا کیونکہ آپ کی وجہ سے اب کوئی خوف نہیں تھا اس لیئے

آپ فاروق کہلاتے ہیں۔آپ کے اسلام لانے سے قبل چالیس مرد اور دس عورتیں اسلام لا چکی تھیں مطلب یہ کہ یہ اکتالیسویں مرد تھے یعنی اکتالیسویں نمبر پر مسلمان ہوئے آپ اعلان نبوت کے چھ سال بعد ایمان لائے اور سات سال ایمان کی حالت میں مکہ شریف میں رہے۔یا ایھا النبی حسبك الله ومن اتبعك من المومنین آپ کے ہی حق میں نازل ہوئی آپ کی خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد شروع ہوئی اور آپ کے خلافت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے کہ میرے بعد عمر کا فیصلہ ہوگا اور اس پر اتفاق ہے کہ آپ نص پر خلیفہ بنے آپ تیرھویں ہجری میں خلیفہ مقرر ہوئے۔باقی سن ہجری آپ نے ہی شروع فرمایا تھا کہ جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے دل میں خیال کیا کہ ہم عیسوی سن کا حساب شمار کرتے ہیں کوئی ہمارا اسلامی سن بھی ہونا چاہیے تو پھر آپ نے سن ہجری کا سلسلہ شروع کردیا۔آپ کی بے شمار فتوحات ہیں کیونکہ بعض ممالک تو نبی علیہ السلام کے زمانہ میں فتح ہوئے بعض ابوبکر کے عہد خلافت میں فتح ہوئے اور جو رقبہ آپ کی خلافت کے عہد میں فتح ہوا وہ تقریباً ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل تھا۔آپ کی خلافت ساڑھے دس سال ہے آپ کو ایک نصرانی ابولولو نے مدینہ شریف میں شہید کیا۔ابوبکر اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ سے روایت کرتے ہیں جو احادیث ان سے مرفوع ہیں وہ کل پانچ سو سینتیس ہیں۔اکیاسی ان کی احادیث منقول بخاری ومسلم میں ہیں بخاری میں علیحدہ چونتیس احادیث ہیں اور اکیس علیحدہ مسلم میں ہیں جو کہ بخاری ومسلم میں ہیں بخاری میں علیحدہ چونتیس احادیث ہیں اور اکیس علیحدہ مسلم میں ہیں جو کہ بخاری میں نہیں ہیں باقی چھبیس احادیث مشترک ہیں یعنی بخاری میں بھی ہیں اور مسلم میں بھی ہیں آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔کفی بالموت واعظا یعنی یہ عبارت انگوٹھی پر تحریر تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ موت والے واعظ کافی ہے اور کسی کی ضرورت نہیں جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ملائکہ کرام نے بھی آپس میں خوشی کا اظہار کیا تھا اور بھی کافی فضائل وحالات ہیں لیکن انہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

یہاں تک پانچ اسباق ہو گئے۔اب چھٹا سبق شروع ہوتا ہے اس حدیث کو کتب الحدیث کہتے ہیں یعنی یہ حدیث مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو کتب احادیث میں پہلے لایا جاتا ہے تو یہ حدیث شیخ (صاحب مصابیح) نے بھی خطبہ میں ذکر کی تھی تو اس نے اس کی تقلید کی ہے باقی یہاں کئی ابحاث ہیں اور یہ حدیث بڑی مشکل ہے۔

پہلی بحث:۔ یہ ہے کہ اعتراض ہوا کہ یہ حدیث خطبہ میں کیوں ذکر کی گئی ہے؟ احادیث کی ابتداء تو بعد میں کتاب الایمان سے ہو رہی ہے اور اس کو پہلے ذکر کر دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ خطبہ میں اس لیئے لائی جاتی ہے کیونکہ اس بات کا درس دیتی ہے کہ اپنی نیت درست کرلے تو جو طالب علم ہوگا وہ تب کتاب شروع کرے جبکہ پہلے نیت درست ہو تو مطلب یہ ہے کہ جو بھی شروع فی العلم ہو وہ پہلے اپنی نیت کو درست کرے۔ پھر حدیث کو پڑھے کیونکہ بعد میں جتنی احادیث ہوں گی ان سب کی مدار اس پر ہے تو اس لیئے یہ پہلے ذکر کی گئی ہے۔

دوسری بحث: یہ عن جارہ ہے تو یہ کسی نہ کسی کے متعلق ہوگا تو اس کا تعلق رُوِیَ ہے عن عمر الخ

تیسری بحث:۔ یہاں کئی روایات ہیں ایک تو یہ کہ انما الاعمال بالنیات جیسے کہ یہاں ہے اور کہیں یہ ہوتا ہے کہ انما الا عمال بالنیۃ (مفرد کے ساتھ) اور کہیں یہ ہوتا ہے کہ الاعمال بالنیۃ تو یہ روایت کہ انما الاعمال بالنیات یہ زیادہ مشہور ہے۔ یہاں الاعمال اور النیات میں الف لام استغراق کا ہے اب مطلب یہ ہے کہ تمام اعمال نیت کے ساتھ ہیں باقی جہاں یہ ہے کہ انما لاعمال بالنیۃ تو الا عمال بالنیہ تو الاعمال پر الف لام جنس کا ہے اور النیۃ پر الف لام استغراق کا ہے اور مطلب یہی ہے اور جہاں یہ ہے کہ الاعمال بالنیۃ تو یہاں بھی دونوں پر الف لام استغراق کا ہے مطلب سب کا ایک ہے۔

چوتھی بحث:۔ النیات میں دو احتمال ہیں یا تو یہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے (الاعمال) اور یا مقابلہ جمع کا جمع کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہر ایک عمل کی مراد اس کی اپنی نیت پر ہے۔

پانچویں بحث: انما میں کہ انما الا کے معنی میں ہوتا ہے اور انما میں نفی ہوتی ہے اور بظاہر تو نفی نفس اعمال کی طرف راجع ہے یعنی ما الاعمال الا بالنیات لیکن یہاں یہ مراد نہیں ہے کیونکہ اگر اس طرح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اعمال کی ذات کا صدور نیت سے ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسے نہیں ہے کیونکہ بعض اعمال صادر تو ہوتے ہیں لیکن نیت نہیں ہوتی لہٰذا یہاں اضمار ہوگا تو اضمار پھر دو قسم ہے ایک یہ کہ انما الا عمال الخ بالنیات کا متعلق نکالیں گے کیونکہ اس کا تعلق اعمال کے ساتھ تو نہیں ہو سکتا۔ تو شافیہ نے کہا کہ اس کا تعلق صحیح ہے کہ اعمال صحیح ہوتے ہیں نیت کے ساتھ تو وہ کہتے ہیں کہ کوئی عمل بغیر نیت کے صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ وضو بھی ایک عمل ہے تو یہ بھی ان کے نزدیک بغیر نیت کے نہ ہوگا نیت کے ساتھ صحیح ہوگا اور ہم احناف کہتے ہیں کہ اگر وضو کی نیت نہ کرے تب بھی وضو صحیح ہوگا تو احناف پھر اس کا متعلق کاملۃ نکالتے ہیں کہ اعمال کامل ہوتے ہیں نیت کے ساتھ تو وضو میں اگر نیت ہوئی تو کامل ہوگا اور بغیر نیت کے اگرچہ کامل تو نہیں لیکن نفس وضو ہو جائے گا اب احناف پر اعتراض ہو گیا نماز بھی ایسے ہی ہونی چاہیے کہ نیت کے ساتھ کامل ہو اور بغیر نیت کے کامل نہ ہو لیکن نفس نماز ہو جانی چاہیے مگر تم کہتے ہو کہ نیت کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ نماز میں صرف ایک ہی جہت ہے کہ اس سے عبادۃ مقصود ہے اور عبادۃ بغیر نیت کے نہیں ہوتی لہٰذا اگر نیت نہ ہوئی تو عبادۃ (نماز) نہ ہوگی برخلاف وضو کے کہ اس میں دو جہتیں ہیں کہ وضو عبادۃ بھی ہے اور دوسری عبادۃ کا آلہ بھی ہے۔ تو بغیر نیت کے اگرچہ عبادۃ نہ ہوگا مگر دوسری نماز کیلئے آلہ تو ہوگا باقی کاملۃ یہ متعلق کوفی نکالتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک صیغہ صفت کا متعلق ہوتا ہے اور بصری تکمل نکالیں گے کیونکہ ان کے نزدیک فعل مقدر متعلق ہوتا ہے تو یہاں تک مضاف کی ایک تقریر آ گئی اب دوسری تقریر یہ ہے کہ

حکم الاعمال بالنیات کیونکہ نفی نفس اعمال کی طرف تو راجع نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ تقریر ہوگی تو اب حکم دو قسم ہے ایک دنیاوی اور دوسرا اخروی۔ دنیاوی حکم یہ ہے کہ مثلاً صحت وفساد اور اخروی یہ ہے کہ مثلاً ثواب وعقاب تو اس میں تو احناف وشوافع کا اجماع ہے کہ حکم اخروی نیت کے ساتھ ہوتا ہے یعنی ثواب نیت پر ہوگا باقی شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ دنیاوی حکم بھی نیت سے ہوتا ہے مگر احناف یہ نہیں لیتے کیونکہ عموم المشترک لازم آجائیگا اور اشتراک لفظی منع ہے جیسے وضو بغیر نیت کے صحیح ہے کیونکہ دنیاوی حکم میں نیت تو نہیں لیتے باقی نماز میں وہی اعتراض ہو جائیگا تو مطلب یہ ہے کہ نماز سے مقصود ثواب ہوتا ہے اور وضو سے مقصود ثواب نہیں بلکہ دوسری عبادت (نماز) کا آلہ ہے۔

چھٹی بحث:۔ اعمال سے کیا مراد ہے تو اس سے عام مراد ہے خواہ عبادات مستقلہ ہوں (مستقل کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی کا آلہ نہیں) تو سب کی مدار نیت پر ہے جیسا کہ صلوٰۃ زکوٰۃ وغیرہ تو یہ تب صحیح ہوں گی کہ نیت ہو اور بغیر نیت کے نہ صحیح اور نہ ثواب ہوگا اور خواہ مستقل عبادات تو نہیں ان کی شرائط ہوں (لیکن یہاں عموم مشترک نہیں لے رہے عبادات مستقلہ ہیں) یہ وضو اور شرائط عورت فی الصلوٰۃ تو ان کے ثواب کی مدار نیت پر نہیں ہے۔ باقی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ صرف طہارت میں ثواب کی مدار نیت پر ہے صحت کی مدار نیت پر نہیں لیکن ستر عورت میں نہیں کہہ سکتے تو ان پر اعتراض ہے کہ ستر عورت میں یہ کیوں نہیں ہے کہ بغیر نیت کے صحیح ہے وضو اور ستر عورت میں فرق کیا ہے۔ یا اعمال کے برابر امور مباح ہوں تو مباح عمل کی مدار بھی نیت پر ہے یعنی نیت کرے تو تب برائی یا نیکی ہوگی بغیر نیت کی مباح عمل نیکی نہیں بن سکتی ہے کہ مثلاً آدمی روٹی کھاتا ہے پانی پیتا ہے یا دوسری لذت والی جو چیزیں ہیں تو ان کے ثواب کی مدار بھی نیت پر ہے اگر نیت یہ ہے کہ روٹی کھاؤں گا وغیرہ وغیرہ تو ان سے عبادت کی طاقت آئے گی تو نیکی بن جائیگی اور اگر نیت یہ ہے کہ میں یہ کھاؤں پیوؤں تا کہ نفسانی خواہشات کیلئے طاقت بن جائے تو گناہ بن جائیگا۔ اسی طرح جو خوشبو لگاتا ہے تو اگر یہ نیت کی کہ خوشبو نہ

لگائی تو جب بندوں کی مجلس میں بیٹھوں گا تو ان کی تکلیف ہو گی تو ثواب ہو گا اور اگر یہ نیت کی کہ خوشبو لگا کر جب باہر نکلوں گا تو عورتیں عاشق ہوں گی تو یہ گناہ بن جائیگا۔ جیسے ملا علی قاری ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص بنی اسرائیل کا جا رہا تھا تو ریت کے ایک ٹیلے کے قریب سے گزرا تو اس وقت قحط کا زمانہ تھا تو اس نے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ ریت کا ٹیلا گندم کے دانے بن جائیں تو میں ساری مخلوق کو تقسیم کر دیتا تاکہ قحط سے نجات ملتی تو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی پر وحی نازل کی کہ ہم نے اس کو اتنا ثواب دے دیا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ آدمی تمام نیکیوں کی نیت ضرور کرے تاکہ ثواب ہمیشہ ملتا رہے یعنی میں حج بھی کروں گا وغیرہ وغیرہ اسی طرح ایک اور مثال بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص کا ایک رشتہ دار ہے اور وہ پڑوسی بھی ہے اور وہ بھوکا بھی ہے تو اب یہاں بھی ثوب کی مدار نیت پر ہے کہ اس نے اگر اس کو کچھ کھانے کیلئے دیا محض یہ نیت کی کہ یہ میرا پڑوسی ہے یا محض یہ نیت کی کہ یہ میرا رشتہ دار ہے تو ایک ثواب ملے گا اور اگر یہ نیت کی کہ میرا پڑوسی بھی ہے میرا رشتہ دار بھی ہے تو دو ثواب ملیں گے اور اعمال سے مراد ایک یہ ہے کہ تروک (جمع ترک اس میں داخل ہیں کہ زنا نہ کرنا، چوری نہ کرنا، گلہ نہ کرنا مثلاً اعمال ان کو بھی شامل ہے کیونکہ ترکیں بھی فعل ہوتی ہیں کیونکہ ان میں کف النفس ہوتا ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی زنا ترک کرتا ہے تو مدار نیت پر ہے۔

ساتویں بحث: ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ انما الاعمال بالنیات تو نیت بھی قول کا فعل (عمل) تو جب ہر عمل کیلئے نیت ہوتی ہے تو پھر نیت کیلئے بھی ایک اور نیت کرنی پڑے گی اور پھر اس کیلئے اور ایک نیت کرنی پڑے گی۔ ہلم جرا تو تسلسل لازم آجائیگا جو کہ باطل ہے تو اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں لیکن ہم وہ ذکر کرتے ہیں جو زیادہ صحیح ہے وہ یہ کہ عام مخصوص البعض ہے کو الاعمال سے مراد وہ عمل ہے جو نیت (عمل) کے بغیر ہیں اور مخصص یہاں عقل ہے جیسے کہ ان اللہ علی کل شئ قدیر اور خاتم النبیین میں ہے۔

آٹھویں بحث: کہ نیت کا اصل کیا ہے اور کیا معنی ہے تو نیت کا اصل نویت ہے تو سید والا قانون لگا تو نیت بن گیا (بالتخفیف) بھی جائز ہے باقی نیت کے دو معنی ہیں ایک لغوی، دوسرا شرعی۔ لغوی معنی تو مقصد ہے اور شرعی یہ ہے کہ کس چیز کا قصد کرنا خدا تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے اور یہاں مراد لغوی معنی ہے، شرعی نہیں ہے وہ آگے آئے گا کہ شرعی معنی نہیں بن سکتا تو وہ یہ ہے کہ ایک نیت ہے اللہ اور رسول کیلئے اور ایک دنیا کیلئے تو اگر شرعی ہو تو وہ تقسیم نہیں ہوسکتا صرف اللہ رسول کیلئے ہوگا لہٰذا شرعی مراد نہیں بلکہ لغوی ہے۔

نویں بحث: اعمال کا مدار نیت پر ہے یعنی لفظ پر نہیں مثلاً نیت یہ تھی کہ میں یہاں سے اس لئے جا رہا ہوں کہ ظہر کی نماز پڑھوں گا لیکن منہ سے عصر کی نماز نکل گئی تو عصر نہ ہوگی ظہر کی ہی ہوگی کیونکہ اعمال کی مدار نیت پر ہے لیکن اگر دل میں تھا کہ عصر کی نماز پڑھوں گا اور منہ سے نکل گیا ظہر کی تو نہیں ہوگی۔

دسویں بحث: یہ خاص بحث ہے کہ دل میں تو نیت عبادت کی ضروری ہے مگر کہا گیا ہے جیسے کہ نمازوں کی نیت زبان سے کرتے ہیں کہ نیت کرتا ہوں اس نماز کی پڑھتا ہوں خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے الخ تو اس میں جھگڑا ہے کہ منہ سے تلفظ کرنا کیا ہے تو بعض (صاحب ہدایہ وغیرہ) نے کہا ہے کہ منہ سے تلفظ کرنا مستحب ہے کیونکہ اصل تو نیت تھی (نیت تصور کا معنی ہے کہ تصور کرے) جیسے رمضان میں سحری کے وقت روزہ رکھنے کیلئے لوگ اٹھتے ہیں تو منہ سے تلفظ تو کوئی نہیں کرتا کہ آج میں روزہ رکھوں گا تو یہ نیت (کہ تصور کرے) تو ضروری ہوتی ہے لیکن لفظوں میں سے ذرا نیت میں آسانی ہوتی ہے اور بغیر الفاظ کے ذرا مشکل ہے جیسا کہ میں سردار احمد[1] (صاحبزادہ) کا نام لوں تو

---

[1] مندرجہ ذیل احادیث کو سماعت کرنے والوں میں مفتی محمد ابراہیم قادری سکھر، صاحبزادہ سردار احمد صاحب کھرپڑ شریف، مولانا عبدالرشید پدھراڑوی، مولانا محمد اصغر علی سیالوی، مولانا محمد اسلم جھنگویؒ، مولانا مفتی محمد ابراہیم ڈیرہ اسماعیل خان اور مولانا غلام محمد شرقپوری وغیرہ شامل تھے۔ اور یہ تقریر مولانا محمد اقبال قادری صاحب ڈیرہ اسماعیل خان حال مقیم مبارک مسجد کراچی گوری نے قلم بند کی۔

فوراً معلوم ہو جائے گا کہ فلاں مراد ہے اور یونہی اگر میں تلفظ کے نہ کروں دل میں نام لینے کی نیت کرتا ہوں تو کچھ معلوم نہ ہوگا اور زیادہ ابن ہمام وغیرہ اس طرف ہیں کہ منہ سے تلفظ کرنا بدعت ہے۔ بلکہ صرف تصور کرنا چاہیے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی ﷺ سے لے کر تابعین تک کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ مثلاً میں نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز ظہر کی یعنی زبان سے تلفظ کیا ہو بلکہ تمام احادیث میں بھی یہی ہے کہ جب نماز کیلئے آئے تو تکبیر پڑھے یعنی تکبیر تحریمہ سے نماز کو شروع کرے یہ نہیں کہ تکبیر سے پہلے بھی کوئی تلفظ کرے (استاذ صاحب نے فرمایا) کہ ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ یہ بدعت ہے جیسے کہ یہ ہے کہ فمن وجب علی فعل لم یشرع علی الشارع فھو مبتدع باقی وہ حضرات جو مستحب کے قائل ہیں وہ بھی بدعت مانتے ہیں لیکن وہ اس کے قائل ہیں کہ تلفظ میں ذرا آسانی ہے۔

گیارھویں بحث: بالنیات میں باء کونسی ہے؟ تو بعض نے استعانت کی بنائی ہے اور بعض نے مصاحبۃ کی بنائی ہے لیکن زیادہ صحیح استعانت کی ہے کیونکہ اگر مصاحبت کی ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ سارے اعمال کی نیت مصاحب ہو حالانکہ سارے اعمال میں نیت کوئی مصاحب نہیں ہوتی مثلاً حج میں صرف نیت ابتداء میں کرتے ہیں اور اگر استعانت کی ہو تو معنی یہ ہوگا کہ عمل میں استعانت نیت کے ساتھ کرنا چاہیے۔

بارھویں بحث: (یہ بحث ذرا بعید ہے) یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نیۃ المومن خیر من عملہ تو اس کا کیا مطلب ہے اس کے کئی مطلب ہیں لیکن ہم صرف دو ذکر کریں گے ایک یہ کہ نیت مستقل عبادۃ ہے کوئی اور شرط وغیرہ نہیں اور عمل کیلئے نیت شرط ہے تو عمل نیت پر موقوف ہے اور نیت عمل پر کوئی موقوف نہیں بلکہ عمل کیلئے موقوف علیہ ہے تو پھر نیت عمل سے بہترین ہوئی اور دوسرا یہ کہ عمل میں ریاء کا احتمال ہوتا ہے لیکن نیت میں ریاء کا احتمال بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ اندر سے ہوتی ہے۔

تیرہویں بحث: یہ ہے کہ طلاق وعتاق اور بیع شراء میں اگر نیت نہ ہو تو پھر بھی واقع ہو جاتے ہیں حالانکہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے مثلاً اگر طلاق مذاقاً بھی ہو تو بھی واقع ہو جائیگی اگر قصد نہ بھی ہو تو پھر بھی واقع ہو گئی تو مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ شارع نے خود ان الفاظ کو معانی کے قائم مقام کر دیا ہے تو گویا لفظ بھی بمنزلہ نیت کے ہے جیسا کہ مذاقاً اگر کوئی کلمہ کفر کہے اور نیت نہ بھی ہو تو کفر ہو جاتا ہے تو یہ تیرہ ابحاث انما الاعمال بالنیات کے متعلق آ گئیں۔

وانما لامری مانوی اس میں بھی کئی ابحاث ہیں لیکن ہم بعض کو یعنی خاص خاص کو ذکر کریں گے۔

پہلی بحث: تم نے مرد کا حکم بیان کیا ہے تو عورت کا پھر کیا حکم ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ امرئ کا اصلی معنی تو مرد ہے لیکن یہاں مرد نہیں بلکہ شخص ہے تو شخص سے مراد عام ہے مرد ہو کہ عورت ہو تو ذکر خاص مراد عام یا پھر یہ صرف مردوں کا حکم ہے لیکن چونکہ عورتیں مردوں کے حکم میں تابع ہوتی ہیں جیسے کہ قرآن میں صرف مردوں کیلئے ہی حکم آتا ہے تو عورت بھی مرد کی تابع ہوتی ہے اس لئے عورت کا ذکر نہ کیا۔

دوسری بحث: اس کا کیا مطلب ہے کہ مرد کیلئے وہ ہے جو اس نے قصد کیا تو قصد تو دل میں ہے اور جو (یعنی مرد کے لئے جو لفظ ہے) تو اس کا کیا مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں حزف مضاف ہے کہ انما الامری جزاء مانوی اور بھی مضاف محذوف نکال رہے ہیں لیکن ہم یہاں صرف یہی بیان کریں گے تو جزاء عام ہے کہ اگر خیر کی قصد ہو تو ثواب ہوگا اور اگر شر کی قصد ہو تو عتاب ہوگا۔

تیسری بحث: یہ ہے کہ اس جملہ میں اور پہلے جملہ (انما الاعمال الخ) میں فرق کیا ہے وہاں بھی نیت کا ذکر ہے اور یہاں بھی نیت کا ذکر ہے تو پھر فرق کیا ہوا تو جواب یہ ہے کہ ان میں کئی فرق ہیں سو پہلا فرق یہ ہے کہ پہلے جملہ میں ایک یہ تھا کہ اعمال کی صحت نیت پر ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ عمل صحیح ہو تو قبول بھی ہو صحت اور ہے اور قبولیت اور ہے صحت تو یہ ہے کہ آدمی قیام رکوع وسجود بڑے اطمینان اور ٹھیک طریقہ سے کرے تو دیکھنے والا کہے گا کہ اس کی نماز قبول ہوگئی ہے لیکن شائد خدا تعالیٰ منظور نہ کرے تو پہلے جملہ میں صحت کی بات تھی اور اس جملہ میں ثمرہ کی بات ہے یعنی قبول ورِیا ثواب عقاب تو اگر اچھے کام کی نیت کی تو قبول ہوگا برے کی نیت کی برا اسی طرح اچھے کی نیت کی تو ثواب ہوگا۔ برے کی نیت کی تو عتاب ہوگا اور دوسرا فرق یہ ہے کہ ایک عمل ہوتا ہے اور ایک مالا جلہ العمل یعنی جس کے لئے عمل کیا جاتا ہے تو پہلے جملہ میں بحث تھی نفس عمل صحت فساد کی کہ نفس عمل نیت کے ساتھ ہوتا ہے اور اس جملہ میں مالا جلہ العمل کی بات ہے کہ اس کے ساتھ نیت کا تعلق ہوتا ہے یعنی ثواب کیلئے عمل ہوا تو ثواب ہوگا۔

فمن کانت هجریه الی الله الخ :۔

پہلی بحث: یہ کہ ہے کہ اس کا ماقبل سے ربط کیا ہے اور یہ فاء کیسی ہے تو فاء میں دو احتمال ہیں یا تو یہ فاء تفصیلیہ ہے کہ پہلے اجمال تھا اور یہ اس (انما لامریٔ مانوی) اجمال کی تفصیل ہے باقی یہ خاص خاص چیزیں ہیں جن کے ساتھ نیت کا تعلق ہے کہ نیت اگر اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تو عمل وہی ہوگا اور اگر نیت دنیا کے لئے ہے تو پھر وہی عمل ہوگا اور یا یہ فاء تفریعیۃ ہے تو انما لامریٔ الخ پر یہ متفرع ہوگا یعنی ان کی تفریع ہے۔

دوسری بحث: ہجرت کا ایک لغوی معنی ہے اور ایک شرعی لغوی معنی تو یہ ہے کہ ترک اور یہ فعل کی ضد ہے اور بعض نے کہا کہ یہ فعل کی نقیض ہے لیکن یہ کہنا درست نہیں کیونکہ نقیضوں کا

اجتماع اور ارتفاع منع ہوتا ہے لیکن ہجرت وفعل کا ارتفاع جائز ہے کہ نہ ہجرت ہو اور نہ فعل ہو جیسے کہ ہم طالب علم ہیں اور جیسے کہ سیاہی وسفیدی یہ ضدیں ہیں اور ان کا ارتفاع جائز ہے کہ نہ سیاہی ہو نہ سفیدی ہو بلکہ سرخی ہو یا اور کوئی ہو اور ہجرت کے شرعی کئی معانی ہیں ایک یہ کہ دار کفر جو اس کا وطن تھا اس کو چھوڑ کر دار اسلام کی طرف چلے جانا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ سے مدینہ اور حبش کی طرف ہجرت کی اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جن چیزوں سے خدا نے منع کیا ہے ان کو چھوڑ دینا اسی طرح عالم علم کے لئے وطن کو چھوڑ دیتا ہے۔ حج پر کوئی جاتا ہے تو وطن کو چھوڑ دیتا ہے لوگوں سے علیحدہ رہنا یہ بھی ہجرت ہے تو یہ سارے معانی یہاں مراد ہیں تو یہ سارے معانی اگر اللہ ،رسول ﷺ کیلئے ہوں تو ثواب ہوگا ورنہ کوئی نہ ہوگا تو یہاں ہجرت کا لغوی معنی مراد نہیں بلکہ شرعی معنی مراد ہے۔

تیسری بحث: یہ ہے کہ الی اللہ ورسولہ میں الیٰ کا تعلق کیا ہے تو اس میں دو احتمال ہیں اگر یہ کان تامّۃ ہو بمعنی ثبت کے تو پھر ہجرت کے متعلق یہ کہ وہ شخص جس کو ہجرت ثابت ہے طرف اللہ رسول کے تو پھر یہ ظرف لغو ہوگی اور اگر کان ناقصہ ہو تو پھر متعلق منویہ ہوگا اور یہ کان کی خبر ہوگی تو معنی یہ ہوگا کہ جس نے ہجرت الی اللہ ورسول کا قصد کیا تو عبارت یوں ہوگی۔ فمن کانت هجرية منوية الى الله الخ

چوتھی بحث: اعتراض ہوا کہ ہجرت رسول ﷺ کی طرح تو ہوسکتی ہے جیسے کہ نبی علیہ السلام مکہ سے مدینہ کی طرف گئے تو دیگر لوگ بھی آپ کی طرف ہجرت کر گئے لیکن ہجرت اللہ کی طرف کیسے ہوسکتی ہے؟ تو اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ اللہ کی طرف بھی ہجرت ہوتی ہے جبکہ ہجرت سے مقصود اس کی رضا ہو یعنی اللہ کی طرف ہجرت مجازاً ہوتی ہے کہ ہجرۃ الی رضا اللہ یعنی ہجرت خود مقصود ہو کہ اللہ کی رضامندی مقصود ہو اور کوئی دنیاوی غرض نہ ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر محض تمہیداً اصل ہجرت رسول کی طرف ذکر کرنا تھی تو اللہ کا ذکر توطیۃ ہے جیسے کہ قرآن

پاک میں آتا ہے کہ فان للہ خمسہ ولرسول تو اصل میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت بھی اللہ کی طرف ہے جیسے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

پانچویں بحث: اعتراض ہوا کہ کانت تو ماضی کا صیغہ ہے تو اس سے ماضی کا حکم تو پتہ چلا لیکن حال استقبال کا حکم تو پتہ نہ چلا تو جواب یہ ہے کہ جو احکام شرعیہ ہوتے ہیں ان میں یہ اجماع ہے کہ سب زمانے برابر ہوتے ہیں۔ لہٰذا زمانے کی کوئی تخصیص نہیں ہاں بعض احکام شرعیہ میں زمانہ کی تخصیص ہوتی ہے لیکن عموماً یہی ہوتا کہ تخصیص نہیں ہوتی تو کانت کا معنی کون ہے جس کی ہجرت کا کون ہے اللہ رسول ﷺ کی طرف تو ماضی ہو یا حال ہو یا استقبال ہو کون تو سب میں مشترک ہے۔

فھجرۃ الی اللہ الخ

پہلی بحث: اعتراض ہوا کہ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے جب ایک چیز کو ذکر کیا جائے تو دوبارہ اگر ذکر کرنا ہو تو پھر اس کی طرف ضمیر کو لوٹاتے ہیں تو یہاں ایسے کیوں نہیں کیا۔ فھجرتہ الیہ چاہیے تھا تو جواب یہ ہے کہ استلذاذ کیلئے کیا گیا ہے کیونکہ معانی کا قاعدہ ہے کہ استلذاذ کیلئے ایک چیز کو بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسری بحث: اہم بحث ہے اعتراض ہوا کہ یہ قاعدہ جو ہے کہ شرط اور جزاء میں مغائرت ہوتی ہے لیکن یہاں عین ہیں۔ شرط بھی ھجریۃ الی اللہ ورسولہ ہے اور جزاء بھی ھجرتہ الی اللہ ورسولہ ہے تو اس کے کئی جواب ہیں لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ ایک نیت ہوتی ہے اور ایک اس پر ثمرہ ہوتا ہے تو شرط میں نیت ہے اور جزاء میں نیت کا ثمرہ اب معنی یہ ہوگا کہ من کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ قصداً فھجرتہ الی اللہ ورسولہ منفعۃ تو جس کا قصد ہے اس کا نفع ہوگا دوسرا جواب بعض نے کہا کہ من کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فی

الدنیا فھجرتہ الی اللہ ورسولہ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ ان سب صورتوں میں الی الخ ظرف مستقر ہوگا کیونکہ جزاء جملہ ہوتا ہے تو الیٰ ہجرت کے متعلق نہ ہوگا تو دونوں صورتوں میں خبر تیسرا جواب تو اب الیٰ متعلق ہے مقولہ کے تو خبر محذوفیہ تو اب دونوں احتمال ہوں گے کہ ہجرت کے متعلق ہو تو خبر محذوف برخلاف پہلی صورت کے وہاں کان تامہ تھا وہاں کچھ محذوف نہ تھا۔

ومن کانت ھجرتہ الخ تو یہاں (جزاء میں) الیٰ کا متعلق محذوف ہے۔

پہلی بحث: یہ ہے کہ جزاء میں یہ کیوں نہیں کہا کہ فھجرتہ الی الدنیا و امرأۃ یصیبھا جیسے کہ پہلے جملہ میں کہا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ قبیح چیز تھی اور قبیح کا ایک دفعہ ہی ذکر ہوتا ہے دوسری جگہ کنایہ کیا جاتا ہے۔

دوسری بحث: یہ ہے کہ امراۃ کا کیوں ذکر کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ جیسے آیات کے شانِ نزول ہوتے ہیں یونہی احادیث کے بھی اسباب ہوتے ہیں (احادیث کے شان نزول نہیں ہوتے بلکہ اسباب ہوتے ہیں شان نزول صرف آیات کے ہوتے ہیں) تو یہاں جو امراۃ کا ذکر کیا ہے تو یہ حدیث کا سبب ہے کہ حدیث اس لئے فرمائی کہ ایک بندہ ایک عورت ام قیس پر عاشق ہوگیا اس نے کہا کہ تو مجھ سے نکاح کر تو عورت نے کہا کہ نکاح تب کروں گی کہ تو ہجرت کرے گا یہ تھے دونوں مسلمان تو پھر مرد نے ہجرت کی تو عورت نے نکاح کیا اب اس بندہ کے متعلق یہ مشہور ہوگیا تھا کہ مہاجر ام قیس تو اس واقعہ کی تفصیل میں حدیث بیان ہوئی ہے۔

تیسری بحث: اس سے تو یہ پتہ چلا کہ ہجرت کا تو وہی قصہ جو ذکر کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص امور کا اعتبار نہیں ہوتا تو مطلب یہ ہے کہ سب (شان نزول) اگرچہ خاص ہے لیکن حدیث عام ہے کہ اس کے ساتھ صرف مختص نہیں بلکہ تمام کے ساتھ ہے باقی الیٰ کا متعلق شرط و جزاء دونوں منصرفۃ ہے کیونکہ متعلق ایسا ہونا چاہیے کہ الیٰ اس کا صلہ آئے۔

چوتھی بحث: دنیا میں ہے کہ اس کا وزن فعلی ہے اور یہ مشتق ہے دنوٌ سے اور دنوٌ کا معنی قرب ہے تو یہ صیغہ اسم تفضیل مذکر ہے یعنی ادنیٰ ہے تو پھر دنیا کا معنی قرب ہے باقی دنیا کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یا تو یہ زوال کے قریب ہے یعنی قیامت آجائے گی تو اس صورت میں یہ اس کی صفت بحالہ ہوگی یا یہ آخرت سے ہمارے قریب ہے کیونکہ آخرت ہم سے بعید ہے تو اس صورت میں صفت بحال متعلقہ ہوگی کیونکہ ہم کو پتہ چل جاتا ہے باقی دنیا غیر منصرف ہے الف تانیث ہے یہ ایک سبب ہے قائم مقام دو کے ہے۔

پانچویں بحث: اس بات میں جھگڑا ہے کہ دنیا کا مصداق کیا ہے یعنی دنیا کس کو کہتے ہیں تو یہ آخرت کی ضد ہے نقیض نہیں ہے کیونکہ نقیضوں کا جیسے اجتماع منع ہوتا ہے یونہی ارتفاع بھی منع ہے لیکن ان کا ارتفاع منع نہیں ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ خداتعالیٰ دونوں کو پیدا نہ کرتا تو مصداق میں صحیح مذہب یہ ہے کہ دنیا سے مراد ساری مخلوق ہے تمام جواہر واعراض جو آخرت سے پہلے ہیں یعنی موجود ہیں باقی دنیا کا اطلاق ہر جزاء پر بھی مجاز آتا ہے چنانچہ یہاں دنیا سے مراد جزاء ہے۔

چھٹی بحث: یصیبھا کہ اس میں دو ترکیبیں ہیں یا تو یہ دنیا کی صفت ہے یا یہ حال مقدرہ ہے حال ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ حال ہونے اس بندے کے یا حال ہونے اس دنیا کے کہ پہنچے وہ بندہ اس کو۔

ساتویں بحث: کہ امراۃ' کے ذکر کرنے میں ایک وجہ تو پہلے ذکر ہوگئی ہے کہ یہ امراۃ حدیث کا سبب ہے تو اب دوسری وجہ یہ ہے کہ (یعنی عورت کے ذکر کرنے کی دوسری وجہ) عورت سے جو نکاح کرتا ہے تو یہ گناہ تو کوئی نہیں بلکہ سنت ہے تو ذکر کرکے بتلانا یہ مقصود ہے کہ اگر اس کی

نیت یہ ہے کہ یہ سنت ہے تو ہجرت کا ثواب نہ ہوگا تو اگر کسی ایسی چیز کی طرف ہجرت ہے کہ وہ سنت بھی نہیں تو بطریق اولیٰ ثواب نہ ہوگا۔

متفق علیہ

پہلی بحث:۔ یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث کیا ہوتی ہے؟ اصطلاح میں یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم دونوں ایک راوی سے روایت کریں تو یہ متفق علیہ ہے اور کبھی کبھی اس کا خلاف بھی ہو جاتا ہے کہ بخاری و مسلم نے تو ذکر کی ہے لیکن ایک راوی سے نقل نہیں کی بلکہ راوی (صحابی) علیحدہ علیحدہ ہیں۔

دوسری بحث: یہ ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ حدیث نصف علم ہے کیونکہ علم دو قسم ہے ایک دل کا اور ایک جوارح کا تو اس حدیث میں دل کے عمل کا ذکر ہے تو پھر نصف ہو گئی باقی عمل قلب کا جوارح کے عمل سے افضل ہے تو پھر یہ نصف افضل ہے اور بعض نے کہا کہ یہ ثلث علم ہے ۔(یعنی تیسرا حصہ علم کا ہے) کیونکہ بندوں کے عمل یا تو دل سے تعلق رکھتے ہیں یا زبان سے یا جوارح سے تو یہاں اس عمل کا ذکر ہے جو دل سے متعلق ہے تو پھر تیسرا حصہ علم کا بن گئی۔

تیسری بحث: بعض نے کہا کہ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے لیکن یہ متواتر حدیث نہیں ہے جیسے کہ بعض نے کہا کیونکہ متواتر تو یہ ہے کہ زمانہ میں اتنے آدمی ہوں کہ عقل یہ کہے کہ ان کی طرف کذب کی نیت نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ متواتر نہ ہوئی کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کو امیر عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا تو یہ ایک راوی ہے اور امیر عمر رضی اللہ عنہ سے علقمہ رضی اللہ عنہ (تابعی) نے روایت کیا (یہی صحیح روایت ہے کہ ایک نے ہی روایت کی) اور علقمہ سے محمد بن ابراہیم نے روایت کی اور محمد بن ابراہیم سے یحیٰ بن سعید رضی اللہ عنہم نے روایت کی تو یہ تمام ایک ایک راوی ہیں تو اس کے بعد متواتر ہوتی ہے۔

قبلہ استاذی المکرم نور اللہ مرقدہٗ کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ جس کتاب کا مطالعہ کرتے اس کو بڑے غور وخوض سے پڑھتے اور اس کی گہرائی تک جاتے۔ ایک دفعہ تفسیر ضیاء القرآن کا ایک مقام آپ کی نظر سے گزرا جس کی تفصیل قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی شاہکار کتاب رویت حلال کی شرعی تحقیق میں سپردِ قلم کی ہے یاد رہے کہ رویت حلال کی شرعی تحقیق کے متعلق قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ میری چالیس سالہ تحقیق کا نچوڑ[1] ہے

کتاب مذکورہ کے صفحہ 65 پر فرماتے ہیں۔ چونکہ جناب چیئرمین صاحب مفسرِ قرآن ہونے کے منصب پر بھی فائز ہیں اس لیئے اس مقام پر پیر صاحب کے ایک تفسیری کارنامہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا ملاحظہ فرمائیں[2]۔ قرآن پاک میں ہے "ھدی للمتقین" اس کے بعد متقین کی تین صفات کا ذکر ہے

ایک ایمان بالغیب، دوم اقامۃ صلوٰۃ، سوم انفاق رزق۔ جناب موصوف نے "ضیاء القرآن" میں ہر ایک صفت کے متعلق کہا کہ یہ متقی کی پہلی علامت ہے اور یہ دوسری علامت ہے اور یہ تیسری علامت ہے اب سوال یہ پیدا ہوا کہ علامت پر تو شئی کا وجود موقوف نہیں ہوتا تو پھر جناب کی اصطلاح میں ایمان "بالغیب" اور اقامت صلوٰۃ کے بغیر بھی متقی ہوسکتا ہے حالانکہ شرح کی اصطلاح میں اسے کافر کہا جاتا ہے تو لازم آیا کہ چیئرمین صاحب کے نزدیک متقی کافر ہوتا ہے امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے ان تینوں صفات کو تقوی کے شرائط کہا ہے اور شرائط پر شئی کا وجود موقوف ہوتا ہے لہٰذا ان صفات کے بغیر کوئی متقی نہیں ہوسکتا تفسیر میں جو لغزش ہوئی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ فاضل موصوف کو طریقہ موجبہ کی طرح علامت کی تعریف کا بھی علم نہ تھا۔

انتہیٰ کلام استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ رویت ہلال کی شرعی تحقیق یہ مطبوعہ کتاب ہے اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

۲۔ قبلہ استاذی المکرم اور پیر کرم شاہ کا بعض مسائل میں اختلاف رہا ہے یاد رہے کہ یہ اختلاف بغض وعناد کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ دلائل کی بناء پر اختلاف تھا اور دلائل کی بناء پر اختلاف گستاخی نہیں ہے۔ خلاف دو قسم ہے اول عناد کی بناء پر اور یہ خلاف یقیناً ناجائز اور گستاخی ہے

۔دوم۔وہ خلاف جو دلیل کی بناء پر ہے اور یہ خلاف گستاخی نہیں بلکہ بسا اوقات ضروری ہوتا ہے۔جیسا کہ آئمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہے چونکہ یہ اختلاف دلیل کی بناء پر ہے لہٰذا یہ گستاخی نہیں ہے۔جس کی مثال قبلہ استاذی المکرمؒ فرماتے تھے کہ تمام اہلسنت جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اکابرین اہلسنت سے مانتے ہیں اور تمام اہلسنت غوث الاعظمؒ کے غلام ہیں۔لیکن تمام احناف بے شمار مسائل میں حضرت غوث اعظمؒ کا خلاف کرتے ہیں کیونکہ احناف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور غوث اعظم حنبلی مذہب رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما کے درمیان بے شمار مسائل میں اختلاف ہے اور چونکہ یہ اختلاف دلیل پر مبنی ہے اس لئے مذموم نہیں ہے اور احناف اس اختلاف کے باوجود حضرت غوث اعظمؒ کے گستاخ نہیں ہیں اگر دلیل کی بناء پر اختلاف مذموم ہے تو پھر احناف کو اپنا مذہب ترک کر کے حنبلی مذہب اختیار کرنا چاہیے۔اس طرح خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرۂ العزیز شافعی المذہب ہیں اور احناف دلیل کی بناء پر حضرت خواجہؒ کا خلاف کرتے ہیں تو یہ مذموم نہیں ہے۔اس طرح صاحبین کا بعض مسائل میں امام صاحبؒ کا خلاف تو یہ اختلاف گستاخی نہیں ہے بلکہ دلائل کی بناء پر اختلاف ہے اور یہ جائز ہے۔جن دنوں میں قبلہ استاذی المکرمؒ علیل تھے تو حضور پیر کرم شاہ صاحبؒ قبلہ استاذی المکرمؒ کی عیادت کیلئے آپ کے گاؤں ڈھوک ڈھمن داخلی پدھراڑ میں تشریف لائے۔تو قبلہ استاذی المکرمؒ نے باوجود شدید علالت کے دروازے پر آ کر پیر صاحبؒ کا استقبال فرمایا اور کافی دیر محبت بھری گفتگو فرماتے رہے۔جب پیر کرم شاہ صاحب کا وصال ہوا تو بندۂ ناچیز نے آپ کو پیر صاحبؒ کے وصال کی خبر دی تو آپ نے ایک آہ بھری اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور بندہ ناچیز کو فاتحہ خوانی کیلئے بھیرہ شریف روانہ کیا۔اور بندہ ناچیز نے آپ کی طرف سے فاتحہ خوانی کی۔اور پھر آپ کے ختم چہلم کے موقع پر بھی بندہ ناچیز پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی نور اللہ مرقدہٗ کی ہمرکابی میں بھیرہ شریف حاضر ہوا۔پھر جب قبلہ استاذی المکرمؒ کا وصال مبارک ہوا تو پھر صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب زیدہ مجدہٗ قبلہ استاذی المکرمؒ کی فاتحہ خوانی کیلئے ڈھوک ڈھمن تشریف لائے چونکہ صاحبزادہ فدا الحسن صاحب اپنے علاج کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے گئے تھے اس لیئے صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب سے آپ کی ملاقات نہ ہو سکی۔تو صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب زیدہ مجدہٗ نے بندہ ناچیز کے ساتھ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کیلئے دعا فرمائی۔یاد رہے کہ جب پیر صاحب تشریف لائے تو بندہ عاجز قبلہ استاذ المکرمؒ کی تقریر ٹیپ ریکارڈر پر سن رہا تھا جب پیر صاحب تشریف لائے تو میں نے ٹیپ بند کر دیا تو آپ نے حکم فرمایا کہ مجھے بھی استاذ صاحبؒ کی تقریر سنائیں۔بندہ نے ٹیپ آن کیا اور آپ ہمہ تن گوش ہو کر قبلہ استاذی المکرمؒ کی تقریر سنتے رہے اور مجھے حکم فرمایا کہ مجھے بھی قبلہ استاذی المکرمؒ کی تقریر کی کیسٹیں عنایت فرمائیں میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں کیسٹیں بھیرہ شریف پہنچا دوں گا اس کے بعد بندہ ناچیز نے وہ جائے نماز جس پر قبلہ استاذی المکرمؒ کے جنازے کی نماز حضور امیر شریعت نائب شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے پڑھائی تھی وہ آپ کو پیش کی آپ نے اس کو بوسہ دے کر سر پر رکھا اور شکریہ ادا کیا۔بندہ نے عرض کی کہ آپ اس جائے نماز پر بیٹھ کر جب وظائف ادا کریں تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دعاؤں میں یاد رکھنا ۔جب میں قبلہ استاذی المکرمؒ کی تقریر کی کیسٹیں لے کر بھیرہ شریف حاضر ہوا تو میری ملاقات آپ سے نہ ہو سکی کیونکہ آپ بھیرہ شریف میں موجود نہیں تھے میں نے وہ کیسٹیں مفتی محمد خان نوری صاحب کے حوالے کیں کہ یہ صاحبزادہ صاحب زیدہ مجدہٗ تک پہنچا دیں تو آپ نے جواباً فرمایا کہ پہنچا دوں گا۔اس کے بعد تقریباً دس سال بعد محرم الحرام 2010ء میں بندہ بھیرہ شریف حاضر ہوا دربار شریف پر حاضری کے بعد پتا چلا کہ آپ دربار شریف کے احاطہ میں ہی تشریف فرما ہیں بندہ نے زیارت کا شرف حاصل کیا اور بوقت ملاقات عرض کی کہ بندہ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑویؒ کے گاؤں سے آیا ہے تو یقین فرمائیں کہ آپ قبلہ استاذی المکرمؒ کا نام سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے۔خوش آمدید، خوش آمدید، مرحبا، مرحبا۔تشریف رکھیے۔صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب زیدہ مجدہٗ اسلاف کی یادگار ہیں۔انتہائی منکسر المزاج ہیں اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضری عطاء فرمائے۔آمین ثم آمین۔

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ آپ کے ایک شاگردِ عظیم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابراہیم القادری رضوی مدظلہ نے بھی قبلہ پیر صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کروائی لیکن معاملہ جوں کا توں ہی رہا چاہیے تو یہ تھا کہ اس پر مطلع ہونے کے بعد اس مقام کی تصحیح کر دی جاتی لیکن آج تک تفسیر ضیاء القرآن میں اس کی تصحیح نہیں کی گئی۔ کیا تفسیر ضیاء القرآن کوئی الہامی کتاب ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی یقیناً ہوسکتی ہے اگر ہوسکتی ہے تو پھر اس مقام کی تصحیح ہونی چاہیے تا کہ یہ اشکال دور ہوسکے۔ ملاحظہ ہو مولانا محمد ابراہیم القادری رضوی مدظلہ کا خط جو مولانا صاحب نے 1986ء میں قبلہ پیر صاحب کو روانہ کیا تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

مخدوم محترم فاضل محتشم حضرت مولانا العلامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بعد از سلام مسنون...... خیر و عافیت...... مزاج گرامی

آپ کی تالیف تفسیر ضیاء القرآن کے کچھ مقامات بندہ کے مطالعہ سے گزرے ہیں بندہ اس سلسلہ میں آپ کی توجہ ضیاء القرآن کے ایک مقام کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے جو بندہ کے نزدیک واجب الاصلاح ہے اس سے میرا مقصود سوائے خیر خواہی کے کچھ نہیں بقول النبی ﷺ الدين النصيحة لله ولكتابه ولرسوله ولايمة المسلمين وعامتهم اور تصانیف میں سہو و خطا کوئی نئی بات نہیں۔ اکابر علماء من المتقدمین والمتاخرین سے بھی واقع ہوئی ہے غلطیوں سے منزہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا کلام ہے۔ قال الامام المزنی قرأت كتاب الرسالة على الشافعي ثمانين مرة الا وكان يقف على خطا فقال الشافعي هيه الى الله ان يكون كتابا صحيحاً غير كتابه۔ جناب نے تفسیر ضیاء القرآن ص 30 حاشیہ 5 میں الذين يومنون بالغيب الآیۃ کے تحت لکھا ہے یہاں سے المفلحون تک ان متقین کی علامات بیان کی گئی ہے جو قرآن کی ہدایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر اسی صفحہ کی آخری سطر میں ہے تو معلوم ہے کہ متقی کی پہلی علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بتائی ہوئی تمام چیزوں پر محکم یقین

رکھا ہو۔ پھر ص 31 حاشیہ 6 میں ویقیمون الصلوۃ کے تحت تحریر فرمایا یہ متقین کی دوسری علامت ہے

گزارش ہے کہ آپ نے ایمان بالغیب اور اقامۃ الصلوۃ کو تقوی کی علامت قرار دیا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں تقویٰ کی شرطیں ہیں اور شرط کو علامت کہنا صحیح نہیں اس پر دلیل سے پہلے تمہید ہے۔ علت۔ سبب۔ شرط اور علامت میں علماء اصول فقہ نے فرق بیان کیا ہے کہ شئی کی علت شئی میں تاثیر کرتی ہے اور شئی کا سبب شئی کی طرف موصل ہوتا ہے۔ اور شرط شئی کی شئی کا موقوف علیہ ہوتی ہے اور علامت شئی کی شئی کا موقوف علیہ نہیں ہوتی بلکہ وہ محض شئی کے وجود کی نشانی ہوتی ہے تو شرط اور علامت میں فرق یہ ہوا کہ شئی کا شرط پر موقوف ہوتا ہے شئی موقوف ہوتی ہے اور شرط موقوف علیہ اور موقوف کا تحقق و وجود بغیر موقوف علیہ کے ناممکن ہے لہٰذا شئی کا تحقق بغیر شرط کے ناممکن ہے بخلاف علامت کے کہ اس پر شئی کے وجود کا توقف نہیں ہوتا ۔الحاصل شئی کا تحقق بغیر شرط کے نہیں ہوسکتا بخلاف علامت کے کہ شئی کا تحقق بغیر علامت کے ہوسکتا ہے۔ یہ ساری تفصیل حسامی اور اس کی شرح نامی میں ص 251 وص 270 پر موجود ہے۔

بعد از تمہید آپ کی تفسیر مذکورہ سے لازم آتا ہے کہ ایمان بالغیب اور اقامۃ صلٰوۃ کے بغیر بھی انسان متقی ہوسکتا ہے حالانکہ یہ باطل ہے متقی ہونے کیلئے ایمان بالغیب اور اقامت صلٰوۃ شرط ہے ان کے بغیر انسان متقی نہیں ہوسکتا۔ امام ابوبکر جصاص رضی اللہ عنہ احکام القرآن ص 25 ج 1 میں فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ (الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون) الامر بالصلوٰۃ والزکاۃ لانہ جعلھما من صفات المتقین و من شرائط التقوی کما جعل الایمان بالغیب۔

امید کرتا ہوں کہ جناب اس پر غور فرمائیں گے اور آئندہ ایڈیشن میں اصلاح فرمائیں گے۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔ والسلام

خویدم العلماء محمد ابراہیم القادری رضوی غفرلہٗ

دار العلوم غوثیہ رضویہ باغ حیات علی شاہ سکھر 1986-04-25

مخدوم و محترم فاضل محتشم حضرت مولانا العلامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری اطال اللہ بقاءہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام مسنون — خیر و عافیت — مزاج گرامی

آپ کی تالیف تفسیر ضیاء القرآن کے کچھ مقامات بندہ کے مطالعہ سے گزرے ہیں بندہ اس سلسلے میں آپ کی توجہ ضیاء القرآن کے ایک مقام کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے جو بندہ کے نزدیک واجب الاصلاح ہے۔ اس سے میرا مقصود سوائے خیر خواہی کے کچھ نہیں لقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتہم اور تصانیف میں سہو و خطا کوئی نئی بات نہیں اکابر علماء من المتقدمین والمتأخرین سے بھی واقع ہوئی ہے غلطیوں سے منزہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے قال الامام المزنی قرأت کتاب الرسالۃ علی الشافعی ثمانین مرۃ الا وکان یقف علی خطأ فقال الشافعی هیه ابی اللہ ان یکون کتابا صحیحا غیر کتابہ —— جناب تفسیر ضیاء القرآن ص ۳۰ حاشیہ ۵ میں الذین یؤمنون بالغیب الآیۃ کے تحت لکھا ہے۔ یہاں سے المفلحون تک ان متقین کی علامات بیان کی گئی ہیں جو قرآن کی ہدایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں —— پھر اسی صفحہ کی آخر سطر میں ہے تو معلوم ہوا یہ متقی کی پہلی علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام چیزوں پر محکم یقین رکھتا ہو۔ پھر ص ۳۱ حاشیہ ۶ میں ویقیمون الصلوٰۃ کے تحت تحریر فرمایا یہ متقین کی دوسری علامت ہے اھ۔

گزارش یہ ہے کہ آپ نے ایمان بالغیب اور اقامۃ الصلوٰۃ کو تقویٰ کی علامت قرار دیا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں تقویٰ کی شرطیں ہیں اور شرط کو علامت کہنا صحیح نہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ علت سبب شرط اور علامت میں علمائے اصول فقہ نے فرق بیان کیا ہے کہ شئی کی علت شئے میں تاثیر کرتی ہے اور شئے کا سبب شئی کی طرف موصل ہوتا ہے اور شرط شئی کی شئی کا موقوف علیہ ہوتی ہے اور علامت شئے کی شئی کا موقوف علیہ نہیں ہوتی بلکہ محض شئی کے وجود کی نشانی ہوتی ہے تو شرط اور علامت میں فرق یہ ہوا کہ شئی کا شرط پر توقف ہوتا ہے شئی موقوف ہوتی ہے اور شرط

موقوف علیہ اور موقوف کا تحقق ہو وجود بغیر موقوف علیہ کے ناممکن ہے لہذا شئے کا تحقق بغیر شرط
کے ناممکن ہے بخلاف علامت کے کہ اس کے بغیر شئے کا وجود بھی موقوف نہیں ہوتا — الحاصل شئے
کا تحقق بغیر شرط کے نہیں ہو سکتا بخلاف علامت کے کہ شئے کا تحقق بغیر علامت کے ہو سکتا
ہے یہ ساری تفصیل حسامی اور اسکی شرح نامی میں ص ۲۵۱ و ص ۲۷۰ پر موجود ہے —
بعد از تمہید آپ کی تفسیر مذکور سے لازم آتا ہے کہ ایمان بالغیب اور اقامۃ صلوٰۃ کے بغیر
بھی انسان متقی ہو سکتا ہے حالانکہ یہ باطل ہے متقی ہونے کیلئے ایمان بالغیب اور
اقامۃ صلوٰۃ شرط ہیں ان کے بغیر انسان متقی نہیں ہو سکتا امام ابو بکر جصاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵ میں فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ (الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون
الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون) یتضمن الامر بالصلوٰۃ والزکاۃ لانہ جعلہما من صفات
المتقین ومن شرائط التقوی کما جعل الایمان بالغیب —
امید کرتا ہوں کہ جناب اس پر غور فرمائیں گے اور آئندہ ایڈیشن میں اصلاح فرمائیں گے
جواب کا منتظر رہوں گا —

والسلام

خویدم العلماء محمد عبد الحکیم الشاہدی القادری غفرلہ

دار العلوم غوثیہ رضویہ باغ حیات علی شاہ سکھر

25/4/86

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر جو کنز الایمان شریف کے حاشیے پر ہے ایک کتابت کی غلطی کی طرف توجہ مبذول کروائی اور ہم نے تقریباً ہر ناشر کو اس کی تصحیح کی طرف متوجہ کیا لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہ دی اور یہ غلطی بھی جوں کی توں ہی چلی آرہی ہے یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ کسی نے آج تک اس غلطی کی نشاندہی نہیں کی۔ کاش کہ اس غلطی کی بھی تصحیح ہو جائے۔

ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد! فقیر سراپا تقصیر عطاء محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) عوام اہلسنت کی خدمت میں عموماً اور علماء اہلسنت کی خدمت میں خصوصاً اسی صدی کا ایک بڑا المیہ پیش کرتا ہے وہ یہ کہ تقریباً 80 سال گزر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن کریم اور اس پر صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر شائع ہو چکی ہے عرب و عجم کے اہلسنت نے ان ہر دو کا مطالعہ کیا ہے اس کے باوجود فاضل مراد آبادی کی تفسیر میں ایک ایسی غلطی ہے کہ کم از کم اس فقیر کے نزدیک اس کی کوئی توجیہہ نہیں ہے اور اس فقیر کے خیال میں کوئی اور فاضل اس کی توجیہہ نہیں کر سکتا۔ برصغیر پاک و ہند میں حضرت صدر الافاضل کے شاگرد اور آپ کے معتقدین علماء ماضی میں کثیر تعداد میں ہو چکے ہیں اور حال میں بھی کثرت سے ہیں بلکہ ان شاگردوں میں بعض حضرات تو بزم خویش برائے مفسر اور مصنف ہیں لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے بھی اس غلطی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اب بندہ صدر الافاضل کی تفسیر کی وہ غلطی بیان کرتا ہے۔ قرآن پاک میں یایھا الذین اٰمنو کتب عیکم الصیام الآیۃ اس آیت کی تفسیر جناب صدر الافاضل بایں الفاظ رقمطراز ہیں۔ ”رمضان کے روزے

2 ہجری 10 شوال کو فرض کئے گئے'' اور حوالہ تفسیر خازن اور درمختار کا دیا حالانکہ خازن اور درمختار میں یہ نہیں ہے کہ رمضان کے روزے 10 شوال کو فرض کئے گئے بلکہ درمختار کی عبارت اس طرح ہے "فرض بعد صرف القبلة الی الکعبه لعشر فی شعبان بعد الهجرية بسنة ونصيل" اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزے ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد 10 شعبان کو فرض ہوئے اور یہ اس کے بعد ہے کہ جب قبلہ کعبہ شریف کو قرار دیا گیا اب تفسیر خازن کی عبارت ملاحظہ ہو"ان الفرضية رمضان نزلت فی النسة الثانية من الهجرة وذالك قبل غزوة بدر بشهر وايام وكانت غزوة بدر يوم الجمعة لسبع عشرة خلت من رمضان" اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے دوسری ہجری میں فرض ہوئے غزوہ بدر سے ایک ماہ اور چند دن پہلے اور غزوہ بدر رمضان شریف کے سترہ دن گزرنے کے بعد وقوع پذیر ہوا اب غور فرمائیں کہ درمختار میں تو تصریح ہے کہ رمضان کے روزے 10 شعبان کو فرض ہوئے اور خازن نے جو کہا ہے کہ غزوہ بدر رمضان کے سترہ دن گزرنے کے بعد ہوا اور رمضان کے روزے غزوہ بدر سے ایک ماہ اور چند دن پہلے فرض ہوئے تو اس کا مطلب بھی تقریباً یہی ہے کہ رمضان کے روزے 10 شعبان کو فرض ہوئے کیونکہ اس صورت میں غزوہ بدر سے ایک ماہ سات دن پہلے فرض ہوئے۔

اب حضرت صدر الافاضل کی تفسیر میں چند غلطیاں ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

غلطی اول: یہ کہ صدر الافاضل لکھتے ہیں کہ رمضان کے روزے دس شوال کو فرض ہوئے حالانکہ دس شوال کو فرض نہیں ہوئے بلکہ دس شعبان کو فرض ہوئے جیسا کہ مستند کتب مذہب میں مصرح ہے اس غلطی میں حوالہ کا دخل نہیں ہے یعنی اگر صدر الافاضل خازن و درمختار کا حوالہ نہ بھی دیتے صرف دس شوال پر ہی اکتفاء فرماتے تو بھی دس شوال خلاف واقع ہے۔

غلطی دوئم: یہ حوالہ غلط ہے کہ دس شوال کو درمختار اور خازن نے ذکر کیا ہے حالانکہ انہوں

نے ایسا نہیں لکھا بلکہ وہ تو دس شعبان لکھ رہے ہیں اب اگر بالفرض رمضان کے روزے دس شوال کو ہی فرض ہوئے ہوں تب بھی حوالہ کی غلطی اپنی جگہ ہے۔

غلطی سوئم: رمضان کے روزے جو دس شعبان دو ہجری کو فرض ہوئے تو چونکہ ماہ رمضان شعبان کے بعد آتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سال دو ہجری کے روزے رکھے اور اگر یہ کہا جائے کہ سال دو ہجری میں رمضان کے روزے دس شوال کو فرض ہوئے تو چونکہ ماہ شوال ماہ رمضان کے بعد آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سال دو ہجری کے روزے نہیں رکھے۔ اور یہ ایک قسم کا اتہام اور خلاف واقع بات ہے کہ ان حضرات نے تو روزے رکھے ہوں اور ہم کہیں کہ انہوں نے روزے نہیں رکھے۔ اب بعض وہ مکاتب فکر جو صدر الافاضل کے خلاف ہیں وہ تو اس کی توجیہہ کرنے کے بجائے اسے اچھالیں گے کہ دیکھو یہ لوگ خلاف واقع باتیں کرتے ہیں البتہ ہم اہلسنت جو کہ صدر الافاضل کے معتقدین سے ہیں غلطی مذکورہ بالا کی توجیہہ کریں گے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کیا توجیہہ کریں گے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے ہیں کہ واقعی رمضان کے روزے دس شوال کو فرض ہوئے لہٰذا صدر الافاضل نے جو لکھا ہے وہ درست ہے کیونکہ یہ کہنا غلط ہے اور نہ ہی اہلسنت یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدر الافاضل نے درمختار اور خازن کو جو حوالہ دیا ہے وہ درست ہے اور ان دونوں کتابوں میں وہی لکھا ہے جو صدر الافاضل نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کیونکہ یہ بھی غلط ہے ہر دو کتابوں میں دس شوال کا نہیں دس شعبان کا ذکر ہے زیادہ سے زیادہ یہی توجیہہ کی جاسکتی ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اب کتابت کی غلطی دو قسم پر ہے

قسم اول: اول یہ ہے کہ غلطی صدر الافاضل سے سرزد ہوئی ہے آپ نے لکھنا تو تھا دس شعبان لیکن غلطی سے دس شوال لکھ دیا یہ توجیہہ بہت بعید ہے اور عذر گناہ، بدتر از گناہ کے قبیلہ سے ہے۔

قسم دوئم: یہ ہے کہ حضرت صدر الافاضل نے تو اپنے مسودہ میں دس شعبان ہی لکھا تھا لیکن کاتب نے جب اصل مسودہ سے نقل کیا تو دس شعبان کی بجائے دس شوال لکھ دیا یہ دوسری توجیہہ اس وقت قابل قبول ہوگی جب حضرت صدر الافاضل کا اصل مسودہ منظر عام پر لایا جائے جس میں دس شعبان لکھا ہو لیکن اس صورت میں ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ اس تفسیر کو شائع ہوئے تقریباً ستر 70 یا اسی 80 سال ہو چکے ہیں اس عرصہ میں ہزاروں علمائے اہلسنت اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل کے معتقدین گزرے ہیں اور کسی نے اس غلطی کی نشاندہی نہیں کی۔ بہر حال علماء اہلسنت کی بے بسی و بے حسی بلکہ جہالت پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ خصوصاً حضرت صدر الافاضل کے بلاواسطہ شاگرد جو بڑے مفسر بنے پھرتے ہیں انہوں نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی حالانکہ یہ ایک مسلم قاعدہ ہے کہ جب کوئی عالم تفسیر لکھتا ہے تو دوسری مستند تفاسیر کا مطالعہ اور ان سے استفادہ ضرور کرتا ہے کیا ان نام ونہاد مفسروں نے اپنی تفسیر لکھتے وقت اپنے استاد کی تفسیر کا مطالعہ اور اس سے استفادہ نہیں کیا یا وہ اتنے کم علم ہیں کہ انہیں اتنا بھی پتا نہیں کہ رمضان کے روزے کب فرض ہوئے اور انہوں نے حضرت صدر الافاضل کی تفسیر میں جو لکھا ہے اسے صحیح تسلیم کر لیا خواہ کوئی صورت بھی ہو ان کی علمی کم مائگی پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ جس مفسر صاحب کا بندہ نے مذکورہ بالا سطور میں ذکر کیا ہے چونکہ وہ انگریزی زبان کا دلدادہ ہے اس لیئے انہوں نے اپنی تفسیر لکھتے وقت اپنے اکابرین کی تفسیر کو فرسودہ سمجھ کر ان کا مطالعہ نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ انگریزوں اور انگریزی زدہ لوگوں کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا۔

آج کل مارکیٹ میں ضیاء القرآن نامی ایک تفسیر ہے بندہ کو جب مذکورہ بالا غلطی پر اطلاع ہوئی تو بندہ نے تفسیر ضیاء القرآن کی طرف رجوع کیا کیونکہ اس تفسیر کا مصنف حضرت صدر الافاضل کا ایک نامور شاگرد ہے بندہ کا خیال تھا کہ اس مصنف نے رمضان کے روزے پر کما حقہ، بحث کی ہو گی اور اس کے استاد مکرم نے اس مقام پر جو لکھا ہے اس پر بھی پورا غور کیا ہوگا لیکن صد افسوس کہ

ضیاء القرآن نے قارئین کو اندھیرے میں رکھا اور مایوس کیا اب بندہ یہاں رمضان کے روزوں کے متعلق کچھ بحث ذکر کرتا ہے جس پر ہر مفسر کو عمل کرنا ضروری ہے قارئین سے التماس ہے کہ تفسیر ضیاء القرآن کو اس بحث کے ترازو پر تولیں تو تفسیر اور مفسر کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے بحث یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے کس سال فرض ہوئے؟ کس مہینے کی کس تاریخ کو فرض ہوئے؟ آنحضرت ﷺ نے کتنے سالوں کے روزے رکھے ان میں 29 دن کے رمضان کتنے تھے اور تیس 30 دن کے کتنے تھے۔ اب جو مفسر ان سب یا اکثر امور پر بحث کرے گا تو معلوم ہوگا کہ اسے علم تفسیر میں کچھ سمجھ بوجھ ہے اور جو مفسر ان امور کو گول کر جائیگا تو یوں سمجھنا چاہیے تفسیر نہیں لکھ رہا انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوانے کی کوشش کر رہا ہے اب دیکھئے حضرت صدر الافاضل کی تفسیر میں اکثر امور کا ذکر ہے کہ رمضان کے روزے دوسری ہجری اور مہینہ کی دس تاریخ کو فرض ہوئے صرف مہینہ کا ذکر کتابت کی غلطی سے شعبان کی جگہ شوال لکھ دیا گیا اور تفسیر ضیا القرآن میں ان امور مذکورہ بالا سے صرف اور صرف اس کا ذکر ہے کہ روزے دوسری ہجری میں فرض ہوئے نہ مہینے کا ذکر نہ تاریخ اور نہ تفصیل کہ آنحضرت ﷺ نے کتنے سالوں کے روزے رکھے ان میں 29 کے کتنے تھے اور 30 دن کے کتنے تھے؟ تفسیر ضیاء القرآن میں ایک اور عجب تحقیق کا ذکر ہے کہ قرآن پاک میں روزوں کے بیان میں جو لفظ صیام ہے یہ صوم کی جمع ہے یہ بات بالکل خلاف تحقیق ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔

وجہ اول: تفسیر کبیر اور قاموس میں ہے صام ،صوماً ،صیاماً جس کا مطلب یہ ہے کہ صوم اور صیام دونوں مصدر ہیں اور روح المعانی میں ہے والصیام کالصوم مصدر صام اس عبارت میں تصریح ہے کہ صیام اور صوم دونوں مصدر ہیں۔

وجہ دوئم: جب صوم بالاتفاق مصدر ہے اور نحو میں مصرح ہے کہ مصدر کی جمع نہیں آتی البتہ اگر انواع یا مرات مراد ہوں تو مصدر کی جمع آتی ہے یہاں نہ تو انواع مختلف ہیں اور نہ ہی مرات

(یعنی بہت دفعہ) مراد ہے لہٰذا مفسر صاحب کا یہ فرمان کہ صیام جمع ہے صوم کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔

وجہ سوئم:۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ صوم اور صیام ہر دو فعل ماضی صام کی مصدریں ہیں تو ایک مصدر کو دوسری کی جمع اور دوسری کو پہلی کا مفرد کہنا نہ تو علمی شان اور نہ ہی تحقیق اب ضیاء القرآن کے قارئین غور فرمائیں کہ ضیاء القرآن کے مطالعہ سے ان کی معلومات میں اضافہ ہوا یا انہیں غلط ڈگر پر چلایا گیا ہے۔ تو تفسیر ضیاء القرآن میں اور بھی شدید قسم کے مسامحات ہیں جنہیں انشاء اللہ کسی اور مجلس میں بیان کیا جائیگا جہاں تک بندہ نے علماء اہلسنت سے شکوہ اور ان کی بے اعتنائی کا ذکر کیا ہے یاد رہے کہ ان اہلسنت میں بندہ اپنے آپ کو داخل سمجھتا ہے اور شکوہ اپنے آپ پر بھی ہے اگرچہ اس فقیر کی بعض مجبوریاں ہیں جن کی فہرست طویل ہے۔ اب بندہ ان مکاتب فکر کی جہالت کا ذکر کرتا ہے جو اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل کے مخالفین ہیں اور ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان ہر دو حضرات کی تصانیف میں غلطیاں نکالیں اہل علم کو معلوم ہے کی پاکستان اور عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور صدر الافاضل مراد آبادی رحمہ اللہ کی تفسیر پر حملے اور اعتراضات کئے گئے ہیں حالانکہ یہ اعتراضات ایک مخصوص طبقہ نے محض تعصب کی بناء پر کیے ہیں جن کے عقائد اہلسنت کے عقائد کے خلاف تھے چونکہ ترجمہ اور تفسیر اہلسنت کے عقائد کے مطابق ہیں تو جن کے عقائد اہلسنت کے عقائد کے خلاف تھے انہوں نے اعتراضات کر کے ایک طوفان کھڑا کر دیا تا آنکہ بعض ممالک میں ترجمہ اور تفسیر پر پابندی عائد کر دی گئی حالانکہ اہلسنت کے پاس ان اعتراضات کے مسکت جواب ہیں بندہ نے تفسیر میں جس غلطی کی نشاندہی کی ہے یہ کسی خاص مکتبہ فکر کی تحقیق کے خلاف نہیں ہے بلکہ تمام اہلسنت کی تحقیق کے خلاف ہے اگر معترضین کو علم ہوتا اور وہ مذکورہ بالا غلطی کی نشاندہی کرتے تو بریلوی حضرات کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا لہٰذا معترضین کی جہالت قابل داد ہے جہاں

تک بندہ کو علم ہے کہ آج تک موافق و مخالف کسی نے بھی مذکورہ بالا غلطی کو بیان نہیں کیا حیرت ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ اور صدر الافاضل کی تفسیر کئی کمپنیوں نے شائع کی ہیں اور اجازت کے بغیر کوئی کمپنی شائع نہیں کرسکتی کیا اجازت کے وقت کمپنیوں کو پابند نہیں کیا گیا کہ صحت کا پورا پورا نظام کریں اس وقت بندہ کے سامنے جو ترجمہ و تفسیر ہے یہ تاج کمپنی کی شائع کردہ ہے اس کی ابتداء میں کمپنی نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ اس میں زیر زبر یا شد، مد کی کوئی غلطی ہو تو فوراً ہمیں اطلاع دی جائے جس غلطی کی نشاندہی بندہ نے کی ہے یہ کوئی زبر یا زیر کی غلطی نہیں بلکہ ایک نہایت اہم مضمون کو غلط طور پر بیان کردیا گیا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا غلطی کا اہلسنت کیا تدارک کریں اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کا کیا جواب دیں؟ تو گزارش یہ ہے کہ بندہ ایک تجویز پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ فوراً اس غلطی کی درستی کی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ جو کمپنیاں ترجمہ اور تفسیر شائع کرتی ہیں انہیں فوراً یہ حکم دیا جائے کہ وہ آئندہ اشاعت میں درستگی کر دیں اور جو نسخے چھپ چکے ہیں ان کیساتھ غلط نامہ لگا دیا جائے کہ فلاں جگہ پر کتابت کی غلطی سے 10 شعبان کی بجائے 10 شوال لکھا گیا ہے قارئین تصحیح فرمالیں اس صورت میں غلطی کی تصحیح بھی ہوجائیگی اور اگر کوئی اعتراض کرے گا تو یہ جواب دیا جائیگا کہ وہ کتابت کی غلطی تھی جس کی تصحیح کر دی گئی ہے البتہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ درستگی میں اتنی دیر کیوں کی گئی ہے تو اہلسنت کو کھلے دل سے اعتراف کرلینا چاہیے کہ یہ ہماری کوتاہی اور غلطی ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ لیکن اگر غلطی کی درستگی مذکورہ بالا طریقہ پر نہ کی گئی تو پھر اہلسنت کے پاس کوئی جواب نہیں۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں یہ بات بہت اہم تھی کہ آپ جو بھی کتاب پڑھاتے اس کے متن اور حاشیے پر آپ کی پوری نظر ہوتی جب راقم الحروف نے آپ سے مسلم الثبوت پڑھی تو آپ کے پاس مسلم الثبوت کا وہ نسخہ تھا جس پر شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ فیصل آبادی کا حاشیہ تھا مندرجہ ذیل عبارت پر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ تقریر فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

ای ۔قولوا الحمد الله فهو جملة خبرية لانه اخبار با لحمد ويحتمل انشائيه لان المقام مقام انشاء الحمد با لجمله هو قضية و تصديقه موقوف على تصديق اجزائه الخ صفحہ ۳ مسلم الثبوت

حاشیہ مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تقریر قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ

الحمدللہ میں دو احتمال ہیں یا یہ جملہ خبریہ ہے یا انشائیہ اگر یہ جملہ خبریہ ہو تو پھر یہ قضیہ ہوگا اور قضیہ کا محکی عنہ علیحدہ ہوتا ہے خواہ ماضی میں ہو یا مستقبل میں ہو۔ اب معنی ہوگا کہ تمام تعریفیں خواہ ماضی میں ہو چکی یا مستقبل میں ہونگی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں یہ خبر دے رہا ہے اور اگر یہ جملہ انشائیہ ہو تو پھر یہ قضیہ نہ ہوگا کیونکہ قضیہ کی تعریف یہ ہے جو صدق کذب کا احتمال رکھتا ہو اور انشاء تو صدق کذب کا احتمال نہیں رکھتا اب معنی ہوگا کہ میں اللہ کی حمد پیدا کر رہا ہوں یعنی سب تعریفیں اللہ کیلئے خاص ہیں دوسری بات یہ ہے کہ الحمدللہ یہ قضیہ ہو تو قضیہ کا علم ہوتا ہے تصدیق اور قضیہ کی تصدیق تب حاصل ہوتی ہے کہ پہلے قضیہ کی جزوں کا تصور آئے یہاں مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دو وجہ سے غلطی لگی ہے ایک تو انہوں نے انشاء کو قضیہ بنایا دوسرا انہوں نے کہا کہ قضیہ کی تصدیق تب آتی ہے کہ قضیہ کی جزوؤں کی تصدیق آئے حالانکہ قضیہ کی جزوؤں کے تصور سے تصدیق آتی ہے۔

اسی طرح جب راقم الحروف نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے نحو میر پڑھی تو بندہ نے آپ کی توجہ ایک مقام کی طرف مبذول کروائی کیونکہ آپ کے پاس جو نحو میر کا نسخہ تھا اس پر عربی میں حاشیہ تھا اور میرے پاس جو نحو میر تھی اس پر اردو میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری نوراللہ مرقدہٗ کا حاشیہ تھا۔ وہ مقام صفحہ 39 پر ہے جس پر میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ دوم مفرد معتل واوی چوں ہو یغزو ویائی چوں یرمی رفعش بتقدیر ضمہ باشد و نصب بفتحہ لفظی و جزم بحذف لام الخ اسی مقام کے تحت علامہ عبدالحکیم شرف صاحب نے فرمایا کہ مصنف کا یہ فرمانا "وجزم بحذف لام تسامح ہے کیونکہ لم یسلنق میں لام کا مابعد محذوف ہے اس لیئے "وجزم بحذف آخر کہنا چاہیے تھا اسی مقام کی بحث کے متعلق علامہ شرف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اور راقم الحروف کے درمیان تقریباً 10,8 خطوط کا تبادلہ خیال بھی ہوا لیکن شرف

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمودہ پر ڈٹے رہے اور بندہ ناچیز قبلہ استاذی المکرّم سے راہنمائی حاصل کرتا تھا اور میں بھی اسی پر بے ضد تھا کہ میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ جزم بحذف لام بالکل صحیح ہے اور آپکا یہ فرمانا جزم بحذف اخر یہ تسامح ہے آخر میں نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی علامہ شرف صاحب اپنے فرمودہ پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں آخر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قلم حرکت میں آیا اور اس مقام کو حبا منثورا کر کے رکھ دیا۔

ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر:

افادہ برائے طلباء و علماء:

گرامی قدر جناب شرف قادری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گزارش ہے کہ آپ نے نحو میر کے صفحہ 39 حاشیہ نمبر 1 پر میر سید شریف پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مصنف نحو میر نے جو یہ فرمایا ہے کہ (دوم مفرد معتل واوی چوں ہو یغزوا ویائی چوں یرمی رفعش بتقدیر ضمہ باشد و نصب بفتحہ لفظی و جزم بحذف لام) مصنف نے جو یہ کہا جزم بحذف لام اس میں تسامح ہے کیونکہ لم یسلنق میں لام کا مابعد محذوف ہے اس لیئے جزم بحذف آخر کہنا چاہیے تھا آپ کا یہ اعتراض نہایت مبہم ہے۔

وجہ اول یا تو یہ ہے کہ آپ کو حقیقت حال معلوم ہے کہ مصنف نے جو فرمایا ہے وہ حق ہے لیکن اس حق کو رد کرنے کیلئے آپ نے ابہام سے کام لیا ہے تاکہ قارئین کا آپ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ فاضل محشی اتنے بڑے عالم ہیں کہ سید شریف پر بھی اعتراض کر سکتے ہیں ایسے موقع پر خود میر سید شریف نے علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ پر شدید طنز کی ہے گستاخی معاف بندہ میر سید شریف کی وہ طنزیہ عبارت یہاں نقل کرتا ہے۔(ومثال هذه الا سؤلة تخيلات يَتَعَظَّمَ بها عند

العامة و یفتضح بها عند الله الخاصه نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سئیات اعما لــنــا) یہاں تک آپ کے اعتراض اول کی وجہ اول ختم ہوئی اگر آپ کے اعتراض کی یہ وجہ ہے تو آپ جیسے فاضل کیلئے سخت نامناسب ہے اب بندہ آپ کے اعتراض کی دوم کی وجہ بیان کرتا ہے۔

وجہ دوم ۔وہ یہ کہ لم یسلنق آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ شش اقسام صرف سے کس میں داخل ہے اور اس کا وزن کیا ہے اور اس میں کتنے حروف اصلی اور کتنے زائدہ ہیں اگر اعتراض کی یہ وجہ ہے تو بھی بہت نامناسب ہے کہ معترض کی اپنی تو یہ حالت ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ لم یسلنق کا وزن کیا ہے اور اس میں حرف اصلی کونسے ہیں اور چھ اقسام سے کس میں داخل ہے اور کلمۃ بالا صالۃ ہے یا ملحق ہے اگر ملحق ہے تو کس سے ملحق ہے اس کے باوجود میر سید شریف پر اعتراض کر تا ہے اب بندہ ثابت کرتا کہ سید شریف نے جو یہ فرمایا ہے کہ ناقص وادی اور یائی اور ناقص الفی میں بوقت جزم لام کلمہ حذف ہوتا ہے یہ بالکل حق ہے اور لفظ لم یسلنق میں بھی بوقت جزم لام کلمہ ہی محذوف ہے کیونکہ لم یسلنق میں جو محذوف ہے وہ یاء ہے اور یہ لام کلمہ ہے دراصل جازم کے سوا یَسْلَنْقِیُ ہے اور اس کا وزن یفعنلل ُ ہے تو یاء لام کلمہ ہے اب لم یسلنق میں بھی بوقت جزم لام کلمہ محذوف ہے آپ کو حاشیہ نحو میر میں چند جگہ پر لغزش ہوئی ہے۔

جگہ اول: آپ حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں (فعل جس کے آخر میں واؤ یا یاء ہو خواہ لام کلمہ کے مقابل ہو جیسے یغزوا اور یرمی یا لام کلمہ کے بعد جیسے یسلنقی) اس عبارت میں لغزش یہ ہے کہ آپ کے خیال میں یسلنقی کے آخر میں جو یاء ہے اور بوقت جزم محذوف ہوتی ہے یہ یاء لام کلمہ کے مقابل نہیں ہے بلکہ لام کلمہ کے بعد یہ صراحۃً غلط ہے بلکہ یہ یاء لام کلمہ کے مقابل ہے اور بوقت جزم محذوف ہوتی ہے اب میر سید شریف کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ (مفرد معتل واوی چوں هو یغزوا و یائی چوں یرمی ان میں مطلقاً اور ہر جگہ پر جزم بحذف لام ہوتی

ہے) آپ مفرد معتل واوی اور یائی کی کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے کہ اس میں بوقت جزم لام کلمہ محذوف نہ ہو آپ نے اس کی مثال لم یسلنق پیش کی ہے۔ بندہ بیان کر چکا ہے کہ یہ غلط ہے اس مثال میں بوقت جزم جو یاء محذوف ہے یہ یاء لام کلمہ کے مقابل ہے اور اس مثال میں بھی بوقت جزم لام کلمہ ہی محذوف ہوتا ہے جیسے یغزو اور یرمی میں تو اب لم یغز و لم یرم ولم یسلنق تینوں مثالوں میں بوقت جزم لام کلمہ محذوف ہوتا ہے اور آپ کا یہ فرق کرنا باطل ہے کہ دو مثال اول میں تو بوقت جزم لام کلمہ محذوف ہوتا ہے اور مثال سوم یعنی لم یسلنق میں محذوف لام کلمہ نہیں بلکہ لام کا مابعد محذوف ہے۔

جگہ دوم: مفرد معتل واوی اور یائی میں لام کلمہ کے بعد کوئی حرف ہوتا ہی نہیں بلکہ آخری حرف صرف لام کلمہ ہی ہوتا ہے اگر ثلاثی ہوا تو آخر میں ایک لام ہوگا اور اگر رباعی ہوا تو اس میں دو لام ہونگے اور دوسرے لام کے بعد کوئی اور حرف نہیں ہوتا تو جب مفرد معتل واوی اور یائی میں لام کلمہ کے بعد کوئی حرف نہیں ہوتا تو بوقت جزم اس کے حذف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حذف حرف فرع وجود ہے جب وجود ہی نہیں تو حذف متصور ہی نہیں ہو سکتا تو آپکا یہ فرمان کہ بوقت جزم جو واؤ یا یاء ہوتی ہے یہ گاہِ لام کلمہ کے مقابل ہوتی ہے اور گاہے لام کے بعد یہ عقلاً نقلاً باطل ہے۔

جگہ سوئم: علم صرف میں جن حروف اصلیہ کی بحث ہوتی ہے ان سے آخری حرف اصلی لام ہوتا ہے اور اگر بالفرض مفرد معتل واوی اور یائی میں لام کلمہ لام کے بعد کوئی حرف ہو تو وہ زائدہ ہوگا اور آپ ایسی مثال پیش کریں کہ مفرد معتل وادی اور یائی میں لام کلمہ کے بعد حرف زائدہ ہو ۔آپ کو مغالطہ یسلنقی سے ہوا ہے کہ آخری یاء جو بوقت جزم محذوف ہوتی ہے یہ یاء لام کلمہ نہیں ہے بلکہ لام کے بعد ہے اور زیادہ ہے یہ سب غلط ہے بندہ ثابت کر چکا ہے کہ یہ یاء جو کہ آخر کلمہ میں ہے یہ لام کلمہ کے مقابل ہے۔

جگہ چہارم:۔ معتل علم صرف میں وہ کلمہ ہے جس کا کوئی حرف اصلی حرف علت ہو اور یہ مثال اور اجوف اور ناقص تینوں کو شامل ہے لیکن میر سید شریف ؒ جس مفرد معتل واوی اور یائی کا اعراب بیان کر رہا ہے یہ مفرد معتل ناقص ہے جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے مثلاً یغزو اور یرمی اور اگر کسی کلمہ میں حرف علت زائدہ ہو تو اس کو ہرگز معتل نہیں کہتے اب آپ کو جو لغزش ہوئی ہے وہ ملاحظہ ہو آپ حاشیہ نحو میر میں فرماتے ہیں (معتل واوی یا یائی خواہ واؤ یا یاء لام کلمہ کے مقابل ہو جیسے یعزو اور یرمی خواہ لام کلمہ کے بعد جیسے یسلنقی) تو آپ کے نزدیک یسلنقی معتل یائی کا قسم ہے اور اس کے آخر میں جو یاء ہے یہ لام کلمہ نہیں ہے بلکہ لام کلمہ کے بعد ہے اور زیادہ ہے تو یہ معتل واوی اور یائی کا قسم ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ معتل واوی اور یائی وہ ہے کہ واؤ اور یاء حرف اصلی ہو نہ کہ زائدہ تو اب یسلنقی کو جو آپ نے معتل واوی اور یائی کا قسم بنایا ہے یہ غلط ہوگا یہ قسم اس وقت ہوگا کہ اس کے آخر میں جو یاء ہے یہ اصلی ہو اور لام کلمہ ہو اور بوقت جزم حذف ہو جائے تو اب میر سید شریف کا یہ فرمانا بالکل درست ہوگا کہ مفرد معتل واوی اور یائی میں بوقت جزم لام کلمہ محذوف ہوتا ہے اور آپ کا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یسلنقی مین بوقت جزم لام کلمہ محذوف نہیں بلکہ لام کا بعد محذوف ہے آپ کی لغزش کی بنیادی وجہ یہ۔ہے کہ آپ کو یسلنقی کا وزن معلوم نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس میں حرف اصلی اور زیادہ کون سے ہیں۔

جگہ پنجم:۔ آپ اپنے حاشیہ میں میر سید شریف ؒ کا تسامح بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں (کیونکہ لم یسلنق میں لام کا مابعد محذوف ہے) اس عبارت کا یہ مطلب واضح ہے کہ لم یسلنق میں جو یاء جزم کی وجہ سے محذوف ہے یہ لام کلمہ نہیں ہے اور زیادہ ہے کیونکہ اگر یہ یاء لام کلمہ ہو تو پھر تو اب سید شریف ؒ کی عبارت میں تسامح نہیں ہے اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ مفرد معتل واوی اور یائی میں علی الاطلاق ہر جگہ پر لام کلمہ بوقت جزم محذوف ہوتا ہے جیسا کہ میر سید شریف رحمہ اللہ تعالیٰ نے نحو میر میں بیان فرمایا اور اس میں کوئی تسامح نہیں ہے اور یغزو و یرمی اور یسلنقی

تینوں میں بوقت جزم لام ہی محذوف ہوتا ہے اور یہ کہنا باطل ہے کہ یغزو اور یرمی میں تو لام محذوف ہوتا ہے اور یسلنقی میں لام محذوف نہیں ہوتا بلکہ لام کا بعد محذوف ہوتا ہے۔

جگہ ششم:۔ اگر بقول فاضل محشی لم یسلنق میں جو آخر میں یاء محذوف ہے یہ لام کلمہ نہ ہو بلکہ لام کلمہ کا بعد ہو تو پھر اس کلمہ میں لام کے مقابلے میں حرف حرفِ قاف ہوگا اب اس کے حروف اصلیہ میں کوئی حرف علت نہ ہوگا بلکہ کلمہ صحیح کے اقسام سے ہوگا اب بھی یہ کلمہ نہ تو معتل واوی ہوگا اور نہ معتل یائی۔ حالانکہ فاضل محشی اس کلمہ کو معتل واوی اور یائی کا قسم قرار دے رہے ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اب بندہ فاضل محشی سے چند استفسارات کرتا ہے امید ہے کہ وہ جوابات مرحمت فرما کر بندہ کے معلومات میں اضافہ کریں گے۔

استفسار اول: کلمہ یسلنقی سہ اقسام سے کس میں داخل ہے اور شش اقسام اور ہفت اقسام سے کس میں داخل ہے۔

استفسار دوم: اس کلمہ مذکورہ بالا کا وزن کیا ہے اور اس میں حروف اصلی کون سے اور زیادہ کون سے ہیں۔

استفسار سوم: یہ کلمہ مطلق ہے یا کہ ملحق اگر ملحق ہے تو کس سے ملحق ہے۔

استفسار چہارم: مطلق اور ملحق کی طرف کون سے فعل منقسم ہوتے ہیں آخر میں بندہ فاضل محشی سے یہ گزارش کرتا ہے کہ بندہ نے جو سوالات اور استفسار کئے ہیں یا تو ان کے جوابات دیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو پھر اعلان کریں کہ انہوں نے حضرت میر سید شریف رحمہ اللہ

تعالیٰ پر تسامح کا الزام لگایا ہے یہ غلط ہے اور نحو میر کے جو نسخے ان کے پاس موجود ہیں ان کے ساتھ کاغذ کا ایک پرچہ لگائیں جس پر یہ اعلان تحریر ہو اور آئندہ جو نسخے طبع ہوں ان میں تسامح والا حاشیہ حذف کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو قارئین نحو میر میں ایک بڑی گمراہی پیدا ہوگی وہ یہ کہ قارئین فاضل محشی کے حاشیہ پر اعتماد کر کے اپنے احباب اور طلباء کو اس حاشیہ کا درس دیں گے اور ایک نہ ختم ہونے والی گمراہی پیدا ہوگی اور فاضل محشی کا مقصد فوت ہوگا کیونکہ حاشیہ سے ان کا مقصد اہداء ہے نہ کہ اضلال فقط والسلام مع الف اکرام۔ عارض نذر حسین طالب دار العلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف۔

ملک تحقیق کی شاہی تجھ کو استاذ الکل مسلم
جس سمت آگے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

عارض نذر حسین طالب علم دار العلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف

سنہ ۱۴۱۲ھ
۱۳ ذی الحجہ

حررہٗ العبد الضعیف عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی

نوٹ: یاد رہے کہ یہ تحریر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے جبکہ آخر میں قبلہ استاذی المکرّمؒ نے اپنے نام کے بجائے راقم الحروف کا نام لکھا ہے۔ زہے قسمت

فرمودہ استاذ العلماء رحمہ اللہ

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ تھا کہ جو آدمی خیالی پڑھاتا تھا اس کے گھر پہ جھنڈا لگا ہوتا تھا اور اب ایسا زمانہ آئے گا کہ جو آدمی نحو میر پڑھا لے گا اس کے گھر پر جھنڈا لگا ہوا ہوگا۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے اور مشرب کے اعتبار سے چشتی تھے اور آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ سے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرف بیعت حاصل تھا اور سلسلہ چشتیہ میں سماع جائز ہے اور شرح شریف میں اس کا ثبوت واضح ہے خصوصاً آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ میں ہر روز محفل سماع منعقد ہوتی ہے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ محفل میں شرکت فرماتے اور خوب لطف اندوز ہوتے اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے جس کا نام ہے قوالی کی شرعی حیثیت اور ایک صاحب میں صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی انہوں نے العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ جلد نمبر 2 صفحہ 75 پر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ قوالی کی شرعی حیثیت کی متعلق سمع خراشی فرمائی ہے مناسب ہے کہ بندہ ناچیز ان کی عبارت قارئین کی نظر کرے اور اس کے بعد اس کا جواب قارئین کی نظر کرے ان کی عبارت قارئین کی نظر کرنے سے پہلے عرض یہ ہے کہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی صاحب نے اپنے فتاویٰ احمدیہ میں جس طرح بزرگان دین اور علمائے کرام کے متعلق زبان استعمال کی ہے یہ ان کی شان کے خلاف ہے کیونکہ مفتی صاحب ایک بہت بڑے باپ کے بیٹے ہیں جن کا اہلسنت و جماعت پر بڑا احسان ہے لیکن قبلہ مفتی صاحب نے اپنے منصب کا لحاظ نہ کرتے ہوئے حضور میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عارف کھڑی شریف، شیخ اکبر حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ، غزالی زمان علامہ کاظمی شاہ صاحب، حضور بابو جی سرکار امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو الفاظ ذکر کیے ہیں وہ یقیناً قابل مذمت ہیں ملاحظہ ہو مفتی صاحب کی تحریر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں مجھ کو ایک صاحب نے حضرت قبلہ عالم جناب علامہ مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی کا رسالہ مسمیٰ قوالی کی شرعی حیثیت پیش کیا اور مجھے جواب کیلئے کہا۔ میں نے سرسری طور پر مطالعہ کیا کہ شاید کوئی دلیل کارآمد نظر آئے مگر ان میں بھی وہی چشم پوشیاں تھیں جن کی وضاحت و تردید کر دی گئی ہے[1]۔

1۔ یاد رہے کہ مفتی صاحب اپنے فتویٰ احمدیہ میں جلد دوم صفحہ نمبر 75 سے پہلے قبلہ کاظمی صاحبؒ کے رسالہ کا رد فرما رہے ہیں: نذر حسین

زبانی طور پر سمجھا دیا گیا تحریری جواب کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ کہ وقت کا ضیاع ہے علامہ بندیالوی مدظلہٗ اگرچہ منطق کے بحر بیکراں کے عظیم تیراک ہیں اور دریائے فلسفہ کے شناور ہیں اگر آپ کو معقولات کا استاذِ کامل یا فلسفے کا امام مانا جائے تو بے جا نہ کہا جائیگا بلکہ یہ حقیقت مسلم ہے۔ ہم جیسے اصاغر علامہ بندیالوی کے گلستان منطق کے خوشہ چین میں اور فلسفے میں بڑے بڑے استادان ہی کے کاسہ لیس ہیں مگر فقہ اسلامیہ میں پیر طریقت سید قبلہ ابوالبرکات اور شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب کا ہی مقام ہے امام فقیہ کا لقب تو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہی زیبا ہے علامہ بندیالوی کا قول منطق اور فلسفہ میں تو حجت ہو سکتا ہے مگر فقہ میں ان کا قول قابل حجت نہیں ہے حضرت قبلہ بندیالوی مدظلہٗ کے رسالے کی صرف دو باتوں کا ذکر کرتا ہوں جس سے رسالے کی کمزوریوں کا بخوبی علم ہو جائیگا۔

نمبر۱: رسالہ ہذا کی ابتداء صفحہ 15 سے ہوتی ہے اسی صفحہ 15 پر چار مقدمے درج ہیں پہلے مقدمہ میں فرماتے ہیں حرمت کیلئے دلیل قطعی ضروری ہے دلیل ظنی سے ثابت نہیں ہوتی اور خبر واحد مفید ظن ہے پہلا مقدمہ؟ جواب کاش مصنف محترم لکھتے وقت فقہ اور اصول فقہ کی کتاب پڑھ لیتے۔ کم از کم اس مقدمے کو لکھنے سے پہلے علامہ شامی کی کتب اور تلویح توضیح کا ہی مطالعہ فرما لیتے تو ایسی خطا مطلقہ کا صدور نہ ہوتا۔ قانون شریعت کے مطابق حرام دو قسم کا ہے۔ نمبر۱۔ حرام قطعی۔ نمبر۲۔ حرام ظنی۔ حرام قطعی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اور حرام ظنی جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کو مکروہ تحریمی بھی کہتے ہیں چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ ردالمختار جلد اول صفحہ 122 پر فرماتے ہیں وعلی المکروہ تحریما وھو ما کان الی الحرام اقرب و یسمیہ محمدؒ حراماً ظنیاً تلویح توضیح ص ۲۷ پر ہے والتحریم عندہٗ قسم من الحرام الخ (حاشیہ) اور حرام ظنی دلیل ظنی سے ثابت ہو جاتا ہے چنانچہ تلویح شرح توضیح صفحہ 27 پر ہے د بدلیل ظنی مکروہ کراھیۃ التحریمہ اور چونکہ خبر واحد ظن کو مفید جیسا کہ مصنف محترم کو تسلیم لہٰذا خبر واحد دلیل ظنی ہوئی جس سے حرمت ثابت ہے پس خبر واحد سے بھی حرمت قوالی

ثابت ہو جاتی ہے حالانکہ قوالی کی حرمت میں تو دلائل قطعیہ بھی بیان کر دیئے گئے۔

دوسرا مقدمہ: فرماتے ہیں (کسی چیز کے شرائط مقرر کرنا شارح جل جلالہٗ یا شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ہے ہم اپنے طور پر حلال اور حرام شرائط مقرر کرنے کا ہرگز حق نہیں رکھتے۔

شرائط دو قسم کی ہے۔ نمبر 1 شرائط والویہ نمبر 2 شرائط جواز کتب فقہا کی شرائط شرائط اولویت ہیں نہ کہ شرائط جواز۔

علامہ صاحب کی یہ تینوں باتیں خود ساختہ اور لغو میں پہلی بات کسی چیز کی شرائط مقرر کرنا الخ۔ شارح جل جلالہٗ یہ اصطلاح فقہا علماء کے خلاف ہے سب آئمہ لفظ شارح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہی استعمال کرتے ہیں شارح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ آئمہ مجتہدین بھی حلت وحرمت کی شرطیں لگا سکتے ہیں اس لئے فقہاء کرام نے خاوند کیلئے نکاح میں بھی چند شرطیں لگائیں اور فرمایا کہ اگر وہ شرطیں نہ پائی جائیں تو نکاح کرنا بھی حرام ہو جائے جیسا کہ پہلے سبل السلام شرح بلوغ المرام کا حوالہ دیا گیا ہے اور جس طرح شریعت کی دلیل قرآن وحدیث ہے اس طرح اجماعِ امت اور قیاس بھی مجتہد اپنے قیاس سے حلت وحرمت کیلئے شرطیں لگا سکتا ہے ہاں ماؤشما واقعی اس چیز کے مجاز نہیں اگر کوئی کہے کہ نکاح کیلئے تو کسی نہ کسی آیت سے اشارہ ملتا ہوگا اس اشارے سے شرطیں لگیں تو میں کہوں گا کہ فقہائے امت جو کچھ بھی فرماتے ہیں اپنی طرف سے بالکل کچھ نہیں ہوتا ہر جگہ کسی اشارۃ النص یا عبارت النص یا اقتضا النص سے ہی بات کرتے ہیں اسی طرح حرمت قوالی عام ہے۔ مگر حلت کیلئے شرائط کسی نص سے ہی ہے یہ مذکورہ قاعدہ منصف نے اپنے گھر سے بنا لیا۔ دوسری بات بھی غلط ہے کیونکہ درباب قوالی منقولہ شرائط میں سے کوئی شرط اولویت نہیں تیسری بات بھی حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ حلت قوالی کی شرائط بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

شامی جلد نمبر 5 صفحہ 306 ولحاصل انه لا رخصة فی السماع یعنی زماننا یعنی ان شرطوں کے نہ ہونے کہ وجہ سے قوالی کرنے اور سننے کی اجازت ہی نہیں ثابت ہوا کہ شرائط وجواز میں نہ

کہ اولویت یہ تھیں علامہ بندیالوی کے رسالے کے چشم پوشیاں مجھ کو حیرانگی اور افسوس ہے کہ میرے اکابر کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی کچھ باتیں کرتے ہیں۔

اللہ ورسولہ اعلمہ

الجواب:

قارئین !آپنے مفتی اقتدار احمد صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمالی ہو گی جس میں فرماتے ہیں تحریری طور پر جواب دینا وقت کا ضیاع ہے تو اس کے جواب میں ہم بھی کہتے ہیں کہ مفتی صاحب کی خرافات کا جواب دینا وقت کا ضیاع ہے اور قرآن مجید فرقان حمید کی آیت مبارکہ تلاوت کر کے آگے چلتے ہیں۔ واذا خاطبهم الجهلون قالو سلما۔

اس کے آگے مفتی صاحب فرماتے ہیں علامہ بندیالوی کا قول منطق اور فلسفہ میں تو حجت ہو سکتا ہے۔ مگر فقہ میں ان کا قول حجت نہیں ہے۔

اقول:۔ جس طرح منطق اور فلسفہ میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول حجت ہے اس طرح فقہ میں بھی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ کا قول حجت ہے، بے چارے مفتی کو کیا پتہ ہے علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی یہ انہی خوش نصیبوں کو پتہ ہے جنہوں نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے زانو تے تلمذ طے کیا ہے اور میں مفتی صاحب کو یہ بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس فقہ کی وہ سند ہے جو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر امام ہمام ابوحنیفہ تک اور امام صاحب سے لے کر سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ تک اور آپ سے جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تک متصل پہنچتی ہے اور ایسی سند شاید ہی کسی کے پاس ہو اور مفتی اقتدار صاحب کو تو ایسی سند کی ہوا بھی نہیں لگی ہو گئی جو کہتے ہیں کہ علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول فقہ میں حجت نہیں ہے افسوس صد افسوس۔

کتاب مذکورہ کے صفحہ نمبر 327، 328 پر اسناد ملاحظہ ہو

آگے مفتی صاحب لکھتے ہیں کاش کہ علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے وقت فقہ اور اصول فقہ کی کتاب شامی اور تلویح و توضیح مطالعہ فر لیتے تو ایسی خطا مطلقہ کا صدور نہ ہوتا۔

اقول مفتی صاحب کو تو صرف ان کتابوں کے نام آتے ہیں اور مفتی صاحب کو ان کتابوں کے سمجھنے کی اہلیت نہیں ہے جس طرح کہ ان کی تحریر سے عیاں ہے مفتی صاحب فرماتے ہیں علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ توضیح تلویح مطالعہ فرما لیتے، بچارے مفتی صاحب کو کیا پتہ ہے کہ علامہ بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے توضیح و تلویح کو کئی دفعہ طالب علموں کو پڑھایا ہے مفتی صاحب ان علماء سے دریافت کریں جنہوں نے علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے توضیح تلویح پڑھی ہے علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو توضیح پڑھانے میں کتنا ملکہ حاصل تھا کاش کہ مفتی صاحب کنویں کے مینڈک کی طرح نہ ہوتے بلکہ ذرا باہر نکل کر قبلہ بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرف تلمذ حاصل کرتے اور ان کو پتہ چلتا کہ واقعی علامہ بندیالوی اپنے زمانے کے تفتازانی اور میر سید شریف سے کم نہیں ہیں۔

دوسرا مقدمہ:۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ علامہ بندیالوی فرماتے ہیں (کسی چیز کے شرائط مقرر کرنا شارع جل جلالہٗ یا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ہے ہم اپنے طور پر حلال اور حرام شرائط مقرر کرنے کا ہرگز حق نہیں رکھتے۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں علامہ صاحب کی یہ تینوں باتیں خود ساختہ اور لغو ہیں پہلی بات کسی بھی چیز کی شرائط مقرر کرنا شارع جل جلالہ یہ اصطلاح فقہا علماء کے خلاف ہے۔سب آئمہ لفظ شارع حضور علیہ السلام کیلئے ہی استعمال کرتے ہیں شارح نبی کریم ﷺ کا لقب ہے الخ

اقول مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ سب آئمہ لفظ شارع حضور ﷺ کیلئے ہی استعمال کرتے ہیں شارع نبی ﷺ کا لقب ہے اور شارع جل جلالہٗ اصطلاح فقہا کے خلاف ہے۔

یہ مفتی صاحب کا خود ساختہ قول ہے دیکھئے شارع کا معنی ہے مشروع کرنے والا تو اللہ

تعالیٰ جل جلالہٗ نے جو احکام ہم پر فرض کیے ہیں ان کا شارع اللہ جل جلالہٗ ہی ہے مثلاً نماز، روزہ ، حج، زکوۃ وغیرہ بالذات شارع صرف اللہ جل جلالہٗ کی ہی ذات ہے اور سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ باذن للہ شارح ہیں مفتی صاحب نے پیچھے توضیح تلویح کا حوالہ دیا تا کہ لوگ سمجھیں مفتی صاحب کو توضیح تلویح پر مہارت حاصل ہے حالانکہ اسی توضیح تو یح میں ماتن اور شارح نے کئی دفعہ ذکر کیا ہے کہ شارع جل جلالہٗ پتہ نہیں مفتی صاحب کی نظر اس طرف کیوں نہیں گئی۔

میزان الکبریٰ میں امام عبدالوہاب شعرانی مرجع الصوفیہ شیخ اکبر کے حوالے سے لکھتے ہیں

نحن نعلمه ان الشارع هو الله تعالیٰ (الی ان قال) فانه ﷺ مبلغ عن الله احکامه فيما اراد الله تعالیٰ لا ينطق قط عن نفسه

ترجمہ: ہم یقیناً جانتے ہیں کہ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے (پھر آگے فرمایا) جناب رسول اللہ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والے تھے۔ جن امور کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔

......آمدم بر سر مطلب......

اب بندہ قوالی کے متعلق کچھ اظہار خیال کرتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ سماع کا مسئلہ اختلافی ہے اس کے جواز پر بھی علماء نے کتابیں لکھی ہیں اور کچھ علماء نے عدم جواز کے حق میں دلائل دیئے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ قرع الاسماع باوجود اختصار کے بڑا مفید ہے مولانا نوراللہ بھچر ایوانی کی کتاب نغمہ مشتاق سماع کے جواز میں بڑی مفصل کتاب ہے۔ علامہ عبدالغنی نابلی کا رسالہ ایضاح الدلالات فی سماع الآلات سازوں کے ساتھ قوالی سننے کے جواز پر محققانہ تصنیف ہے۔

عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی دمشقی، آپ فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے اور صوفیانہ مشرب کے اعتبار سے قادری نقشبندی تھے آپ کی ولادت دمشق میں 1050ھ میں ہوئی آپ نے طلب علم کیلیے بغداد فلسطین لبنان، مصر، حرمین شرفین کے سفر کیئے اور آخر دمشق میں قرار پذیر ہوئے آپ بہت بڑے عالم تھے ادیب تھے بہترین شاعر تھے آپ کے تین دیوان

مشہور ہیں۔ ا۔ نمبر الہات نمبر ۔۲۔ غزلیات نمبر ۔۳۔ مدائح اور قصائد۔

آپ نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب فصوص الحکم کی شرح لکھی جس کا نام جواہر النصوص ہے آپ نے سماع کے جواز پر یہ رسالہ تالیف کیا آپ کا مجموع فتاویٰ فقہ حنفی کا قیمتی ذخیرہ ہے آپ نے خوابوں کی تعبیر پر مفصل کتاب لکھی تعطیر الانام فی تعبیر المنام۔ آپ نے 1143ھ میں دمشق میں وفات پائی۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ صاحب ردالمختار نے آپ کے دو پوتوں شیخ عبد القادر اور شیخ ابراہیم سے درمختار مصنفہ علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایت بلا اجازت حاصل کی علامہ عبدالغنی نابلسی[1] کا یہ رسالہ بطور سند ایک بہت بڑے حنفی عالم کی کتاب ہے یہ بزرگ چشتی نہیں بلکہ نقشبندی قادری تھے لہٰذا نقشبندی اور قادری حضرات اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

دور حاضر کے علماء میں غزالی زمان حضرت علامہ احمد سعید شاہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا رسالہ اثبات سماع اور مولانا سید امیر اجمیری کا رسالہ کشف القناع عن وجہ السماع اور قبلہ استاذی المکرم نور اللہ مرقدہٗ کا رسالہ قوالی کی شرعی حیثیت انصاف پسند علماء کے نزدیک

ا۔ علامہ نابلسی کی یہ کتاب حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ تعالیٰ عموماً اپنے پاس رکھتے تھے تاکہ اگر کوئی سماع کا منکر اعتراض کرے تو اسے موقعہ پر حوالہ دکھایا جا سکے۔ نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ۔

بڑے مستند رسائل ہیں۔

مشہور محقق علامہ محمد امین ابن عابدین شامی فتاویٰ ردالمختار میں فرماتے ہیں۔

اقوال هذا يعيدان الةَ اللهو ليست محرّمةً لعينها بل بقصد اللهو منها اما من سماعها اومن المشتغل بها وبه تشعر الاضافة اولا ترى ان ضرب تلك الالة بعينها حل تارة حرام اخرٰ باختلاف النية بسماعها والا مور بمقاصد ها وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون الامورهم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كيلا لايحرم بر كاتهم فَاِنَّهُمْ السادات الاخيار۔

(فتاویٰ شامی جلد نمبر ۵ ص ۲۲۷)

ترجمہ: (آلۃ الہو کی اضافت حرمت بعینہٖ کیلئے نہیں بلکہ قصد لہو کی بنا پر ہے۔ چاہے سماع کی طرف سے ہو یا مشغول ہونے والے کی طرف سے اور اس طرف یہ اضافت مشعر ہے تو نہیں دیکھتا کہ مزامیر کا سننا کبھی حلال ہے اور کبھی حرام ہے یہ اختلاف نیات کی بنا پر ہے اس عمل میں ہمارے صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کیلئے دلیل ہے جو ان امور کا قصد کرتے ہیں جن کو وہ خود بہتر جانتے ہیں پس معترض کو ان پر انکار نہیں کرنا چاہیے تا کہ کہیں ان کی برکات سے محروم نہ ہو جائے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت منصف مزاج حضرات کو مطمئن کرنے کیلئے کافی ہے ورنہ دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں شیخ محقق اپنے رسالہ قرع الاسماع میں حضرت بہاؤ الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا حوالہ دیتے ہیں نہ ایں کار میکنم ونہ انکار میکنم (ہم سماع وغنا کا شغل نہیں کرتے لیکن اہل سماع پر انکار بھی نہیں کرتے) امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ منکرین سماع قرآن شریف سے استدلال کرتے ہیں ارشاد ہوتا ہے ومن الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللہ (بعض لوگ لھو باتیں خرید لاتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے گمراہ کریں) انصاف کی بات یہ ہے کہ اس ارشاد کو صوفیاء کے سماع پر محمول نہیں کیا جا سکتا بلکہ

اس سے مراد رستم و اسفندیار کے قصے ہیں جو قریش مکہ خرید لاتے اور قرآن کے مقابلے میں ان کو گا کر پیش کرتے: (شرح احیاء العلوم غزالی جلد نمبر 6 ص 515) اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ الغناء ینبت النفاق (گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے) لیکن اس سلسلے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ اشارہ اس گانے کی طرف ہے جو دل و دماغ میں فحش خیالات پیدا کرے نہ کہ ایسے گانے جو سننے والے کو خدا اور رسول ﷺ کی یاد دلائیں اور اسے محبوبین و مقبولین خدا کی تقلید بہر مائل کریں۔ بعض حضرات قوالی نہیں سنتے یہ ان کی فقہی تحقیق ہے ہمیں ان سے اختلاف نہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ علی الاطلاق حرام ہے درست نہیں ۔حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سبع سنابل تصنیف سید حبر طریقت بحر شریعت بقیہ السلف حجہ الخلف سیدنا و مولانا میر عبدالوحد حسینی سید بلگرامی قدس سرہٗ العزیز کی کتاب مستطاب کو رسالت مآب ﷺ نے قبولیت عطا فرمائی۔ ہم نے اس کتاب کو غور سے دیکھا تو مشائخ چشت کے سماع کے متعدد واقعات موجود پائے اگر سماع حرام ہوتا تو یہ کتاب بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کیونکر قبول ہوتی اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس کی توثیق کیسے کرتے ہم تبرکا اس کتاب سے چند حوالے پیش کرتے ہیں۔ سبع سنابل شریف ص 60 پر لکھتے ہیں۔

نقل کردہ اند بتواتر کہ در مجلس سلطان المشائخ سرود و سماع بسیار بودی اگرچہ سرود و سماع راہ و روش جملہ خواجگان چشت است قدس اللہ ارواحھم۔ مورخین نے تواتر سے لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں موسیقی بکثرت سنی جاتی تھی سرود و سماع تمام مشائخ چشت کی راہ و روش ہے اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو پاکیزہ رکھے اس کتاب کے صفحہ 63 پر تحریر ہے جب حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ کا جنازہ اٹھایا گیا تو شامی اور تاتاری قوالوں کی ٹولیاں ساتھ تھیں اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی یہ غزل پڑھ رہی تھیں۔

سروِ سیمینا بہ صحرا می روی
نیک بد عہدی کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

ترجمہ:۔اے سرو قد وخوبرو تو صحرا کی طرف جارہا ہے تو کس قدر عہد شکن ہے کہ میرے بغیر جارہا ہے تیرا چہرہ ساری دنیا کیلئے دیدار کا مرکز ہے پھر تو کہاں تماشا دیکھنے جارہا ہے۔

اتنے میں حضرت سلطان المشائخ کا ہاتھ کفن سے باہر نکلا اور حضرت امیر خسرو نے قوالوں کو روک دیا کہ خاموش ہو جاؤ ورنہ حضرت سلطان المشائخ وجد میں آجائیں گے اسی کتاب کے صفحہ 224 پر تحریر ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ سماع کے دوران بہت روتے آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا آنسو خشک ہو جاتے بلند آواز میں نعرہ لگاتے اور وجدانی کیفیت میں رقص کرنے لگتے۔ان چند واقعات سے سماع کا جواز ثابت ہوتا ہے۔اور ساتھ ہی اس کتاب کا بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول ہونا اور حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو نقل فرمانا سماع کے مخالفین کیلئے مقام فکر ہے۔شیخ محقق" اخبار الاخیار میں صفحہ 54 پر لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آیا قوالی جائز ہے؟ تو فرمایا کہ" افسوس لوگ جل گئے اور قوالی سنتے سنتے جان دے بیٹھے لیکن کچھ لوگ اب بھی اختلاف میں مبتلا ہیں" ان کا ارشارہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی طرف تھا جن کا وصال اس شعر پر ہوا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

ترجمہ:تسلیم و رضا کے خنجر سے مرنے والوں کو ہر گھڑی غیب سے نئی زندگی ملتی ہے۔یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر قوالی کی صورت میں لہو ولعب اور فسق وفجور کی محفلیں سجائی جائیں تو اسے مشائخ چشت بھی جائز نہیں سمجھتے ملفوظات مہریہ میں درج ہے کہ

حضرت اعلیٰ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے قوالی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے شیخ سعدیؒ کا یہ شعر پڑھا

سماع اے برادر بگویم کہ چیست
مگر مستمع را ندانم کہ کیست
گر از برجِ معنیٰ بود طیرِ اُو
فرشتہ فرو ماند از سیرِ اُو

ترجمہ: ''سماع کے بارے میں اے بھائی میں بتاتا ہوں کہ کیا ہے۔ مگر بتاؤ کہ سننے والا کون ہے؟ اگر سننے والے کی پرواز حقیقت کے برج سے ہے تو فرشتہ بھی اس کی سیر سے عاجز رہ جاتا ہے'' اہل ہے تو اس کی پرواز فرشتے سے بھی زیادہ ہوگی اور اگر وہ نا اہل ہے اور نفسانی خواہش کیلئے سنتا ہے تو اس کیلئے جائز نہیں ہے۔ ملفوظات مہریہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک نقشبندی بزرگ نے حضور غوث زماں شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ قوالی کیوں سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہمارے اندر نسبت عشقیہ ہے جو قوالی سننے پر مجبور کرتی ہے۔ اس بزرگ نے کہا کیا ہم عشق سے خالی ہیں؟ فرمایا ہر شخص کو اپنے گھر کی خبر ہوتی ہے ہمیں تو عشق حاصل ہے آپ کی خبر آپ کو ہوگی صاحب نغمہ عشاق لکھتے ہیں۔ کہ وہ سماع جس کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے ایسا سماع ہے جو عیش وعشرت کے طور پر سنا جائے لیکن جب غنا سننے والے صالح ہوں پابند نماز ہوں قرأت قرآن کو ترک کرنیوالے نہ ہوں تو وہ حلال صریح ہے اور اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے۔ نغمہ عشاق ص 75 (مطبوعہ ملتان)

اگر کوئی یہ کہے کہ حلت وحرمت میں تعارض ہے لہٰذا حرمت کو ترجیح دی جائیگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دلائل حرمت ضعیف ہیں اور دلائل حلت قوی ہیں لہٰذا دلائل تو یہ کو ترجیح دی جائیگی اور حرمت کا قول نافذ نہیں کیا جائیگا مخالفین سماع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث

بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے عود کی آواز سنی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس دیں اور جب ان کے خادم نافع نے بتایا کہ آواز بند ہو گئی ہے تو انہوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکال لیں اور کہا میں ایک بار حضور ﷺ کی رفاقت میں تھا آپ نے بھی ایسا ہی کیا تھا جواباً عرض ہے کہ امام ابو داؤد جو اس کے راوی ہیں وہ خود اس حدیث کو منکر کہتے ہیں (ملاحظہ ہو ابو داؤد جلد ثانی ص 38)

علاوہ ازیں اگر صوت عود مطلقاً حرام ہوتی تو حضور پاک ﷺ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو روک دیتے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نافع کو روک دیتے بلکہ نہی عن المنکر کے طور پر بانسری بجانے والے کو منع فرماتے اور یہ اس حالت پر محمول ہے کہ رسول پاک ﷺ کی توجہ وحی الٰہی کی طرف تھی اس لیئے عود کی آواز سننا پسند نہ فرمایا جن روایات میں آتا ہے کہ غنا کا سننا معصیت ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا فسق ہے وہاں غنا سے مراد ایسا گانا ہے جو فسق و فجور کیلیئے ہو اور اس کے سننے والے روحانی تسکین کے بجائے نفسانی لذت حاصل کرتے ہیں۔

ایک شبہ کا جواب: مخالفین کہتے ہیں کہ فقہا کے اختلاف اور باہمی ردو قدح سے قطع نظر اکابر اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی قوالی کا انکار کیا۔ چنانچہ شہباز لامکانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ، غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔ کہ دعوت ولیمہ میں شرکت کی اجازت اس وقت ہے جبکہ منکرات نہ ہوں مثلاً طبل مزمار، عود بربط بانسری وغیرہ یہ سب کے سب حرام ہیں البتہ دف کا استعمال نکاح میں جائز ہے۔ جواباً عرض ہے کہ حضور محبوب سبحانی، شہباز لامکانی، قطب ربانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ عین درست ہے اور ہمارے مسلک کے عین مطابق ہے کہ غنا و مزامیر کفار و اہل جاہلیت کی وضع پر استعمال کرنا حرام ہے۔ کلام اللہ اور احادیث رسول ﷺ میں جہاں حرمت آئی ہے۔ شرائط و قیود کے ساتھ مقید ہے۔ اور جہاں بلا قید ہے تو بموجب قاعدہ مشہور مطلق مقید پر محمول ہے پس جو شخص بھی حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے کلام پر غور کرے گا وہ سمجھ لے گا کہ حرمت ایک خاص موقع کیلیئے ہے۔ چنانچہ آپ کی

عبارت سے وَاِنْ حَضَرَ مُنْكَرًا اِلٰى قَوْلِهٖ وَالْاِشْتِغَالُ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَطْيَبُ وَاَسْلَمُ (ترجمہ: اللہ کے ذکر میں مشغول اور مصروف ہونا زیادہ پاکیزہ ہے) اس سے صراحۃً دلیل ملتی ہے کہ غنا مزامیر منکرات کیساتھ جو یادالٰہی سے خالی ہو حرام ہے اور یہی سماع باعث شورش طبع ہے اور اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین ص 658 پر مذکور ہے کہ فقیر کو عمداً راگ سننا جائز نہیں البتہ راستے میں اگر کسی ایسی مجلس کے قریب سے گزرے تو تعظیماً بیٹھ جائے مگر دل کو یادالٰہی میں مصروف رکھے۔ غرضیکہ کہ آپ اس سماع کے منکر ہیں جو حظ نفسانی اور فسق و فجور کا باعث ہو۔ اقتباس الانوار جو سلسلہ چشتیہ کی مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی دعوت قبول فرمائی تو آپ نے خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کیلئے قوالوں کو بلایا حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ وجد میں آئے تو غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنے عصا کے سرے سے زمین کے نظام کو سہارا دیا اور فرمایا کہ تم نہیں دیکھتے کہ ایک عارف کامل وجد میں ہے اور فرش سے لے کر عرش تک سب چیزیں اس کی پیروی میں وجد و رقص میں ہیں۔ میں ہوں کہ اپنی قوت ولایت سے تمام عالم کو تھامے ہوئے ہوں ورنہ کونین زیروزبر ہو جائے۔ ملاحظہ ہو اقتباس الانوار 135-134

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میرے استاذ گرامی جناب حضرت مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی قدس سرہ العزیز نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں تحفہ سلیمانیہ میں ایک عربی منقبت لکھی ہے وہ بندہ کو بے حد محبوب ہے راقم الحروف کو بارہا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنے والے کو اس منقبت کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ جس میں مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو کوزے میں بند کیا ہے۔

ملاحظہ ہوں: ہمارے مرشد و ہادی اور محبوب الٰہی سیدنا پیر سید مہر علی شاہ ادام اللہ الطافہ اس دور میں جماعت اولیاء اور فضلاء کے رئیس و قائد اور علم و حلم کی قاموس ہیں علماء کے سردار اور

علم کے بحر ناپیدا کنار ہیں اس دور میں امامِ متقین قدوۃ السالکین اور جید علماء کے صدر نشین ہیں اکابر کی طرح بڑے خوش اخلاق ہیں۔

عربی منقبت:

شریف ازیحے لایزال

کریما بید لیس لہ مثال

ترجمہ:۔ایسے خوش رو ہیں کہ ہمیشہ ہر آنے والے کو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں بڑے کریم النفس ہیں

وعقل قد یدین لہ علوم

صعاب لیس یدرکھا الخیال

ترجمہ: ایسے عالم ہیں کہ علوم ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں علم وعرفان کی ایسی چٹان ہیں کہ عقل اس کا ادراک نہیں کر سکی۔

وقد سالت علوم این ناویٰ

اشرت الیہ ذاك ھو المال

ترجمہ: علوم نے اپنے ملجا وماویٰ کا پتہ پوچھا تو میں نے آپ کی ذات عالی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہیں آپ کے ملجا وماویٰ۔

ھو الفھام مولانا شفیق

وقرم لا یضاھیہ الرجال

ترجمہ: ہمارے مرشد شفقت فرمانے والے اور فہم وفراست والے ہیں اور ایسے سردار ہیں جن کا کوئی مثیل ونظیر نہیں۔

فصدقنا مقالا یا صدوق

فھل کثرت علومك اُو رِمال

ترجمہ: اے سچائی والے ہماری اس بات کی تصدیق فرما کہ تیرے علوم زیادہ ہیں یا

ریت کے ذرے۔

وھل انت الغزالی او فلاطون

وھل ثقلت وقارك اوجبال

ترجمہ: کیا تو غزالی زماں ہے؟ یا افلاطونِ دوراں ہے؟ کیا ترا وقار بہادری ہے یا پہاڑ؟

الا یا مادح الطمطام فاسکت

فان المدح لیس لك المجال

ترجمہ: اے دریا کی مدح اور ستائش کرنے والے ٹھہر جا کیوں کہ اس مردِ کامل کی تعریف و توصیف تیرے بس میں نہیں۔

بیعت وارادت:

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیعت اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مجدد دین وملت فخر اہلسنت جبل العلوم حجۃ اللہ علی الارض، آیت من آیت اللہ جانشین مصطفےٰ ﷺ علیہ التحیۃ والثنا ،وارث علوم مولیٰ علی وغوث جلی رضی اللہ عنہما، نائب غوث الوریٰ حضور قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ (رضی اللہ عنہ) کے دستِ حق پرست پر تھی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت حضور اعلیٰ سے بیعت کی ہے کہ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ پانچ وقت باجماعت نماز ادا فرمانے کیلئے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے یعنی عالم استغراق سے پہلے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بیعت کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں دوسرا پارہ پڑھتا تھا جب مجھے گولڑہ شریف میں حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت حاصل ہوا مجھے ان کے نقش و نگار معمولات اور چہرہ مبارک سب کچھ یاد ہے وہ تو اپنی مثال آپ تھے حضرت کا سراپا اب بھی میرے سامنے ہے آپ چوبارہ میں یعنی عشق آباد شریف جو کہ سرائے

نمبر 1 میں واقع ہے جہاں حضور اعلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال مبارک ہوا ہے یعنی آپ چوبارہ میں تشریف فرما ہوتے تھے اور پانچوں وقت مسجد میں آتے اور باجماعت نماز ادا فرماتے تھے ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمود صاحب تونسوی نور اللہ مرقدۂ گولڑہ شریف تشریف لائے وہ نیلا تہبند (یعنی چادر) باندھتے تھے مجلس میں کسی نے حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ نیلا تہبند باندھنا چشتیوں کی علامت ہے آپ کیوں نہیں باندھتے ؟ تو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "او بھڑوا! نیلا تہمند باندھنا چشتیوں کی علامت نہیں بلکہ باجماعت نماز پڑھنا چشتیوں کی علامت ہے حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی سختی سے شریعت مطہرہ کے احکامات کی پابندی فرماتے اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے تھے آپؒ کے معمولات وظائف وغیرہ وہی تھے جو کہ چشتی اور قادری مشائخ کے ہیں حضرت کی طبیعت میں بچ ہی بچ تھا اور زہد وتقویٰ پورے عروج پر تھا آپؒ شیخ محی الدین ابن عربی کے انتہائی عقیدت مند اور نظریہ وحدت الوجود کے قائل تھے اور اسی نظریہ سے حضرت کو بہت زبردست شغف تھا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص مریدین کو "فصوص الحکم" اور فتوحات مکیہ کا درس دیا کرتے تھے اور سبقاً پڑھاتے تھے اور حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے سبق تو دلوں میں اترتے تھے اور کیفیات کو بدل کر رکھ دیتے تھے حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مولوی حسین علی واں بھچراں سے جو مناظرہ ہوا اس میں حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات مکیہ سے سوالات کیلئے اور وہ مبہوت ہوگیا اور میدان مناظرہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

بقول راقم الحروف

تو ں مہر سے مناظرہ کرے یہ تیری عقل کا پھیر ہے
تو دیوبند کی لومڑی وہ اہلسنت کا شیر ہے

اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے

متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے بندہ بعینہ اس کو یہاں نقل کرتا ہے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علوم ظاہری و باطنی کے بحر العلوم تھے اکثر و بیشتر علماء کے باہمی اختلافات میں فریق کے طور پر دخل نہیں دیتے تھے البتہ کوئی شخص انفرادی طور پر اختلاف کے متعلق پوچھتا تو اپنی رائے گرامی کا اظہار فرما دیتے اگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نظر بصیرت سے اس امر کا ملاحظہ فرماتے کہ ملت اسلامیہ ایک شدید بحران سے دوچار ہو رہی ہے تو پھر میدان جہاد کی صف اول میں نظر آتے یہ فقیر یہاں صرف تین مقامات کی نشان دہی کرتا ہے۔

پہلا مقام: جب فتنہ قادیانیت کا آغاز ہوا تو کئی علماء کرام قادیانی سے مناظرہ کرنے گئے لیکن اسی کے ہو کے رہ گئے اس لیئے جب اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی ؒ کے مناظرے کا اعلان ہوا تو حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا خدشہ کی بناء پر کئی آدمی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجے اور فرمایا کہ وہ بڑا مکار ہے آپ مناظرہ کیلئے نہ جائیں تو اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی نے جواب میں فرمایا کہ حضرت تونسوی صاحب سے عرض کریں کی فکر کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میری پشت پر ہے غرض یہ کہ جب آپ نے دیکھا کہ علماء اس فتنہ کے مقابلہ سے عاجز ہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی کی دعوتِ مناظرہ کو قبول فرمایا اور تین سو جید علماء کرام کی قیادت فرماتے ہوئے لاہور پہنچے اور کئی دن لاہور میں قیام فرما رہے لیکن زندیق قادیانی سامنے نہ آیا مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں سورۃ فاتحہ کی عربی میں فصیح و بلیغ اور غیر منقوط تفسیر لکھتا ہوں اور پیر صاحب بھی ایسی ہی تفسیر لکھیں اور تین اہل علم حلفیہ فیصلہ دیں کہ کس کی تفسیر اچھی ہے جس کی تفسیر اچھی ہوگی وہی مناظرہ میں کامیاب سمجھا جائے تو حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی تفسیر نہ معجزہ ہے اور نہ کرامت کیونکہ دین الٰہی کے بانی فیضی نے قرآن حکیم کی ایسی تفسیر سواطع الالہام کے نام سے لکھی ہے اس لیئے یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی قلم

دوات اور کاغذ میز پر رکھ دے اور میں بھی قلم دوات اور کاغذ میز پر رکھتا ہوں جس کی قلم از خود لکھنا شروع کر دے وہ سچا ہوگا لیکن قادیانی نے سامنے آنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے اور پھر انگریز کو درخواست دی کہ پیر صاحب کے ساتھ ان کے افغانی مرید ہیں اگر مناظرہ ہوا تو فتنہ وفساد برپا ہو جائیگا۔ جب اس کی اطلاع اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی کو ہوئی تو آپ کے ایک افغانی مرید سیٹھی کریم بخش نے ساٹھ ہزار طلائی اشرفیاں نقد ضمانت داخل کرنے کی پیشکش کی کہ اگر ہماری طرف سے فساد ہوا تو یہ تمام ضمانت ضبط کر لی جائے مگر مرزا قادیانی اس کے باوجود نہ آیا اور خطرہ جان کا سہارا لیئے رہا جب حواریوں نے اصرار کیا تو قادیانی نے کہا کہ دراصل یہ لوگ ضمانت کے بدلے میرا قتل چاہتے ہیں اگر میں قتل اور فریق مخالف کی ضمانت ضبط ہو گئی تو مجھے اس کا کیا فائدہ ہوگا اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قادیانی کے رد میں سیف چشتیائی اور شمس ہدایت ہر دو کتابیں تصنیف فرمائیں اس فقیر کو مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے جب ان کتابوں کا مطالعہ کیا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا کہ کون کہتا ہے کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فوت ہو گئے ہیں وہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں زندہ ہیں حضرت مجدد گولڑوی (قدس سرہ العزیز) کے اس مناظرے کی تفصیلات مصر کے اخبارات میں چھپی تھیں کہ ہندوستان میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور وہاں کے ایک گیلانی فاضل سید مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے اس متنبی کو میدان مناظرہ میں شکست فاش دی جب یہ خبر اس وقت کے نقیب الاشراف سجادہ نشین بغداد شریف نے پڑھی تو بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد اللہ ہمارے گیلانی بھائی نے یہ خدمت دین سرانجام دی ہے سن 1948ء میں بندہ نے اپنے حضرت سلطان العارفین محبوب الٰہی حضرت قبلہ غلام محی الدین قدس سرہ العزیز کی ہم رکابی میں بغداد شریف کی زیارت کی ہے وہاں ایک معمر صوفی غلام محمد صاحب نے مجھے خود بتایا کہ مصر کی وہ اخبار جس میں مناظرہ کی خبر چھپی تھی میں نے خود اس وقت کے نقیب الاشراف کو پیش کی اور انہوں نے مذکورہ بالا الفاظ میں

نوشی کا اظہار فرمایا کہ قادیانی کو شکست دینا علماء کا روگ نہیں تھا اس لیئے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز نے یہ معرکہ سرانجام دیا اس کی نظیر حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ مصر سے عہدہ مانگا تھا کہ مجھے اناج کے ذخیرہ کا محافظ مقرر کیا جائے حالانکہ کوئی عہدہ طلب کرنا درست نہیں تو فقہاء امت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جب کسی عہدہ کا مستحق صرف ایک آدمی ہو تو وہ عہدہ طلب کرسکتا ہے بلکہ طلب کرنا ضروری ہے اس طرح جب اعلیٰ حضرت گولڑوی قدس سرہ العزیز نے دیکھا کہ زندیق مکار قادیانی کے ساتھ فیصلہ کن مناظرہ دیگر علماء کی طاقت سے باہر ہے تو اس فریضہ کو سرانجام دینے کیلیئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے میدان عمل میں قدم رکھا اور کندن ہو کر نکلے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی کا طریقہ اظہار کرامت نہیں تھا لیکن وقتی ضرورت کیلیئے قادیانی کو قلم کے از خود لکھنے کا چیلنج دیا اس طرح خواجہ غریب نواز اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے دین کی تقویت کیلیئے کرامت کا اظہار فرمایا اور لاکھوں افراد مشرف با اسلام ہوئے اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بحر العلوم تھے لیکن کبھی زبان مبارک سے اپنے علم وفضل کا اظہار نہ فرماتے تھے بلکہ دقیق علمی مباحث میں صرف یہ فرماتے کہ میں نے بھی طالب علمی کی ہے اور اسی طرح نجیب الطرفین گیلانی سید ہونے کے باوجود صرف یہ فرماتے تھے کہ گھنگریالی زلفیں ہم ہاشمیوں کی علامت ہیں۔

دوسرا مقام: جس قرن شیطان کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کا ظہور نجد میں ہوگا ہندوستان میں اس شیطانی سینگ کا اثر سب سے پہلے مولوی اسماعیل کے ذریعے دہلی میں ہوا علماء اہلسنت نے اس کا شدید مقابلہ کیا ان علماء کرام کے سرخیل مجاہد ملت حضرت مولانا محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ العزیز تھے اس کے بعد اس قرن شیطان کا زیادہ اثر پنجاب میں موضع واں بھچراں ضلع میانوالی میں ہوا۔ جس کے مظہر اتم مولوی حسین علی صاحب تھے حضرت قبلہ عالم مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ مع دیگر علماء کے بہ نفس نفیس واں بھچراں تشریف لے گئے مولوی حسین

علی کے ساتھ مسئلہ علم غیب پر گفتگو کی مولوی حسین علی کے ساتھ بھی اس کے ہم مسلک علماء تھے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز نے مولوی حسین علی سے فرمایا مسئلہ علم غیب پر آپ کے پاس جو قوی تر دلیل ہے اسے پیش کرو مولوی حسین علی نے کہا کہ مجھے کچھ مہلت دیجئے میں اپنے علماء کے ساتھ مشورہ کرلوں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے مہلت دے دی مولوی حسین علی اور اس کے حامی علماء کچھ دیر بعد آئے اور آیت مبارکہ عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو (پارہ نمبر ۷) پڑھی یعنی غیب کی کنجیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس کے علاوہ اس کو کوئی نہیں جانتا اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز نے مولوی حسین علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کا اس آیت پر ایمان اور تصدیق ہے مولوی حسین علی نے اثبات میں جواب دیا۔

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا تصدیق کی کتنی اقسام ہیں کتنی مقبول اور کتنی مردود ہیں اور آپ کو اس آیت مبارکہ کے ساتھ کونسی تصدیق ہے مولوی حسین علی یہ سن کر مبہوت ہو گیا اور لگا کہنے کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں ایسی پیچیدگیوں کو نہیں جانتے آپ ہم سے ہماری استعداد کے مطابق بات کریں تو اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا اگر آپ دیہاتی لوگ ہوتے تو مسلمانوں کو نماز اور روزہ کے مسائل سکھاتے آپ نے تو خاتم الانبیاء ﷺ کے علم پر ہاتھ ڈالا ہے اس لیئے آپ کو میرے سوال کا جواب دینا ہوگا۔

اس کے بعد مولوی حسین علی مراقبہ[1] میں چلا گیا اور پھر ایک دم اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا لوگ پکڑتے ہی رہ گئے اور جب مولوی حسین علی اٹھ کر بھاگا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ جگہ تر تھی اب جگہ کا تر ہونا ایک لطیفہ ہو گیا۔

کوئی پیشاب اور کوئی پسینہ کی توجیہہ کرتا اس کے علاوہ بھی کئی توجیہات ہیں اگر ان کا ذکر کیا جائے تو مضمون طویل ہو جائیگا۔

---

[1]۔ راقم الحروف نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے کہ قبلہ عالم مجدد گولڑوی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ مولوی حسین علی مراقبے میں کیا پڑھتا تھا تو حضور اعلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ (دعائے حزب البحر) کا عامل تھا اور جب وہ اس مقام یعنی واطمس علی وجوہ

اعداالنا پر پہنچتا جس کا معنی یہ ہے کہ میرے دشمنوں کا منہ بند ہو تو وہ بھول جاتا پھر ابتداء سے شروع کر دیتا لیکن پھر جب اس مقام پر پہنچتا تو پھر بھول جاتا اور جب وہ کامیاب نہ ہوا تو گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جس چیز کا جو آدمی عامل ہوتا ہے وہ اس کو اسی طرح روانگی سے پڑھتا ہے جس طرح نماز میں الحمد شریف پڑھتے ہیں لیکن مولوی حسین علی، حضور اعلیٰ قدس سرہٗ کے سامنے جس چیز کا عامل تھا وہ نہ پڑھ سکا یہ حضور قبلہ عالم مجدد گولڑوی قدس سرہٗ کی کرامت تھی یا آپ کا علمی رعب ودبدبہ تھا جس کے سامنے حسین علی دم نہ مار سکا۔ اور قبلہ استاذی المکرّم ارشاد فرماتے تھے کہ جب مولوی حسین علی سر نیچے کر کے مراقبہ کرتا تھا تو واں بھچراں کے ملک صاحب اپنے عصاء سے حسین علی کے جسم کے ٹھوکر لگاتے اور کہتے کہ اب سر اوپر کر کے قبلہ پیر صاحب کو جواب دو ہمیں تو تم نے یہاں تنگ کر رکھا ہے اور حسین علی پھر مراقبے میں چلا جاتا اور ملک صاحب پھر وہی سلوک کرتے۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میری واں بھچراں کے ان عمر رسیدہ لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے جو کہ مقام مناظرہ میں موجود تھے اور انہوں نے بتایا کہ جس جگہ سے مولوی حسین علی اٹھ کر بھاگا وہ جگہ اس طرح تر تھی جیسا کہ وہاں پر پیشاب کیا گیا ہو۔

اب یہاں راقم الحروف اپنا ایک چشم دید واقعہ تحریر کرتا ہے فوالذی نفسی بیدہٖ غالباً سن 1987ء میں جب بندہ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی دامت برکاتہم سے اکتساب فیض کر رہا تھا تو ایک مرتبہ بندہ کو قبلہ شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی صاحب کے ساتھ جامعہ مظفریہ واں بھچراں میں ایک جلسہ پر جانے کا اتفاق ہوا تو اس جلسہ میں صاحبزادہ علامہ محمد عبد المالک صاحب چشتی میروی میانوالی بھی تشریف لائے اور اگلے دن ظہر کے بعد قبلہ شیخ الحدیث صاحب کی چکڑالہ میں تقریر تھی تو صبح تقریباً دس بجے قبلہ شیخ الحدیث اور راقم الحروف صاحبزادہ عبد المالک صاحب کے ہمراہ چکڑالہ کی طرف روانہ ہوئے جب واں بھچراں سے باہر چکڑالہ والے روڈ پر پہنچے تو صاحبزادہ عبد المالک صاحب نے مولوی حسین علی کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مولوی حسین علی کی قبر ہے تو اللہ کی عزت کی قسم ہم سب نے دیکھا کہ مولوی حسین علی کی قبر پر کتا پھر رہا تھا۔

اللہ اللہ یہ ہے عشاق مصطفیٰ ﷺ اور گستاخ مصطفیٰ ﷺ کی پہچان کہ عاشق مصطفیٰ ﷺ حضور تاجدار گولڑہ قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی مرقد انور پر صبح وشام عشاق مصطفیٰ ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور گستاخ مصطفیٰ ﷺ کی قبر پر کتے پھرتے ہیں فیصلہ قارئین خود فرمالیں۔

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

حضرت استاذ الاساتذہ حضرت علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں اس مناظرہ میں موجود تھا جب مولوی حسین علی مجلس مناظرہ سے فرار ہوا تو میری زبان سے بے ساختہ نکلا فرت من قسورۃ ۔الایہ۔ ترجمہ:۔ وہ گدھا شیر سے بھاگ گیا۔

حضرت علامہ گھوٹوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرۂ العزیز نے جو سوال مولوی حسین علی سے کیا تھا اس کا جواب نہ تو مولوی حسین علی کو معلوم تھا اور نہ ہی ان علماء کو معلوم تھا جو حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ تھے اور اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اس فقیر نے حضرت استاد جناب مولانا غلام محمود صاحب رحمہ اللہ علیہ تعالیٰ ساکن پپلاں ضلع میانوالی (جو کہ اس مناظرہ کے شرکاء میں سے تھے) سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں کافی عرصہ تک کتابوں کی ورق گردانی کرتا رہا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اس سوال کا ماخذ کیا ہے ایک عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس سوال کا ماخذ فتوحات مکیہ ہے یہ کتاب ویسے بھی مشکل ہے لیکن شیخ اکبر قدس سرۂ العزیز نے اس سوال کو اس قدر مشکل پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ سمجھنا بڑا دشوار ہے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی نے اس مناظرہ کے ساتھ وہابیت کی ترویج واشاعت کے سامنے سدِ سکندری کھڑی کردی پنجاب میں وہابیت کے خلاف زور وشور سے کام شروع ہو گیا جو آج تک جاری ہے۔

یہ فقیر سراپائے تقصیر بھی مدت مدید تک سوچتا رہا کہ تصدیق کی کتنی قسمیں ہیں کونسی مقبول اور کونسی مردود ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرۂ العزیز نے مولوی حسین علی سے سوال کیا ہے یہ عاجز اپنی بے بضاعتی کے باوجود صرف طلباء کے فائدے کیلئے اس بحث کا کچھ ذکر کرتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرۂ العزیز کی بھی یہی مراد ہو ملاحظہ فرمایئے۔

علم کی دو قسمیں ہیں: اول تصور، دوم تصدیق۔ ان دونوں کی تعریف کتب

منطق میں مذکور ہے پھر تصور کی آٹھ قسم اور تصدیق کی سات قسم ہیں تصور کے آٹھ اقسام سے چار قسم ایسی ہیں کہ ہر ایک کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے بلکہ چاروں کو تصور ہی کہا جاتا ہے

(۱) صرف ایک چیز کا علم وادراک جیسا کہ زہد کا علم۔

(۲) متعدد چیزوں کا علم وادراک جن میں کوئی نسبت نہیں ہے نہ تامہ اور نہ ناقصہ جیسے زید، عمر، بکر ،واحد، اثنان، ثلثہ کا علم وادراک

(۳) متعدد چیزوں کا علم وادراک کہ ان میں نسبت غیر تامہ اور ناقصہ جیسے مضاف اور مضاف الیہ صفت وموصوف کا علم وادراک جیسے غلام زید اور رجل فاضل

(۴) متعدد چیزوں کا علم وادراک جن میں نسبت تامہ انشائی ہے جیسے اضرب اور لاتضرب کا علم و ادراک یہ تصور کی وہ چار قسم ہیں جن کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے بلکہ سب کو تصور کے عام نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان چاروں تصورات میں نسبت تامہ خبری نہیں ہے اور پہلی دو قسم میں کوئی نسبت نہیں ہے نہ تامہ اور ناقصہ اور تیسری قسم میں نسبت غیر تامہ اور ناقصہ ہے اور چوتھی قسم میں نسبت تامہ انشائی ہے اور تصور کی چار قسم وہ ہیں جن کا خاص خاص یعنی الگ الگ نام ہے اور چاروں میں نسبت تامہ خبری کا ادراک ہوتا ہے۔

(۱) **تخیل** مثلاً زید قائم کسی نے سنا تو نسبت تامہ خبری کا ادراک اور علم تو حاصل ہو گیا لیکن اس طرف توجہ نہ کی کہ واقعہ میں بھی ایسا ہوا یا نہیں۔

(۲) **تکذیب** کہ نسبت تامہ خبری کا ادراک ہوا اور توجہ کی تو انکار پیدا ہوا کہ ایسا نہیں ہے۔

(۳) **شک** کہ نسبت تامہ خبری کا علم وادراک حاصل ہوا اور توجہ بھی کی لیکن دونوں جانب برابر ہیں ہو سکتا ہے ایسا ہوا ہے اور ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو۔

(۴) **وہم** کہ نسبت تامہ خبری کا علم وادراک حاصل ہوا اور توجہ کی تو ایک راجح اور دوسری جانب مرجوع ٹھہری جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک جانب کی طرف زیادہ خیال ہے اور دوسری جانب

کمزور تو مرجوح تو مرجوع اور کمزور جانب کا علم اور ادراک یہ وہم ہے اور یہ تصور کی آخری قسم ہے اور راجح اور زیادہ جانب کے علم و ادراک کا نام ظن ہے اور یہ تصدیق کی پہلی قسم ہے تصدیق کا آغاز ظن سے ہوتا ہے یہاں تک تصور کی آٹھ قسمیں مکمل ہو گئیں۔

یہ اقسام تصور کی ابتدائی اور اوّلی ہیں اور ان کو اگر آگے بڑھایا جائے تو سینکڑوں اقسام ہو جاتے ہیں جن کو اجمالی طور پر یہاں ذکر کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔ مذکورہ آٹھ تصور یا تو ماشارحۃ کے جواب میں آئیں گے اور یا ماحقیقۃ کے جواب میں تو اب سولہ قسمیں ہو گئیں اور پھر یہ سولہ پہلی دفعہ ذہن میں آئیں گی یا ذھول کے بعد دوسری دفعہ جیسا کہ تعریف لفظی ہوتی ہے تو اب بتیس 32 قسمیں ہو گئیں اور پھر ہر ایک تصور یا تو حدِ تام سے حاصل ہو گا یا حد ناقص سے یا رسم تام سے یا رسم ناقص سے حاصل ہو گا تو تمام اقسام ایک سو اٹھائیس 128 ہوئیں اور پھر ہر ایک بداہۃ حاصل ہو گا یا فکر و نظر سے تو اب تمام اقسام دو سو چھپن 256 ہوئیں۔

اس کے بعد تصدیق کی سات قسمیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ظن جس کی تعریف قبل ازیں گزر چکی ہے کہ ظن اسی جانب غالب کا نام ہے کہ دوسری جانب مرجوع و کمزور ہو۔

(۲) جہل مرکب: کہ نسبت تامہ خبری کا جزم ہوتا ہے اور دوسری جانب کو جائز نہ سمجھا جائے۔ اور واقعہ کے خلاف ہو اور کسی کی تشکیک سے زائل نہ ہو۔

(۳) تقلید مخطی :۔ کہ یہ جہل مرکب کی طرح ہوتی ہے لیکن تشکیک سے زائل ہو جائے۔

(۴) تقلید مُصیب :۔ کہ جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک سے زائل ہو جائے

(۵) علم الیقین ۔ (۶) عین الیقین ۔ (۷) حق الیقین

یقین کی ان تین اقسام میں نسبت تامہ خبری کا جزم ہوتا ہے اور جانب مخالف کو

جائز نہیں سمجھا جاتا اور مطابق واقع کے ہوتا ہے اور تشکیک سے زائل نہیں ہوتا لیکن علم الیقین میں جو جزم ہے اس کی بناء حواس اور تجربہ پر نہیں ہے جیسا کہ مسلمانوں کو عذاب قبر کا یقین ہے لیکن یہ یقین حس اور تجربہ سے حاصل نہیں بلکہ دلائل نقلیہ سے حاصل ہے اور عین الیقین میں یقین کی بناء حس پر ہے جیسا کہ کوئی مسلمان دیکھے کہ مردہ کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے تو اس مسلمان کو قبل ازیں صرف علم الیقین تھا اور دیکھنے کے بعد عین الیقین حاصل ہو گیا اور جس کو عذاب قبر ہو رہا ہے اس کو حق الیقین کا درجہ حاصل ہے اب یہاں ضروری ہوا کہ قرآن پاک کی ایک آیت کو حل کیا جائے

قولہ تعالیٰ۔رب ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی خلاصہ:۔ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے پروردگار تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا تو رب العزت نے فرمایا کہ کیا تجھے اس پر ایمان نہیں ہے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا ایمان تو ہے لیکن اطمینان قلبی مطلوب ہے تو یہاں ابراہیم علیہ السلام کو قبل ازیں علم الیقین تھا اور اب حق الیقین مطلوب تھا اس لیئے انہوں نے پرندوں کو خود ذبح کیا اور مختلف پہاڑوں پر ان کا گوشت رکھا اور ہر پرندہ کا سر اپنے پاس رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر سب پرندوں کو زندہ کیا تو اب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق الیقین حاصل ہوا یہاں تک تصدیق کی سات قسمیں آگئی ہیں۔

اب دیکھنا ہے کہ ان اقسام سے مقبول کتنی ہیں اور مردود کتنی ہیں تو جاننا چاہیے کہ جہل مرکب اور تقلید مخطی ہر دو بالاتفاق مردود ہیں اور بعض آئمہ کے نزدیک اعتقادیات میں تقلید مصیب بھی مقبول نہیں اور یہ ایمان مقلد کا مسئلہ ہے کہ تقلید کے ذریعے جو ایمان لائے تو یہ ایمان مقبول ہے یا نہیں تو اس میں شیخ اشعری اور ابو المنصور ماتریدی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے اور چونکہ اعتقادیات دو قسم ہیں قطعی اور ظنی اعتقاد دلیل ظنی سے حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے تو یہاں تصدیق ظنی کافی ہے اور مقبول نہیں ہے البتہ اعتقاد ظنی میں تصدیق ظنی کافی ہے جیسے یہ مسئلہ کہ فرشتے افضل ہیں یا آدمی افضل ہے۔تو یہ ظنی عقیدہ ہے اور قرآن پاک میں ہے

کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً اور ان بعض الظن اثم ۔مراد یہ ہے کہ جہاں قطعیت مقصود ہو وہاں ظن فائدہ نہیں دیتا اور یہ ظن گناہ ہے ظن گناہ نہیں ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ چار تصدیق مقبول نہیں باقی جو یقین کے اقسام ہیں یہ سب مقبول ہیں بندہ نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوال کی کچھ تفصیل ذکر کی ہے بندہ کو اہل علم کی بے حسی پر افسوس ہوتا ہے کہ کسی اہل علم نے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی سے اس سوال کی تفصیل پوچھ کر بغرض افادہ عام نہیں کی ہے چونکہ یہ سوال بڑا اہم تھا اس لیئے موافق اور مخالف علماء نے اس پر ضرور غور کیا ہوگا اور کچھ نہ کچھ تفصیل وہ جانتے ہونگے لیکن آج ہم ان تفصیلات سے بالکل بے خبر ہیں۔

واقعہ نمبر 3: جنگ عظیم اول کی بات ہے کہ اس دور میں ترکی مسلمان خلافت عثمانیہ کے سلطان کو عالم اسلام کا خلیفہ مانتے تھے انگریز نے دوسری دشمن طاقتوں سے مل کر خلافت عثمانیہ کو ختم کر دیا ہندوستان کے ہندوؤں نے مسلمانوں کو ورغلایا کہ انگریز نے تمہاری خلافت کو ختم کیا ہے اس لیئے ہم ہندوستان کے باشندے آپس میں مل کر متحدہ محاذ قائم کرتے ہیں اور انگریز سے آزادی حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں اور ترکوں کی مدد کرتے ہیں چونکہ ہندوستان کے مسلمان ترکوں کی شکست کی وجہ سے بہت آزردہ تھے اور انگریز کے خلاف ان کے جذبات مشتعل تھے اس لیئے مسلمان، ہندو کانگریس سے مل گئے اور اس ہندو مسلم اتحاد میں اتنا غلو کیا کہ گاندھی وغیرہ کی مسجدوں کے منبروں سے تقریریں کرائیں اور بڑی قربانیاں دیں پھر ہندوؤں نے مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ ہجرت مسلمانوں کی ایک شاندار روایت ہے اس لیئے ہندوستان کے مسلمان یہاں سے ہجرت کر جائیں مسلمان ہندوؤں کی اس چال میں آگئے اور اپنی جائیدادیں نہایت ارزاں فروخت کر کے افغانستان ہجرت کر گئے ۔لیکن شومئی قسمت سے اس وقت کی حکومت نے ان مہاجرین سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا تو ان لوگوں کی اکثریت کسمپری کا

شکار ہو کر رہ گئی اس صورت حال سے مسلمانوں کو شدید مالی و جانی نقصان برداشت کرنا پڑا بعض واپس آئے بعض دوسرے اسلامی ممالک کی طرف نکل گئے اور بعض کو افغانیوں نے پچاس روپے فی کس کے حساب سے انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دیا اس ہجرت سے ہندوؤں کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان ایک مجاہد قوم ہے اور ہمیشہ ہم پر مسلط رہی ہے اگرچہ ہندوستان میں یہ اقلیت ہیں مگر ہجرت کے بعد یہ اقل قلیل ہو جائیں گے اور ہمارے کسی کام میں رکاوٹ نہیں بن سکیں گے۔

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز نے اس تحریک کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے چند وجوہ تھے۔

(۱) اگر انگریز اس ملک سے چلے گئے تو سارا ہندوستان مسلمانوں اور ہندوؤں کا مشترکہ ملک ہوگا اگر مسلمان ہجرت کر گئے تو ہندو مزید اکثریت میں ہوں گے اور مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ مسلمان انگریزوں کے بجائے ہندوؤں کے غلام ہو جائیں گے مسلمانوں کو اپنا علیحدہ وجود اور حیثیت قائم کرنی چاہیے جس کی واحد صورت یہ ہے کہ تمام مسلمان مل کر اسلامی اصولوں کے مطابق علیحدہ تنظیم قائم کریں یہاں تک کہ مستند روایات کے مطابق اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی ایسی علیحدہ تنظیم کیلئے میں لنگر کی ہر چیز امداد کیلئے دینے کو تیار ہوں۔

(۲) اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز نے ہندو، مسلمان اتحاد کے ان اثرات پر سخت تنقید فرمائی کہ گاندھی وغیرہ مشرکین کو مساجد میں منبر رسول اللہ ﷺ پر بٹھا کر ان کی عزت افزائی کی جائے اور تقاریر کا موقع دیا جائے یہ شرع شریف میں نہایت قبیح ہے۔

(۳) اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کا فرمان تھا کہ مسلمانوں نے ہزار سال ہندوستان پر حکومت کی ہے اور یہ ان کا اپنا ملک ہے مسلمان ہجرت کر کے اپنے ملک کو چھوڑ کر کابل وغیرہ کیوں جائیں؟ ہندوؤں نے جو مسلمانوں کو ہجرت کا مشورہ دیا ہے یہ بدنیتی پر مبنی ہے اس طرح یہ مسلمانوں سے ہزار سالہ دورِ حکومت کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی

قدس سرہٗ العزیز کو اپنے اس مسلک کی وجہ سے بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا جس کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا بہت سے اتحادی لیڈروں نے جید علماء کو اس امر پر امادہ کیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کی شرعی حیثیت پر گفتگو کریں مگر کسی میں تاب سخن نہ تھی آخر وہی ہوا جو حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تحریک خلافت اور کانگریس میں ہندو مسلم اتحاد کیلئے مسلمانوں نے بیش بہا قربانیاں دیں لیکن یہ تمام قربانیاں گاندھی کے کھاتہ میں لکھی گئیں اور مسلمان اکابر نے جب ہندوؤں کو نزدیک سے دیکھا تو ان پر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ ان ہندوؤں کے دلوں میں ہماری کوئی جگہ نہیں بلکہ ان کا خیال ہے کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائیں تو مسلمانوں کو غلام بنا کر ان پر حکومت کی جائے اس لیئے مسلمانوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی علیحدہ تنظیم قائم کرنی چاہیے اور مسلمانوں کو بالا دستی کیلئے کوشاں ہونا چاہیے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کے کارناموں کا احاطہ کرنا اس فقیر بے بضاعت کی طاقت سے باہر ہے تاہم مشتے نمونہ از خروارے تین مقامات کا یہاں ذکر کیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں کے طفیل اس فقیر کو مع اپنے اہل وعیال کے دین ودنیا میں کامیاب وکامران فرمائے اور خاتمہ ایمان پر ہو اور قیامت میں بوسیلہ اپنے محبوب پاک صاحب چتر لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت الفردوس عطا فرمائے آمین یارب العالمین

فقط والسلام

حررہٗ الفقیر **عطاء محمد** چشتی گولڑوی

جامعہ حامدیہ رضویہ گلشن رضا کراچی

21 جمادی الثانی **1404** ھ بمطابق **22** فروری **1984** ء

ایک مرتبہ راقم الحروف نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ آپ کس شخصیت سے زیادہ متاثر ہیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ شخصیت جس سے میں زیادہ متاثر ہوں وہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے علم وفقر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیر سید محمد صدیق شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ (جو کہ حضور اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں سے تھے منگووال والوں سے پیر فیروز الدین شاہ صاحب بھیرہ والوں نے پوچھا کہ تم پیر سید مہر علی شاہ صاحب کے خلفاء مین سے ہو یہ بتاؤ کہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا علم کتنا تھا تو پیر سید صدیق شاہ صاحب نے فرمایا کہ شاہ جی حضرت کا علم کیا پوچھتے ہو وہاں تو علم کا پڑ پھٹا ہوا تھا یعنی وہ چیز جس کی کمیت کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔

اور اس طرح ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم نے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب کا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کو تشریف لے جایا کرتے تھے تو وہاں کے (گولڑہ) قوم کے لوگ آپ کے مخالف تھے تو پیر سید محمد صدیق شاہ صاحب نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ غریب نواز ان کی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مخالفت ہے اور آپ اکیلے تشریف لے جاتے ہیں اور آپ کا معمول تھا کہ آپ نماز مغرب پڑھ کر آستانہ عالیہ پر تشریف لاتے تو پیر صدیق شاہ صاحب نے عرض کی کہ آپ مغرب کی نماز آستانہ عالیہ پر ادا فرمایا کریں تو حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی واللہ یعصمك من الناس الآیة یعنی اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کو خطاب ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کو محفوظ رکھے گا تو پیر صدیق شاہ صاحب نے کہا کہ یہ ضمیر تو حضور ﷺ کی طرف راجع ہے تو پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم بھی تو اسی (ک) کا سہارا لگائے بیٹھے ہیں) یہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا تھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ آپ ہر سال پاک پتن شریف سالانہ عرس کے موقع پر براستہ لاہور تشریف لے جاتے اور واپسی پر ملتان اور بھکر سے ہوتے ہوئے گولڑہ شریف واپسی ہوتی ملتان شریف کے علماء سارا سال علمی اشکال جمع کرتے تا کہ آپ کی آمد پر آپ سے استفادہ کیا جا سکے ایک بار جو تشریف لائے اور علمی گفتگو کے درمیان فرمایا ہیولہ کی تیرہ 13 قسمیں ہیں علماء نے حیرت سے عرض کیا ہم نے تو نہ کہیں پڑھی اور نہ سنی ہیں فرمایا میں نے پڑھی ہیں۔ علماء نے عرض کیا کہ کتاب دکھائیں فرمایا میں اظہار تشکر کے طور پر کہتا ہوں کہ لکھنے والا سید بھی نہ تھا علم میں بھی برتر نہ تھا اور اب اس دنیا میں بھی نہیں ہے ایک سید، ایک عالم ایک زندہ شخص کہہ رہا ہے۔ کہا یہ کافی نہیں۔ مگر اصرار بڑھا کہ آپ لکھی چیز دکھائیں تا کہ اطمینان ہو جائے آپ نے ایک کتاب منگوائی تب کہیں انہیں اطمینان ہوا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں نے مردہ کی بات مان لی ہے اور زندہ کی بات نہیں مانی۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے عرس کے موقع پر لنگر شریف کے آٹے میں کتے نے منہ ڈالا تو خدام نے حضور قبلہ پیر خواجہ محمد شمس الدین سیالوی صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) کی بارگاہ میں عرض کی کہ اس آٹے کے متعلق ارشاد فرمائیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شاہ صاحب گولڑہ شریف والوں سے پوچھ لیں تو خدام نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے آٹے کے متعلق پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس جگہ آٹے میں کتے نے منہ ڈالا ہے اتنی جگہ سے آٹا لے کر میری روٹی پکا دیں اور باقی آٹا پاک ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ کے متعلق قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلا اصلا لہٗ اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اس واقعہ کا حضور قبلہ پیر سید غلام معین الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بڑا سخت رد فرمایا اور فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس قدر شریعت کے پابند تھے کہ کوئی کام خلاف شرع دیکھنا

بھی پسند نہ فرماتے تھے اور مذکورہ بالا واقعہ کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا یہ آپ پر افتراء ہے۔

اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اسی واقعہ کی طرح ایک اور واقعہ جو عام لوگ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک انگریز گولڑہ شریف اسٹیشن پر ہاتھ میں (پستول) لیئے کھڑا تھا اور اسی مقام پر حضور قبلہ عالم کے دست اقدس میں تسبیح مبارک تھی تو حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا کمال ہے تو سامنے درخت پر ایک فاختہ بیٹھی ہوئی تھی تو اس نے اسے فائر کر کے مار گرایا الخ۔ اور قبلہ استاذی المکرم فرماتے تھے کہ یہ واقعہ بھی بلا سند ہے۔

اور اسی طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ قبل از بیعت فرماتے تھے کہ میں اس آدمی کی بیعت کروں گا جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں ۔ا۔ سید ہو ۔۲۔ مجھ سے بڑھ کر عالم ہو ۔۳۔ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہو۔۴۔ سلسلہ بھی اس کا قادری ہو۔ اس واقعہ کی بھی کوئی سند نہیں ہے۔ ہاں البتہ خواجہ معظم دین سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ حقیقت ہے کہ دو باتیں ایسی ہیں جو حضور خواجہ محمد شمس العارفین کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں ایک آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم، دوسرا آپ کا حسن و جمال۔ آپ اتنے خوبصورت تھے کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب فرماتے تھے کہ جب میں اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا سلطان محمود انگوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیال شریف حاضر ہوا تو جب میں نے خواجہ محمد شمس العارفین رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو دل و جان سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ پر قربان ہو گیا اور میں نے دل میں کہا کہ اگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا سلسلہ قادری ہوتا تو میں آپ کی بیعت کر لیتا یہ بات میرے دل میں گزری تھی کہ خواجہ محمد شمس العارفین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوراً فرمایا کہ شاہ جی مجھے چاروں سلسلوں کی اجازت ہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ صاحبزادہ میاں سعد اللہ سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت عطا فرمائی تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ جی یہ سارا فیض تمہارے گھر کا ہے میرے پاس تمہاری امانت ہے اور میں نے یہ امانت آپ کے سپرد کردی ہے حضرت خواجہ محمد دین صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ثانی لاثانی ارشاد فرماتے تھے کہ جب حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا تو ہم بہت غمگین رہتے تھے لیکن حضور پیر سیال اپنی جگہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ گئے ہیں جب ہم ان کو دیکھتے ہیں تو سب غم بھول جاتے ہیں۔

حضرت ثانی سیالویؒ کی حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہؒ پر خاص عنایات۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ جناب صاحبزادہ محمد سعد اللہ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب کے حوالے سے فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد دین المعروف حضرت ثانی صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضرت قبلہ عالم سے بہت گہرا تعلق تھا اور بہت محبت بھرے خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے۔

آکھیں خواجہ شمس دے لال نوں گوڑھے نیناں والڑے لجپال نوں

ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم (قدس سرہٗ العزیز) نے ناسازی طبع کے باعث عرس سیال شریف کی حاضری سے معذوری کا عریضہ لکھ بھیجا جس وقت یہ خط سیال شریف پہنچا اس وقت قوالی ہو رہی تھی اور قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

پیت کا وعدہ کر کے پیانے پیت نبھانا چھوڑ دیا
مہر کی اکھیاں پھیر لیں دم دم کا آنا چھوڑ دیا

حضرت ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خط پڑھ کر غمگین ہو گئے اور قوالوں سے کہا کہ دوسرے مصرعہ کی جگہ یہ پڑھیں۔ مہر نے اکھیاں پھیر لیں دم دم کا آنا چھوڑ دیا۔ قوال ابھی یہ شعر پڑھ ہی رہے تھے

کہ اطلاع ملی کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز دریا کے پتن پر پہنچ چکے ہیں حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ عریضہ روانہ کرنے کے بعد معاً میرے دل میں خیال آیا کہ سیال شریف جانا چاہیے چنانچہ اس وقت تیار ہو کر روانہ ہو پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت اعلیٰ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس پر بعض حضرات نے حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیے۔ (بعض حضرات سے مراد قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری قدس سرہٗ العزیز ہیں) کہ آپ یہاں اپنے پیر کے مسکن پر لوگوں کو بیعت کرتے ہیں بال نہیں کٹواتے مجلس سماع میں قوالوں کو خود اٹھ کر عطیہ نہیں دیتے اور لباس میں بھی اپنی وضع اختیار کر رکھی ہے۔ یہ تمام امور ہمارے مشائخ کے معمول کے خلاف ہیں حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز تو خاموشی سے سنتے رہے اور کچھ نہ بولے لیکن حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے اعتراضات کے جواب دیئے اور قدرے جذبے کے ساتھ فرمایا کہ معترضین کو غالباً معلوم نہیں ہے کہ جس وقت حضرت اعلیٰ سیالوی نور اللہ مرقدہٗ نے قبلہ پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت عطا فرمائی تھی تو خود اپنی موجودگی میں یہاں سیال شریف ایک جید عالم مولوی سید احمد مرحوم ہزاروی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان سے بیعت کروایا تھا اور آپ کے گھنگھریالے خوبصورت بال دیکھ کر فرمایا تھا کہ شاہ جی آپ کے بال بہت خوبصورت ہیں حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کے بال ہوں اسے ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ نیز حضرت اعلیٰ سیالوی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا تھا کہ شاہ جی اچھا لباس رکھا کرو میں نے طالب علمی کے زمانے سے ہی اپنی سہولت کیلئے بال کٹوانے شروع کر دیئے تھے اور نیلا تہمند اور ٹوپی پہنتا تھا اسے سنت نہ سمجھنا لہٰذا ان معاملات میں شاہ جی اپنے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کر رہے ہیں۔ باقی رہا قوالوں کو خود اٹھ کر عطیہ نہ دینے کا معاملہ تو یہ سوال اس سے کیا جا سکتا ہے جو روپیہ پیسہ اپنے پاس رکھتا ہو اور ان امور کی طرف توجہ رکھتا ہو۔ شاہ صاحب ایسے فارغ عن الدنیا ہیں کہ انہیں خبر ہی نہیں ہوتی کہ کتنی رقم آئی اور کس نے دی اور یہ نذر بردار خدام ہی کے ذمے ہے

کہ مجالس میں عطیہ دے دیا کریں۔ جبکہ حضور پیر سیال کے دیگر ارادت مند آپ کی پیروی میں سنت شیخ سمجھتے ہوئے (سر) کے بال کٹواتے اور ٹوپی و تہمند یعنی چادر پہنتے تھے اور سیال شریف خاص میں کسی کو بیعت کرنا خلاف ادب قرار دیتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز کے بال لمبے اور گھنگھریالے تھے نیز آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کلاہ و دستار و شلوار پہنتے تھے۔

جبکہ اعلیٰ حضرت سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کی حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز پر خاص نظر عنایت تھی اور آنجناب نے حضرت کی دوسرے مخلصین سے علیحدہ اور جداگانہ رنگ میں تربیت فرمائی۔

علاوہ ازیں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ موسم گرما میں جب سیال شریف حاضر ہوتے تو رات کو مکان کی چھت پر چارپائی بچھوا کر آرام فرماتے جبکہ دوسرے ارادت مند حجروں میں چارپائیاں الٹیں بچھا کر آرام فرماتے تو بعض خلفاء نے حضرت کی اس ادا پر بھی اعتراض کیا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس کا جواب بھی حضرت ثانی لاثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے کہ حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود اجازت فرمائی کہ شاہ صاحب ٹھنڈے علاقہ کے باسی ہیں ان کی چارپائی مکان کی چھت پر بچھائی جائے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضور قبلہ عالم سے انوکھا تعلق تھا جب حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز مجلس میں تشریف لاتے تو حضرت ثانی صاحب کھڑے ہو کر قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز سے بغل گیر ہوتے اور جب عرس کے اختتام پر حضور قبلہ عالم واپسی کا ارادہ فرماتے تو حضرت ثانی سیالوی قدس سرہٗ العزیز حضرت قبلہ عالم کی سواری تک آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدل تشریف لاتے تو حضور قبلہ عالم حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ حضرت میں ابھی آپ سے ملاقات کر کے آیا ہوں آپ

یہ تکلیف کیوں کرتے ہیں تو ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے کہ وہ ملنا سجادگی کا ملنا ہے یہ ملنا دوستی کا ملنا ہے حضرت ثانی سیالوی علیہ الرحمۃ کا آخری دم تک یہی معمول رہا ہے چنانچہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میانوالی میں آنکھوں کا آپریشن کروایا تو حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز آپ کی عیادت کیلئے میانوالی تشریف لے گئے عیادت کے بعد جب حضور قبلہ عالم میانوالی ریلوے اسٹیشن پر گاڑی پر سوار ہونے کیلئے تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی چارپائی اٹھوا کر ریلوے اسٹیشن پر تشریف لائے تو حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز نے عرض کی کہ حضرت آپ نے ابھی آنکھوں کا آپریشن کرایا ہے یہ تکلیف آپ نے کیوں فرمائی ہے تو جواباً حضرت ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میری زندگی کا قانون ٹوٹ نہ جائے اس لیئے اسٹیشن پر دوستی کا ملنا ملنے کیلئے آیا ہوں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ہمارے حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کا حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تحریک خلافت کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا جس کی جانب قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تحریر میں اشارہ فرمایا ہے اسی اختلاف کی وجہ سے حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ دو یا تین سال تک حضرت اعلیٰ سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کے عرس مبارک پر حاضر نہ ہو سکے تو علاقہ ضلع جھنگ و سرگودھا و خوشاب کے متوسلین حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیال شریف حاضری پر زیارت سے مشرف ہوتے تو جب حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف حاضر نہ ہوئے تو معتقدین کی بے چینی بڑھ گئی چنانچہ آپ کے متوسلین میں سے حضرت پیر سید صدیق شاہ صاحب علیہ الرحمۃ منگوال والوں نے نظم کی صورت میں اپنی بے چینی کا اظہار فرمایا۔

نظم از پیر سید صدیق شاہ صاحب علیہ الرحمۃ منگوال

کیوں رانجھڑ سیال وسارے نی
پیا شور اندر جھنگ سارے نی

اسی راہ تکیندیاں کھلیاں نی
سک گئیاں پیراں دیاں تلیاں نی

اج سج دِسن اے گلیاں نی
جتھے کیتے کداں اتارے نی

اسی تاڑ رہیاں اج یار آوٗ سی
انہاں راہاں تو شاہ سوار آوٗ سی

او پالن قول قرار آوٗ سی
میں سرچا کر ساں وارے نی

چل رانجھا ساڈیاں وطناں تے
کر ترس اساڈیاں جتناں ے

کھلے لوگ تساڈے پتناں تے
کیوں بہہ ریہوں تخت ہزارے نی

شاہ صدیق ہزارے دا شاہ اوسی
پالنگ سیالاں دے راہ آوسی

درد ماریاں دا درد خواہ آوسی
تاں دور ہوسن دکھ سارے نی

کیوں رانجھڑ سیال وسارے نی
پیا شور اندر جھنگ سارے نی

اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ قبلہ عالم حضور پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی اپنے علم اور ذات پر فخر نہ فرمایا اور نہ کبھی کرامت کا اظہار فرمایا ہاں البتہ اگر اسلام اور کفر کا مسئلہ ہوتا تو پھر آپ کرامت کا اظہار فرماتے مثلاً مرزا قادیانی کو از خود قلم کے لکھنے کا حکم فرمایا۔ اور جب کبھی حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز کسی عالم سے علمی گفتگو فرماتے تو کبھی بھی اپنے علم پر فخر نہ کرتے البتہ اپنے پاؤں پر بیٹھ جاتے اور اپنے بازوؤں کی آستین اوپر چڑھاتے اور ارشاد فرماتے کہ ہم نے بھی طالب علمی گزاری ہے۔ اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میاں صاحبزادہ سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مجھے مہار شریف والے صاحبزادے کہتے تھے کہ گولڑہ شریف والے شاہ صاحب آپ کے مرید ہیں اس کے باوجود آپ ان کی اتنی چاپلوسی کیوں کرتے ہیں؟ تو میں ان کی باتیں خاموشی سے سنتا

رہتا جب وہ اپنی بات مکمل کر لیتے تو میں انہیں جواب دیتا کہ اسکا ایک جواب تو عارف سعدی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔

جوابِ صاحبزادگاں باشد خاموشی (سعدی)

اور دوسرا جواب میں دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے والد گرامی حضرت ثانی لاثانی قدس سرہٗ العزیز کا حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ بے مثالی ہے اگر میں حلالی ہوں تو پھر مجھے اپنے والدین کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قاری عبد الرحمٰن جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ خطیب و مفتی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف اور مولانا محمد غازی صاحب علیہ الرحمۃ یہ دونوں حضرت مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے قاری عبد الرحمٰن صاحب آستانہ عالیہ کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے ایک دفعہ جماعت کا ٹائم ہو گیا تو قاری صاحب نے کہا تکبیر پڑھیں تو لوگوں نے کہا کہ حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لا رہے ہیں تو قاری صاحب نے کہا کہ انہوں نے جماعت سے نماز پڑھنی ہے تو ٹائم پر آجایا کریں انہوں نے تکبیر پڑھ کر جماعت شروع کرا دی بعد میں لوگوں نے حضور قبلہ عالم کو بتایا تو آپ بہت خوش ہوئے کہ اللہ کا شکر ہے کہ علماء حق اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ استاذی المکرم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے پوری زندگی میں صرف دو سفر کیے ہیں ایک سیال شریف اور دوسرا پاک پتن شریف تیسرا سفر ثابت نہیں ہے ہاں البتہ اس سفر میں کوئی ارادت مند عرض کرتا تو آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے باقاعدہ طور ان سفروں کے علاوہ کہیں تشریف نہ لے جاتے (الا ماشاء اللہ) اور اسی طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر شاگرد لائق ہو تو شہرت استاد کی ہوتی ہے اسی طرح اگر حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ کا نام روشن ہے تو یہ ساری شہرت

حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہ' کی ہے۔قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ شاہ صاحب ہمارے بڑے بزرگ پیر تھے یا ویسے ہی لوگ انہیں پیر کہتے تھے تو حضرت خاموش رہے دوبارہ میاں سعد اللہ صاحب نے یہی سوال دہرایا پھر آپ خاموش رہے جب میاں سعد اللہ صاحب نے تیسری دفعہ یہی سوال کیا تو میاں سعد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے قبلہ شاہ صاحب کی طرف دیکھا تو آپ کے جسم کے تمام بال اٹھے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ اور ابھری ہوئی تھیں اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ تو میرے حضرت صاحب کی اولاد سے ہیں اگر کوئی اور ہوتا تو میں اس کو دوسری دفعہ یہ سوال نہ کرنے دیتا۔
پیر سید نصیر الدین نصیر چراغ گولڑہ مقدسہ کا حضور پیر سیال لجپال نور اللہ مرقدہٗ کی بارگاہ عالیہ میں نذرانہ عقیدت۔

نوٹ: یاد رہے کہ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ سیالوی کا مزاج قلندرانہ اور طبیعت میں مزاح لطیف کا عنصر موجود تھا۔

رباعی

چشتی ہیں بڑے فقیر ہیں پیر سیال
ہر رنگ میں بے نظیر ہیں پیر سیال
تھے مہر علی پیر بھی جن پہ قربان
پیروں میں ایسے پیر ہیں پیر سیال

یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرم جب 88-87-1986 میں آستانہ عالیہ مکھڈ شریف درگاہ مولانا محمد علی مکھڈوی علیہ الرحمۃ میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے تو وہاں کے ایک صاحب نے رسالہ شانِ محبوبیت تحریر کیا جس میں اس صاحب نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر بے جا اور بڑے بُرے الفاظ سے حملہ کیا آل نبی ﷺ اولادِ علی

جگر گوشہ غوث جلی رضی اللہ عنہم حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کی وجہ اس نے آپ کے فتاوٰی مہریہ کی اس عبارت کو ٹھہرایا۔ ملاحظہ ہو فتاوٰی مہریہ

اور نیز محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات ارض تک نہیں پہنچی

(فتاوٰی مہریہ)

اس کے جواب میں قبلہ استاذی المکرم علیہ الرحمۃ نے کہ محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات ارض تک نہیں پہنچی ایک مفصل اور محققانہ انداز میں ایک تحریر کو سپرد قلم فرمایا جس میں قبلہ استاذی المکرم نے اس کو آکڑ خان شیخ کہہ کر مخاطب فرمایا اور اپنے مرشد کریم کا صحیح معنوں میں دفاع فرمایا ہے اور محبوبیت قادریہ کے عالمگیر ہونے پر دلائل کے انبار لگا کر حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے محب صادق ہونے کا حق ادا کر دیا ہے اور مکھڈ شریف سے مسند تدریس کو خیر آباد کہنے کا یہی سبب بنا۔

جب قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ مکھڈ شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے تو آپ کی نظر سے مکھڈ شریف والوں کا ایک رسالہ تذکرۃ الصدیقین گزرا جس کا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطالعہ فرمایا اور اس کے صفحہ نمبر 48 پر دوران مطالعہ نوٹس لگائے جو قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ ان عبارات کا تعلق بھی حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت سے ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ تذکرۃ الصدیقین

ان حکایات سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک فائدہ یہ کہ سالک[1] کو لازم ہے کہ اپنے شیخ سے کسی کو مراتب[2] میں زیادہ نہ سمجھے اس سے اس کے اعتقاد میں نقص آجاتا ہے اور اس نقص اعتقاد سے بہت آفات آجاتی ہیں دوسرا فائدہ یہ کہ اپنے شیخ کے فرمان پر کاربند ہو اگرچہ ظاہر[3] سے مخالف ہو۔

جواب استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ

نمبر 1۔ سالک کی اصطلاحی تعریف کیا۔ 9 12

نمبر 2۔ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ حال اور استقبال کے تمام مشائخ سے افضل ہیں تمام اولیاء نے ان کے آگے گردنیں جھکا دیں یہ جمہور اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ 12

نمبر 3۔ مناسب یہ ہے کہ اگرچہ اس کی سمجھ میں نہ آوے حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض خلاف ظاہر کی وجہ سے کیا یہ اعتراض سنت ہے۔ 12

اب قارئین کی خدمت میں قبلہ استاذی المکرم کی وہ تحریر پیش کی جاتی ہے جس میں قبلہ استاذی المکرم نے تحقیق کا حق ادا کر دیا اگرچہ یہ تحریر قبلہ استاذی المکرم تدریسی مصروفیات کی وجہ سے مکمل نہیں کر سکے لیکن جو کچھ لکھ پائے اس آکڑ خان شیخ کے ہاضمے کیلئے کافی ہے۔

ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر

اہل بیت کرام اور خصوصاً سیدی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مستند فضائل

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

فقیر عطا محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ اہل ذوق اہل سنت کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ میرے ایک عزیز علامہ شاہ حسین گردیزی زید مجدہ نے بندہ سے فرمائش کی ہے کہ یہ فقیر حضرت قبلہ سیدی وسندی محبوب الٰہی السید محی الملۃ والدین جناب شاہ غلام محی الدین گولڑوی قدس سرہ کے حالات حیطۂ تحریر میں لائے۔ اگرچہ آپ کے حالات کا احاطہ اس فقیر جیسے ہیچ مدان کے لئے نہایت مشکل اور متعذر ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ لیکن بمطابق مقولہ مشہور ما لا یدرك كله لا یترك كله یعنی جس چیز کا پورا ادراک نہ ہو سکے اس کے لئے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ اس کو بالکل ترک کر دیا جائے۔

اس بناء پر بندہ اپنے حضرت کے یہاں وہ چند احوال تحریر کرے گا جن کا اس فقیر نے خود مشاہدہ کیا ہے یا کہ نہایت مستند طریقہ سے بندہ کو معلوم ہوئے۔ کوئی سنی سنائی بے سروپا بات یہاں تحریر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس فقیر نے حضرت قبلہ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی سے سنا ہے کہ اپنے شیخ کے بے سند اور غلط ملفوظات ذکر کرنا ایسا ہے جیسے حدیث موضوع کا وضع کرنا اور لوگوں کو بطور اصلی حدیث بیان کرنا ہے۔

قبل اس کے کہ یہ عاجز اپنے حضرت کے احوال بیان کرے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت نبی اکرم ﷺ کے نہایت مستند فضائل بیان کرے۔ خصوصاً سیدی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل۔

قرآن پاک میں ہے۔ قولہ تعالیٰ

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔

خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ جز این نیست کہ اے اہل بیت ! اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ نجاست اور پلیدی تم سے لے جائے اور مکمل طور پر تم کو پاک کردے۔

لفظ رجس سے مراد برے عقائد، بری عادتیں اور برے اعمال ہیں اور تطہیر سے مراد روحانی کمالات ہیں۔ مذکورہ بالا آیۂ مبارکہ اہل تشیع اور اہل سنت کے درمیان معرکۃ الآراء ہے۔ شیعہ اس آیت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت معصوم ہیں اور ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوسکتا۔ محققین اہل سنت نے شیعہ کے اس استدلال کو چند وجوہ سے ردّ کیا ہے۔

وجہِ اوّل: شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اہل بیت پیدائشی طور پر معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔ یہ عقیدہ تب ثابت ہوتا کہ قرآن پاک کی آیت اس طرح ہوتی (ان اللہ اذھب عنکم الرجس اھل البیت و طھرکم تطھیرا) یعنی صیغہ ماضی لایا جاتا حالانکہ آیۂ مذکورہ بالا میں صیغہ مضارع لایا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اذہاب رجس اور تطہیر مستقبل میں ہوگی۔

وجہ دوم: آیت مبارکہ میں ارادہ اذھاب اور ارادۂ تطہیر کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کر رہا ہے کہ مستقبل میں اہل بیت سے رجس دور کردے اور اہل بیت کو پاک کردے اور شیعہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد اس کے ارادہ سے متخلف ہوسکتی ہے یعنی جس چیز کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز واقعہ میں متحقق بھی ہو تو اس اصل کی بناء پر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ اذہاب اور تطہیر کیا ہو لیکن یہ مراد پوری نہ ہوئی ہو۔

وجہ سوم: مستقبل میں اذہاب، رجس اور تطہیر تب متصور ہوگی کہ نزول کے وقت اہل بیت میں رجس اور گناہ ہوں اور یہ بھی شیعہ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

وجہ چہارم: یہ ایک قاعدہ مسلمہ ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوص مورد کا۔ قرآن میں لفظ اہل بیت ہے جو کہ مطلق ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف ائمہ اہل بیت ہیں یا کہ مطلق اہل بیت جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ اگر مراد صرف بارہ ائمہ ہوں تو اس پر کوئی قرینہ نہیں کیونکہ یہ آیہ بارہ ائمہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی اور نیز خصوص مورد کا اعتبار نہیں اور اگر مراد قیامت تک آنے والی اہل بیت ہیں تو یہ خلاف مشاہدہ ہے کیونکہ بعض اہل بیت سے کبائر کا صدور بھی ہوا ہے مثلاً زنا اور شرب خمر مزید براں نہج البلاغۃ کے بعض خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ شیعہ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی معصوم نہیں ہیں۔

وجہ پنجم: مذکورہ بالا آیہ تطہیر کی طرح اہل بدر کے متعلق بھی قرآن پاک میں ایک آیہ نازل ہوئی ہے۔ تو شیعہ پر یہ لازم آئے گا کہ اہل بدر کو بھی معصوم تسلیم کریں حالانکہ تمام اہل بدر شیعہ کے نزدیک معصوم نہیں ہیں۔ اب اہل بدر کے متعلق آیہ ملاحظہ ہو۔ قولہ تعالیٰ

ولکن یرید لیطھرکم و لاتمّ نعمتی علیکم۔ الآیۃ

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تطہیر کا ارادہ فرماتا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرنے کا۔

اب اس آیۃ کا فائدہ مذکورہ بالا آیہ تطہیر سے کچھ زیادہ ہی ہے کیونکہ اس آیۃ میں اتمام نعمت کا بھی ذکر ہے تو اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اہل بدر کی تطہیر بھی فرمائی اور ان پر نعمت کا بھی اتمام کر دیا اور یہ اتمام اسی وقت متصور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کو گناہوں اور شر شیطان سے محفوظ فرمائے۔ شیعہ آیتِ تطہیر سے ائمہ اہل بیت کی معصومیت ثابت کرتے ہیں تو پھر دوسری آیۃ سے اہل بدر کی معصومیت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی، حالانکہ تمام اہل بدر کی معصومیت کا وہ عقیدہ نہیں رکھتے۔

یہاں تک بندہ نے آیۃ تطہیر سے اہل شیعہ کی دلیل کا رڈ کیا ہے۔ اب بندہ یہ ذکر کرتا ہے کہ اہل سنت نے آیۃ تطہیر کا کیا معنی کیا ہے تو واضح ہو کہ اہل سنت کے نزدیک بھی آیۃ تطہیر میں

آنحضرت ﷺ کی آل داخل ہے اور اس میں اہل بیت کی مدح اور ستائش بیان کی گئی۔

اہل سنت کے نزدیک آیۂ تطہیر کے دو معنی کیے گئے ہیں:

معنی اوّل: ارادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی محبت ہے یعنی اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اس بات کو کہ تم سے رجس اور ناپاکی دور کر کے تمہاری تطہیر کرے اور اللہ تعالیٰ نے اس محبت کا اظہار قرآن پاک میں فرما دیا تاکہ جب تک قرآن پاک کی تلاوت ہوتی رہے گی۔ امت کے سامنے اس محبت اور پسند کا ذکر ہوتا رہے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اہل بیت کو پاکیزگی اسی وقت حاصل ہوگی کہ اہل بیت کتاب وسنت اور شرع شریف پر مکمل عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے اظہار سے اہل بیت کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ اہل بیت تم شرع شریف پر پورا عمل کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق جس چیز کو پسند فرماتا ہے وہ چیز متحقق ہو جائے۔

دوسرا معنی: اللہ تعالیٰ نے آیۂ تطہیر سے قبل اوامر اور نواہی کا ذکر فرمایا ہے اور آیۂ تطہیر نواہی اور اوامر کی علت ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نہی کی اور امر بھی۔ نہی اس لئے تاکہ جب تم رک جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم سے رجس لے جائے گا اور جب تم امر پر عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری تطہیر کر دے گا تو گویا کہ نواہی سے اجتناب اور اوامر پر عمل یہ ہر دو شرط ہیں اور اذہاب رجس اور تطہیر یہ ہر دو مشروط ہیں یعنی اذہاب، رجس اور تطہیر اس وقت متحقق ہوں گے۔ جب کہ اہل بیت منہی عنہ سے اجتناب اور مامور بہ پر عمل پیرا ہوں گے اور یہ معقول امر ہے۔ نیز یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جب کسی چیز پر نقش ونگار کرنے ہوں تو پہلے اس چیز کا تخلیہ کیا جاتا ہے یعنی اس چیز کو ریگ مال سے صاف کیا جاتا ہے اور اس کے بعد تحلیہ ہوتا ہے یعنی اس چیز پر نقش ونگار کیا جاتا ہے تو اذہاب، رجس سے تخلیہ کی طرف اور تطہیر سے تحلیہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ دوسرا معنی علامہ صاحب روح المعانی نے کیا ہے۔

اس معنی پر ایک اعتراض ہوتا ہے جس کا علامہ صاحب روح المعانی نے جواب دیا ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ اس میں اہل بیت کی کیا تخصیص ہے جو مسلمان بھی منہی عنہ سے اجتناب اور مامور بہ کا ارتکاب کرے تو وہاں بھی تخلیہ اور تحلیہ متحقق ہوتا ہے خواہ وہ مسلمان اہل بیت سے ہو یا نہ ہو۔

تو علامہ صاحب روح المعانی نے اس کا جواب دیا ہے۔ جواب کی تقریر علامہ مذکور کی عبارت میں ملاحظہ ہو:

وفیہ ایماء الی قبول اعمالھم و ترتب الآثار الجمیلة علیھا قطعًا و یکون ھذا خصوصیة لھم و مزیة علی من عداھم من حیث ان اولئك الاغیار اذا انتھوا و اتمروا و لا یقطع لھم بحصول ذالك۔

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت جو اعمال کرتے ہیں وہ قطعی طور پر مقبول ہوتے ہیں اور ان اعمال پر جو ثواب وغیرہ مترتب ہوتے ہیں۔ یہ ترتب بھی قطعی ہے اور یہ اہل بیت کی خصوصیت ہے جو کہ غیر اہل بیت میں متحقق نہیں ہے اور اہل بیت کو اغیار یعنی غیر اہل بیت پر یہ فوقیت حاصل ہے کیونکہ غیر اہل بیت اگر منہی عنہ سے اجتناب کریں اور مامور بہ کا ارتکاب کریں تو یہ امر قطعی نہیں کہ ان کے اعمال قبول ہوں گے اور نہ ہی یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ ان کو وہ مراتب حاصل ہوں گے جو کہ اہل بیت کرام کو حاصل ہوتے ہیں۔

یہاں تک بندہ نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی پر ایک آیۂ تطہیر پیش کی ہے اور اس آیہ کی نہایت مجمل تحقیق کی ہے۔ اب بندہ اہل بیت کے اور خواص ذکر کرتا ہے جو غیر اہل بیت میں نہیں پائے جاتے اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ آج کل کے بعض آکڑ خان مشائخ اور مغرور و متکبر نام نہاد صالحین کا یہ طریقہ ہے کہ صرف اپنے مشائخ جن کی طرف وہ منسوب ہیں، کی تعریف اور ستائش سننا اور کرنا پسند کرتے ہیں اور دیگر اکابرین امت کی عموماً اور مشائخ اہل بیت کی خصوصاً اگر ایسی تعریف کی جائے جس کی وجہ سے مشائخ اہل بیت کی دوسرے صالحین پر برتری معلوم ہوتی ہے تو یہ آکڑ خان مغرور اس کو پسند نہیں کرتے اور ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اس کا نہایت سخیف طریقہ سے رد کرتے ہیں اور اہل بیت کے اعلیٰ اور ارفع

سردار حضرت غوثِ اعظم السید محی الدین عبد القادر گیلانی کو جو اللہ تعالیٰ نے مراتب عالیہ عطا فرمائے ہیں اور ان مراتب عالیہ میں حضرت غوثِ صمدانی قطب ربانی رضی اللہ عنہ کا کوئی ولی شریک نہیں ہے۔ جب یہ آکڑ خان ان مراتب خاصہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کا انکار کر دیتے ہیں اور اپنے مشائخ کو ان مراتب خاصہ کے لحاظ سے غوثِ اعظم کے برابر یا زیادہ خیال کرتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مطلق اہل بیت اور مشائخ اہل بیت کے عموماً اور محبوب سبحانی رضی اللہ عنہم کے خصوصاً خواص بیان کئے جائیں جن میں غیر اہل بیت عموماً اور غیر اہل بیت مشائخ شریک اور مساوی نہیں برتر ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

خواص اہل بیت کے ذکر سے قبل بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر مشرب کے لحاظ سے چشتی گولڑوی اور حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادنیٰ ترین غلام ہے اور تمام سلاسل کے تمام مشائخ کے ساتھ عموماً اور مشائخ چشت اہل بہشت کے ساتھ خصوصاً بڑی عقیدت مندی رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود فرق مراتب کا قائل ہے۔

مشہور مقولہ ہے کہ "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" جس طرح ہر مسلمان تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایمان رکھتا ہے، اس کے باوجود فرق مراتب کے ساتھ بھی ایمان رکھتا ہے اور اس فرق مراتب میں دوسرے انبیاء کرام کی گستاخی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان تمام اولیاء کرام کے ساتھ پوری عقیدت رکھتا ہے۔ اس کے باوجود وہ فرق مراتب کا عقیدہ بھی رکھتا ہے اور حضرت غوثِ صمدانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قطب الاقطاب اور سلطان الاولیاء جانتا ہے تو اس میں دوسرے مشائخ کی کوئی گستاخی نہیں ہے۔ آج کل کے آکڑ خان مشائخ کرام کو اپنے پر محمول کرتے ہیں کہ جیسا یہ آکڑ خان اپنے کو اوروں سے برتر سمجھتے ہیں شاید مشائخ کرام کا طریقہ بھی یہی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول اپنے کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ ان کے زمانہ میں بارش نہ برسنے کی وجہ سے قحط سالی پیدا ہو گئی۔ لوگوں نے ان سے استدعا کی کہ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ

بارانِ رحمت برسائے تو حضرت ذوالنون اپنا شہر چھوڑ کر کہیں دور دراز جگہ پر چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد ان کے شہر میں بارش ہوگئی جب حضرت ذوالنون واپس اپنے شہر آئے تو لوگوں نے قلب مکانی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ بارش گناہوں کی وجہ سے بند ہو جاتی ہے۔ میں نے غور کیا تو اس شہر میں مجھے اپنے سے بڑھ کر کوئی گنہگار نظر نہ آیا۔اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ میرے گناہوں کی وجہ سے بارش رکی ہوئی ہے۔اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور پھر میرا یہ خیال درست بھی ثابت ہوا کہ میرے جانے کے بعد بارش ہوگئی۔

البتہ بعض مشائخ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ تحدیث نعمت کے طور پر اپنے مراتب عالیہ کا اعلان کریں تو وہ مشائخ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں۔جیسا کہ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ذکر کیا جائے گا۔

بات طویل ہوگئی ہے۔بندہ دراصل اہل بیت کے فضائل اور خواص بیان کر رہا تھا۔ اب اہل بیت کے خواص نمبروار بیان کئے جائیں گے۔لیکن یاد رہے کہ بندہ جو چیز بھی ذکر کرے گا وہ مستند کتب مذہب کے حوالہ سے ذکر کرے گا اور کسی غیر مستند ملفوظ کا سہارا نہیں لے گا جیسا کہ اناڑی لوگوں کا وطیرہ ہے۔

خاصہ اوّل: قبل ازیں بندہ علامہ صاحب روح المعانی کی عبارت اور تفسیر سے ثابت کر چکا ہے کہ آیۂ تطہیر میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے اعمال قطعی طور پر مقبول ہوں گے اور ان اعمال صالحہ پر ثواب اور دیگر مراتب قطعی طور پر مترتب ہوں گے اور جو مسلمان اغیار سے ہیں یعنی اہل بیت سے نہیں ہیں۔ان کے اعمال اور مراتب میں یہ قطعیت نہیں ہے۔اب بندہ اس خاصہ اوّل کو ذرا تفصیل سے ذکر کرتا ہے کہ اہل بیت کی تین اقسام ہیں۔ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ۔اسی طرح غیر اہل بیت کی بھی تین اقسام ہیں جو اہل بیت قسم ادنیٰ میں

داخل ہیں۔ ان کے اعمال صالحہ کی قبولیت اور اس پر مترتب عالیہ قطعی ہیں اور غیر اہل بیت کی تینوں اقسام میں یہ قطعیت نہیں ہے۔ جب ادنیٰ اہل بیت کی یہ فضیلت ہے تو اعلیٰ اہل بیت کی بزرگی کا احاطہ مشکل ترین ہے اور اس کو فضیلت جزئی کہا جاتا ہے جو کہ فضیلت کلی کے منافی نہیں ہے۔ فافہم وتدبر

خاصہ دوم: علامہ صاحب روح المعانی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

ولذا نجد عباد اهل البيت اتم حالا عن سائر العباد المشاركين لهم في العبادة الظاهرة و احسن اخلاقا و ازكى نفساً و اليهم تنتهي سلاسل الطرائق التي مبناها كما لا يخفى على سالكها التجلية و التحلية اللتان هما جناحان للطيران الى خصائر القدس والوقوف على اوكار الانس۔

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ چونکہ اہل بیت کے اعمال صالحہ قطعی طور پر مقبول ہیں اور ان اعمال پر مراتب عالیہ کا ترتب بھی قطعی ہے اس لئے مشائخ اہل بیت کے حالات دوسرے مشائخ سے بہت اتم اور کامل ہیں۔ حالانکہ دوسرے مشائخ عباداتِ ظاہرہ میں مشائخ اہل بیت کے ساتھ شریک ہیں اور مشائخ اہل بیت دوسرے مشائخ سے اخلاق کے لحاظ سے بہت حسین اور ان کے نفوس بہت پاکیزہ ہیں اور تمام سلاسل اور طرائق مشائخ اہل بیت کی طرف منتہی ہوتے ہیں اور ان سلاسل کی بنیاد اعمال، اخلاق اور عقائد ذمیمہ سے تخلیہ اور حسنات سے تحلیہ ہے اور یہ ہر دو تخلیہ اور تحلیہ دو پر ہیں، جن کے ذریعہ مقاماتِ مقدسہ کی طرف اڑا جاتا ہے۔ اس طویل عبارت سے بھی واضح ہو گیا کہ مشائخ اہل بیت اور مشائخ غیر اہل بیت اگرچہ اس امر میں شریک ہیں کہ ہر دو مشائخ منہی عنہ سے اجتناب اور مامور بہ پر عمل کرتے ہیں لیکن مشائخ اہل بیت کے حالات اور اخلاق دوسرے مشائخ کے حالات اور اخلاق سے اتم اور احسن ہوتے ہیں اور اسی طرح تزکیہ نفس میں مشائخ اہل بیت کے ساتھ کوئی مشائخ برابر نہیں۔

خاصہ سوم: روح المعانی میں ہے:

ورایت فی مکتوبات الامام الفاروقی الربانی مجدد الف الثانی قدس سرہ ما حاصلہ ان القطبیۃ لم تکن علی سبیل الاصالۃ الا لائمۃ اهل البیت المشهورین ثم انها صارت بعدهم لغیرهم علی سبیل النیابتہ عنهم ثم انتهت النوبتۃ الی السید الشیخ عبد القادر الکیلانی قدس سرہ النورانی فنال مرتبتہ القطبیۃ علی سبیل الاصالۃ فلما عزج بروحہ القدسیۃ الی اعلیٰ علیین نال من بعدہ تلك علی سبیل النیابتہ عنہ فاذا جاء المهدی ینالها اصالۃ کمانا لها غیرہ من الائمۃ رضوان اللہ علیهم اجمعین۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں فرمایا کہ اصلی اور مستقل قطب بغیر ائمہ اہل بیت کے نہیں ہوا اور ائمہ اہل بیت کے بغیر جس کو یہ رتبہ قطبیت ملتا ہے۔ یہ قطب اصلی اور مستقل نہیں ہوتا بلکہ آئمہ اہل بیت کا نائب اور ان کا فیض یافتہ ہوتا ہے اور نیز یہ قطب ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں نہیں ہوتا بلکہ آئمہ کے وصال کے بعد ان کا نائب ہوتا ہے۔ پھر قطبیت کی انتہا سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر ہے اور وہ مستقل اور بالاصالۃ قطب ہیں اور ان کے زمانہ میں ان کے سوا دوسرا کوئی قطب نہ تھا۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی روح مقدس جب اس دنیا سے اعلیٰ علیین میں پہنچی تو اس کے بعد جو قطب بھی اس دنیا میں تشریف لایا وہ محبوب سبحانی کا نائب اور آپ کا فیض یافتہ ہے۔ جب آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ تشریف لائیں گے تو وہ قطب بالاصالۃ ہوں گے جیسا کہ ائمہ اہل بیت قطب بالاصالۃ تھے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اس عبارت سے چند امور واضح ہوئے:۔

امر اوّل: ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب بالاصالۃ ہیں،

ان کے سوا جو قطب بھی ہے وہ ان کا نائب ہے۔ یہ تمام نائب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے پہلے آئمہ اہل بیت کے نائب اور ان کے فیض یافتہ تھے۔ اور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد تمام قطب حضرت محبوبِ سبحانی رضی اللہ عنہ کے نائب اور فیض یافتہ ہیں۔

امر دوم: اہل بیت کے سوا کوئی قطب حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہے۔

امر سوم: حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اگرچہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مراتب عالیہ عطا فرمائے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے نہایت دیانتداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت محبوب سبحانی کے علو اور فوقیت کا برملا اعتراف کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام سلاسل کے تمام مشائخ کا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی نظریہ ہے۔ کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے یہاں کسی اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا۔ آجکل کے نام نہاد مشائخ چشت پر بڑا افسوس ہے کہ وہ محبوب سبحانی کی اس عظمت اور فوقیت کے منکر ہیں اور واہی تباہی دلائل کا سہارا لیتے ہیں اور اپنے مشائخ کو غوث اعظم کے برابر اور برتر مانتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مشائخ کا عقیدہ غوثِ اعظم کے متعلق وہ ہے جو کہ حضرت مجدد قدس سرہ نے بیان فرمایا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

پیران نمی پرند، مریداں ہمی پرانند

خاصہ چہارم: روح المعانی میں ہے:

و اقول ان السید الشیخ عبدالقادر قدس سرہ غمرنا برہ قد نال ما نال من القطبیۃ بواسطۃ جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علی اتم وجہ و اکمل حال فقد کان رضی اللہ تعالٰی عنہ من اجلۃ اہل البیت حسنیا من جھۃ الاب حسینیا من جھۃ الام لم یصبہ نقص والذی غلب علی ظنی ان القطب قد یکون من غیرھم لکن قطب

الاقطاب لا یکون الا منھم لانھم ازکی الناس اصلا و اوفرھم فضلًا و ان من ینال ھذہ الرتبتہ منھم لا ینالھا الا علی سبیل الاصالۃ دون النیابۃ و الوکالۃ۔

اس عبارت میں بندہ سے کچھ تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔اب خلاصہ عبارت عربی ملاحظہ ہو۔علامہ صاحب روح المعانی حضرت غوث صمدانی کے متعلق اپنا یہ نظریہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے جو قطبیۃ کا اعلیٰ رتبہ پایا ہے وہ بیان اور عرفان سے ماوراء ہے۔یہ رتبہ آپ کو اپنے جد امجد کے واسطہ سے حاصل ہوا۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ رتبہ اتم اور اکمل ہے اور اتم اور اکمل کیوں نہ ہو۔آپ اہل بیت کے بزرگ ترین افراد سے ہیں۔والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان میں کوئی نقص نہیں ہے اور غالب ظن یہ ہے کہ اگرچہ قطب تو غیر اہل بیت سے ہوسکتا ہے لیکن قطب الاقطاب اہل بیت کے بغیر نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اہل بیت نسب اور اصل کے لحاظ سے سب لوگوں سے پاکیزہ اور بزرگی کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ ہیں اور اہل بیت سے جو کوئی یہ رتبہ حاصل کرتا ہے تو یہ حصول بالاصالۃ ہے، نیابت اور وکالۃ کی وجہ سے نہیں ہے۔اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محبوب سبحانی کے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت تک کوئی ولی اللہ آپ کا ہم رتبہ نہیں ہے۔

جو نام نہاد پیر حضرت محبوب سبحانی کے علومرتبہ اور فوقیت کے منکر ہیں۔علامہ صاحب روح المعانی نے ان کی مذمت فرمائی ہے۔عبارت ملاحظہ ہو:

و لا ینکر ذالك الا زندیق او رافضی ینکر صحبۃ الصدیق۔

خلاصہ عبارت یہ کہ ائمہ اہل بیت اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جو مراتب عالیہ ہم نے ذکر کئے ہیں۔ان کا منکر صرف بے دین آدمی یا رافضی ہی ہوسکتا ہے جو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیۃ کا منکر ہے اور وہ نام نہاد جو کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب سے چیں بجبیں ہوتے ہیں۔علامہ صاحب روح المعانی کی زبانی اپنے

متعلق فتویٰ سن لیں یہ فقیر کہتا تو گستاخی ہوتی۔

خاصہ پنجم: بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت میں ہے:

و مثل هذا الطعن ما طعن به الشيخ ابن الجوزی علی قطب الاقطاب قدمه علی رقبته کل ولی الله محی الملة والدین ابن رسول الله فی الحسب والنسب سیدی و سید هذا الامة السید عبدالقادر الجیلانی او صله الله فی اعلی الجنان و بوانا فی جواره وقع هذا الطاعن بهذا الطعن فی مهلکة عظیمه و یقال انه کان یکاد ان یسلب ایمانه فعصمه الله تعالی بدعوة هذا القطب و القصة مشروحته فی شرح المشکوة الفارسی للشیخ عبدالحق الدهلوی و کرامات هذا القطب متواترة لا ینبغی ان ینکرها الامعاند سفیه فاحفظ الادب فی رجال الله و تثبت۔

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ پر منکرین نے طعن کئے اوران کے کمالات کا انکار کیا۔ اسی طرح محدث ابن جوزی نے حضرت غوثِ اعظم پر طعن کیا اور آپ کے کمالات کا انکار کیا حالانکہ وہ قطب الاقطاب ہیں اور ان کا قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر تھا۔ انہوں نے ملة اور دین کو زندہ کیا اور وہ حسب اور نسب پر ہر دو لحاظ سے جناب نبی کریم ﷺ کے لاڈلے بیٹے ہیں اور میرے اور ساری امت کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ جنت میں جگہ دے اور ہم کو ان کے پڑوس میں آباد کرے اور ابن جوزی محدث اس طعن اور انکار کی وجہ سے ایک بڑی ہلاکت میں پڑ گیا اور مرتے وقت ایمان سے محروم ہونے کو تھا کہ حضرت غوثِ اعظم کی دعاء سے اس کا ایمان محفوظ رہا اور حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات متواتر ہیں اور ان کا انکار وہی کرتا ہے جس کے دل میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق عناد ہے اور وہ کمینہ اور احمق ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے رجال کا ادب ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

اس عبارت سے چند امور واضح ہوئے:

امرِ اوّل: حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاصالۃ قطب اور قطب الاقطاب ہیں۔ قطب الاقطاب صرف ائمہ اہل بیت کی اولاد سے ہوتا ہے۔ حضرت غوثِ اعظم کے بعد جو قطب بھی آیا وہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب ہوگا۔

امرِ دوم: غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے غوثِ اعظم کا قدم اس کی گردن پر ہے۔ اگر کسی کی گردن پر غوثِ اعظم کا قدم نہیں ہے تو وہ پھر اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہے اگر اس دور کا کوئی آ کڑ خان[1]

شیخ یہ کہتا ہے کہ میرے تمام یا فلاں فلاں شیخ کی گردن پر غوثِ اعظم کا قدم نہیں ہے تو وہ آ کڑ خان دبی زبان سے یہ اقرار کر رہا ہے کہ میرے مشائخ اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں ہیں تو آ کڑ خان نے اپنے مشائخ کی توہین کی ہے حالانکہ وہ اس انکار سے اپنے مشائخ کی تعریف کرنا چاہتا ہے، غالباً

ایسے ہی بے ادب لوگوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ ان تحبط اعملکم و انتم لا تشعرون۔

امرِ سوم: چونکہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو جہاں بھی کوئی ولی ہوگا وہاں تک غوثِ اعظم کا تصرف ہوگا اور اولیاء تمام قطعاتِ زمین میں موجود ہیں لہٰذا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصرف تمام قطعاتِ زمین کو محیط اور آپ کی محبوبیت عالمگیر ہے۔ چونکہ یہ رتبہ اور کسی ولی کو حاصل نہیں لہٰذا کسی ولی کا تصرف اور اس کی محبوبیت عالمگیر اور تمام

1۔ ایک پیر صاحب نے ایک رسالہ "شانِ محبوبیت" کے نام سے لکھا تھا جس میں انہوں نے فاتح قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک عبارت کا ناشائستہ انداز میں رد کیا تھا، جس میں حضرت پیر صاحب نے سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان کا بیان کیا تھا، حضرت استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی قدس سرہ نے جگہ جگہ "آ کڑ خان" کہہ کر ان کا رد کیا ہے۔ بصیر پور کے مولوی محمد احمد چشتی نے حکایت "قدم غوث" میں بارگاہ غوثیت میں بڑی سوءِ ادبی اور جسارت کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ کتاب حضرت استاذ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نہ تھی ورنہ اس کی بھی دھجیاں بکھیر دیتے۔ (مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی)

قطعات الارض کو محیط نہیں ہے اور حضرت سیدنا شیخ نظام الدین محبوب الٰہی بھی اس میں داخل ہیں۔لہٰذا فتاویٰ مہریہ میں جو یہ مذکورہ ہے (اور نیز محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کُل قطعات ارض تک نہیں پہنچی) بالکل حق اور مطابق دلائل کے ہے۔اور اس کا انکار حضرت غوثِ اعظم کے مراتب کا انکار ہے جو کہ موجب خسران اور خذلان ہے۔

امر چہارم: حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن اور آپ کے مراتب اور کمالات کا انکار ایمان کے لئے خطرہ اور ایسے منکر کو خطرہ ہے کہ مرنے کے وقت اس کا ایمان سلب ہو جائے گا جیسا کہ محدث ابن جوزی کو یہ خطرہ پیش آیا اور مرنے کے وقت اس کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو گیا اور حاضرین نے محسوس کیا کہ یہ نحوست حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن کی وجہ سے ہے تو چونکہ یہ غوثِ اعظم کا دور تھا اس لئے حاضرین غوثِ پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابن جوزی کی طرف سے معافی مانگی تو آپ نے ابن جوزی کو معاف کر دیا اور اس کی سلامتی ایمان کی دعا فرمائی تو ابن جوزی سلامتی ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا۔

یاد رکھیں جیسے نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کے سردار اور سب انبیاء سے افضل ہیں اور کسی نبی کو بزرگی میں آپ ﷺ کے برابر خیال کرنا آنحضرت ﷺ کی گستاخی اور آپ کے کمالات کا انکار ہے۔اسی طرح حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاءِ امت کے سردار ہیں اور سب اولیاء سے افضل ہیں اور کسی ولی کو بزرگی اور شرافت کے لحاظ سے غوثِ اعظم کے برابر خیال کرنا آپ کی گستاخی اور آپ کے کمالات کا انکار ہے۔کسی اہلسنّت نے کیا خوب کہا ہے:۔

غوثِ اعظم درمیان اولیاء
چوں محمد ﷺ درمیان انبیاء

اور جس طرح آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام

سے افضل ہیں اور رتبہ کے لحاظ سے کوئی نبی آپ ﷺ کے برابر نہیں، اس عقیدہ سے دوسرے انبیاء کی توہین نہیں اور گستاخی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں اور کوئی ولی رتبہ کے لحاظ سے حضرت غوثِ اعظم کے برابر نہیں تو اس میں دوسرے اولیاء کی گستاخی اور توہین نہیں ہے لیکن آج کل کا آکڑ خان شیخ اس کو گستاخی خیال کر کے حضرت غوثِ اعظم کی افضلیت کا منکر ہے۔ اس منکر کو بھی ایمان کا خطرہ ہے اور اس کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا۔

امر پنجم: حضرت غوثِ اعظم کی تمام کرامات تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں اور تواتر یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ لہٰذا غوثِ اعظم کا دوسرے اولیاء سے افضل ہونا اور تمام اولیاء کی گردن پر آپ کا قدم ہے، یہ سب کرامات متواتر اور یقینی ہیں اور ان کا انکار تواتر اور یقین کا انکار ہے اور یہ ان کا صرف معاند اور کم عقل ہی کر سکتا ہے۔

یہاں تک ان امور کا ذکر ہوا جو علامہ بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت سے معلوم ہوتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ علامہ بحر العلوم علماء ظاہر اور صوفیاء ہر دو میں بڑے رتبہ کے مالک ہیں اور مثنوی مولانا روم پر ان کی کئی جلدوں میں شرح علماء اور صوفیاء کے نزدیک مستند ہے۔ اب اسی بحر العلوم کی ایک اور عبارت پیش خدمت کی جاتی ہے۔ یہ عبارت بھی شرح مسلم الثبوت میں ہے۔

" و اذا تاملت فی مقامات الاولیاء و اذا واقهم کمقامات الشیخ محی الدین قطب ا لوقت السید محی الملة والدین السید عبد القادر الجیلانی الذی قدمه علی رقاب کل ولی ۔ الخ"

اس عبارت میں علامہ بحر العلوم نے اولیاء کرام کے الہام پر بحث کی ہے کہ یہ الہام حجت ہے یا نہیں اور یہ کہ الہام سے یقین حاصل ہوتا ہے یا نہیں اور اس عبارت میں چند اکابر اولیاء کرام کا ذکر کیا ہے۔ اور اس عبارت میں پھر تصریح کر دی کہ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی

گردن پر ہے اور کوئی ولی اس سے خارج نہیں ہے اور جن مشائخ کو آ کڑ خان شیخ حضرت غوث اعظم کے برابر خیال کرتے ہیں، ان مشائخ کی گردن پر بھی غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم ہے لہٰذا رتبہ میں غوثِ اعظم کے برابر نہیں ہو سکتے اور یہ ان مشائخ کی قطعاً گستاخی نہیں اور نہ ہی ان کے کمالات کا انکار ہے بلکہ ایک حقیقت واقعیہ بیان کرنا ہے۔ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اگرچہ اس دور کے آ کڑ خان شیخ اس کو گستاخی تصور کرتے ہیں لیکن ان اولیاء کرام سے پوچھو تو وہ اس قدم کو اپنے لئے فخر خیال کرتے ہیں۔ مقولہ:

پیران نمی پرند مریداں ہمی پرانند

بلکہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض تمام سلاسل میں ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ مولانا محمد نظام الدین اورنگ آبادی جو کہ سلسلہ چشتیہ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں، نے کتاب نظام القلوب میں فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی سیدنا عبد القادر رضی اللہ عنہ سے مستفید ہیں۔ جب چشتیوں کا ایک بہت بڑا شیخ استفادہ کی تصریح کر رہا ہے تو کسی آ کڑ خان چشتی کو انکار کرنا زیب نہیں دیتا۔ لہٰذا فتاویٰ مہریہ کی مندرجہ ذیل عبارت بالکل درست اور موافق تصریح علماء اور اصفیاء ہے۔

عبارت مبارکہ یہ ہے کہ:

"چنانچہ سیدنا عبد القادر وسیدنا خواجہ نظام الدین ہر دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں مگر حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی حضرت سیّد عبد القادر رضی اللہ عنہ سے مستفید ہیں۔ نظام القلوب ملاحظہ ہو اور نیز محبوبیت قادریہ عالم گیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی۔"

فتاویٰ مہریہ کی مذکورہ بالا عبارت کی مثال یہ ہے کہ کوئی اہل سنت یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام نفس نبوت میں شریک ہیں اس کے باوجود دوسرے انبیاء سے افضل ہیں۔ اور نبوۃ محمدیہ عالمگیر ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوۃ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی تو جس

طرح اس مثال میں دوسرے انبیاء کی گستاخی اور توہین نہیں ہے بلکہ بیان واقع اور فرق مراتب ہے بعینہٖ اسی طرح فتاویٰ مہریہ کی عبارت میں بھی خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی اور سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر دو کو محبوبیت میں شریک ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود فرق مراتب کے ذکر سے خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی کی گستاخی کا شائبہ تک نہیں ہے اور صرف آ کڑ خان شیخ کو ہی گستاخی محسوس ہو رہی ہے اور فرق مراتب کا انکار کر رہا ہے۔ حالانکہ اس انکار کی مذمت کے لئے یہ مصرعہ کافی ہے۔ ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اب آ کڑ خان شیخ کو غور کرنا چاہیے کہ اس انکار سے اس کو کون سا لقب ملا یعنی بڑے اچھے بھلے شیخ زندیق ٹھہرے۔

فتاویٰ مہریہ میں ایک اور عبارت بھی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی توضیح کر کے فرق مراتب کو اجاگر کیا جائے۔ عبارت یہ ہے:

"رہا لفظ سبحانی و الٰہی سو مقام جذب و محبوبیت سے جیسا تناسب لفظ سبحان کو ہے لفظ اللہ کو نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً اور نہ لفظ اللہ ذات بحت پر دال ہے بلکہ سبحان کہ رتبہ ذات کا نام ہے۔"

تفصیل عبارت یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کو محبوب سبحانی کہا جاتا ہے اور خواجہ نظام الدین دہلوی کو محبوبِ الٰہی کہا جاتا ہے اور سبحانی اور الٰہی دونوں میں یاء نسبت ہے۔ پہلے کا معنی منسوب الی سبحان اور دوسرے کا معنی منسوب الی اللہ ہے اور سبحان کے لفظ کو جذب اور محبوبیت سے زیادہ مناسبت ہے اور لفظ اللہ کو وہ مناسبت نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ آیہ مبارکہ ہے:

قولہ تعالیٰ: سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً

دلیل اس طرح ہے کہ عبدہ سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور اس میں عبد کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو عبدہ کا معنی ہوگا انقطاع من الخلق الی الخالق اور یہ جذب ہے اور چونکہ

آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں لہٰذا عبدہ کی دلالت جیسی جذب پر ہے اسی طرح محبوبیت پر بھی ہے۔ اب یہاں سبحان کا لفظ لایا گیا ہے نہ کہ اللہ کا لفظ کیونکہ سبحان جذب اور محبوبیت میں زیادہ مناسب ہے کیونکہ سبحان کا معنی پاکیزگی ہے اور پاکیزگی جذب اور محبوبیت کے زیادہ مناسب ہے اور یہ معبود بحق کے ساتھ فی الحقیقۃ مختص ہے برخلاف لفظ اللہ کے کہ یہ معبود بحق اور معبود باطل دراصل اس کا اطلاق دونوں پر آتا ہے اگرچہ سبحان اور اللہ دونوں سبحانی اور الٰہی میں معبود بحق سے عبارت ہیں لیکن اصل کے لحاظ سے ہر دو میں فرق ہے۔ سبحان معبود بحق کے ساتھ مختص ہے اور اللہ عام ہے اور یہی مطلب ہے کہ اللہ کا لفظ ذات بحت پر دلالت نہیں کرتا اور سبحان ذات بحت کے ایک رتبہ کا نام ہے۔

حضرت غوثِ اعظم کا قدم جو ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس پر اور دلائل ملاحظہ ہوں۔ مولانا جامی نے نفحات الانس میں فرمایا ہے:

شیخ عبد القادر جواں بودو در صحبت شیخ حماد می بود دروزے بادب تمام در صحبت وی نشسته بود چوں برخاست و بیروں رفت شیخ حماد گفت این عجمی را قدمے است در وقت وی بر گردن همه اولیاء خواهد بود و هر آئینه مامور شود بآنکه بگوید قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله و هر آئینه آنرا بگوید و همه اولیاء گردن نهند (الی آن قال) گویا که می بینم ترا در بغداد که به منبر آمده و میگوئی قدمی هذا علی رقبته کل ولی الله و مے بینم که اولیاء وقت همه گردنها خود را پست کرده اند اجلال و اکرام ترا و هر چه نسبت شیخ عبد القادر گفت واقع شود۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم جوانی میں شیخ حماد کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ ایک دن نہایت ادب کے ساتھ شیخ حماد کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ جب مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ حماد نے فرمایا کہ ایک وقت میں اس عجمی کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا اور اس عجمی کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے یہ حکم ہوگا کہ وہ کہے قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ اور پھر یہ عجمی ایسا کہے گا اور تمام اولیاء اپنی گردن رکھ دیں گے۔ تا آنکہ فرمایا کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد میں منبر پر بیٹھ کر کہہ رہا ہے میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام اولیاءِ وقت نے اپنی گردنیں تیری عزت کے لئے نیچے کر دیں۔ اور حضرت حماد نے جو جناب غوثِ اعظم کے متعلق فرمایا اور اسی طرح واقع ہوا۔

اس عبارت سے چند امور واضح ہوئے:

امر اوّل: غوثِ اعظم کی یہ کرامت کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ اس کرامت کی قبل از وقوع اولیاء کرام بشارت دیتے رہے ہیں۔

امر دوم: حضرت غوثِ اعظم نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم تھا کہ ایسا کہو اور پھر آپ نے ایسا کہا اور پھر تمام اولیاء نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے آگے جھکا دیں۔

امر سوم: اولیاء کرام کے ایک شطحیات ہوتے ہیں کہ بلا ارادہ اور غلبہ عشق و مستی کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں اور اگر غلبہ ذوق و مستی نہ ہوتا اور وہ صحو میں ہوتے تو یہ امور ان سے صادر نہ ہوتے۔

مذکورہ بالا کلام سے یہ واضح ہوا کہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ کلام قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ یہ از قبیل شطحیات نہیں ہے کیونکہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جملہ کہنے کا حکم تھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ فرما کر اس حکمِ الٰہی کی تعمیل کی اور اللہ تعالیٰ شطحیات کا حکم نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہمیشہ ارادہ سے ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ از قبیل شطحیات نہیں ہے بلکہ حالت صحو میں ارادہ کے ساتھ ہے۔

امر چہارم: تمام اولیاء کرام نے جو اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے قدم کے نیچے رکھ دیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل انسان کے لئے باعث عزت اور فخر ہے لہٰذا اولیاء اللہ کا گردن جھکا دینا ان کے نزدیک باعثِ عزت تھا اور یہ خیال باطل ہے کہ جن اولیاء نے اپنی گردنیں جھکا دیں اس میں ان کی کسر شان اور ذلت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض آکڑ خان مشائخ نے حضرت غوثِ اعظم کی اس کرامت کا انکار کر دیا اور اسے شطحیات پر محمول کیا۔

بندہ یہاں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا تمام صحابہ اور اولیاء کرام نماز کے وقت کعبہ کی طرف منہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اسی طرف منہ کر کے سجدہ کرتے ہیں حالانکہ خانہ کعبہ پتھروں کا بنا ہوا ہے اور کبھی کسی نبی یا ولی کو یہ خیال نہیں آیا کہ پتھروں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے میں ہماری ذلت ہے۔ یہ خیال اس لئے نہیں آتا کہ ہم کو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کعبہ اور پتھروں کی طرف منہ کر کے کرو چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے، اس لئے اس میں انسان کی عزت ہے نہ کہ ذلت۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ قدمی ھذہ علی رقبتہ کل ولی اللہ اور پھر آپ نے یہ اعلان کر دیا۔

اب یہ اعلان سچا اسی وقت ہو سکتا ہے کہ تمام اولیاء کرام اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے سامنے جھکا دیں تو تمام اولیاء کرام نے گردنیں جھکا کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کو سچا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں اولیاء کرام کی عزت ہے۔ اس دور کے آکڑ خان شیخ کا یہ خیال خام ہے کہ اگر میرے مشائخ غوثِ اعظم کے آگے گردنیں جھکا دیں اور ان کی گردنوں پر غوثِ اعظم کا قدم آ جائے تو اس میں ان مشائخ کی بے عزتی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ غور کریں خانہ کعبہ کی بناء پتھروں سے ہے اور خانہ کعبہ احکامِ الٰہیہ کے ساتھ مکلف نہیں ہے۔ نہ اس نے نماز پڑھی اور نہ حج

کیا، نہ روزہ رکھا نہ زکوۃ دی اور نہ جہاد کیا۔ اس کے باوجود اس کی طرف منہ کر کے خداوند تعالیٰ کو سجدہ کرنا عزت ہے تو غوثِ اعظم کے سامنے اولیاء کرام کا گردنیں جھکانا بطریقِ اولیٰ عزت ہوگی کیونکہ غوثِ اعظم مکلف ہیں، انہوں نے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے، حج کیا، مجاہدہ کیا اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ صفات خانہ کعبہ میں نہیں ہیں۔

اس کے بعد نفحات الانس کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

روزے شیخ عبدالقادر در رباط خود در مجلس میگفت و عامه مشائخ قریب به پنجاه تن حاضر بودند و ازاں جمله شیخ علی هیتی و شیخ بقا بن بطوء و شیخ ابو سعید و شیخ ابو النجیب و شیخ ابو سعود وغیره ایشاں از مشائخ کبار ناگاه در اثنائے سخن گفت قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله شیخ ابو سعید قیلوی گفت که چوں شیخ عبدالقادر گفت قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله حق سبحانه و تعالی بر دل وی تجلی کرد و رسول الله ﷺ بر دست طائفه از ملائکته مقربین بمحضر اولیاء متقدمین و متاخرین که آنجا حاضر بودند احیاء باجساد خود و اموات بارواح خود خلعتے دروی پوشانیدند و بروئے زمین هیچ ولی نماند مگر که گردن خود را پست کرد و بعضے گفته اند که یك کس از عجم تواضع نه کردو حال وی از وی متواری شد و فی تاریخ امام یافعی رحمه الله تعالی و اردو کراماته یعنی شیخ عبد القادر رحمه الله تعالی خارجة عن الحصر و قد اخبرنی من ادرکت من اعلام الائمة ان کراماته تواترت او قربت من التواتر و معلوم بالاتفاق انه لم یظهر ظهور کراماته لغیره من شیوخ الافاق۔

قبل ازیں گزر چکا ہے کہ شیخ حماد نے حضرت غوثِ اعظم کے متعلق پہلے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ یہ عجمی یعنی غوثِ اعظم بغداد میں منبر پر اعلان کریں گے قدمی هذا علی رقبة کل ولی الله اور یہ پیشین گوئی وقوع پذیر ہوئی۔ اب عبارت مذکورہ بالا میں اس

پیشین گوئی کے وقوع کا ذکر ہے۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر اپنے لنگر خانہ میں مجلس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور تقریباً پچاس مشائخ اس مجلس میں حاضر تھے۔ ان میں سے شیخ علی ہیتی وغیرہ بھی تھے ناگاہ گفتگو کے دوران غوثِ اعظم نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور اسوقت آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی اور آنحضرت ﷺ اور مقربین فرشتے اور متقدمین و متاخرین اولیاء کرام جو کہ وہاں موجود تھے، جو زندہ تھے وہ جسموں کے ساتھ اور جو فوت ہو چکے تھے وہ ارواح کے ساتھ حاضر تھے اور ان سب نے حضرت غوثِ اعظم کو خلعت پہنائی اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہیں تھا کہ اس نے غوثِ اعظم کے سامنے گردن نہ جھکائی ہو اور بعض نے کہا کہ عجم کے ایک آدمی نے گردن نہ جھکائی تو اس کی ولایت ختم ہو گئی اور تاریخ امام یافعی رحمہ اللہ میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی کرامات گنتی سے باہر ہیں اور بڑے بڑے ائمہ نے مجھے خبر دی ہے کہ غوثِ اعظم کی کرامات متواتر یا قریب تواتر کے ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ تمام عالم میں کسی ولی سے اتنی کرامات ظاہر نہیں ہوئیں جتنی کہ حضرت غوثِ اعظم سے صادر ہوئی ہیں۔

اس عبارت سے بھی چند امور واضح ہوئے۔

امرِ اوّل: جب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے ۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے غوثِ اعظم کو ایک خاص رتبہ عطا فرمایا اور اس وقت آنحضرت ﷺ اور مقربین فرشتوں کا ایک گروہ اور تمام اولیاء، متقدمین اور متاخرین وہاں حاضر تھے، زندہ بھی اور فوت شدہ بھی۔ زندہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ اور فوت شدہ اپنی ارواح کے ساتھ حاضر تھے۔ اور روئے زمین پر جو ولی بھی تھا ہر ایک نے گردن جھکا دی اور ان میں سے سلاسلِ اربعہ کے تمام مشائخ داخل ہیں۔ لہٰذا سب نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے آگے جھکا دیں اور ان میں آکر خان شیخ کے مشائخ بھی داخل ہیں اور ان کی گردنوں پر بھی غوثِ اعظم کا قدم ہے۔

امرِ دوم: جب غوثِ اعظم نے یہ اعلان فرمایا تو ہر ولی نے گردن جھکا دی۔ صرف ایک عجمی نے گردن نہیں جھکائی اور اس سے ولایت سلب ہو گئی۔ اب اگر کوئی آ کڑ خان یہ کہے کہ فلاں فلاں شیخ نے غوثِ اعظم کے آگے گردن نہیں جھکائی تو اس کا یہ معنی ہو گا کہ ان مشائخ سے بھی ولایت سلب ہو گئی جو کہ صراحتاً غلط ہے۔ کیونکہ صراحتاً گزر چکا ہے کہ صرف ایک عجمی نے گردن نہ جھکا کر تواضع کا اظہار نہیں کیا۔

امرِ سوم: حضرت امام یافعی رحمہ اللہ جو کہ اکابر علماء اور مستند صلحاء سے ہیں انہوں نے تصریح فرما دی کہ جتنی کرامات غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے صادر ہوئی ہیں، اتنی کرامات کسی ولی سے صادر نہیں ہوئیں حتی کہ آ کڑ خان شیخ کے مشائخ سے بھی اتنی کرامات صادر نہیں ہوئیں لہٰذا فتاویٰ مہریہ کا یہ فرمان بالکل حق ہے کہ محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے کیونکہ تمام عالم کے ولیوں کی گردن پر اس کا قدم ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی کیونکہ اس کا قدم تمام عالم کے ولیوں کی گردن پر نہیں ہے۔ آ کڑ خان مشائخ کو واضح ہو کہ محبت اور چیز ہے اور حقیقت اور چیز جیسا کہ ہر آدمی کو اپنا بیٹا سب سے خوبصورت معلوم ہوتا ہے، یہ محبت ہے لیکن خلافتِ حقیقت ہے۔ حقیقت دلائل سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ صرف محبت سے خواجہ سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی دہلوی کے ساتھ ہر اہل سنت کو پوری محبت اور عقیدت ہے لیکن حقیقت اپنی جگہ پر ہے۔

حضرت شیخ ابو المعالی لاہوری قدس سرہ نے تحفہ قادریہ میں مضمون ماقبل کو بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:

نقل از شیخ ابی صالح نصر ابن حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہم یکے پرسید از قول آنحضرت شیخ رضی اللہ تعالی عنہ قدمی ھذہ علی رقبتہ کل ولی اللہ فرمود شنیدہ ام از والد خود عبد الرزاق و اعمام خود ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ عبد الوہاب و ابو اسحاق ابراھیم رضوان اللہ علیہم کہ فرمودند حاضر

بودیم در مجلس که والد ما رضی الله عنه این قول را فرموده بود دراں مجلس پنجاه و چند از اکابر اعیان مشائخ عراق همه رقاب پیش کشیدند و سرفرود آوردند و رسید خبر بما از مشائخ آنوقت که در اطراف و امصار بودند همه اعناق خود را بخشوع تمام پست کردند و خبر کردند که دراں زماں شیخ محی الدین عبد القادر فرموده است قدمی هذه علی رقبته کل ولی الله این وضع رقاب از بهر آنست از شیخ ابو سعید قیلوی رضی الله عنه که چوں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی الله عنه فرمود قدمی هذه علی رقبته کل ولی الله حق سبحانی تعالیٰ تجلی کرده بود بر دل او رسول الله صلی الله تعالیٰ و سلم بر دست طائفه از ملائکة مقربین بمحضر اولیاء متقدمین و متاخرین که حاضر بودند احیاء باجساد و اموات بارواح خود خلعتے دروی پوشانیدند و هیچ ولی درروئے زمین نماند مگر پست گردانید گردن خود را بآنحضرت رضی الله عنه از شیخ ابو البرکات که خبر کرد مرا والدمن که پر سیدم عم خود شیخ عدی مناف بن مسافر رضی الله عنه که میدانی که هیچ یکے از مشائخ متقدمین و متاخرین گفته است قدمی هذه علی رقبته کل ولی الله غیر شیخ محی الدین عبدالقادررضی الله عنه گفت نے گفتم پس این چه معنی دارد که فرموده است گفت از مقام فردیت خود اظهار کرده است گفتم در هر وقت فردے بوده است گفت مامور شده، نمی بینی بسوئے ملائکة که سجده نه کرده اند مهتر آدم علیه السلام مگر از جهت ورود امر سبحانه و تعالیٰ بر ایشاں از شیخ عارف ابو محمد علی بن ابی بکر که وقتیے گفت سیدی عبد القادر رضی الله تعالیٰ عنه قدمی هذه علی رقبته کل ولی الله برخواست شیخ علی بن هیتی رضی الله تعالیٰ عنه بسوئے آنحضرت و گرفت قدم اوونهاد بر گردن خود و در آمد زیر دامن او و بعضے از اصحاب پرسیدند

که ایں چرا کردی گفت از انکه او مامور شد بگفتن ایں قول و اذن شده مر او را به عزل هر که منکر شود او را اولیاء پس خواستم که من باشم اول کسے که مسارعت کنند درا انقیاد او ، از شیخ ابو الفرح حسن که چوں مامور شد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی الله تعالیٰ عنه بایں که بگویند قدمی هذه علی رقبته کل ولی الله دیدم اولیاء در مشرق و مغرب که گردن نهادند همه اولیاء مگر یك مرد از زمین عجم پس گم شد حال او۔

اس طویل عبارت کا حصہ اوّل تقریباً وہی ہے جو کہ مولانا جامی نے نفحات الانس میں فرمایا اور قبل ازیں نقل کیا جا چکا ہے۔ خلاصہ تمام عبارت یہ ہے کہ حضرت غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے شیخ ابی صالح نصر سے جو کہ حضرت عبدالرزاق کے بیٹے ہیں، حضرت غوثِ اعظم کے اس قول کے متعلق پوچھا گیا "قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله" تو شیخ ابی صالح نے جواباً فرمایا کہ میں نے اپنے والد عبدالرزاق اور اپنے چچوں سے سنا ہے جن کے یہ نام ہیں ابو عبدالرحمٰن عبداللہ عبدالوہاب اور ابو اسحاق ابراہیم رضوان اللہ علیہم کہ فرمایا انہوں نے کہ ہم اس مجلس میں حاضر تھے جب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: " قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله " اور اس مجلس میں پچاس سے زیادہ عراق کے اکابر مشائخ تھے، سب نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے سامنے پیش کر دیں اور سر جھکا دیئے اور اس وقت کے مشائخ سے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ سب نے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ جس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی محی الدین عبدالقادر نے فرمایا قدمی هذا علی رقبة کل ولی الله تو اللہ تعالیٰ نے حضرت غوثِ اعظم کے دل پر تجلی فرمائی اور آنحضر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک گروہ ملائکہ مقربین اور اولیاء کرام متقدمین اور متاخرین حاضر تھے، جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو فوت شدہ ہیں، وہ اپنی ارواح کے ساتھ حاضر تھے اور سب نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلعت پہنائی اور روئے زمین پر جو ولی تھا اس نے غوثِ اعظم کے سامنے گردن

جھکادی اور شیخ ابوالبرکات سے منقول ہے کہ میرے باپ نے مجھے کہا کہ میں نے اپنے چچا شیخ عدی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے سوا مشائخ متقدمین اور متاخرین سے کسی نے کہا ہے!

''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ''تو شیخ عدی نے جواباً فرمایا کہ غوثِ اعظم کے بغیر کسی ولی نے ایسا نہیں کہا۔ میں نے دوبارہ سوال کیا کہ غوثِ اعظم نے جو فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے تو شیخ عدی نے فرمایا کہ حضرت غوثِ اعظم مقام فردیت میں تھے۔ آپ کا یہ فرمان مقام فردیت کا اظہار ہے۔ سائل جو کہ شیخ ابوالبرکات کا والد ہے، اس نے پھر اپنے چچا شیخ عدی سے پوچھا کہ ہر وقت میں کوئی نہ کوئی ولی مقام فردیت میں ہوتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ قول غوثِ اعظم کے بغیر اور کسی ولی نے تو نہیں کہا تو شیخ عدی نے جواب دیا کہ حضرت غوثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہنے کا حکم دیا تھا اور غوثِ اعظم کے بغیر اور کسی ولی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نہیں ہوا اس لئے غوثِ اعظم نے یہ قول فرمایا اور آپ کے سوا کسی نے یہ قول نہ کیا۔ چونکہ غوثِ اعظم کے اس قول میں نظر بظاہر خودستائی ہے اور گردن جھکانے والوں کی سوءِ ادبی کا پہلو نکلتا ہے اس لئے شیخ عدی نے اس مسئلہ کو سمجھانے کے لئے ایک بہترین مثال دی ہے کہ غور کرو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے سجدہ صرف اس لئے کیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور امرِ الٰہی کی تعمیل میں عزت ہے نہ کہ سوءِ ادب اور ذلت اور نیز اللہ تعالیٰ کے امر پر عمل کرنا خودستائی نہیں ہے بلکہ تحدیثِ نعمت ہے تو غوثِ اعظم کا یہ فرمان ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ''خودستائی نہیں کیونکہ آپ مامور ہیں اور خودستائی کا امر نہیں ہوتا بلکہ خودستائی سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور اولیاء کرام نے جو اس امر پر عمل کیا یہ باعث عزت ہے نہ کہ ذلت اور شیخ عارف ابومحمد علی بن ابی بکر سے روایت ہے کہ جس وقت سیدی شیخ عبدالقادر نے فرمایا ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ''تو شیخ علی ہیتی رضی اللہ عنہ اٹھ کر غوثِ اعظم کی طرف گئے اور ان کا قدم اپنی گردن پر رکھا اور آپ کے دامن کے نیچے داخل

ہوئے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو شیخ علی نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ غوثِ اعظم کو اس قول کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر ہوا تھا اور نیز آپ کو اس بات کا اذن دیا گیا کہ جو ولی آپ کے اس قول کا انکار کرے آپ اس کو معزول کر سکتے ہیں یعنی اس کی ولایت سلب کر سکتے ہیں تو میں نے چاہا کہ جو لوگ آپ کے تعمیل ارشاد میں جلدی کرتے ہیں میں ان سے سبقت حاصل کروں اور شیخ ابو الفرح حسن سے منقول ہے کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ کہیں قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تو میں نے مشرق اور مغرب کے درمیان تمام اولیاء کو دیکھا کہ سب نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے آگے رکھ دیں۔ البتہ ایک مرد نے جو کہ زمین عجم سے تھا اس نے گردن نہ رکھی تو اس کی ولایت سلب ہوگئی۔

یہاں تک تحفہ قادریہ کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اب اس عبارت سے جو امور واضح ہوتے ہیں، ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

امرِ اوّل: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے جو فرمایا کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ یہ قول شطحیات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور امر تھا اور غوثِ اعظم نے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی ہے۔

امرِ دوم: جب غوثِ اعظم نے یہ قول فرمایا تو تمام روئے زمین پر مغرب سے مشرق تک جو اولیاء کرام تھے سب نے غوثِ اعظم کے آگے گردنیں جھکا دیں، صرف ایک عجمی مرد نے گردن نہ جھکائی تو اس کی ولایت سلب اور ختم ہوگئی۔

امرِ سوم: غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اذن ملا کہ جو ولی آپ کے آگے گردن نہ جھکائے، آپ اس کو ولایت سے معزول کر دیں۔

امر چہارم: جس ولی نے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے آگے گردن نہ جھکائی وہ ولایت سے معزول ہوگیا۔

امر پنجم: تمام اولیاء کرام سے صرف ایک عجمی مرد نے غوثِ اعظم کے سامنے گردن نہ جھکائی اور ولایت سے معزول ہوگیا۔

امر ششم: جب غوثِ اعظم نے مذکورہ بالا قول فرمایا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر خصوصی توجہ اور تجلی فرمائی اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ مقربین سے ایک طائفہ اور تمام اولیاء، متقدمین اور متاخرین حاضر تھے زندہ اپنے جسموں کے ساتھ اور فوت شدہ اپنے ارواح کے ساتھ حاضر تھے۔ اور سب نے آپ کو خلعت پہنایا۔

امر ہفتم: شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ خاصہ تھا کہ آپ نے یہ قول فرمایا۔ آپ کے سوا کسی ولی نے یہ قول نہیں کیا۔

امر ہشتم: فتاویٰ مہریہ میں جو وارد ہے کہ محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ تمام روئے زمین پر مغرب سے مشرق تک جو اولیاء ہیں، سب نے غوثِ اعظم کے آگے اپنی گردنیں جھکا دیں اور یہ مرتبہ کسی ولی کو عموماً اور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کو خصوصاً حاصل نہیں ہے۔

امر نہم: جب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے تو تمام سلاسل کے جو مشائخ اس وقت موجود تھے، سب نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ خصوصاً خواجہ غریب نواز اجمیری نے بھی اپنی گردن جھکا دی تو خواجہ غریب نواز کے بعد سارا سلسلہ چشتیہ عموماً اور خواجہ

نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی خصوصاً غریب نواز کے حکم میں داخل ہو گئے تو گویا سب نے غوثِ اعظم کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ لہٰذا تمام سلاسل کے تمام مشائخ سے غوثِ اعظم افضل ٹھہرے۔ لہٰذا محبوبیت قادریہ عالمگیر ہوئی اور کسی ولی کی محبوبیت عالمگیر نہیں ہے اور کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی اور حضرت شیخ نظام الدین محبوبِ الٰہی بھی اس میں داخل ہیں۔

امر دہم: غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے چونکہ غوثِ اعظم کو اس قول کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم اور امر تھا لہٰذا غوثِ اعظم کا یہ قول اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کو حکم دیا کہ تم اپنی گردن کو غوثِ اعظم کے قدم کے نیچے جھکا دو تو ہر ولی نے اپنی گردن جھکا دی لیکن ایک مردِ عجمی نے اپنی گردن غوثِ اعظم کے سامنے نہ جھکائی تو اس کی ولایت سلب ہوگئی تو حضرت شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ قادریہ میں اس کی مثال نقل کی ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ربّ العزت جل شانہ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو تمام فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ایک ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو وہ مردود ہوا حالانکہ سجدہ کا معنیٰ غایت تذلل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے فرشتوں نے اسے ذلت نہ سمجھا بلکہ عزت خیال کیا۔ البتہ ابلیس نے اسے ذلت سمجھتے ہوئے سجدہ سے انکار کر دیا اور ملعون ہوا۔ اسی طرح ربّ العزت نے حضرت غوثِ اعظم کے ذریعہ تمام ولیوں کو حکم دیا کہ اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے قدم کے نیچے رکھ دو تو تمام ولیوں نے اللہ کے امر کی تعمیل کرتے ہوئے گردنیں جھکا دیں اور اس کو اپنی عزت خیال کیا نہ کہ ذلت مگر ایک مردِ عجمی نے اس کو ذلت سمجھتے ہوئے گردن نہ جھکائی اور ولایت سے محروم ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ فتاویٰ مہریہ میں جو ہے کہ محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روئے زمین اور مغرب اور مشرق تک جتنے ولی ہیں، سب کی

گردن پر غوثِ اعظم کا قدم ہے اور سب اولیاء نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے سامنے جھکا دیں اور یہ رتبہ صرف اور صرف غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ سب اولیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عالمگیر محبوبیت صرف حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے اور کسی کو یہ محبوبیت حاصل نہیں ہے تو حضرت شیخنا السید السند غوث زمان قطب دوران سید مہر علی شاہ قدس سرہ نے فتاویٰ مہریہ میں فرمایا ہے کہ:

"محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعاتِ زمین تک نہیں پہنچی۔"

یہ فرمان بالکل حق اور تمام اولیاء کرام کا اس پر اجماع ہے۔ صرف ایک مردِ عجمی نے اس کا انکار کیا اور محروم ہو گیا تو اس دور کے جس آکڑ خان شیخ نے حضرت غوث اعظم کے اس مرتبہ اور خصوصیت کا انکار کیا ہے وہ اسی مردِ عجمی کی طرح محروم ہے اور اگر بالفرض اس میں ولایت ہے تو وہ سلب ہو گئی ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔

بندہ نے جو حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ اور آپ کی محبوبیت عالمگیر کے متعلق ذکر کیا ہے، اس کی وجہ ابتداء میں ذکر کی گئی ہے اور دوبارہ مفصل طور پر ذکر کرتا ہوں۔ بندہ نے کچھ عرصہ ہوا ایک رسالہ دیکھا جس کا نام "شانِ محبوبیت" ہے اور مصنف کا نام "محی الدین" ہے اور اس رسالہ میں غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے خصائص کا انکار کیا گیا ہے۔ مثلاً محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے، یہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے جو کہ کسی دوسرے ولی کو نہیں ملا حتیٰ کہ شیخ المشائخ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کو بھی یہ مرتبہ نہیں ملا اور اس میں محبوب الٰہی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی نہیں بلکہ فرق مراتب ہے اور یہ صاحب فرق مراتب کا انکار کر رہے ہیں۔ شاید ان جیسوں کے حق میں کہا گیا ہے:

"گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی"

تو غوثِ اعظم کے مراتب عالیہ اور خواص کا انکار صریح زندقہ ہے۔ صاحب روح المعانی اپنی تفسیر میں غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

قد نال ما نال من القطبية بواسطة جده عليه الصلوة والسلام على اتم وجه و اكمل حال فقد كان رضى الله تعالىٰ عنه من (اجلة اهلبيت حسنيا من جهة الاب حسنيا من جهة الام لم يصبه نقص لو ان و عسى و ليت و لا ينكر ذالك الا زنديق او رافضى ينكر صحبة الصديق۔"

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے وہ رتبہ قطبیت حاصل کیا ہے کہ اس کا احاطہ متعذر ہے۔ یہ رتبہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل نہیں کیا بلکہ اپنے جد جناب نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے حاصل کیا اور اتم وجہ اور اکمل حال پر حاصل کیا اور یہ کہ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزرگ اہل بیت سے تھے، والد کے لحاظ سے حسنی سید اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی سید تھے۔ اور لو، ان، عسٰی اور لیت کا نقص ان میں نہیں تھا اور غوثِ اعظم کے کمالات اور خواص کا انکار صرف اور صرف زندیق کرتا ہے یا کہ رافضی جو کہ صحبت صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار کرتا ہے

غور فرمائیں!!! غوثِ اعظم کے کمالات اور خواص کے منکر کو علامہ صاحب روح المعانی نے یا زندیق کہا ہے یا رافضی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو آدمی غوثِ اعظم کی ولایت کا تو قائل ہے لیکن دوسرے ولیوں کو غوثِ پاک کا تمام کمالات میں ہم پلہ مانتا ہے، یہ زندیق ہے کہ فرق مراتب نہیں کرتا اور جو آدمی غوثِ اعظم کی ولایت کا ہی منکر ہے وہ رافضی ہے کیونکہ رافضی غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو سیّد ہی تسلیم نہیں کرتے۔

مصنف ''شانِ محبوبیت'' سے بھی زندقہ یا رفض کی بو آتی ہے اور مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے حضرت غوثِ زماں قطب وقت قدس سرہ کے متعلق نہایت ہی غلیظ زبان استعمال کی ہے اور رکیک حملے کئے ہیں اور فتاویٰ مہریہ کی ایک نہایت درست عبارت کا ردّ کیا ہے اور مصنف رسالہ کو تو کسی علم دین سے بھی کوئی خاص مس نہیں ہے اور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سیّد مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ علومِ دینیہ کسبیہ اور وہبیہ میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ کہاں پیر مہر علی شاہ اور کہاں مصنف ''رسالہ شانِ محبوبیت''۔۔۔۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات۔۔۔

بندہ نے غور کیا کہ مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے غوثِ زماں کے متعلق یہ جسارت کیوں کی ہے؟ تو اس کی دو وجہ معلوم ہوئیں۔

وجہِ اوّل: مصنف رسالہ کے دل میں چونکہ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق صرف اس وجہ سے عناد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے مراتب سے سرفراز فرمایا کہ مصنف رسالہ کے مشائخ کو وہ رتبہ نصیب نہیں ہوا کیونکہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ عموماً اور مصنف رسالہ کے مشائخ کو خصوصاً یہ رتبہ حاصل نہ ہوا۔ اس وجہ سے مصنف رسالہ کو غوثِ اعظم سے اللہ تعالیٰ کی عطا پر حسد ہے اور یہ ایک قاعدہ ہے کہ باپ کے ساتھ بغض اور کینہ ہو تو اولاد کے ساتھ بھی بغض ہوتا ہے اور چونکہ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور صحیح النسب گیلانی سید ہیں۔ اس لئے مصنف رسالہ کو ان کے ساتھ بھی بغض اور کینہ ہے بلکہ مصنف رسالہ کو غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری اولاد سے بغض ہے۔

وجہ دوم: حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ نے فتاویٰ مہریہ میں غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ رتبہ بیان فرمایا ہے جو کہ مصنف رسالہ کے مشائخ کو حاصل نہیں۔ اس لئے سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کے متعلق غلیظ زبان استعمال کی ہے۔ حالانکہ مصنف رسالہ کے مشائخ کے دل میں غوثِ اعظم کے متعلق احترام ہے نہ کہ عناد۔ نہ معلوم مصنف رسالہ کو یہ عناد کہاں سے وراثت میں ملا ہے؟ قبل ازیں علامہ صاحب روح المعانی کی عبارت میں گزر چکا ہے کہ یہ وراثت زنادقہ یا روافض کی ہے اور مصنف رسالہ ان کے وارث ہیں۔

اب بندہ فتاویٰ مہریہ کی عبارت نقل کر کے اس کا مطلب بیان کرے گا جس سے کسی منصف کو کوئی انکار نہیں ہوگا۔ باقی رہا معاند تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس کے بعد مصنف رسالہ شانِ محبوبیت کے رکیک اعتراض نقل کر کے اس کا دندان شکن جواب دے گا۔ فتاویٰ مہریہ کی

عبارت ملاحظہ ہو۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح ہذا سے نتائج ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ عالی جناب نہ صرف مقامِ غوثیت کے مالک تھے بلکہ اس سے بالاتر تھے۔

۲۔ آپ ہر شے پر سوائے خدا عزوجل کے غالب و متصرف تھے۔

۳۔ ایسا شخص لاف زن اور کم ظرف نہیں ہوتا بلکہ سچا اور صاحب تمکین ہوا کرتا ہے۔

۴۔ ہر زمانہ میں ایسا ولی ہونا چاہیے۔ اسی باب میں ہے وہ عبارت جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے مگر خوفِ طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی گئی۔ حضرت شیخ کے زمانہ میں اس تصرف کا مالک حسبِ تصریح شیخ رضی اللہ عنہ ایک ولی تھے۔ مگر اس باب میں لکھتے ہیں کہ گویہ ولی مقام ھو القاھر فوق عبادہ میں ہے۔ لیکن شیخنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں علاوہ مقام ہذا کے اور وجوہِ فضیلت بھی موجود تھے۔

فتاویٰ مہریہ کی یہ عبارت فتوحاتِ مکیہ کے باب ۳۷ کا خلاصہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ولی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مظہر ہوتا ہے:

و ھو القاھر فوق عبادہ

اور حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس فرمان کے مظہر تھے اور اس فرمان کا مظہر وہ ولی اللہ ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے پر غالب اور متصرف ہوتا ہے۔ لہٰذا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے پر غالب اور متصرف تھے۔ یہاں اس کا ذکر بھی ضروری ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں اسماء الحسنیٰ کی توضیح میں تصریح کی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مظہر تھے و ھو القاھر فوق عبادہ

یہاں ایک اعتراض ہوتا ہے جس کا شیخ اکبر صاحب فتوحاتِ مکیہ نے جواب دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا بھی اس فرمان و ھو القاھر فوق

عبادہ کا مظہر ہو سکتے ہیں تو پھر ان ولیوں میں اور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ میں کوئی فرق نہ رہا اور یہ خلافِ اجماع ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو پھر جو ولی غوثِ اعظم کے سوا فرمانِ الٰہی و ھو القاھر فوق عبادہ کے مظہر ہیں۔ ان کی گردن پر بھی غوثِ اعظم کا قدم ہوگا تو پھر برابری نہ رہی۔ اس سوال کا جواب شیخ اکبر ابن عربی نے یہ دیا کہ یہ اعتراض تب ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی میں صرف یہی فضیلت ہو کہ وہ فرمانِ الٰہی کے مظہر ہیں جیسے کہ دوسرے ولی مظہر ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں کیونکہ غوثِ اعظم میں اس فضیلت کے سوا اور فضائل بھی ہیں جو کہ اور ولیوں میں نہیں ہیں۔ خصوصاً یہ فضیلت کہ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو اب مساوات لازم نہ آئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ کے نزدیک بھی غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ تمام ولیوں سے افضل اور برتر ہیں اور کوئی ولی جملہ مراتب میں آپ کا شریک نہیں۔

اب بندہ یہاں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت مذکورہ بالا کا خلاصہ ذکر کرتا ہے اور قارئین سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس خلاصہ پر غور کریں۔ صاحب "رسالہ شانِ محبوبیت" کو یہیں سے دھوکا ہوا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جناب شیخ اکبر نے حضرت غوثِ اعظم اور دوسرے ولیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان ایک مابہ الاشتراک ذکر کیا ہے اور ایک مابہ الامتیاز ذکر کیا۔ مابہ الاشتراک تو یہ ہے کہ فرمانِ الٰہی و ھو القاھر فوق عبادہ کا مظہر غوثِ اعظم بھی ہیں اور دوسرے ولی بھی اور مابہ الامتیاز یہ ہے کہ غوثِ اعظم میں اور فضائل بھی ہیں جو کہ دوسرے ولیوں میں نہیں ہیں مثلاً یہ کہ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور یہ غوثِ اعظم کا خاصہ ہے جو کہ دوسرے کسی ولی کو حاصل نہیں ہے۔

غور کا مقام یہ ہے کہ شیخ اکبر نے فرقِ مراتب بیان کیا ہے اور اس فرقِ مراتب سے کسی ولی کی نہ گستاخی ہوتی ہے اور نہ سوءِ ادب لیکن صاحب رسالہ "شانِ محبوبیت" کا زعم باطل ہے کہ اس فرقِ مراتب سے دوسرے ولیوں کی ہتک ہو جاتی ہے تو اب صاحب رسالہ پر لازم ہے کہ وہ

حضرت شیخ اکبر کے ردّ پر بھی ایک رسالہ تصنیف کریں اور اس میں بھی وہی غلیظ زبان استعمال کریں جو کہ انہوں نے حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کے متعلق استعمال کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے۔

اگر وہ یہ جواب دیں کہ مجھے صرف غوثِ اعظم کی اولاد سے حسد اور بغض ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ بھی حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ فرق یہ ہے کہ سیدنا مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوری اولاد ہیں اور شیخ اکبر معنوی اولاد ہیں۔ مصنف رسالہ کو جاننا چاہیے کہ شیخ اکبر بھی غوثِ اعظم کو حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی سے افضل اور برتر مانتے ہیں جیسا کہ وضاحت سے گزر چکا ہے۔

مزید وضاحت ملاحظہ ہو۔۔۔۔

اس پر اجماع ہے کہ غوثِ اعظم نے فرمایا (قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ) اور مستند طریق سے ثابت ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ یہ کہو اور کسی ولی نے یہ نہیں کہا اور نہ اس کو حکم ہوا۔ یہ ایسی فضیلت ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کو حاصل نہیں اور نہ ہی چشتی سلسلہ کے کسی اور شیخ کو حاصل ہے بلکہ خواجہ غریب نواز کو بھی حاصل نہیں ہے۔ بلکہ خواجہ غریب نواز نے بھی اپنی گردن جھکائی ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے لہٰذا اس میں کسی ولی کی ذلت نہیں ہے بلکہ عزت ہے جیسا کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے سب مسلمان پانچ وقت میں کئی بار سجدہ کرتے ہیں حالانکہ خانہ کعبہ پتھروں کا بنا ہوا ہے اور اس میں ذلت اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح تو غوثِ اعظم کے آگے ولیوں کا گردن جھکانا چونکہ امر خداوندی کی تعمیل ہے لہٰذا اس میں کسی ولی کی ہتک نہیں اب صاحب رسالہ "شان محبوبیت" کے پاس غوثِ اعظم کی اس خصوصیت کا کیا جواب ہے؟

وہ اگر تمام جنوں اور انسانوں کو جمع کر لیں تو بھی کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ فتاویٰ مہریہ میں اسی خصوصیت کو ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ غوثِ اعظم کی محبوبیت عالمگیر ہے اور خواجہ نظام الدین

دہلوی کی محبوبیت عالمگیر نہیں۔۔نعوذ باللہ من سوء الفھم و اغواء الشیطان

نیز شیخ اکبر ابن عربی نے فتوحات میں تصریح کی ہے کہ غوثِ اعظم کو ھو القاھر فوق عبادہ کا مقام حاصل ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے سوا سب پر غالب اور متصرف ہیں۔ حتیٰ کہ خواجہ غریب رحمہ اللہ بھی اس میں داخل ہیں اور کسی مستند نقل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ خواجہ محبوب الٰہی دہلوی کو ھو القاھر فوق عبادہ کا مقام حاصل ہے اور اگر بالفرض یہ مقام حاصل ہو تو پھر بھی بحسب تصریح شیخ اکبر غوثِ اعظم میں وہ فضائل ہیں جو کہ خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی میں نہیں تو کیا مصنف رسالہ ''شانِ محبوبیت'' میں طاقت ہے کہ غوثِ اعظم کی اس خصوصیت کا مستند طریقہ سے جواب دے۔

مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے فتاویٰ مہریہ کی مذکورہ بالا عبارت کو نقل نہیں کیا۔۔۔

اس کی دو وجہ ہیں:

وجہ اوّل: مصنف رسالہ میں تصوف کی عبارت سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

وجہ دوم: مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے فتاویٰ مہریہ کی عبارت مذکورہ بالا کو سمجھا تو ہے لیکن اس عبارت کو نقل اس لیے نہیں کیا کہ اس عبارت میں شیخ اکبر نے تصریح فرمائی ہے کہ کوئی ولی خواہ اس کو ھو القاھر فوق عبادہ کا مقام بھی حاصل ہو وہ فضائل کے لحاظ سے حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر نہیں۔ اگر چہ وہ ولی حضرت نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی ہی کیوں نہ ہوں اور یہ بات مصنف رسالہ شانِ محبوبیت کے مقصد کے منافی ہے کیونکہ مصنف رسالہ شانِ محبوبیت حضرت محبوب الٰہی دہلوی کو محبوب سبحانی بغدادی کے برابر ثابت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے عبارت مذکورہ بالا کو مصنف رسالہ نے ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ عبارت برابری کی نفی کرتی ہے۔

فتاویٰ مہریہ کی وہ عبارت جس میں غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو تمام ولیوں سے افضل قرار

دیا گیا ہے۔ اس کے تین حصے ہیں۔ حصہ اوّل ختم ہوا اور اس کا مطلب غوثِ اعظم اور دوسرے ولیوں میں فرق بیان کرنا ہے خواہ کوئی فرق ہو۔ کوئی خصوصی فرق بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔

اب عبارت کا حصہ دوم ملاحظہ ہو۔

''سیدنا عبدالقادر سیدنا خواجہ نظام الدین ہر دو مقام پر محبوبیت میں شریک ہیں مگر حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادو حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی سیدنا عبدالقادر سے مستفید ہیں۔''

یہ عبارت حصہ دوم مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہے اور اس کو تعصب پر محمول کیا ہے۔ حالانکہ یہ عبارت بالکل حق اور مطابق واقع ہے۔ کوئی عقل کا اندھا ہی اس کو تعصب پر محمول کرسکتا ہے۔

اب بندہ یہاں بیان کرتا ہے کہ یہ عبارت کئی وجہ سے حق ہے۔

وجہ اوّل: فتاویٰ مہریہ کی یہ عبارت بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی اہل سنت یہ کہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے تمام انبیاء صلوات اللہ علیہم مقامِ نبوت میں شریک ہیں مگر حسب تصریح قرآن پاک اور حدیث مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے تمام انبیاء سلام اللہ علیہم سے افضل ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید ہیں۔ اب اہلسنّت کا یہ قول اور عقیدہ بالکل حق ہے اور اس میں تعصب کا شائبہ تک نہیں ہے اور اس میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کی کوئی گستاخی نہیں ہے۔ کوئی کور باطن ہی اس عقیدہ کو تعصب اور گستاخی پر محمول کرسکتا ہے کیونکہ اس میں فرق مراتب کو بیان کیا گیا ہے جو کہ قرآن کے مطابق ہے:

تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات۔

اس آیۃ مبارکہ میں انبیاء کے درمیان فرق مراتب بیان کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام

انبیاء علیہم السلام سے افضل قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح یہ قول حدیث مقدس کے بھی مطابق ہے:

انا سید ولد آدم و بیدی لواء الحمد۔

جیسا کہ اہل سنت کا یہ قول اور عقیدہ حق ہے۔ بعینہ اسی طرح فتاویٰ مہریہ کی عبارت کا حصہ دوم حق ہے کہ سیدنا عبدالقادر اور سیدنا نظام الدین ہر دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں لیکن سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو سیدنا خواجہ نظام الدین دہلوی پر فضیلت ہے کہ خواجہ نظام الدین نے سیدنا عبدالقادر سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ مرید اپنے شیخ سے استفادہ کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ مفیض کا درجہ مستفیض سے بالاتر ہوتا ہے لہٰذا اس لحاظ سے سیدنا عبدالقادر کا رتبہ سیدنا محبوب الٰہی سے برتر ہے اور فتاویٰ مہریہ میں اس فضیلت کو مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کی تصریح سے ثابت کیا گیا ہے جو کہ چشتیہ کے بڑے عظیم مشائخ سے ہیں۔ فتاویٰ مہریہ کی عبارت حصہ دوم سے صرف مطلق فرق مراتب بیان کرنا مقصود ہے اور یہ مقصود حضرت مولانا اورنگ آبادی کی تصریح سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ بڑا کم فہم ہے جو یہ کہتا ہے کہ اس تصریح سے یہ فرق مراتب ثابت نہیں ہوتا۔

اب بندہ مصنف رسالہ شانِ محبوبیت کی وہ عبارت نقل کرتا ہے جس میں مولانا اورنگ آبادی کی تصریح کا جواب دیا گیا اور پھر اس کا دندان شکن جواب دے گا۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”رہا نظام القلوب کا حوالہ تو وہ مدعی کے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ محبوبیت قادریہ محیط ہے اور محبوبیت نظامیہ محدود ہے۔ افادہ اور استفادہ کا ذکر ہے اور وہ بھی ایک ذکر کے متعلق، جس سے رتبہ کی کمی اور زیادتی معلوم نہیں ہوتی کما لا یخفی علی من له ادنی بصیرة۔“

اس عبارت کے ردّ سے پہلے بندہ حضرت مولانا سعدی شیرازی کی ایک حکمت یہاں ذکر کرتا ہے

(حکمت) دو کس دشمن ملك و دین اند پادشاہ بے حلم و زاهد بے علم۔

یعنی جس بادشاہ میں تحمل اور بردباری نہیں وہ اپنے ملک اور سلطنت کا دشمن ہے اور زاہد اور نیک

آدمی کہ جس میں علم دین نہیں ہے وہ دین کا دشمن ہے۔ مصنف رسالہ شانِ محبوبیت کی عبارت مذکورہ ذیل چند وجوہ مردود ہے۔

وجہ اوّل: فتاویٰ مہریہ میں قطعاً اس سے پہلے محبوبیت قادریہ اور نظامیہ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی نظام القلوب کے حوالہ سے اس کو ثابت کرنا ہے اور نہ ہی یہ دعویٰ ہے اور نہ ہی نظام القلوب کے حوالہ سے اس دعویٰ کا ثابت کرنا مطلوب ہے۔ بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ غوثِ اعظم کا رتبہ ہر ولی سے برتر ہے خواہ من وجہ ہو اور یہ دعویٰ فتاویٰ مہریہ کی عبارت حصہ اوّل میں کیا گیا ہے جو کہ شیخ اکبر کی عبارت کا خلاصہ ہے۔

حصہ دوم میں ایک مثال کے ذریعہ اس دعویٰ کو نظام القلوب کے حوالہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگرچہ غوثِ اعظم اور محبوبِ الٰہی محبوبیت میں شریک ہیں لیکن غوثِ اعظم سے حضرت محبوبِ الٰہی نے استفادہ کیا ہے لہٰذا غوثِ اعظم کو اس لحاظ سے برتری حاصل ہے اور افادہ اور استفادہ سے رتبہ کی کمی اور زیادتی واضح ہے۔ اس کا انکار کور باطن ہی کر سکتا ہے۔

خلاصۂ عبارت حصہ دوم یہ ہے کہ محبوب سبحانی اور محبوب الٰہی کے درمیان ایک مابہ الاشتراک اور دوسرا مابہ الامتیاز ہے۔ مابہ الاشتراک یہ ہے کہ ہر دو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور مابہ الامتیاز یہ ہے کہ محبوب سبحانی مفیض اور مفید اور محبوب الٰہی مستفیض اور مستفید ہیں اور مفیض کا درجہ مستفیض سے زیادہ ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں مطلق افاضہ اور استفاضہ مراد نہیں ہے بلکہ ایک ولی کا دوسرے ولی سے روحانی افاضہ اور استفاضہ مراد ہے۔

وجہ دوم: مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے فتاویٰ مہریہ پر یہ اتہام لگایا ہے کہ اس میں محبوبیتِ قادریہ کو محیط اور محبوبیتِ نظامیہ کو محدود کہا ہے حالانکہ یہ صریح بہتان ہے۔ اس عبارت سے قبل نہ محیط کا ذکر ہے اور نہ ہی محدود کا اور نہ ہی اس کا ثابت کرنا مقصود ہے۔ بلکہ اس عبارت سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ چونکہ محبوبِ الٰہی نے محبوبِ سبحانی سے استفادہ کیا ہے لہٰذا محبوب سبحانی

کا رتبہ اس لحاظ سے محبوب الٰہی سے برتر ہے اور یہ امر شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کی تصریح سے واضح ہے اور مصنف رسالہ کا یہ کہنا کہ افادہ اور استفاضہ کی وجہ سے رتبہ کی کمی ، زیادتی معلوم نہیں ہوتی۔۔۔ یہ بالکل باطل ہے ورنہ صاحب رسالہ اپنے مشائخ سے بلحاظ رتبہ برابر ہوگا۔

☆......☆......☆......☆

نوٹ:

حضرت رئیس المدرّسین کشورِ تدریس کے تاجدار اس کے بعد حضرت خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (بابو جی) رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی لکھنا چاہتے تھے لیکن جس طرح کہ آغازِ رسالہ میں بیان فرمایا' ان کی تدریسی اور دوسری عملی مصروفیات نے اس طرف توجہ دینے کا موقع نہ دیا۔ (نذر حسین چشتی گولڑوی)

حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرت آیات کے بعد قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تجدید بیعت حضور سلطان العارفین محبوب الٰہی جگر گوشہ حضور قبلہ عالم پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب چشتی گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر فرمائی اس تجدید کا باعث یہ تھا کہ کچھ پیر بھائی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو تو حضرت صاحب کہتے اور سجادہ نشین سید غلام محی الدین شاہ صاحب کو صاحبزادہ صاحب کہتے۔ یہ بات قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناگوار گزرتی تھی یہاں تک کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی دفعہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے گزارش کی کہ مجھے اپنے دست حق پرست پر بیعت فرمالیں تو حضرت سید غلام محی الدین شاہ صاحب انکار فرماتے اور کہتے کہ کیا بڑے حضرت صاحب کی بیعت ختم ہوگئی ہے حتیٰ کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کئی سال آپ سے یہی عرض کرتے رہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جواب آتا رہا۔ آخر کار قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ آرزو حضور پیران پیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کے دربار گوہر بار بغداد شریف میں پوری ہوئی۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جب میں اپنے حضرت یعنی سید غلام محی الدین شاہ صاحب کی ہمرکابی میں 1948ء میں بغداد شریف حاضر ہوا تو پھر بندہ نے عرض کی بالآخر حضرت کریم نے بندہ کو اپنے پاس آنے کا اشارہ فرمایا جب بندہ قریب آیا تو اس عاجز کو مزار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت فرمایا۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً والشکر للہ شکراً عظیما۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے شیخ یعنی سید غلام محی الدین شاہ صاحب سے بے حد عقیدت تھی یہ بات سفرنامہ بغداد کے مطالعہ سے عیاں ہوتی ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبھی اپنے حضرت کا نام بابوجی کہہ کر نہیں پکارا قبلہ استاذی المکرّم جب قبلہ سید مہر علی شاہ

نوٹ: قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے 1948ء میں اپنے حضرت یعنی پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں بحری جہاز پر سفر بغداد فرمایا جس میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سفر کی مکمل روائیداد تحریر فرمائی جو کہ سفرنامہ بغداد شریف کی صورت میں مطبوعہ ہو چکا ہے

رضی اللہ عنہ کا نام لیتے تو آپ فرماتے (حضورِ اعلیٰ) اور سیدنا غلام محی الدین شاہ صاحب کو میرے حضرت صاحب کہہ کر یاد فرماتے اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں لالہ جی صاحبان کو کبھی لالہ جی کہہ کر نہ بلاتے بلکہ آپ فرماتے میرے حضرت صاحب اور قبلہ استاذی المکرّم فرمایا کرتے تھے کہ بابوجی کو حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بچپن میں بابوجی کہہ کر پکارا کرتے تھے تو یہ حضورِ اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بابوجی ہیں جبکہ ہمارے حضرت صاحب ہیں اسی طرح لالہ جی صاحب کے متعلق فرماتے کہ گولڑہ شریف کے علاقہ میں بڑے بھائی کو لالہ جی کہہ کر پکارتے ہیں تو یہ پیر سید شاہ عبد الحق صاحب مدظلہ العالی کے لالہ جی ہیں جبکہ ہمارے حضرت صاحب میں اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جب بھی اپنے پیرومرشد یعنی سیدنا غلام محی الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکرِ خیر فرماتے تو آپ جھوم جاتے اور فرماتے کہ میرے حضرت صاحب یہ فرماتے تھے۔

نوٹ:۔ (اب اس کتاب میں جہاں بھی میرے حضرت صاحب کا ذکر آئے گا تو اس سے مراد سیدنا غلام محی الدین شاہ صاحب ہونگے) اور حقیقت یہ ہے کہ قبلہ استاذی المکرّم فنافی الشیخ کے مقام پر فائز تھے اور اس کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ جب راقم الحروف بھکھی شریف میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکتسابِ فیض کر رہا تھا تو ایک مرتبہ حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو صاحب قدس سرہٗ العزیز کی اولاد امجاد سے صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن صاحب قادری سروری قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ عالیہ میں تشریف لائے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی تو جب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب سے مخاطب ہوتے تو آپ فرماتے کہ میرے حضرت صاحب یہ فرماتے تھے چاہے اس گفتگو کا تعلق دین سے ہوتا یا دنیا سے ہوتا تو جب صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن صاحب قادری سروری ملاقات سے فارغ ہوئے تو راقم الحروف کو فرمانے لگے کہ تمہارے استاذ فنافی الشیخ کے مرتبہ پر فائز ہیں ہم نے جس موضوع پر بھی گفتگو کی ہے تو آدھی باتیں آپ نے اپنے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف

منسوب کی ہیں کہ میرے حضرت صاحب یہ فرماتے تھے۔

پیر سید غلام محی الدین شاہؒ کی قبلہ استاذی المکرمؒ پر عنایات

1948ء میں قبلہ استاذی المکرم علیہ الرحمۃ اپنے حضرت کی معیت میں بغداد شریف حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضری کیلئے تشریف لے گئے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں اس وقت آستانہ عالیہ سیال شریف میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا تھا کہ میرے حضرت صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ آپ بھی میرے ساتھ بغداد شریف چلیں میں نے عرض کی جیسے آپ حکم فرمائیں تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ ضرور چلیں جب میں نے اس کا ذکر حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ سے کیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ جا رہے ہیں طلباء کا کیا بنے گا؟ لہٰذا آپ بغداد شریف جانے کا پروگرام ترک کر دیں تو میں نے اس کا ذکر اپنے حضرت صاحب سے کیا تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا آپ وہاں ملازم ہیں تو ملازم کو جس وقت چھٹی کی ضرورت ہو تو اس کو چھٹی ملنا چاہیے اس کے بعد میں نے اپنا ارادہ مصمم کر لیا کہ میں نے اپنے حضرت صاحب کی معیت میں ضرور جانا ہے۔ اس کا ذکر میں نے حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کر دیا تو آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا تو میں نے کہا کہ میرے آنے تک میرے بھائی علامہ علی محمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) طلباء کو پڑھائیں گے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے حضرت صاحب کے حکم پر بغداد شریف کی تیاری شروع کر دی اس سفر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بغداد شریف کا سفر بغیر تصویر کے کیا ہے جس کا تذکرہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفرنامہ بغداد میں فرمایا ہے۔

بغیر تصویر کے سفر۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ستائیس مارچ کو کراچی میں تھے کہ ایک مشکل پیش آ گئی آج میرے حضرت صاحب مدظلہ العالی کا ارشاد ہوا کہ

بغیر فوٹو کے عراق شریف جانا مشکل ہے لہٰذا ابھی فوٹو والا آئیگا یہ بات سن کر طبیعت پر بڑا اثر پڑا کیونکہ ہم اس ذاتِ گرامی کے دربارِ دُربار پر حاضر ہو رہے ہیں جن کو محی الدین کا لقب اس لیے عطا ہوا کہ آپ نے شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے ہر ایک بدعت کو دور کر کے از سرِ نو دین کو زندہ فرمایا اب اگر ہم ارتکاب بدعت کر کے ان کے دربار پر حاضر ہوں تو بظاہر سوءِ ادب ہے۔ چونکہ آپ نے ایک شرعی مسئلہ کے پیش نظر فوٹو نہیں کھنچوائی تھی اس لیئے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت غریب نواز (رحمہ اللہ تعالیٰ) اس حقیر سراپا تقصیر پر ناراض معلوم ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے دل پر بڑی تنگی آئی ہے تم نے کبھی باہر کا سفر نہیں کیا جب تم سفر کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائیگا اور مقدمات وغیرہ میں تم لوگ کئی غیر شرعی حرکات کرتے ہو یہ سب مجبوریاں ہیں کیا کیا جائے چنانچہ حضرت غریب نواز کے ساتھ اس حقیر کا بڑا نازک تعلق ہے لہٰذا اس سرزنش نے کمر توڑ دی اور بہت رنج ہوا کہ میری وجہ سے حضرت مدظلہ العالی کو خواہ مخواہ تکلیف ہوئی آپ نے فرمایا کہ فوٹو نہ بنواؤ آئندہ دیکھا جائیگا اب بڑی فکر ہے کہ اگر آگے چل کر کوئی سرکاری گڑبڑ ہوئی تو پھر قبلہ حضرت صاحب کو بڑی کوفت ہوگی اور میں ناکارہ آپ کیلئے بارِ خاطر ثابت ہوں گا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ رب العزت اپنے محبوب بندوں کے وسیلہ سے اس فوٹو والی مصیبت کو سر سے ٹال دے آج کل اس وجہ سے طبیعت بڑی مضطرب ہے دل میں ہزاروں خیال آتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

یا مسبب الاسباب یا رحمٰن اغثنی

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ امدنی فی سبیل اللہ۔

کیا کیا جائے؟ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ یہ مذاق عطا فرماتا۔

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیرے مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ ورسم منزلہا

اللھم انی اعوذبك من غضبك و غضب حبيبك و غضب اوليائك وغضب عبادك

الصالحین۔

چنانچہ بغیر تصویر کے دس اپریل کو بغداد شریف پہنچ گئے حضرت غوث الوریٰ کے دربار کے خادم نے کہا کہ آپ کے پاسپورٹ پر تصویر نہیں ہے لہٰذا تصویر بنوائیں اتنے میں میرے حضرت تشریف لائے آپ نے خادم صاحب سے فرمایا کہ ہم نے کراچی سے پوچھا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ اگر ایک ماہ تک رہنا ہو تو فوٹو کی ضرورت نہیں خادم صاحب نے عرض کی کہ کل ہائی کمشنر صاحب کے پاس جا کر تفتیش کریں گے تو ہمارے حضرت قبلہ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کو ضرور مستثنیٰ کروائیں گے الحمد للہ کیسے کریم خاندان کی غلامی حاصل ہوئی ہے ۔زہے عزوشرف

واما بنعمة ربك فحدث (القرآن)

اے اللہ تو ہی عصیاں سے بچانے والا ہے اپنے محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے اس بلا کو اپنے اس عاجز بندے کے سر سے ٹال۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں
غوث اعظمؓ بے من بے سرو سامان مدوے
قبلہ دیں مدوے کعبہ ایماں مدوے
اس پر خطا کی شرم تمہارے ہی ہاتھ ہے
اور اس تنگ دوجہاں کا وسیلہ تمہی تو ہو
جو دستگیر ہے وہ تمہارا ہی ہاتھ ہے
جو ڈوبنے نہ دے وہ سہارا تمہی تو ہو

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وسیلہ جلیلہ اور مرشد گرامی کی نظر عنایت سے مشکل آسان ہوگئی اور فوٹو سے مستثنیٰ قرار دے دیئے گئے چنانچہ قبلہ

استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے سفرنامہ بغداد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نمازِ عصر سے قبل بندہ کچھ لکھ رہا تھا کہ ہمارے حضرت صاحب اس کمرہ میں تشریف فرما ہوئے جس میں اس فقیر سراپائے تقصیر کا قیام ہے بندہ کی پشت چونکہ دروازہ کی طرف تھی لہٰذا مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کے ساتھ نقیب صاحب کے ایک خادم تھے انہوں نے بندہ کو السلام علیکم فرمایا بندہ نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آفتاب سعادت و ناز طلوع پذیر ہے خادم صاحب نے بندہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کاغذ ہے اس پر تمہارا فوٹو لگا دیا جائیگا تو میں نے جواب دیا کہ اچھا اگر ضروری ہے تو لے لیں اس پر میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم کو مبارک ہو کہ تمہیں تصویر کی معافی دے دی گئی ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین اللھم اجعلنا فی امان الغوث الاعظم (رضی اللہ عنہ) یا اللہ ہمیں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی امان میں رکھنا۔

چنانچہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محرر سطور ٹیکہ لگوانے کیوجہ سے راستے میں محموم مبتلائے بخار ہوگیا طبیعت پر بڑی گرانی اور پریشانی کی فراوانی تھی لیکن صاحبزادہ بلند اختر حضرت پیر سید شاہ عبدالحق صاحب اطال اللہ عمرہٗ کے ساتھ سلم العلوم اور میبذی کی تکرار رہتی اس لیئے غم غلط ہوتا رہا۔ اللہ رب العزت میرے حضرت کی اولاد کو تا قیامِ قیامت سلامت با کرامت رکھے کیونکہ یہ گوہر نایاب اپنے پناہ گزینوں پر اکرام بلیغ فرماتے ہیں چنانچہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ہر ایک سبق کی تقریر پانچ چھ دفعہ صاحبزادہ عالیجاہ کی خدمت میں عرض کرتا پھر آپ اتنی دفعہ اس کا اعادہ فرماتے پھر بندہ سبق کی تقریر کرتا جاتا تھا اور آپ اس کو ایک کاپی پر قلمبند کرتے جاتے تھے اللہ تعالیٰ آپ کو علم باعمل مکمل جامع اور نافع عطا فرمائے تاکہ یہ علم کا گھر ہمیشہ ظاہری اور باطنی علوم کا مخزن رہے اور اگر یہ خدمت بندہ کے ذریعے انجام پذیر ہو تو زہے عزوشرف بس یہی نجات کیلئے کافی ہے۔

قبلہ استاذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سولہ 16 اپریل بروز جمعہ خطیب صاحب نے حدیث جبرائیل پر تقریر فرمائی (ما المسئول عنھا با علم من السائل) میں حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے علم بالقیامت کی نفی کی جب فارغ ہوئے تو بندہ محرر ایں سطور نے عرض کیا۔

یا سیدی انت قلت لاعلم لرسول الله ﷺ بالساعة کیف یفهم هذا لمطلب من هذالحدیث فَاَجاب بان النفی الظاهر قلت النفی اذ ورد علی اسم التفضیل فالنفی راجع الی الزیادة لا الی نفس الفعل فاجاب بان هذاالمعنی ایضاً قال به الشارحون لکن ههنا عواماً لایفهمون الدقائق العلمیة وما قلت صحیح لا تنکر فاعطانی رسالة فیها الموعظة والنصیحة للمسلمین باتباع الشرعیة وبعد ذالك حضرت مجلس حضرتنا فقبلت یده الشریفة بعد المصافحة ادام الله یده علیٰ رؤوسنا مادامت الارض ساکنة والفلك دائرا فقال لم فقلت هکذا تعوذنا یوم الجمعة معتاداًوبعد ذالك حضرت مجلس القمرین النیرین ادام الله بقائهما وفعلت مثل السابق۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سفر میں میری ملاقات حضرت علامہ سید محمود الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ (صاحب روح المعانی) کے پوتے سے بھی ہوئی جو بغداد شریف کے ممتاز علماء میں سے ہیں چونکہ میں نے روح المعانی سے بڑا استفادہ کیا ہے لہٰذا ان کے پوتے کو دیکھ کر بڑی خوش ہوئی علامہ سید آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے نے بندہ کے ساتھ کئی علمی مذاکرات بھی کئے کہ تفسیر بیضاوی ہند میں کتنی پڑھائی جاتی ہے؟ اور بیضاوی کے کون سے حواشی ہند میں پائے جاتے ہیں؟ تو میں نے جواب دیا کہ بیضاوی صرف سورۃ بقرۃ تک پڑھائی جاتی ہے۔ اور اس کے چار حواشی میں نے دیکھے ہیں۔(۱) عبد الحکیم سیالکوٹی ،(۲) شیخ زادہ (۳) خفاجی (۴) کازرونی۔ نیز علماء کی تعداد پوچھی تو میں نے عرض کیا کہ صحیح تعداد تو معلوم نہیں ہے لیکن تقریباً بیس 20 ہزار علماء ضرور ہونگے اس طرح مساجد کی تعداد پوچھی تو میں نے کہا کہ بے شمار ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سفر میں جامعہ اعظمیہ

بغداد شریف کے خطیب حضرت مولانا عبد القادر آفندی سے سند احادیث اور فقہ حاصل کی استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ آفندی کے سامنے سیاح ستہ کی تمام کتب سے اول اور آخر کی احادیث مبارکہ تلاوت کی اور علامہ آفندی سے صحاح ستہ کی اجازت حاصل کی علامہ آفندی رحمہ اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا کہ کتب فقہ کی سند بھی تحریر کر دوں گا چنانچہ حسب وعدہ انہوں نے سند فقہ بھی عنایت فرمائی۔

الحمد لله والشكر لله

نوٹ: قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالی علیہ کی سند امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے لے کر سرکارِ دو عالم ﷺ سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے واسطہ سے اللہ تعالی تبارک وتعالی تک متصل ہے اور ایسی اتصال والی سند بہت قلیل علماء کے پاس ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي رفع قدر الفقهاء ، وجعلهم ورثة الانبياء ، والصلاة والسلام على صاحب الشريعة الغراء ، وعلى آله واصحابه البررة النجباء ، والتابعين لهم من ذوي الاصطفاء ، سيما فقهاء الملة ابي حنيفة رئيس العلماء ، اما بعد فاني اروي السلسلة الفقهية المتصلة بأئمتنا الحنفية ، اغدق الله على اجداثهم سحائب رحمته الوهبية الى امامنا الاعظم ، والمجتهد الأقدم الامام ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي ، حوزي مفاخر الحجازات والكوفي ، عن السيد الفاضل عبد الحميد بن السيد احمد امام وخطيب جامع سيدنا الامام رضي الله عنه عن شيخ الطريقة ، العلامة الشيخ قاسم بن محمد عن علامة زمانه ابي الهدى عيسى صفاء الدين بن موسى جلال الدين عن العلامة الدراكة الشيخ حسين كمال الدين الكركولي الحنفي عن خير الدين والده الفقيه المعمر خير الدين الرملي صاحب الفتاوى الخيرية عن الشيخ محمد بن محمد الحانوتي عن والده عن محب الدين بن شرباش عن ابي الخير محمد بن محمد الرومي عن الجد ابي الفتح محمد بن محمد بن علي الحريري عن ابيه عن القوام امير كاتب بن عمر الاتقاني عن الحسام الحسين بن علي السغناقي عن حافظ الدين ابي البركات عبد الله بن احمد النسفي صاحب المنار والكنز والمدارك عن شمس الاعلام محمد بن عبد الستار الكردري وروى الكردري عن البرهان المرغيناني من غير واسطة ايضا عن الامام قاضي خان عن برهان الدين ابي الحسن علي بن ابي بكر المرغيناني صاحب الهداية عن برهان الدين الكبير عبد العزيز بن عمر بن مازة ومحمود بن عبد العزيز الاوزجندي وهما عن شمس الأئمة السرخسي عن شمس الأئمة الحلواني عن ابي علي الحسين بن خضر النسفي عن ابي بكر محمد بن الفضل عن الاستاذ ابي محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب السبذموني الحارثي عن القدوة ابي حفص الصغير عبد الله عن والده الامام الشهير بابي حفص الكبير احمد بن حفص البخاري عن الامام ابي عبد الله محمد بن حسن الشيباني عن الامام الاعظم المجتهد الاقدم ابي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي رضي الله تعالى عنه عن حماد بن سلمة عن ابراهيم النخعي عن علقمة عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه عن سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد صلى الله عليه وسلم عن أمين الوحي جبريل عليه الصلاة والسلام عن الله تبارك وتعالى شأنه وتقدست اسماؤه وصفاته هذا وقد اجزت بهذه السلسلة الفقهية المتصلة بأئمتنا الحنفية الشيخ العالم المولوي عطاء محمد بن الله بخش اعوان الفنجابي الباكستاني واجزته بان يجيز كل من يتردد اليه ويقرأ عليه ورآه اهلا لذلك وعليه ان لا ينساني ومشائخي المذكورين من دعواته الصالحة ووصيتي لنفسي واياه تقوى الله في السر والعلانية ونسأله تعالى حسن الختام وان يرحمنا واياه في ، لك من ذكرى الأئمة الكرام وان يدخلنا جوار سيد الانام عليه افضل الصلاة واكمل السلام .

تحريرا في بغداد
في ٥/ شعبان / ١٣٦٧ هجرية
الموافق ١٢ / حزيران/ ٩٤٨ ميلادية

الحقير
تراب اقدام العلماء
عبد القادر عبد الرزاق المدرس بمدرسة منورة خاتون
والخطيب بجامع الامام الاعظم رضي الله تعالى عنه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي انزل السنة الغراء اضوء من الصبح الابلج · كما انزل احسن الحديث كتابا متشابها غير ذي عوج · والصلاة والسلام على سيدنا محمد خير مرسل، وافضل من الى السماء عرج · واعظم من اوتي الحكمة وجاء بالمعجزات والحجج · وعلى آله طيبي الأرج · وعوالي الرتب والدرج · واصحابه الذين بذلوا في احياء سنته المهج · ومن في نظام سلكهم اندرج ·

اما بعد فيقول الراجي ألطاف ربه الخلاق · الحاج عبدالقادر بن المرحوم الشيخ عبد الرزاق رحمه الله تعالى رحمة واسعة · انه قد قرأ عليّ الشيخ مولانا عطاء محمد بن الله بخش، اعوان من اهل فنجاب في دولة الباكستان اوائل كتب الصحاح الست مع اواخرها فاجزته اجازة بمجموعها عامة تامة وبكل ما يجوز لي روايته من كتب الحديث والجوامع · والسنن والمسانيد · والاجزاء والمستخرجات والمستدركات والمسلسلات · وغير ذلك · من كتب التفسير وعلومه · كعلوم الحديث واصولهما كما اجازني شيوخي الكرام عليهم رحمة الله المنعام · مثل مولانا العلامة الشهير في كل نادي · شيخ مدينة الحدباء الحاج احمد بن العلامة الشيخ عبدالوهاب الجوادي حفظه الله تعالى بحفظه السرمدي · كما اجازه مشائخه الكرام مثل مولانا مهاجر الحرمين الشريفين العلامة المحدث فخر المجالس والنوادي الشيخ عبدالحق بن مولانا المولوي الشيخ الشاه محمد الاله آبادي · تغمده تعالى برحمته · واسكنه بحبوحة جنته كما اجازه مشائخه الكرام · مثل مولانا العلامة المحدث محمد قطب الدين الدهلوي المكي · ومولانا العلامة المحدث الشاه عبدالغني الدهلوي المدني وغيرهما واسانيدهم مذكورة في حصر الشارد والاثبات · واليانع الجني · والرسالة المسماة بالعجالة النافعة · وغيرها · وقد اجزت له ايضا ان يجيز كل من يراه اهلا لذلك · وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين · والحمد لله رب العالمين · آمين ·

المجيز
تراب اقدام العلماء
عبدالقادر عبد الرزاق
المدرس بمدرسة منورة خاتون
وخطيب الحضرة النعمانية ببغداد

عبدالقادر
الخطيب في جامع الامام الاعظم

وتحريرا في بغداد
في ٢٣ جمادى الأخرى سنة ١٣٦٧ هـ
الموافق ٢ مايس، سنة ١٩٤٨ م

اسی سفر نامہ بغداد میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ 1948ء، 26 اپریل بروز پیر بعد نمازِ عشاء پیر سید ابراہیم شاہ صاحب (جو کہ حضرت غوث ثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں) کی زیارت کیلیے ان کی رہائش گاہ حاضر ہوئے آپ نے بوسہ کے مسئلہ پر بڑی اچھی تقریر فرمائی اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک ملفوظ شریف بیان فرمایا جو کہ عربی میں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بعض ہاتھ ایسے ہوتے ہیں جن کو چوما جاتا ہے حالانکہ وہ ہاتھ کاٹنے کے مستحق ہوتے ہیں تو آدمی کو ایسے ہاتھ چومنے سے بچنا چاہیے یہ گفتگو آپ نے اس وقت فرمائی جب بندہ نے بعد از مصافحہ آپ کے پاؤں مبارک کو ہاتھ لگایا اسی ملاقات میں حضرت پیر سید ابراہیم صاحب نے فرمایا تھا کہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مجھے دو خاص احادیث کی اجازت ہے بندہ نے درخواست کی کہ ان احادیث کی بندہ کو بھی اجازت فرمائیں آپ نے وعدہ فرمایا کہ جمعہ کا دن متبرک ہے لہٰذا جمعہ کو بتلادوں گا۔

28 اپریل بروز بدھ بعد از نمازِ عشاء بندہ پیر سید ابراہیم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی محفل میں حاضر ہوا اور یہی پیر سید ابراہیم شاہ صاحب بہت مدت ہندوستان میں رہے ہیں اور بڑے خلیق اور عالم ہیں آپ نے بہت اچھی اچھی باتیں فرمائیں ابن سعود کے بارے میں فرمایا کہ یہ بڑا خبیث ہے اگر مجھے طاقت ہو تو اس سے جہاد کروں ابن تیمیہ کے متعلق فرمایا کہ میں نے اپنے (نانا) مرحوم نقیب عبدالرحمٰن شاہ صاحب سے اس کی بڑی تعریف سنی ہوئی تھی کہ ابن تیمیہ حدیث کا بڑا عالم ہے۔ جب میں ہندوستان گیا تو مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی سے ملاقات ہوئی دورانِ گفتگو ابن تیمیہ کا تذکرہ آیا تو میں نے اس کی تعریف کی تو مولانا عبدالماجد نے فرمایا کہ ابن تیمیہ تو سرکار دوعالم ﷺ کا گستاخ ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کے فتویٰ کی تیسری جلد لاؤ میرے پاس اسکا فتویٰ موجود تھا تیسری جلد منگوائی مولانا نے جو اس جلد کو کھولا تو وہی جگہ نکلی نہ ایک ورق ادھر نہ ادھر وہاں لکھا تھا کہ ولا یجوز شد الرحال للزیات مرقد النبی ﷺ ولو اشدھا فلا یقصر الصلوٰۃ لان ھذا سفر

لمعصية۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت کیلئے کجاوے باندھنا یعنی (سفر کی تیاری کرنا) جائز نہیں ہے اور اگر کجاوے باندھے تو نماز قصر نہ کرے (یعنی چار رکعت والی فرض نماز کے دو فرض نہ پڑھے)۔ کیونکہ یہ سفر گناہ کا سفر ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم جب میں نے یہ دیکھا تو مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں نے کتاب اٹھا کر پھینک دی اور کہا نکالو اس کتاب کو یہاں سے بعد میں مجھے پشیمانی ہوئی کہ کتاب میں تو آیات اور احادیث بھی تھیں چنانچہ میں نے توبہ کی۔

چنانچہ 30 اپریل بروز جمعہ جب ہم آپکے درِ دولت پر حاضر ہوئے تو آپ معہ چند مہمانوں کے کھانا تناول فرما رہے تھے ہم کو بھی اندر بلا لیا اور کھانے کا حکم فرمایا چنانچہ راقم السطور نے آپ کے ساتھ کھانا تناول کیا یہاں عام طور پر روسا، چھری اور کانٹے کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں لیکن اپنے بندہ کو فرمایا تم ہاتھ سے روٹی کھاؤ بعد از فراغت دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر مصافحہ اور تشبیک کے ساتھ ہر دو مقدس حدیثوں کی اجازت فرما کر اجازت نامہ تحریر فرما دیا اور یونہی تیسری حدیث کی اجازت بھی فرمائی۔ فالحمد للہ والشکر لہ

چنانچہ بندہ کو پیر سید ابراہیم شاہ صاحب سے تین احادیث طیبہ کی اجازت ہے۔

(۱) حدیثِ مصافحہ جو کہ بوقتِ اجازت مصافحہ کیا جاتا ہے۔

(۲) حدیث تشبیک کہ بوقت اجازت تشبیک کی جاتی ہے۔

(۳) حدیث رحمت۔

نوٹ:۔ عرب ممالک میں علماء اور محدثین بڑے شوق سے اپنے مشائخ یا اساتذہ محدثین سے حدیث کی اجازت لیتے ہیں لیکن پاکستان میں علماء کرام اس مبارک طریقہ محدثین سے نا آشنا ہیں الا ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ بھلا کرے حضرت علامہ مولانا علی احمد سندھیلوی (دامت فیوضہم) کا کہ انہوں نے پاکستان میں اس مبارک طریقہ کو رائج کیا ہے چنانچہ راقم الحروف کو بھی علامہ سندھیلوی صاحب سے چند احادیث طیبہ کی خصوصیت کے ساتھ اجازت عامہ حاصل ہے ۔ الحمد للہ والشکر للہ۔

چنانچہ 10 مئی بروز پیر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد شفیع صاحب (پنڈی والے) نے بندہ کو آ کر فرمایا کہ قبلہ حضرت تم کو یاد فرما رہے ہیں جب بندہ سیکنڈ کلاس کے برآمدہ میں اپنے حضرت کے دربارِ گوہر بار میں حاضر ہوا تو ہمارے حضرت دام بقاۂ اور حضرت مدنی صاحب اور ایک اجنبی عرب کرسیوں پر تشریف فرما تھے یہ عرب صاحب کچھ نجدی خیال کے ابن سعود کے مداح معلوم ہوتے تھے اور ہمارے حضرت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر گفتگو کر رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے (انک میت وانھم میتون) ہمارے حضرت دام بقاۂ نے بندہ کو حکم فرمایا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ اور حیاتِ انبیاء کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہے؟

بندہ نے عرض کیا کہ اولاً اس آیت کریمہ میں اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت میں مخاطب جناب نبی کریم ﷺ ہیں حالانکہ نزول آیت کے وقت آپ ﷺ کا وصال مبارک نہیں ہوا تھا تو آپ ﷺ کو میّت کیوں کہا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں ایک ہے مَیْتٌ، جو کہ بالفعل مردہ ہو اور دوسرا مَیِّتٌ، جو کہ آئندہ زمانے میں مرنے والا ہو تو یہاں آپ ﷺ کو مَیِّتٌ فرمایا گیا یعنی اَنَّکَ تُمُوتُ اور یہ درست ہے کہ ہر نبی علیہ السلام پر کل نفس ذائقۃ الموت کا وعدہ پورا کرنے کیلئے ایک ان میں موت طاری ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام قبر میں جا کر پھر اسی حیاتِ ظاہرہ کے ساتھ زندہ ہو جاتے ہیں ابن قیم نے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ امہات المومنین رضوان اللہ علیہن اجمعین بعد از وصال نبی کریم ﷺ اس لئے نکاح نہیں کر سکتی کہ ان کے زوج زندہ ہیں اور زندہ کی بیوی نکاح نہیں کر سکتی اس پر عرب صاحب نے اعتراض کیا کہ مردہ کو سوال و جواب کے وقت ہی زندہ کرتے ہیں تو پھر فرق کیا ہوا تو بندہ نے جواب دیا کہ سوال و جواب منکر نکیر کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں اول یہ ہے کہ جو عام کتب عقائد میں مذکور ہے کہ روح قبر میں واپس بدن میں داخل نہیں ہوتی البتہ روح کے تعلق کی وجہ سے مردہ جواب پر قادر ہوتا ہے اور ثواب و عقاب کو بھی محسوس کرتا ہے اب فرق ظاہر ہے۔ دوسرا یہ کہ سوال و جواب کے وقت روح

واپس لوٹتی ہے لیکن ہمیشہ روح بدن میں نہیں رہتی اب بھی فرق ظاہر ہوا اس کے بعد ہمارے حضرت نے ابن سعود پر اعتراض فرمایا کہ وہ خود تو اپنے لئے معمولی لفظ بھی برداشت نہیں کرسکتا لیکن اس کے علماء جناب نبی کریم ﷺ کے حق میں نہایت گستاخانہ کلام کرتے ہیں چنانچہ آپ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک نجدی مولوی نے کہا کہ نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ میری چھڑی کا کام بھی نہیں دے سکتے کیونکہ چھڑی سے اونٹنی کھڑی ہو جاتی ہے اور حضور ﷺ کا نام نامی ہزار بار بھی لیا جائے تو بھی اونٹنی کھڑی نہیں ہوتی چنانچہ اس نجدی نے ایک اونٹنی پر کئی بار آپ ﷺ کا نام نامی پکارا تو وہ کھڑی نہ ہوئی اور پھر چھڑی ماری تو وہ کھڑی ہو گئی اس پر راقم نے عرض کیا یہی دلیل بعینہٖ اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی ہو سکتی ہے تو گویا نجدیوں کے نزدیک نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ بھی بے کار ہے استغفر اللہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے حضرت کی معیت میں کربلا معلّٰی اور نجف اشرف کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک گاؤں محمودیہ ہے وہاں کچھ دیر ٹھہر گئے یہ سطور یہیں محمودیہ میں بس میں بیٹھ کر لکھی جا رہی ہیں آپ ویگن سے ذرا باہر تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے تو بندہ کو فرمایا کہ یہ لکھنے کی کیا زحمت گوارہ کر رکھی ہے اور بندہ کو ایک بسکٹ عطا فرما کر فرمایا یہ بھی لکھ لو یہ مذاق کے طور پر فرمایا راقم السطور نے عرض کی کہ یہی تو ایک بات لکھنے کے قابل ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب کے ساتھ انتہائی گہرا تعلق تھا اور حضرت صاحب آپ کے علمی مقام کے صحیح قدردان تھے اور ان کی رائے کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سفر بغداد شریف میں حضرت کی موجودگی میں فوٹو کا مسئلہ زیر بحث آ گیا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تصویر حرام ہے اگرچہ کسی امر مسنون کو ادا کرنے کیلئے ہی بنوائی جائے کیونکہ فقہاء کا قاعدہ ہے کہ اگر سنت اور بدعت اس طرح جمع ہو جائیں کہ بدعت سے بچے بغیر سنت ادا نہ کی جا سکے تو سنت ترک کر دی جائے اس مجلس میں حاضر پیر بھائی بہت برہم ہوئے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت دام

ظلہ نے ان کو فرمایا یہ شرعی مسئلہ ہے اس میں رائے کو دخل نہیں۔

اس طرح ایک محفل میں مسئلہ تصویر پر گفتگو ہوئی تو پیر صاحب نے تین تصاویر لا کر دیں جن میں ایک تصویر حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز کی تھی اور دوسری دو تصویریں دو محترم شخصیات کی تھیں اس کے ساتھ فرمایا کہ میرے پاس صرف یہی تصویریں ہیں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وہ تصویریں لے آئے ان کیساتھ کمرے میں مولانا محمد حسین شوق صاحب (پپلاں) ٹھہرے ہوئے تھے مل کر غور کیا کہ ان تصویروں کا کیا جائے؟ طے پایا کہ انہیں پانی میں بھگو دیا جائے جب حل ہو جائیں تو پانی کسی محفوظ جگہ انڈیل دیا جائے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ تو دوپہر کے وقت آرام فرمانے کیلئے لیٹ گئے بیدار ہوئے تو پانی کا جگ خالی تھا دریافت کرنے پر مولانا محمد حسین شوق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مجھے پیاس لگی تو میں نے وہ پانی پی لیا ہے یہ تھی احکام شریعت کی پاسداری وعزت اور علماء دین کا احترام سبحان اللہ۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب یعنی حضرت قبلہ پیر سید غلام محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں فوٹو بیچنے والے گولڑہ مقدسہ میں مشائخ کے فوٹو بیچنے کیلئے آئے تو میرے حضرت صاحب نے خدام کو حکم دیا کہ ان کو ڈنڈے مار کر آستانہ عالیہ سے باہر نکال دیں اللہ اکبر یہ تھی میرے حضرت کی نظر میں شریعت مطہرہ کی پاسداری۔

نوٹ:۔ آج کل ہر آستانہ پر فوٹو بازی کی بھرمار ہے الا ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کے نقوش کا امین بنائے۔ آمین

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تحقیق اور احتیاط کی بناء پر افطار کے مروج وقت سے چار پانچ منٹ کے بعد روزہ افطار فرماتے یہ اس زمانے کی بات ہے جب آپ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے ایک دن کسی مرید نے قبلہ پیر صاحب سے بطور شکایت کہا کہ حضور آپ نے تو روزہ افطار کر لیا ہے مگر مولوی صاحب نے افطار نہیں کیا بلکہ چار پانچ منٹ کے بعد افطار کیا تو قبلہ پیر صاحب خلافِ معمول جلال میں آ گئے اور اس شخص کو

دو طمانچے رسید کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ وہ عالم دین ہیں تمہیں ان پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ دراصل واقعہ اس طرح ہے کہ جس آدمی نے قبلہ پیر صاحب کی خدمت میں شکایت کی اس آدمی نے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ قدس سرۂ العزیز کے دور سے ہم اسی طرح افطار کرتے آرہے ہیں کیا آپ حضرت اعلیٰ سے بڑے عالم ہیں تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حضرت اعلیٰ کا مرید تو ہوں مقلد تو نہیں ہوں۔ مقلد تو امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہوں۔

اس کے جواب میں اس آدمی نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدتمیزی کی جب اس واقعہ کا علم حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب کو ہوا تو آپ نے اس آدمی کو بلا کر دو طمانچے رسید کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ مولوی صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ یہ مرید تو حضرت اعلیٰ کے ہیں اور مقلد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اللہ اللہ کیا تو قیر تھی علم کی اور کیا احترام تھا علماء کا؟

پیر صاحب نے اگر پہلے روزہ افطار کیا تھا تو یقیناً یہی سوچ کر افطار کیا تھا کہ وقت ہو چکا ہے اس کے باوجود انہوں نے گوارا نہ کیا کہ ایک تبحر عالم دین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے حقیقت بھی یہی ہے کہ دین اور تصوف نے علماء دین سے بیزاری نفرت اور ان کی توہین کا درس نہیں دیا بلکہ ان کی تعظیم اور تکریم کا سبق دیا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم بغداد شریف سے واپس بحری جہاز پر سوار ہو کر آئے تو راستے میں میرے حضرت صاحب نے ایک آدمی میری طرف بھیجا کہ آپ یاد فرما رہے ہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کافی دیر حاضر خدمت رہا لیکن آپ نے کوئی بات ارشاد نہ فرمائی میں واپس اپنی جگہ چلا گیا دوسرے دن پھر عصر کے بعد آپ نے یاد فرمایا پھر بندہ حاضر ہوا کافی دیر بیٹھا رہا لیکن آپ نے کوئی بات ارشاد نہ فرمائی تیسرے دن پھر بلاوا آیا کہ آپ یاد فرما رہے ہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بیٹھ گیا تو آپ نے

ارشاد فرمایا کہ آپ مولوی لوگ ہیں میں آپ کو کیا بتاؤں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ حضور اعلیٰ فرمایا کرتے تھے کہ (قل ھو اللہ احد) اس طرح پڑھی جائے تو یہ فائدہ ہے اور اگر اس طرح پڑھی جائے تو یہ فائدہ ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سفرنامہ بغداد شریف میں ایک خاص واقعہ ہے کہ جو فقیر کو میرے حضرت نے بتایا تھا اور میں نے اس کو تحریر کیا تھا اور اس واقعہ پر دائرہ لگا دیا تھا کہ جب سفرنامہ شائع کیا جائیگا تو اس واقعہ والے صفحہ کو پھاڑ لوں گا یعنی صرف اپنی یادداشت کیلئے لکھا تھا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم پاکستان واپس پہنچے تو میں نے سفرنامہ پر نظرِ ثانی کی تو مجھے اس سفرنامہ میں تلاشِ بسیار کے باوجود وہ صفحہ جس پر وہ واقعہ تحریر تھا نہ ملا بلکہ غائب ہو گیا۔

راقم الحروف ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ عرس کے موقع پر حاضر ہوا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورانِ گفتگو قبلہ لالہ جی یعنی پیر سید غلام معین الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے سفرنامہ بغداد کے متعلق گفتگو ہوئی تو اسی واقعہ کا ذکر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لالہ جی سے کیا تو لالہ جی صاحب نے فرمایا کہ وہ واقعہ کیا ہے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حضرت صاحب کی زندگی میں یہ واقعہ کسی کو نہیں بتایا یعنی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ وہ واقعہ بیان نہیں فرمانا چاہتے تھے تو لالہ جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہو گیا ہے۔ اب آپ بیان کر دیں تو راقم الحروف کی موجودگی میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لالہ جی کو وہ واقعہ سنایا تو چونکہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ واقعہ سفرنامہ بغداد میں تحریر نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کو سوائے لالہ جی صاحب کے بتایا اگرچہ راقم الحروف کو وہ واقعہ معلوم ہے لیکن قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہوئے بندہ وہ واقعہ لکھنے سے قاصر ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے حضرت کی شان میں مندرجہ ذیل اشعار بڑے ذوق شوق سے پڑھتے تھے۔

قَدِ اجْتَمَعَتْ هٰذِهِ الْخَلِيْقَةُ لِيْ
إِنَّكَ يَا ابْنَ النَّبِيِّ أَوْحَدُهَا
(متنبی)

ترجمہ: تحقیق جمع ہوگئی ہے یہ ساری مخلوق میرے ساتھ کہ اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لختِ جگر ساری مخلوق میں تیرا ثانی کوئی نہیں ہے۔

سراپا حسن در عالم یگانہ
نہ دیدہ مثل او چشمے زمانہ

ترجمہ: یعنی آپ جہان میں حسن کے لحاظ سے ایک ہیں آپ کی مثل آسمان کے تارے نے بھی نہیں دیکھا۔ (نوٹ) (چشمے زمانہ سے مراد ہے آسمان کی آنکھ کا تارا)

میں نیواں میرا مرشد اچا تے میں اچیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اچیاں کولوں جنہاں نیویاں نال نبھائی

یہ وہ اشعار ہیں جو آپ اپنے حضرت کی مدح میں پڑھتے اور مچل جاتے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے حضرت کے متعلق محبت کی چند باتیں

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر اپنے حضرت کا ذکر خیر فرماتے اور فرماتے کہ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ۔ (الحدیث)

ترجمہ: ''نیک لوگوں کے تذکرہ کے وقت رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے''

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرے حضرت کا وصال ہوا تو جنازہ کے بعد واپسی پر میں آستانہ عالیہ سلطانیہ (کالا دیو) نزد جہلم خواجہ خواجگان خواجہ محمد صادق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کے وصال کا ذکر ہوا تو خواجہ محمد صادق صاحب قدس

سرہٗ العزیز نے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ مولوی صاحب سورج غروب ہو گیا ہے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب کے پاس کنگھی تھی جو بسیار استعمال کے بعد اس کے دانتے ٹوٹنے شروع ہو گئے تو متعلقین نے عرض کیا کہ حضرت آپ نئی کنگھی استعمال میں لائیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا کہے گی کہ میں کس کے زیر استعمال رہی ہوں۔

لجپال پریتاں نوں توڑدے نئیں
جہدی بانہہ پھڑدے پھر چھوڑدے نئیں
کجھ خیر خزانیوں پا دیندے
در آیاں نوں خالی موڑدے نئیں

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک مفرل تھا جب وہ پرانا ہو گیا تو متعلقین نے عرض کی حضرت آپ نیا مفرل استعمال میں لائیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ مفرل کیا کہے گا کہ میں کس کے زیر استعمال رہا ہوں۔ متعلقین نے جب دوبارہ عرض کیا تو پھر آپ نے یہی جواب دیا جب تیسری دفعہ متعلقین نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے نیا لے لیں لیکن اس کو اس کے اندر سی لیں۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ میں نے اپنے حضرت کے حکم کے مطابق میلاد شریف کے موقع پر تقریر کی تو آپ اتنے خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ حضور اعلیٰ کا زمانہ یاد آ گیا ہے۔

رنگ تو اچھے ہیں سب عیسیٰ مگر
سب سے اچھا مہر علی کا رنگ ہے

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک عورت میرے حضرت صاحب کی مرید تھی جب وہ آپ کے سامنے آئی تو اس عورت نے کہا کہ آپ نے مجھ کو پہچانا ہے؟

تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا نہیں تو اس عورت نے کہا کہ آپ مجھے قیامت میں کس طرح پہچانیں گے تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں نے تجھے پہچانا ہے یا نہیں پہچانا کل قیامت کے دن تم مجھے پہنچانے رکھنا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے حضرت صاحب کے علم کی بہت تعریف کرتے تھے کہ میرے حضرت صاحب بہت تبحر عالم ہیں لیکن آپ نے کبھی اپنے علم پر فخر نہیں کیا بلکہ عاجزی انکساری فرماتے تھے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک رسالہ دیا کہ اس کا مطالعہ کریں تو بندہ نے اس کا مطالعہ کیا بعداز مطالعہ میرے حضرت صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ اس کا مطلب بیان کرو جب میں نے اس کا مطلب بیان کرنا شروع کیا تو آپ سنتے رہے جب میں خاموش ہو گیا تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ اب مجھ سے سنو کہ مجھے یاد ہو گیا ہے کہ نہیں جب میرے حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مطلب بیان کرنا شروع فرمایا تو میں سنتا رہا جب آپ خاموش ہو گئے تو میں نے سمجھا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ صحیح ہے اور جو مفہوم میں نے بیان کیا ہے وہ اس کے برعکس ہے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں پیر سید شاہ عبد الحق صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کو گیراج میں (سلم العلوم یا میبذی) کا سبق تکرار کرا رہا تھا۔

تو قبلہ استاذی المکرّم کا طریقہ کار یہ تھا کہ ایک ہی جائے نماز پر آپ اور قبلہ شاہ عبد الحق زیدہ مجدہٗ تعالیٰ تشریف رکھتے۔ جب سبق کا تکرار شروع ہوتا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جائے نماز سے اتر جاتے ازروئے احترام کے۔ اسی دوران ایک دفعہ پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گیراج میں تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ عبد الحق مولوی صاحب نیچے بیٹھے ہیں اور تم اوپر بیٹھے ہو۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دورانِ سبق میرے حضرت صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے۔ اور آپ کھڑے ہو کر سبق سماعت فرماتے رہے دوران سبق ایک ایسا مقام تھا کہ قبلہ شاہ عبدالحق صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کو سمجھنے میں دشواری ہو رہی تھی اور میں نے اسی مقام کی تین چار مرتبہ تقریر کی میرے حضرت صاحب نے شاہ عبدالحق صاحب سے فرمایا کہ عبدالحق مدظلہ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی؟ مولوی صاحب یہ فرمار ہے ہیں عبدالحق مدظلہ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی؟ مولوی صاحب یہ فرمار ہے ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم فرماتے ہیں کہ جب میرے حضرت صاحب نے تقریر فرمائی تو میں سمجھا کہ میری تقریر پایہ صحت کو نہیں پہنچتی تھی جبکہ میرے حضرت صاحب کی تقریر بالکل صحیح تھی۔

(نوٹ) یاد رہے کہ ان دونوں گزشتہ واقعات میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ احتراماً کسر نفسی کا اظہار فرماتے ہیں۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب نے ایک دفعہ محبوب قوال کو حکم فرمایا کہ مولوی صاحب کو قوالی میں کریما سعدیؒ سناؤ جب محبوب صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں بندہ کو کریما سعدیؒ بطرز قوالی سنایا تو جب قوالی ختم ہوئی تو میرے حضرت نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کریما بہ بخشائے برحالِ ما۔ کہ ہستم اسیر کمند ہوا۔

کہ آپ نے اس کا کیا مطلب سمجھا ہے تو میں نے کہا کہ کوئی عاشق محبوب کی زلفوں میں پھنس گیا ہے اور فریاد کرتا ہے کہ کریما بہ بخشائے برحال ما تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہاں آپ نے اس کا مطلب صحیح سمجھا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جس زمانے میں گولڑہ شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے انہیں دنوں میں آپ کے ایک صاحبزادے فدا محمد ڈھائی سال کی عمر میں وصال کر گئے۔

تو قبلہ پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب بمع اپنے دونوں صاحبزادگان کے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گاؤں ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ میں فاتحہ خوانی کیلئے تشریف

لائے اس زمانے میں ڈھوک ڈھمن کیلئے کوئی پکی سڑک کا راستہ نہ تھا تو قبلہ پیر صاحب نے اپنی گاڑیاں (چیل) میں کھڑی کیں اور ڈھوک ڈھمن کیلئے کچے راستے پر پیدل چل پڑے یہ سفر تقریباً چار پانچ کلو میٹر کا ہے۔

پیدل چلتے چلتے سورج غروب ہو گیا اور اندھیرا چھا گیا اندھیرے کی وجہ سے راستے کا کوئی پتہ نہ چل سکتا تھا کہ گاؤں کس طرف ہے؟ آخر قبلہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب نے اپنے ساتھیوں کو آذانیں دینے کا حکم فرمایا جب آذانیں دی گئیں تو گاؤں کی طرف سے ایک روشنی ظاہر ہوئی تو آپ نے حکم فرمایا کہ اس طرف چلیں جب آپ ڈھوک ڈھمن پہنچے تو آپ پیاس کی شدت محسوس فرما رہے تھے اور آپ ایک گھر میں تشریف لے گئے اور پانی نوش فرمایا اور پھر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور فاتحہ خوانی کے بعد کچھ لمحے ٹھہرے بعد ازاں پیدل سفر فرما کر چیل تشریف لائے اور گاڑیوں پر سوار ہو کر واپس آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ تشریف لے گئے اسی لیئے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ۔

میں نیواں میرا مرشد اچا تے میں اچیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اچیاں کولوں جنہاں نیویاں نال نبھائی

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھ پر کوئی پریشانی آتی تو میں اپنے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور دعا کی درخواست کرتا تو میرے حضرت صاحب دعا فرماتے اور جو باتیں میرے دل میں ہوتی تھیں میرے حضرت صاحب دعا میں بیان فرماتے کہ یا اللہ ان کی یہ مشکل بھی آسان فرمادے اور یہ مشکل بھی آسان فرمادے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ میں اپنی کسی پریشانی کو حضرت صاحب کے سامنے ظاہر نہ کرتا لیکن جب میرے حضرت صاحب دعا فرماتے تو میری تمام پریشانیوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذکر فرماتے

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ میں اپنے اہل وعیال کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا اور ایک کمرہ میں قیام کیا تو میں نے اپنے حضرت صاحب سے عرض کی

کہ میرے ساتھ میرے گھر والے ہیں زیارت کیلئے کوئی وقت عنایت فرمائیں تو میرے حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ آپ کس کمرے میں مقیم ہیں میں نے عرض کی کہ فلاں کمرے میں؛ جب مجلس شریف ختم ہوئی تو میں اپنے کمرہ میں آیا تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میرے حضرت صاحب خود ہمارے کمرے میں تشریف لائے اور زیارت سے مشرف فرمایا یہ تھی میرے حضرت کی بندہ پر کرم نوازی۔

لجپال پریت نوں توڑدے نئیں
جیندی بانہہ پھڑ دے انہوں چھوڑدے نئیں

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ کو عرس کے موقع پر سرائے نمبر 2 میں کمرہ نمبر 26 الاٹ تھا جو میرے حضرت صاحب نے خود مجھے عطا فرمایا تھا اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ پوری سرائے کے کمروں کا نقشہ میرے حضرت کے سامنے حاضر کیا جاتا تو میرے حضرت صاحب خود ہر کمرے پر آدمی کا نام تحریر فرمادیتے کہ یہ فلاں کی رہائش ہے جبکہ کمرہ نمبر 26 پر میرے حضرت صاحب نے اپنے ہاتھوں سے میرا نام تحریر کیا کچھ عرصہ کے بعد ایک خادم حاجی صابر صاحب نے آستانہ عالیہ کے ساتھ ایک کوٹھی بنوائی اور لنگر شریف کے منتظمین سے کہا کہ چند خواص حضرات کو میری کوٹھی میں رہائش دے دیں تاکہ انہیں وضو اور طہارت کیلئے آسانی میسر ہو اسی کوٹھی میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی قیام کیلئے ایک کمرہ دیا گیا بعد ازاں خدام نے کہا کہ آپ کو کمرہ نمبر 26 بھی الاٹ کیا گیا ہے اور کوٹھی میں بھی اور اس میں وضو اور طہارت کیلئے آپ کو آسانی ہے جبکہ کمرہ نمبر 26 میں یہ سہولت میسر نہیں ہے لہٰذا کمرہ نمبر 26 لنگر شریف کو واپس دے دیں تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کمرہ نمبر 26 پر تو میرے حضرت صاحب نے خود اپنے ہاتھوں سے میرا نام لکھا ہے وہ تو میں آپ کو ہرگز واپس نہیں کروں گا البتہ کوٹھی والا کمرہ آپ واپس لے سکتے ہیں یہ تھی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے حضرت صاحب سے عقیدت۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں کہ ہم اپنے حضرت صاحب کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھ کر راولپنڈی جا رہے تھے جب گولڑہ شریف اسٹیشن پر پہنچے تو میرے حضرت صاحب کے متعلقین میں سے ایک سید صاحب پیدل سفر کر رہے تھے میرے حضرت صاحب نے گاڑی سید صاحب کے حوالے کر دی کہ آپ اس میں بیٹھ کر تشریف لے جائیں اور آپ گولڑہ شریف اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور محکمہ ریلوے سے ٹھیلہ طلب فرمایا محکمے والوں نے آپ کو ٹھیلہ دے دیا آپ اور میں اس ٹھیلے میں سوار ہو کر راولپنڈی جا رہے تھے تو جس طرف لائن کا کانٹا ہوتا تھا اسی لائن پر ٹھیلا چلتا تھا تو میرے حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ مولانا صاحب یہ نسبت کا مسئلہ حل ہو رہا ہے دیکھئے جس طرف لائن کا کانٹا ہے اسی طرف ہمارا ٹھیلہ جا رہا ہے قیامت کے دن اسی طرح جن مریدین کی نسبت جس پیر صاحب کے ساتھ ہوگی مرید خود بخود اس کے جھنڈے کے نیچے آجائیں گے۔

خدا دے یہ نسبت بڑی چیز ہے

اللہ تعالیٰ بروز محشر ہمیں بھی اپنے مرشد کریم کے جھنڈے تلے جگہ عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

اسی طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ اگر تصوف نام ہے اچھے کپڑے پہننے اچھا کھانا کھانے اچھی سواری پر سوار ہونے کا تو پھر ہم سے بڑھ کر کوئی ولی اللہ نہیں ہے اور جو تصوف کتابوں میں لکھا ہے اس کی تو ہمیں ہوا بھی نہیں لگی اللہ اللہ یہ تھی میرے حضرت صاحب کی عاجزی و انکساری اسی طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب کو ٹرین کے ساتھ بڑا انس تھا حتیٰ کہ میرے حضرت صاحب خود بھی ٹرین چلا لیتے تھے ایک دفعہ آپ ٹرین چلا رہے تھے کہ یکدم ایک آدمی گاڑی کے سامنے آگیا تو جب میرے حضرت صاحب نے دیکھا کہ آدمی لائن کے درمیان میں کھڑا ہے اور گاڑی بھی بالکل اوپر پہنچ چکی ہے تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا۔

(دم دستگیر) جب گاڑی گزر گئی تو میرے حضرت صاحب نے جو پیچھے دیکھا تو وہ آدمی لائن سے

باہر صحیح سلامت کھڑا تھا۔

اور اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم بغداد شریف سے واپس لوٹے تو میں گھر سے جب آستانہ عالیہ گولڑہ شریف حاضر ہوا تو سفر بغداد شریف کے جو انچارج صاحب تھے میں ان کے پاس حاضر ہوا اور خرچ سفر کی تفصیل معلوم کی تو انہوں نے بتایا کہ اتنی رقم ہے اور حضرت صاحب کا حکم ہے کہ مولوی صاحب سے سفر کا خرچ مت لینا میں اپنے حضرت صاحب کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور آپ انچارج صاحب کو حکم فرمائیں کہ وہ مجھ سے رقم لے لے تو آپ نے انکار فرمادیا۔ تو پھر میں نے اپنے حضرت صاحب کی بارگاہ میں عرض کی کہ اگر آپ مجھ سے رقم وصول کرنے کا حکم نہیں فرماتے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میں ویسے ہی سیر و تفریح کیلئے گیا تھا المختصر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ رقم لنگر شریف میں جمع کروادی۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ میاں محمد سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف کے حوالے سے اپنے حضرت صاحب کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میرے حضرت صاحب کا مرید تھا تو جب مسلم لیگ اور کانگریس کے ووٹ ہو رہے تھے تو میرے حضرت صاحب مسلم لیگ کی حمایت کر رہے تھے اور آپ کے ایک مرید نے کہا کہ میں نے تو اپنا ووٹ کانگریس کو دینا ہے تو پیر صاحب کو نذرانہ زیادہ دے دونگا اور وہ راضی ہو جائیں گے اس بات کا علم میرے حضرت کو ہو گیا میرے حضرت صاحب جب سیال شریف عرس پر تشریف لائے تو اس آدمی نے جو ضلع خوشاب کا تھا میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ کو عرض کی کہ حضرت صاحب کو مجھ سے راضی کرادیں تو میاں سعد اللہ نے میرے حضرت صاحب کو کہا کہ یہ مرتا ہے آپ مہربانی فرما کر اس سے راضی ہو جائیں تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ راضی تو ہو جاؤں گا لیکن نذرانہ نہیں لوں گا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک یہ بھی وصف خاص تھا کہ آپ جب عرس

شریف کے موقع پر گولڑہ مقدسہ شریف لے جاتے تو وہاں قیام فرماتے لیکن جب اپنے کسی اور کام کیلئے تشریف لے جاتے تو دربار شریف پر حاضری دے کر واپس آجاتے قیام نہ فرماتے راقم الحروف کو یاد ہے کہ جب آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے تو آپ اجلاس میں شرکت کیلئے اسلام آباد تشریف لے جاتے اور راقم الحروف بھی ساتھ ہی ہوتا تو کبھی کبھی اجلاس میں ایک دو دن کا وقفہ بھی ہو جاتا اور میں عرض کرتا حضور چلیں گولڑہ شریف قیام کریں گے تو آپ فرماتے کہ ہم اپنے کام کیلئے آئے ہوئے ہیں لہٰذا لنگر شریف پر بوجھ نہیں بنتے بلکہ آپ ہوٹل ہی میں قیام فرماتے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مرشد گرامی کے آستانہ سے تعلق

آپ جہاں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تو پہلے شرائط میں یہ بات طے کر لے جاتی کہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں جتنی اعراس کی مجلسیں منعقد ہوتی ہے بندہ ان تمام میں ضرور شریک ہوگا انشاء اللہ۔ اگر یہ شرائط منظور کر لی جاتیں تو آپ وہاں خدمت تدریس سرانجام دیتے اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جب تک تندرست رہے عرس کی ہر مجلس میں باقاعدگی کے ساتھ شریک ہوتے۔ اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے کہ بندہ کا بڑا عرس شریف یعنی حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا جو گولڑہ شریف ربیع الثانی کی (۹،۱۰،۱۱) کو منعقد ہوتا ہے پچاس سالوں میں کبھی قضا نہیں ہوا۔ ایک دفعہ آپ کے استاذ بھائی مولانا منور شاہ صاحب بھلیل شریف نزد نور پور والوں نے بطور خوش طبعی فرمایا آپ ہر سال عرس کے موقع پر گولڑہ شریف جاتے ہیں یہ تو بتائیں آپ نے ولایت کا کونسا مقام حاصل کیا ہے؟ تو قبلہ استاذی المکرّمؒ نے فرمایا۔ شاہ صاحب آپ اچھے خاصے عالم ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قانونچہ کھیوالی بھی یاد نہیں جس میں لکھا ہے کہ ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے اس کی غرض و غایت معلوم ہونی چاہیے کہ بیعت کا اولین مقصد زمرہِ اولیاء کے ساتھ عقیدت و تعلق ہے یعنی غوث الاعظمؓ اور خواجہ غریب نوازؒ کے ساتھ تعلق کا ٹکٹ حاصل کرنا ہے جس طرح ٹکٹ چیکر گاڑی سوار کا ٹکٹ دیکھ کر اسے کچھ

نہیں کہتا اس طرح انشاء اللہ العزیز قبر اور میدان حشر میں دامن اولیاء سے وابستی کا ٹکٹ دیکھ کر عذاب کے فرشتے ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔

آپ جہاں بھی فرائض تدریس سرانجام دیتے چاہے کراچی میں ہوں یا بھکھی شریف میں یا مکھڈ شریف یا بندیال شریف میں تو جب بھی عرس شریف کا موقع آتا تو آپ پہلے گھر تشریف لاتے اور گھر سے مکمل تیاری فرما کر آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کی طرف روانہ ہوتے جس طرح آدمی بیت اللہ شریف کے سفر کیلیئے جاتا ہے اسی اہتمام سے آپ تیاری کر کے اپنے مرشد گرامی کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوتے حتیٰ کہ عمر کے آخر تک آپ کا یہی معمول رہا اور جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ گھر سے روانہ ہوتے تو اپنا بستر اپنے ہمراہ لے جاتے تاکہ لنگر کا بستر کسی اور پیر بھائی کے کام آجائے اور لالہ جی صاحب کے دور میں عرس شریف کی مجلس تقریباً دو تین گھنٹوں تک جاری رہتی تھی اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سراپائے ادب ہو کر اختتام مجلس تک مجلس میں تشریف رکھتے اور محفل سماع سے خوب لطف اندوز ہوتے جبکہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کمزوری اور ضعف کے باوجود خود اٹھ کر قوالوں کو نذرانہ پیش فرماتے باوجود اس کے آپ کے ساتھ عموماً طلباء ہوتے لیکن پھر بھی آپ نذرانہ دینے کیلیئے خود کھڑے ہوتے۔

۱۔ مولانا منور شاہ صاحب یہ قبلہ استاذی المکرّم کے استاد بھائی ہیں اور قبلہ استاذی المکرّم کے ساتھ جامع فتحیہ لاہور میں پڑھاتے رہے ہیں علاقہ ونہار میں بڑی علمی شخصیت ہو گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک پر رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

الحمد للہ وسلام

میرے مکرم و محترم دامت عنایتکم

تسلیم و نیاز ۔ یاد فرمائی و بندہ پروری کا شکریہ ۔

تشویش رہی کہ چیترا آباد رہے ۔

کیا عرض کروں ۔ ہر حال سے دیکھئے آپ کا ہی قصور وار گردانتا ہوں

جو کچھ عرض کیا تھا اس کے متعلق آپ کوئی فکر نہ کریں ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بعافیت سلامت رکھے اور ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین

باقی عند اللقاء ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

امید ہے کہ دعا سے فراموش نہ فرمایا کریں گے ۔

رمضان شریف میں اگر وقت ملا تو حاضری نیاز عرض کیا جائے گا [illegible]

زیادہ نیاز ۔

[illegible] دہلی نیاز مند [illegible] از [illegible]

شہ جیلاں مدد گار تو باشد
نصیب الدین غم خوار تو باشد

سگ کوئے جناب غوث جیلانی پیری
گر بہ شیراں شرف دارد سگ کوئے جیلانی

نولکھہ
مغربی پاکستان
تاریخ 6-10-62

ایک فقیر القلیل

بمور مکرم عظیم خدا سلامت باکرامت رکھے آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپ کا اخلاص نامہ ملا - جسے دیکھ کر اسقدر اضطراب و درد ہوا کہ جسکی حد ہی نہیں - واللہ مجھے اسکا علم اسے قبل بالکل نہیں - نہ میری موجودگی میں اور نہ میرے علم میں کوئی اسقسم کا واقعہ ہوا - یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے علم میں یا میری موجودگی میں ایک فقیر شخص ایسا ہو معاذ اللہ ہرگز نہیں

میں نے اپنے مکرم مولوی رفیع اللہ صاحب سے بھی کہکر دریافت کی انہوں نے بھی اپنی لاعلمی بیان کی - خدا معلوم یہ کیسے ایسی بات کی - اگر ان کا پتہ بتلاؤ دریافت کی جاتی - آجکل بہت ایسی باتیں ہو رہی ہیں - جیسا کہ تجربہ ہوا آجکل ہے - میرے مکرم حضرت سجادہ نشین صاحب اگر اسقسم کی بات پہونچی تو ان کا فرض تھا کہ اسی وقت مطلع فرماتے کہ فلاں شخص نے ایسا بیان کیا مگر انہوں نے نہ ... تحمل البتہ ضرور فرمایا - خدا وہ وقت نہ لائے

[illegible]
۲۶-۱۰-[illegible]

۷۸۶

ایدکم فضل الکفیل مشکلم

میرے محسن و محترم دامت عنایتکم

تسلیم و نیاز ۔ یاد فرمائی ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کرنے سے
قاصر ہوں ۔ آج بالکل شریک ہونے سے زبان ادا ہو ۔ کل سے کار
ادھر بدن میں سخت درد ہے ۔
خود بستہ مستعفی کیا عرض کروں ۔ ممکن ہے میری نیاز کا ثبوت
دیا گیا ہو ۔ کیونکہ ہمیشہ سے بلاوجہ معتوب رہا اور [illegible] ۔
گدی کی ہر جگہ شکوہ ہے ۔ اپنی قسمت پر راضی ہوں ۔ بفضلہ تعالیٰ
اس بارے میں سالہا سے جو نیاز ہیں [illegible] کسی قسم کا گمان نہ ہوگا ۔
[illegible] بقدر قصور [illegible] ۔ ہمیں اس کا کیا
گستاخی معاف ۔ زیادہ نیاز

والسلام [illegible] نیاز مند
[illegible]

قبلہ استاذی المکرّمؒ کی اپنے شیخ کی اولاد کے ہر فرد سے عقیدت

چنانچہ جب حضور لالہ جی[1] صاحب غلام معین الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال پر ملال ہوا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ان دنوں علیل تھے اور ہم نے پیر صاحب کے وصال کی اطلاع قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دی کیونکہ آپ بہت زیادہ علیل تھے دو دن کے بعد جب ہم نے آپ کو پیر صاحب کے وصال کی خبر دی تو آپ نہایت رنجیدہ ہوئے کہ تم نے مجھے بروقت کیوں نہیں بتایا اور اور اس کے بعد آپ نے رونا شروع فرمایا اور روتے روتے آپ کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی بعد ازاں راقم الحروف اور صاحبزادہ فداء الحسن صاحب کو فاتحہ کیلئے بھیجا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مرشد گرامی اور آپ کی اولاد کے ہر فرد سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے بالخصوص صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نصیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے نرالا پیار اور انوکھا تعلق تھا اور آپ ان کے ساتھ بڑی علمی گفتگو فرماتے تھے اور پیر صاحب بھی آپ کا بہت احترام فرماتے تھے اور پیر صاحب فرماتے تھے کہ مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ رشتے میں میرے چچا استاد ہیں کیونکہ میرے استاد گرامی مولانا فتح محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا عطا محمد صاحب یہ دونوں فقیر العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اس لیئے رشتے میں میرے چچا استاد ہیں ایک مرتبہ دوران گفتگو پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب میں سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کے عمین مکرمین یعنی حضرت سیدنا امیر حمزہ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا اور حضرت ابو طالب کا ذکر نہیں کیا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

---

[1] نوٹ:۔ اگر لالہ جی صاحبان کے ساتھ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عقیدت دیکھنی ہو تو سفر نامہ بغداد شریف ملاحظہ فرمائیں۔

نے پرانے مصنفین کا طریقہ اختیار فرمایا ہے یعنی آپ نے حضرت سیدنا امیر حمزہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے نام کے ساتھ فقط کی قید نہیں لگائی اگر آپ ان کے نام کے ساتھ فقط کی قید لگاتے تو پھر یہ بات ثابت ہوتی کہ حضور قبلہ عالم کے نزدیک صرف حضور ﷺ کے پہا عمین مکرمین ہی مسلمان ہیں چونکہ حضرت سیدنا امیر حمزہ و حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کا اسلام مشہور ہے اس لئے متقدمین کی طرز پر ان کا نام ذکر فرمایا اور حضرت ابو طالب[1] کا نام ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ان کا اسلام لانا مشہور نہیں ہے۔

جب قبلہ پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نام ونسب شائع کروائی تو اس کتاب کا ایک نسخہ پیر صاحب نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو عنایت فرمایا تو آپ کتاب دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہر کتاب حاشیہ کی محتاج ہوتی ہے اور میں اس کتاب پر حاشیہ لکھوں گا انشاء اللہ۔ لیکن علالت کی وجہ سے کتاب مذکورہ پر حاشیہ نہ لکھ سکے۔

صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گیلانی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف نام ونسب (شائع شدہ 1989) میں اس مسئلہ پر بڑے معقول اور مدلل انداز میں روشنی ڈالی ہے تفصیل کیلئے کتاب نام ونسب ملاحظہ فرمائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر میں صاحبزادہ نصیر الدین صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی استقامت نے قرون اولیٰ کے متدین اور متصلب علماء کرام کی یاد تازہ کردی اس عالمگیر قسم کی مخالفت متعصبانہ برتاؤ اپنوں اور بیگانوں کے طعن و تشنیع اور طرح طرح کی دل آزاریوں اور پھر ایک مہیب دباؤ کو صرف شریعت کی بالادستی ثابت کرنے کیلئے اس خندہ پیشانی کے ساتھ قبول اور برداشت کرنا بالخصوص شاہانہ ماحول میں پروان چڑھنے والے ایک صاحبزادہ کیلئے ناممکن سی بات لگتی ہے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی بھی مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے کتاب وسنت فقہاء امت کی تحقیقات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ محض بزور بیان وقوت قلم یا

نوٹ: ۱۔ تحقیق ایمان ابو طالب پر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ منظر عام پر آچکا ہے۔

جذباتی گفتگو سے تو علمی اور دینی تحقیق کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا پھر مسائل دینیہ میں افہام و تفہیم کی ضرورت ہوتی ہے کسی پر خواہ مخواہ اپنا موقف ٹھونسنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی اور نہ کوئی شخص کسی شرعی مسئلہ کو اپنی انا کا مسئلہ بنالینے کا شرعاً مجاز ہے جو شخص حق کے واضح ہو جانے پر بھی ہتھیار نہیں ڈالتا تو پھر وہ براہ راست شریعت مطہرہ سے ٹکر لے رہا ہے اور شریعت سے ٹکر لینے کا انجام کسی سے بھی پوشیدہ نہیں یہی وہ شریعت کی پاسداری ہے جس پر قبلہ پیر سید نصیر الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ جبل استقامت بنے رہے اپنوں اور غیروں کے ظلم سہے لیکن شریعت کا علم بلند کیے رکھا اور اسی پر آپ کا وصال مبارک ہوا۔

عجب در دیست اندر دل اگر گوید زباں سو زد
وگر پنہاں کنم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
فقط میرا ہاتھ چل رہا ہے انہی کا مطلب نکل رہا ہے
انہی کا مضمون انہی کا کاغذ قلم انہی کا دوات ان کی

علماء اہلسنت پر خصوصاً واضح ہو کہ 1992ء میں گولڑہ شریف میں تقریب عرس حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ پر ایک نام ونہاد مفتی واعظ نے برسرِ منبر یہ دعویٰ کیا کہ غیر سید ہاشمی ہو یا قریشی سیدہ فاطمیہ کی کفو نہیں ہے اس لیئے ان دو کے درمیان نکاح جائز اور منعقد ہی نہیں ہوتا خواہ یہ نکاح سیدہ کے ولی اقرب کی اجازت ورضامندی سے ہو یا بغیر رضامندی ولی۔ لہٰذا سیدہ کے غیر سید سے نکاح کی صورت میں تعلقات زوجیت زنا کے زمرے میں داخل ہونگے (العیاذ باللہ)

اس کے جواب میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیف العطا علی اعناق من طغی واعرض عن دین المصطفیٰ ﷺ کتاب نکاح سید وغیر سید کے سلسلے میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور فتاویٰ کی تشریح فرمائی اور شریعت میں اس نکاح کے حکم کو بیان فرمایا یقیناً آپ کی یہ کتاب ایک لافانی، مدلل، حق گوئی اور غیر متنزلزل حقائق وشواہد پر مبنی ایک علمی شاہکار کا درجہ رکھتی ہے جس میں آپ نے اپنے پیرومرشد پر لگائے جانے والے الزامات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ بندہ کے نزدیک کتاب سیف العطاء کی وہی حیثیت ہے جو فتاویٰ عالمگیری کی ہے۔ متلاشیان تحقیق کتاب سیف العطاء مطالعہ کر کے نتیجہ اخذ کرلیں۔ بندہ ناچیز فتاویٰ مہریہ پر گفتگو کرنے سے عاجز ہے کیونکہ یہ مقام ادب ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوی مہریہ کی عبارت

۔

اس میں تو یہ ہے العجمی لا یکون کفواً للعربیۃ ولو عالما او سلطاناً وھو الاصح یار لوگوں نے اس عبارت کا یہ مطلب بیان کیا کہ غیر سید ہاشمی ہو یا قریشی سیدہ فاطمیہ کی کفو نہیں ہے اور ان میں نکاح جائز نہیں خواہ ولی راضی ہو یا نہ ہو اور اگر نکاح ہوا تو زفاف اور تعلقات زوجیت زنا ہے اس مطلب کو اعلیٰ حضرت گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ہے۔ بندہ کے نزدیک یہ اس لئے بہتان لگایا گیا ہے کہ یار لوگوں نے العجمی کا معنی ہاشمی اور قریشی کیا ہے حالانکہ العجمی ان کی ضد ہے ۔یاد رہے کہ 1992ء میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک کے موقع پر آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ میں مفتی عبدالشکور قبلہ استاذی المکرمؒ کے کمرے میں آیا اور قبلہ استاذی المکرمؒ سے کفو کے مسئلہ میں حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہؒ کے فتاوی کے متعلق گفتگو کی ۔تو قبلہ استاذی المکرمؒ نے فرمایا کہ تدریسی مصروفیات کی وجہ سے میں نے اس فتویٰ پر غور وخوض نہیں کیا لہٰذا میری طرف سے نہ ہاں ہے اور نہ نہ ہے۔ اور نہ ہی عرس شریف کی مجلس میں میری طرف کوئی بات منسوب کرنا ہوا یہ ہے کہ جب عرس شریف کی مجلس شروع ہوئی تو مفتی عبدالشکور تقریر کیلئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے تقریر کے آغاز میں ہی مرکز رحمت پر کھڑے ہو کر قبلہ استاذی المکرمؒ کیلئے ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے کہ سامعین کے رونگٹے کھڑے ہوگئے لیکن قبلہ استاذی المکرمؒ مجلس

اگر قبلہ استاذی المکرمؒ کھڑے ہو کر مجلس کے آداب کو بالائے طاق رکھ کر مفتی سے اس فتویٰ کی حقیقت دریافت کرتے تو مفتی آپ کے سامنے تو کیا آپ کے ایک ادنیٰ سے تلمیذ کی حیثیت سے بھی گفتگو نہ کر پاتا۔ قبلہ استاذی المکرمؒ صرف اپنے مرشد خانہ اور حضور غوث اعظمؓ کی مجلس کے آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے خاموش رہے۔ جس کا مفتی نے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے طوفان بدتمیزی برپا کیا اور اس نام ونہاد مفتی کی علمی لیاقت تو اتنی تھی کہ قرآن پاک کی آیت فاذکرونی اذکرکم کو فاذکرونی اذکُرُکم یعنی بضم الراء تکرار کرتا رہا جس پر مجلس میں موجود علماء کرام تبسم بلب رہے اختتام مجلس پر جب مفتی صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تو مفتی صاحب نے ذکرا، یذکُرُ کی گردان شروع کردی اور جب متکلم کے صیغے زبان پر لائے تو کہنے لگے یہ دیکھو اَذکُرُ نذکُرُ نہیں ہے؟ اس بے چارے مفتی کی علمی لیاقت یہ تھی کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ جزم کس وجہ سے واقع ہوئی ہے تو کسی طالب علم نے کہا کہ مفتی صاحب یہ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ اسی طرح اکثر مفتی صاحب گلستان اور بوستان کے اشعار بھی غلط پڑھتے تھے جس پر علماء حیران رہتے تھے صرف اسی مجلس پر مفتی صاحب نے اکتفاء نہیں کیا بلکہ کئی سال عرس شریف کی ہر مجلس میں قبلہ استاذی المکرمؒ کے متعلق "بے حیاء ہرچہ خواہی باش کن" کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اب مفتی صاحب اس دنیا سے چلے گئے ہیں اور شرح شریف کا حکم یہی ہے کہ مرنے والے کو اچھے الفاظ سے یاد کیا جائے ورنہ ہمارے دماغ میں ایسے میزائل تھے جو ہم مفتی صاحب پر چلاتے اور مفتی آنے والی نسلوں کو سبق سکھاتے کہ شرفاء کی پگڑیوں کو نہیں اچھالنا چاہیے۔

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ گھر تشریف لائے اور آتے ہی بندہ کو حکم فرمایا کہ میرے کتب خانہ سے بحر الرائق، شامی، ہدایہ وغیرہ کتابیں نکال کے لے آؤ۔ بندہ نے کتابیں نکال کر دیں تو قبلہ استاذی المکرمؒ نے اسی دن سے کتاب سیف العطاء لکھنے کا آغاز فرمایا اور طبیعت پر بوجھ بھی تھا اور قبلہ استاذی المکرمؒ نے ناسازی طبیعت کے باوجود اتنی مدلل اور ضخیم

کتاب کو صرف ڈیڑھ ماہ میں مکمل فرمایا۔ اسی پریشانی کی وجہ سے قبلہ استاذی المکرم کو دماغ پر فالج کا حملہ ہو گیا اور یہی جان لیوا ثابت ہوا۔ یاد رہے کہ قبلہ استاذ المکرمؒ کی کتاب معرض وجود میں آنے سے پہلے آستانہ عالیہ سے مسئلہ کفو پر وقتاً فوقتاً مختلف رسائل شائع ہوتے رہے مگر جب قبلہ استاذی المکرم کی اس مسئلہ پر شہرہ آفاق کتاب سیف العطاء شائع ہوئی تو اس کے بعد آج تک اس مسئلہ پر کوئی رسالہ یا کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

ایک دفعہ صاحبزادہ والاشان پیر سید نصیر الدین نصیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ شیخ الجامعہ یعنی مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کس علم میں ماہر تھے تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیخ الجامعہ صاحب اور استاد بندیال شریف والے استاد صاحب پیلاتوالے یعنی مولانا غلام محمود صاحب اور استاد صاحب اچھرہ والے یعنی مولانا مہر محمد صاحب یہ تمام شخصیات جس علم میں لب کشائی فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ یہ اس فن میں ماہر ہیں الغرض یہ علماء ہر فن میں ماہر تھے سوائے استاد صاحب بندیال شریف والوں کے تمام کی بیعت گولڑہ مقدسہ میں حضور قبلہ عالم سے تھی تو پھر حضور قبلہ عالم کے علم کا عالم کیا ہوگا؟

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غلام یحیٰ کتاب پر جو حاشیہ ہے علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ حاشیہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ رحمہا اللہ کا ہے۔

یعنی آپ اتنی بڑی فاضلہ تھیں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی اسباق پڑھ کر جب گھر تشریف لاتے تو اپنی اسی ہمشیرہ صاحبہ سے تکرار فرماتے اور وہ اتنی فاضلہ تھیں کہ وہ تکرار میں مولانا عبد الحق صاحب کو زیر کر دیتی اور فرماتیں کہ آپ ایسے ہی طلباء کا بیڑا غرق کریں گے اور جب مولانا عبد الحق صاحب تحصیل علوم

سے فارغ ہونے کے بعد طلباء کو اسباق پڑھاتے تو آپ کی ہمشیرہ صاحبہ پردے کی اوٹ میں سماعت فرماتیں اور جب آپ گھر تشریف لے جاتے تو وہ فرماتیں کہ آپ ایسے ہی طلباء کا بیڑا غرق کرتے رہتے ہیں یاد رہے کہ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا یہ فرمانا کہ آپ طلباء کا بیڑا غرق کرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے علامہ عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اسباق پڑھانے میں کمزور تھے بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپکی ہمشیرہ محترمہ آپ سے زیادہ علوم وفنون میں مہارت رکھتی تھیں۔ اور جب مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار ہوتے تو طلباء سے کہہ دیتے کہ مائی صاحبہ سے سبق پڑھ لینا مائی صاحبہ پس پردہ زبانی سبق پڑھاتی تھیں اور بعینہٖ اپنے والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی تقریر فرماتیں۔ مائی صاحبہ کی قابلیت دیکھ کر مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی فرمایا کرتے کہ کاش کہ تو عبد الحق ہوتی۔

آپ نے فرمایا کہ خیر آبادی بہت متبحر علماء ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہدایت پر تھے اگر خدانخواستہ کسی دوسرے عقیدے پر ہوتے تو کیا کیا کرتے۔ مولانا عبد السلام خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ جو مذکورہ مائی صاحبہ کے صاحبزادے ہیں مولانا عبد السلام خیر آبادی کی والدہ ماجدہ کو ان کے والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود پڑھایا تھا وہ پڑھاتے وقت طلباء سے پس پردہ استفسار فرماتی تھیں کہ بچو کون سی کتاب پڑھنے کیلئے لائے ہو اور کہاں سے پڑھنی ہے طلباء کے کہنے پر اس مقام سے زبانی تقریر فرمایا دیا کرتی تھیں طلباء سے عبارت بالکل نہیں سنتیں تھیں اور تمام اسباق زبانی پڑھایا کرتی تھیں یہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی اور مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمشیرہ صاحبہ اور مولانا عبد السلام کی والدہ ماجدہ تھیں رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

اب مولانا عبد الحق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کا اندازہ لگائے مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے والد گرامی سے تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی تو مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جید علماء کو بلوایا کہ مولانا عبد الحق صاحب رحمہ

اللہ تعالیٰ کا امتحان لیں جب وہ علماء آئے تو انہوں نے عبدالحق صاحب سے ہدایہ شریف کا ایک مقام حل کرنے کو کہا جب مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کی تقریر کی تو وہ تمام علماء عش عش کر اٹھے اور مولانا عبدالحق صاحب کی تحسین فرمائی جب وہ تحسین فرما چکے تو مولانا صاحب نے جواب میں فرمایا کہ میں نے یہ تقریر غلط بیان کی ہے اب اس کا رد سنئے۔ جب علماء نے یہ تقریر سنی تو وہ حیران رہ گئے کہ واقعی یہ تقریر ٹھیک ہے اور انہوں نے مولانا عبدالحق صاحب کی تحسین کی جب وہ خاموش ہو گئے تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ تقریر بھی میں نے غلط بیان کی ہے اب اس کا رد سنیں علیٰ ہذا القیاس آپ نے متعدد تقاریر کیں اور ان کا رد بیان کیا آخر وہ علماء عاجز آ کر چلے گئے اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے کہنے لگے کہ عبدالحق صاحب کا امتحان لینا ہمارے بس کا کام نہیں ہے۔

اب مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔

ہندوستان میں ایک بہت بڑے مایہ ناز عالم دین ہو گزرے ہیں جن کو دنیا استاذ کل کے نام سے یاد کرتی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی مولانا لطف اللہ[1] صاحب علی گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ہے اپنے دور میں ان کا بہت علمی چرچا تھا ایک دن مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا سبق پڑھانا ملاحظہ فرمانے کیلئے تشریف لے گئے جب مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ طلباء کو اسباق پڑھا رہے تھے تو مولانا عبدالحق صاحب قریب سے گزرے اور گزرتے ہوئے سبق سماعت فرمایا اور کہنے لگے کہ مولانا لطف اللہ صاحب ترجمہ اچھا کرتے ہیں

اسی طرح جب مولانا عبدالحق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے جب آپ طلباء کو اسباق پڑھاتے تھے تو اپنے سر پر وہ دستار فضیلت سجاتے تھے جو تحصیل

1۔ یکے از استاذ گرامی حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

علوم کے بعد آپ کے والد گرامی نے آپ کے سر پر سجائی تھی آپ سر پر دستار سجائے ہوئے طلباء کو اسباق پڑھا رہے تھے کہ ایک طالب علم نے اعتراض کیا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا پھر اس نے سوال کیا تو آپ نے جواب دیا اسی طرح وہ طالب علم دو تین دن سوال کرتا رہا اور آپ جواب ارشاد فرماتے رہے آخر آپ اس کو ناراض ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ آئندہ اعتراض نہ کرنا گویا کہ اس طالب علم نے اعتراضات کی گٹھڑی اٹھائی ہوئی تھی آخر وہ طالب علم دل برداشتہ ہو کر مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب کی بارگاہ میں چلا گیا اور سارا ماجرا بیان کیا مولانا فضل حق خیر آبادی اس طالب کے ساتھ مولانا عبد الحق صاحب کے پاس تشریف لے آئے جہاں طلباء کا جم غفیر آپ سے استفادہ کر رہا تھا مولانا فضل حق صاحب نے آتے ہی مولانا عبد الحق صاحب کو ایک تھپڑ رسید کیا جس سے آپ کے سر مبارک سے دستار گر گئی اور فضل حق صاحب نے ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ تم نے بسم اللہ کے گنبد کے نیچے بیٹھ کر علم حاصل کیا تم کو طلباء کی کیا قدر ہے اگر تم باہر جا کر پڑھتے تو تمہیں علم ہوتا کہ طلباء کی کیا شان ہے؟ آخر آپ نے اس طالب علم کو فرمایا کہ کل سے میرے پاس آنا جب دوسرے دن وہ آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے اس کے اعتراضات کا جواب دیا اور دو تین اعتراض اس پر کر دیئے کہ اس کا جواب لا کر ہمیں دو وہ طالب علم ان اعتراضوں کا جواب تلاش کرنے کیلئے پوری دنیا میں گھومتا رہا لیکن کسی نے بھی اس کو جواب نہ دیا آخر وہ فوت ہو گیا۔

ان مذکورہ واقعات سے مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ کتنے بڑے بلند پایہ عالم دین تھے اور آپ کی ہمشیرہ کے علم کا کیا کہنا اور پھر مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم کتنا ہوگا جو کہ ان دونوں ہستیوں کے استاد ہیں۔

یوں تو مولانا فضل حق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علم منطق کے مسلم امام ہیں یعنی آپ نے منطق میں روح پھونکی اس کے باوجود آپ نے کبھی اپنے آپ کو منطقی نہ کہا ویسے تو آپ ہر علم کے مسلم امام تھے باوجود اس کے فرمایا کرتے کہ مجھے ادب میں کچھ دسترس ہے۔

اب بندہ مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعر کو قارئین کی نظر کرتا ہے۔

اے فرقتی در کعبہ رفتی بارہا

نا مسلمان نا مسلمانی ہنوز

فرقتی مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تخلص ہے اس شعر میں مولانا نے اپنے آپ کو خطاب فرمایا دراصل معنی یہ ہے کہ اگر کعبہ میں بار بار جانے سے حالت تبدیل نہ ہو بری عادات اسی طرح رہیں تو نا مسلمان نا مسلمانی والا مصرعہ صادق آتا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ساڑھے آٹھ سال تک آستانہ عالیہ سیال شریف میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے یہ دور حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کا دور تھا اور یہ بڑا سنہری اور علمی دور تھا اور قبلہ استاذی المکرّم اور حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما یہ دونوں ہستیاں علم کے بلند مرتبے پر فائز تھیں۔ اور ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ فقہ کی کتابوں میں آتا ہے کہ شمس الدین نام رکھنا منع ہے جبکہ حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ کا اسم گرامی شمس الدین ہے تو حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ کے ہاتھ مبارک کے دستخط موجود ہیں اور ان پر لکھا ہوا ہے محمد شمس الدین (رحمہ اللہ) یعنی حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پیر سیال علیہ الرحمۃ کا صحیح نام محمد شمس الدین ہے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد شمس الدین رضی اللہ عنہ نے تقریباً 12 سال مکھڈ شریف میں مولانا محمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے علم دین حاصل کیا اور دورہ حدیث شریف کابل (افغانستان) میں حافظ دراز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کیا حضرت علامہ مولانا غلام نبی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ للہی لِلہ شریف اور خواجہ محمد شمس الدین نے

اکٹھا دورہ حدیث شریف حافظ دراز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہے ان دونوں حضرات کی آپس میں بہت زیادہ محبت تھی حافظ دراز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث گزرے ہیں اور یہ شارح بخاری شریف ہیں اور ان کی شرح کا نام (منح الباری) ہے۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس شرح کے ہوتے ہوئے بخاری شریف کی کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں ہے یہ شرح فارسی زبان میں ہے اور حضرت شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی شرح کی طرز پر ہے اور یہ کسی دور میں ایک دفعہ چھپی بھی ہے اور پشاور کی یونیورسٹی میں اس کا مسودہ موجود ہے اور اس کے پہلے پارے کی جلد آستانہ علیہ مکھڈ شریف اور بندیال شریف میں موجود ہے اور یہ حافظ دراز صاحب رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کا قاضی مبارک پر حاشیہ ہے اور ان کا صحیح نام حافظ محمد احسن صاحب المعروف حافظ دراز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور یہ پشاور کے مضافات قصبہ خاشاب کے رہنے والے تھے اور انہوں نے مولوی اسماعیل قتیل کے خلاف تقریری اور تحریری جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ منح الباری شرح بخاری کے بڑے دلدادہ تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی اس شرح کو شائع کرا دے تو اس کا اہلسنت وجماعت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواجہ محمد شمس الدین صاحب سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کے تین صاحبزادے تھے۔

(۱) خواجہ محمد دین صاحب۔ (۲) خواجہ فضل دین صاحب۔ (۳) خواجہ شعاع الدین صاحب سیالوبین رحمہم اللہ تعالیٰ (سیال شریف)

حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کا روضہ شریف حضرت ثانی غریب نواز کے زمانے میں تعمیر ہوا جو مستری، ثانی صاحب نے کام پر لگایا اس نے روضہ شریف کی بنیاد کھودنا شروع کردی وہ بہت گہرائی تک لے گیا حضرت ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا تو فرمانے لگے کہ اتنی گہرائی تک چلے گئے ہو اب کھودنا ختم کردو ثانی صاحب اتنا فرماتے اور گھر آجاتے اور مستری دوبارہ کھودائی

شروع کر دیتے اور جب ثانی صاحب دوبارہ تشریف لاتے تو مزدور کام ختم کر دیتے جب ثانی صاحب چلے جاتے تو وہ پھر کھودنا شروع کر دیتے۔ ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب دو تین دن اسی طرح دیکھا تو ثانی صاحب نے حکم دیا کہ اب کھودنا بالکل ختم کر دو مستری صاحب نے کہا کہ اب میں کھودنا تو ختم کر دیتا ہوں لیکن میری تسلی نہیں ہوگی ثانی صاحب کے زمانے میں بہت سخت سیلاب آیا تو سیال شریف میں پانی داخل ہو گیا جب ثانی صاحب نے یہ منظر دیکھا تو بہت خوش ہو کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ مستری کی قبر کو ٹھنڈا کرے اگر وہ میرے کہنے پر چلتا تو آج کام بگڑ جاتا۔

یاد رہے کہ حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کے روضہ کی بنیادیں پانی کی تہہ تک ہیں۔ حضور پیر سیال لجپال رضی اللہ عنہ کے روضہ کی بنیادیں بڑی بڑی لکڑیوں کی گیلیوں سے رکھی گئیں ہیں سیال شریف کا علاقہ سیم زدہ ہے روضہ شریف کی بنیادوں کیلئے بڑی بڑی گیلیاں کشمیر سے لائی گئیں اس وقت اور کوئی ذریعہ نہ تھا وہ دریا کے ذریعے حکومت کی نگرانی میں وہ لکڑی سیال شریف دریا کے کنارے پہنچائی جاتی ایک دفعہ بہت بڑی گیلی آئی تمام خدام آستانہ عالیہ اس لکڑی کو باہر نکالنے سے عاجز آگئے انہوں نے مشورہ کیا صاحبزادہ فضل دین صاحب بہت زیادہ طاقت ور ہیں آج انہیں آزماتے ہیں خادموں نے حضرت ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ آپ صاحبزادہ فضل دین صاحب کو حکم فرمائیں کہ وہ لکڑی باہر نکلوائیں۔ ثانی صاحب نے فرمایا کہ بھائی فضل دین ذرا ان کی مدد کرنا فضل دین صاحب دریا کے کنارے تشریف لے گئے خادموں نے کہا کہ آج ہم ان کو لکڑی باہر نہیں نکالنے دیں گے اس لکڑی کو خادموں نے بڑی بڑی رسیوں سے باندھا اور طے کیا کہ جب فضل دین صاحب باہر کھینچیں گے تو ہم لکڑی کو اندر کی طرف دھکیلیں گے ایک طرف سے صاحبزادہ صاحب نے پکڑا اور دوسری طرف سے خادموں نے اور جب آپ نے لکڑی کو اپنی طرف کھینچا تو خادموں نے مخالف سمت زور لگایا تو جب صاحبزادہ فضل دین صاحب نے زور لگایا تو لکڑی باہر نہ آئی دوبارہ آپ نے نعرہ لگایا اور قوت سے لکڑی کو کھینچا تو

لکڑی باہر آپڑی اور خادم دور دور جا گرے صاحبزادہ فضل دین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ جسمانی قوت عطا فرمائی تھی ۔قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ فضل دین صاحب کڑانہ کی پہاڑیوں پر تشریف لے جاتے اور دس دس من کے پتھر اٹھا کر اپنے ہاتھوں پر گیند کی طرح اچھالتے رہتے اور جب لنگر شریف میں تشریف لاتے ثابت نمک کو اپنے ہاتھوں پر مروڑ کر پیس دیتے اور فرماتے کہ ہمیں بھی لنگر کی کچھ خدمت کرنے دو۔آپ رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے لکڑی کے دانوں والی تسبیح پڑھتے اور تسبیح کو اس قدر زور سے گھماتے کہ ہفتہ دس دن کے بعد اس تسبیح کے دانے ٹوٹ جاتے۔

جس وقت حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کا روضہ شریف تعمیر ہو رہا تھا تو بڑے بڑے پہلوان لوگ صاحبزادہ فضل دین صاحب کے ہاں تشریف لاتے ایک دن ایک پہلوان آیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آج دیکھتے ہیں کہ کون زیادہ اینٹیں روضہ شریف کے اوپر لے جاتا ہے وہ پہلوان تقریباً پچاس اینٹیں لیکر بڑی مشکل سے روضہ کے اوپر چڑھ گیا اور جب صاحبزادہ فضل دین رحمہ اللہ تعالیٰ کی باری آئی تو آپ ستر 70 اینٹیں اٹھا کر اوپر تشریف لے گئے۔

حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کے تیسرے صاحبزادے شعاع الدین صاحب ہیں صاحبزادہ شعاع الدین صاحب بڑی ہی لطیف طبیعت کے مالک تھے اگر آپ کے سامنے کوئی آدمی بادام توڑ رہا ہوتا تو جب توڑنے والا کڑوے بادام کو توڑتا آپ اتنے لطیف تھے کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ کڑوا بادام ہے اور آپ تھوکنے لگ جاتے اور فرماتے کہ پھینک دو اس بادام کو یہ کڑوا ہے۔اور جب کبھی تیز ہوا چلتی اور آپ بوٹیوں کی خوشبو محسوس فرماتے تو آپ کو فوراً زکام لگ جاتا۔

جب حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ کا روضہ شریف زیر تعمیر تھا تو صاحبزادہ شعاع الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ روضہ شریف کے قریب سے گزر نہ فرماتے کہ کہیں روضہ شریف اوپر نہ گر جائے جب حضرت ثانی صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں اتنی محنت سے

روضہ شریف بنوا رہا ہوں اور آپ قریب سے بھی نہیں گزرتے ڈرتے ہیں کہ کہیں اوپر نہ گر جائے۔

حضور پیر سیال لجپال رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک جس مستری صاحب نے تیار کیا ہے اس کا محمد بخش ہے اس مستری نے نقشے کے مطابق کام شروع کر دیا جب اس کو آگے کام کی سمجھ نہ آئی تو پھر وہ کام چھوڑ کر ملتان شریف کے علاقہ چلا جاتا وہ کام کسی ماہر مستری سے سمجھ کر آتا اور پھر کام دوبارہ شروع کرتا روضہ شریف میں جو چونے کا پلستر ہوا ہے یہ پلستر کرنا بہت مشکل کام ہے اس مستری کو اس پلستر کی سمجھ نہ آتی تھی وہ پھر ملتان شریف گیا جہاں چونے کے پلستر کا کام ہو رہا تھا وہاں یہ مستری پھٹے پرانے کپڑے پہن کر گیا بال اس کے بڑھے ہوئے تھے یعنی ناسمجھ بن کر گیا جس مالک کا کام ہو رہا تھا اس سے یہ کہنے لگا کہ میں غریب آدمی ہوں کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے اور آپ کا کام مستری کر رہے ہیں مجھے بھی مزدوری پر کام کرنے دیں میں ان مستریوں کے ساتھ مزدوری کروں گا اس نے کہا کیا بات ہے آپ مزدوری کریں اس نے مستریوں کے ساتھ مزدوری شروع کر دی وہ مستری جو کام کر رہے تھے وہ چونے کا پلستر تھا وہ مستری جب چونے کا مسالہ تیار کرتے اس وقت تمام مزدوروں کو باہر نکال دیتے یعنی کوئی دیکھ نہ لے کہ ہم کس طرح مسالہ بناتے ہیں جب وہ مستری مسالہ بنا کر اس میں پانی ڈال دیتے اس وقت مزدوروں کو کہتے اس کو تنگاریوں میں ڈال کر ہمیں دیں وہ مستری بھی مزدوروں کے ساتھ تنگاری اٹھا کر مستریوں تک پہنچانے لگا مستری کہتے کہ یہاں رکھ اور وہ وہاں رکھ دیتا وہ پھر کہتے کہ اس کو یہاں رکھو لیکن یہ پھر اٹھا کر تنگاری کو کسی اور جگہ پر رکھ دیتا ان مستریوں نے سمجھا کہ یہ کوئی بیوقوف ہے لیکن یہ بھی بہت ماہر مستری تھا انہوں نے کہا کہ ہم مسالہ بھی اس سے بنوائیں گے انہوں نے مسالہ بھی اس سے بنوانا شروع کر دیا اس نے صحیح طور پر سمجھ لیا کہ یہ مسالہ کس طرح بناتے ہیں اور کس طرح پلستر کرتے ہیں ایک دن ان مستریوں نے دوپہر کے کھانے کیلئے کام چھوڑا وہ مستری تمام دن میں ایک ہاتھ کام کرتے تھے جب انہوں نے کام

چھوڑا تو اس نے کام شروع کر دیا اس نے ایک گھنٹہ میں دو ہاتھ کام کیا جب وہ مستری واپس کام پر آئے تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے کیا ہے ان کے کام اور اس کے کام میں کوئی فرق معلوم نہ ہوتا تھا آخر اس نے پندرہ روپے ان مستریوں کو دیئے اور ان کو کہا السلام علیکم تم ہمارے استاد اور میں شاگرد یہ پندرہ روپے آپ کا نذرانہ ہے اور اس نے واپس سیال شریف آ کر اس طرح چونے کے پلستر کا کام شروع کر دیا۔

حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر انور پر جو ڈولی بنی ہوئی ہے اور اس پر جو جالیاں لگی ہوئی ہیں اس مستری کو جالیاں بنانے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ جالیوں کا کام سمجھنے کیلئے آگرہ تاج محل (ہندوستان) گیا وہاں سے کام سمجھ کر آیا اور پھر شروع کر دیا۔

حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سردیوں میں ہمیشہ بنگلے شریف میں ایک مکان میں رہتے تھے اور ساری رات آگ جلایا کرتے تھے اور اسے تاپتے تھے اس کمرے میں ایک دھواں کش بنا ہوا تھا اور اس کمرے سے دھواں باہر چلا جاتا تھا اور اس کمرہ میں ایک ڈاٹ بنی ہوئی تھی اس پر پلستر کیا ہوا تھا اور اس مستری نے اپنے ایک شاگرد کو سمجھایا تھا کہ جس وقت آپ کو ڈاٹ بنانے کی سمجھ نہ آئے تو اس پلستر کو اکھیڑ کر سمجھ لینا روضہ شریف بنگلہ شریف اور مجلس خانہ اسی مستری نے بنایا تھا اور مسجد شریف حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بنوائی تھی حضرت صاحب نے ساہیوال کے مستری کام پر لگا رکھے تھے اور مسجد کے دروازوں پر جب ڈاٹیں بنانے کی باری آئی وہ ڈاٹیں بناتے اور غلط ہو جائیں آخر حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کو معلوم تھا کہ اس مستری نے اپنے ایک شاگرد کو بتایا تھا یہاں سے پلستر اکھیڑ کر دیکھ لینا آپ نے اس شاگرد کو بلوایا اور فرمایا کہ ڈاٹوں کی سمجھ نہیں آ رہی اس نے پلستر اکھیڑ کر ڈاٹ دیکھیں اور تمام مستریوں نے اس کی کل پیمائش کر کے پھر دروازوں پر ڈاٹیں بنائیں تو بالکل وہ صحیح بنیں وہ مستری اتنے خوش ہوئے کہ مسجد میں ناچنے لگے۔

جس وقت حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ، مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے ہاں اجمیر شریف میں تعلیم حاصل کرر ہے تھے تو اجمیر شریف کے آستانہ عالیہ پر ایک اسمبلی منعقد ہوتی تھی جس طرح حکومتی اسمبلی کا اجلاس ہوتا ہے اس اجلاس میں چشتی سلسلہ کے تمام مشائخ عظام حاضر ہوتے تھے اور حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین اس اجلاس کی صدارت کرتے تھے اور حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہر اجلاس میں شامل ہوتے تھے اور پھر جب آپ سیال شریف واپس تشریف لائے تو پھر یہاں سے اجمیر شریف اجلاس میں شرکت کیلئے جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے عم مکرم میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اس دفعہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں میاں سعد اللہ صاحب نے کہا کہ جناب آپ تو شہنشاہ آدمی ہیں اور میں غریب آدمی ہوں اتنا خرچہ برداشت نہیں کرسکتا تو حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کا خرچہ برداشت کروں گا۔ تو میاں سعد اللہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میں اکیلا نہیں جاؤں گا میرے ساتھ میرے خدام بھی ہونگے تو حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ میں ان کا خرچہ بھی برداشت کرونگا تو میاں سعد اللہ صاحب نے فرمایا کہ میں راستے میں اور خرچہ بھی کراؤنگا۔ تو حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ٹھیک ہے میں وہ بھی برداشت کروں گا یعنی میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا جانے کا ارادہ نہ تھا میاں سعد اللہ صاحب نے حساب کیا تو آپ کا کل خرچہ تین ہزار 3000 روپے بنتا تھا تو حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں برداشت کرونگا آخرکار میاں سعد اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ اتنا خرچہ کیوں برداشت کررہے ہیں؟ تو حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ثواب ہوگا تو میاں سعد اللہ صاحب نے کہا کہ اگر آپ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ 3000 ہزار روپے مجھے دے دیں میں اپنے اہل وعیال کی پرورش کروں گا اور آپ کو ثواب مل جائیگا۔

حضرت میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت قلندرانہ تھی

یاد رہے کہ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت قلندرانہ تھی اور آپ نہایت ہی خوش طبع تھے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے حضرت ثانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ایک ملفوظ سنایا۔ ملفوظ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شمس العارفین رضی اللہ عنہ کا سیال شریف میں عرس منایا جارہا تھا بڑی مخلوق عرس پر حاضر تھی خصوصاً مستورات کا بڑا انبوہ تھا گھر میں اتنی بھیڑ تھی کہ مستورات کو لیٹنے کیلئے چارپائی نہیں ملتی تھی آخر خدا خدا کر کے عرش شریف ختم ہوا اور مخلوق خدا اپنے اپنے گھروں کو واپس ہونے لگی صاحبزادہ میاں سعد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جب لوگوں کو گھر جاتے دیکھا تو میرے منہ سے یہ نکلا کہ شکر ہے پیر بھائی گھروں کو جانے لگے ہیں گھر میں اٹھنے بیٹھنے کیلئے جگہ نہیں میاں سعد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میرے والد گرامی جناب ثانی صاحب نے میری یہ بات سنی تو مجھے زور سے پکارا کہ سعد اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کی جناب کیا کہہ رہا ہوں؟ پیر بھائیوں نے تنگ کر رکھا ہے اٹھنے بیٹھنے کیلئے جگہ نہیں ہے۔ اب پیر بھائی گھروں کو جا رہے ہیں اب کچھ آسانی ہوگی۔ حضرت ثانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جواب میں فرمایا کہ تمہارا تو یہ خیال ہے لیکن اپنے باپ سے نہیں پوچھتے میرا تو جی چاہتا ہے کہ ان پیر بھائیوں کے ساتھ ان کے گھروں کو چلا جاؤں۔ حضرت ثانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی اپنے مریدین کے ساتھ محبت عشق کی حد تک تھی اور مریدین کی محبت بھی اسی طرح تھی۔

میاں سعد اللہ سیالوی رح کے قلندرانے بازبانِ استاذ العلماء رح:

قبلہ استاذی المکرم رح فرماتے تھے کہ میاں سعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سیالوی فقیر کے دنیاداری کے استاد ہیں میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رح کا شمار دانائے زمانہ لوگوں میں سے ہوتا ہے اور آپ کی طبیعت میں مزاح لطیف کا عنصر موجود تھا اور آپ کے قلندرانے مشہور تھے قبلہ استاذی المکرم رح اکثر و بیشتر ان کو دوران اسباق بیان فرماتے اور سامعین کی طبیعت کو خوش فرماتے۔ بندہ ناچیز نے قبلہ استاذی المکرم رح سے آپ کے جو قلندرانے سنے ہیں انکو قارئین کی نظر کرتا ہے۔

☆۔ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رح فرماتے تھے کہ جس طرح اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھتے ہیں اسی طرح اعوذ باللہ من الگان والبان بھی پڑھنا چاہیے، گان سے مراد صاحبزادگان اور بان سے مراد گاڑی بان ہے۔

☆۔ اسی طرح آپ فرماتے تھے کہ تقدیر تو اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے ٹلتی نہیں لیکن جان بوجھ کر تقدیر کو انگشت نہیں دینی چاہیے۔

☆۔ جہاں کہیں حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناظرے کی تاریخ مقرر فرماتے تو میاں سعد اللہ صاحب رح استاذی المکرم رح کو فرماتے کہ مولوی صاحب سنا ہے ہمارے گدی نشین کہیں پیچ رکھا ہے۔

☆۔ کشف القبور کے متعلق فرماتے تھے کہ فلاں آدمی کہتا ہے کہ مجھ کو کشف القبور ہے

کشف القبور تو ''بجو'' کو ہوتا ہے تم ''بجو'' ہو

☆۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا لائسنس ہوتا ہے گھی بیچنے کا، تمباکو، نسوار وغیرہ بیچنے کا لیکن پیری مریدی ایسی چیز ہے کہ اس کا کوئی لائسنس نہیں جو بھی چادر کھول دے وہی غوث زماں بن جاتا ہے۔

☆۔ ایک دفعہ میاں سعد اللہ صاحبؒ نے قبلہ بابو جی یعنی غلام محی الدین گولڑویؒ کو فرمایا کہ آپ تمام بال بچے چھوٹے بڑے لے کر حج وعمرہ کیلئے ہر سال چلے جاتے ہیں آپ نے مدینہ لاہور بنایا ہوا ہے۔

☆۔ ہوائی جہاز کے متعلق فرماتے تھے کہ اس پر سفر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس وقت اس کو آگ لگتی ہے نہ اس وقت کوئی داد سنتا ہے نہ فریاد۔ بلکہ منٹوں اور سیکنڈوں میں جل جاتا ہے۔اور نہ ہی آدمی کسی درخت کی ٹہنی پکڑ سکتا ہے۔

☆۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ پتا نہیں مجھے کتنی خلافتیں ہیں لیکن پیری مریدی والا کتا کام ہم سے نہیں ہوتا۔

☆۔ آپ منہ میں سبز نسوار ڈالتے تھے اگر آپ کے پاس نسوار ختم ہو جاتی تو کوئی آدمی جو باہر سے آتا اور آپ اس آدمی سے فرماتے کہ نسوار ہے اور اگر وہ کہتا کہ میرے پاس نہیں ہے تو آپ فرماتے کہ بڑا بے ذوق آدمی ہے۔

☆۔ ایک مرتبہ آپ نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ پیر صاحب ہمارے بڑے بزرگ کوئی پیر شیر بھی تھے یا ویسے ہی پکھنڈ بنایا ہوتھا تو حضرت صاحب خاموش ہو گئے تیسری مرتبہ حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہؒ نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ فرماتے ہیں کہ آپ کے جسم کے تمام بال اٹھے ہوئے تھے آنکھیں سرخ اور ابھری ہوئی تھیں تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ آپ تو میرے اعلیٰ حضرت جناب شمس العارفین نور اللہ مرقدہٗ کی اولاد سے ہیں اگر کوئی اور ہوتا تو میں دوسری دفعہ ہی اس کو آگے نہ کہنے دیتا۔

☆۔ ایک دفعہ میاں سعد اللہ صاحبؒ سیالوی مہار شریف تشریف لے گئے تو وہاں کے صاحبزادگان نے آپ سے کہا کہ دیکھو گولڑہ شریف والے آپ کے مرید ہیں لیکن آپ ان کی بڑی چاپلوسی کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ ایک تو اس کا جواب عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ جواب صاحبزادگان باشد خموشی اور دوسرا جواب میرا ہے کہ میرے بزرگ خصوصاً

حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کا بے حد احترام کرتے اگر میں حلالی ہوں تو اپنے بزرگوں کا عقیدہ اپناؤں اور پھر حضرت ثانی صاحبؒ کا آپ سے تعلق بیان کرتے۔

☆۔ میاں سعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ مرید ویسے تو بہت عقیدت مند ہوتے ہیں اور کہتے ہیں جی ہم آپ کے کتے ہم آپ کے غلام، اگر ان کو کہا جائے کہ ووٹ ادھر دینا ہے تو وہ بالکل نہیں دیں گے۔

☆۔ آپ فرماتے تھے جس وقت مولوی لوگ گھر سے کہیں باہر جاتے ہیں تو عورتوں کی طرح تمام سرخی پاؤڈر ساتھ لے جاتے ہیں۔

☆۔ آپ کا ایک کوٹ تھا اس کے اندر ایسا کپڑا لگا ہوا تھا جس طرح جانور کی کھال ہوتی ہے آپ جس وقت اپنا کوٹ مانگتے تو فرماتے کہ او فلاں! میرا ریچھ لے آؤ۔

☆۔ جس وقت قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آستانہ عالیہ سیال شریف میں اسباق پڑھا رہے ہوتے تو چھوٹے لڑکے اگر شور مچاتے تو میاں سعد اللہ صاحبؒ فرماتے کہ کہاں گئے ہیں داخلی منصوبہ بندی والے۔

☆۔ جب کوئی موذن اذان دیتا تو اگر اس کو اذان میں کھانسی آجاتی تو آپ فرماتے کہ بس کر ان فَلو نزلہ نہ پھیلا۔

☆۔ جب حضور قبلہ حضرت بابو جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے صاحبزادوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ سیال شریف حاضر ہوتے تو آپ صاحبزادہ سعد اللہ صاحب کے ڈیرہ پر قیام فرماتے اور آپ اپنے صاحبزادوں کو ارشاد فرماتے کہ اپنی جوتیاں خود اٹھاؤ اور ایک کمبل لے لو اور دونوں بھائی نیچے چٹائی پر آرام کر لو جبکہ حضور بابو جیؒ چارپائی پر آرام فرماتے تو میاں سعد اللہ صاحبؒ بابو جیؒ سے فرماتے کہ آپ نے صاحبزادوں کی مٹی پلید کر رکھی ہے۔

☆۔ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ پیروں کو مرید برباد کرتے ہیں کیونکہ پیر صاحب اگر غلط بات بھی کرتے ہیں تو مرید کہتے ہیں ٹھیک ہے! جی حضور! چاہے حضور غلط

فرما رہے ہوں اس لئے کہ مرید حضور کی ہر بات پر جی حضور! جی حضور! کرتے ہیں تو پیر صاحب سمجھتے ہیں کہ ہم جو بات بھی کرتے ہیں وہ ٹھیک ہوتی ہے اور واقعہ میں اس کے خلاف ہوتی ہے۔

☆۔ آپ فرماتے تھے کہ عورت مرد کو کہے کہ میرے لئے بازار سے جوتے لے آنا تو جو آدمی عورت کیلئے جوتے لاتا ہے تو اس کی ساری زندگی پھر جوتے لاتے ہی گزر جاتی ہے۔

نوٹ:۔ بندہ نے صاحبزادہ میاں سعد اللہ سیالوی علیہ الرحمۃ کے قلندرانہ لکھے ہیں ہو سکتا ہے کہ قارئین میں سے کسی کی طبع کے موافق نہ ہوں تو بندہ کو اس میں معذور سمجھیں کیونکہ بندہ نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بارہا دفعہ یہ سنے ہیں آپ اکثر اسباق میں بیان فرماتے تھے میں اس لئے ان کو تحریری صورت میں لایا ہوں تا کہ قبلہ استاذی المکرّمؒ کے حلقہ تلازم میں ان کا ذکر ہوتا رہے اور صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب سیالویؒ کی یاد تازہ ہوتی رہے کیونکہ قبلہ استاذی المکرّم کا ان کے ساتھ ایک انوکھا تعلق تھا۔

نوٹ: جگر گوشہ استاذ العلماء صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کا حکم تھا کہ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا کتاب میں کسی نہ کسی ذریعے سے ذکر ضرور کرنا ہے۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ساہیوال نزد سیال شریف ضلع سرگودھا میں، جو بلوچ رہتے تھے حکومت کا نظام ان کے ہاتھ میں تھا اور جو بلوچوں کا سردار تھا وہ حضور خواجہ محمد شمس الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں گزرا ہے یہ بلوچ حضور پیر سیال علیہ الرحمۃ کے ساتھ تونسہ شریف حضور پیر پٹھان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور بلوچ نے حضور پیر پٹھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور دنیا داری میرے پاس بہت ہے میں دنیا سے رج گیا ہوں آپ دعا فرمائیں کہ میری موت ایمان پر ہو تو حضور پیر پٹھان غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "واہ۔ واہ۔ واہ بلوچ" یعنی تین دفعہ آپ نے واہ واہ فرمایا پھر وہ واپس لوٹ گیا جیسا کہ پیر پٹھان علیہ الرحمۃ نے تین دفعہ واہ واہ فرمایا تین پشتوں تک وہ مذہب حق پر رہے تین پشتوں کے بعد وہ مذہب شیعہ اختیار کر گئے۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

قانونچہ کھیوالی کا جو مصنف ہے یہ حضور پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کا غلام تھا اس نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی کہ دعا کریں میں علم صرف کا امام بن جاؤں اس کو علم صرف کا بہت شوق تھا تو پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ دعا کرا کے میری موت ایمان پر ہو پھر اس نے کہا کہ دعا کریں کہ میں علم صرف کا امام بن جاؤں پیر پٹھان علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تو صرف کا امام تو بن جائیگا لیکن بے ایمان ہو کر مرے گا اس کے بعد وہ مرزا قادیانی کا مرید ہو گیا اور اس کا تمام خاندان مرزائی ہو گیا تو قانونچہ کا مصنف کہا کرتا تھا کہ میرے پیر نے جو یہ فرمایا تھا کہ تو صرف کا امام بن جائیگا تو میں صرف کا امام تو بن گیا لیکن آپ نے جو یہ فرمایا تھا کہ تو بے ایمان ہو کر مرے گا حالانکہ میں مرزا قادیانی کا مرید ہو گیا ہوں (لعن بما قال المصنف)

حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ شیخ جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ وہ شیخ جلیل کے رہنے والے تھے جو کہ سیال شریف کے مضافات میں ہے۔ وہ صبح کی نماز شیخ جلیل میں پڑھ کر سیال شریف تشریف لاتے اور شام کو واپس شیخ جلیل چلے جاتے ایک دن شام یا عشاء کی نماز پڑھنے کیلئے آپ اپنے گاؤں کی مسجد میں تشریف لے گئے وہاں مسجد میں ایک مسافر موجود تھا آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ مسافر ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! تو خلیفہ شیخ جلیل مسجد سے اٹھے اور دو تین گھروں سے تھوڑی روٹی اور سالن مانگ کر لے آئے اور یہ کھانا اس مسافر کو پیش کیا اور آپ نماز پڑھ کر گھر تشریف لے گئے پھر جب صبح کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں تشریف لائے تو وہ مسافر وہاں موجود نہیں تھا یعنی آپ کے آنے سے پہلے کہیں چلا گیا۔ اور آپ نماز پڑھ کر سیال شریف روانہ ہوئے تو وہ مسافر سیال شریف ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے پہلے اس مسافر نے روٹی والا واقعہ حضور پیر سیال کو سنایا اتنے میں شیخ جلیل بھی حاضر ہوئے تو اس مسافر نے حضور پیر سیال کو اشارہ کیا کہ یہ

آدمی ہے رات والا بس یہی کہہ کر وہ مسافر چلا گیا مسافر کے جانے کے بعد حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ نے شیخ جلیل کو فرمایا کہ آپ اپنے گھر سے اس مسافر کو روٹی لا کر دیتے کیا تم کو معلوم ہے وہ مسافر کون تھا؟ انہوں نے عرض کی نہیں! تو حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مسافر قطب زمانہ تھا وہ ولیوں کو آزمانے کیلئے آتا ہے وہ ایک قدم یہاں رکھتا ہے تو دوسرا قدم دِلی میں۔

حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے محمد قاسم سے گھوڑے پر سواری کرنا سیکھا ایک دن حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ گھوڑے پر سوار ہو کر دار العلوم کی طرف جا رہے تھے کہ آپ کا گھوڑا ایک دم ڈرا اور بہت گرد و غبار اڑی اور حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ گھوڑے سے گر پڑے اور لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں جونہی میں گھوڑے سے نیچے گرا پھر پھرتی سے دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا یعنی لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ میں گھوڑے سے گرا ہوں یا نہیں۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم رحمہ اللہ تعالیٰ تونسوی اور آپ کے صاحبزادے حافظ محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو وہاں مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی نور اللہ مرقدہٗ بھی موجود تھے مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غائبانہ شاہ اللہ بخش تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہوئی تھی اور آپ کے ہمراہ تقریباً تین سو طلباء تھے۔ خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے حافظ محمد موسیٰ صاحب کو مولانا عبد الحق صاحب نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب کیا پڑھتے ہو؟ تو جواباً آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف پڑھتا ہوں تو مولانا عبد الحق صاحب نے کہا کہ صاحبزادہ صاحب کچھ معقول بھی پڑھا کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں معقول سمجھ کر مشکوٰۃ شریف پڑھتا ہوں تو مولانا عبد الحق صاحب پسینہ پسینہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ کسی نے سچ کہا ہے کہ شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے

ایک دفعہ فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ قمرالدین سیالوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنے والد گرامی سے زیادہ عالم ہیں۔

مولانا احمد دین گانگوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ کا وصال باکمال ہوا مجھے یاد ہے لیکن میں نے زیارت نہیں کی حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیٹ میں تکلیف تھی آپ کو معلوم ہوا کہ دلی میں حکیم اجمل خان کے مدرسہ میں ایک مولوی صاحب حکیم ہیں آپ یعنی حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا احمد دین گانگوی صاحب اور آپ کے کچھ ساتھی دلی میں اس حکیم کے پاس گئے جب دلی کے چاندنی چوک میں پہنچے تو وہاں ایک کباب والے کی دکان تھی حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کبابوں کو پسند فرماتے تھے آپ اور آپ کے ساتھی اس دکان میں داخل ہو گئے وہاں ایک سفید ریش آدمی بیٹھا ہوا تھا وہ آپ کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگا آخر کار وہ آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور آپ کو مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ کیا آپ پنجابی ہیں؟ ہم نے کہا ہاں پھر اس نے کہا کیا آپ ضلع سرگودھا کے رہنے والے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں پھر اس نے کہا کیا آپ سیال شریف کے رہنے والے ہیں؟ مولانا احمد دین گانگوی نے کہا یہ اب سیال شریف کے سجادہ نشین ہیں اس نے کہا ٹھیک ہے اس نے کہا آپ کا یہاں کیسے آنا ہوا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیٹ میں تکلیف ہے فلاں حکیم کے پاس جا رہے ہیں اس نے کہا وہ حکیم میں ہی ہوں اس حکیم نے کہا کہ کل آپ کی دعوت میرے ہاں ہے آپ تشریف لے آئیں آپ وہاں تشریف لے گئے دراصل اس حکیم کا تعلق سیال شریف حضرت ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھا وہ بچپن میں بیعت ہوا اور پھر دلی چلا گیا پھر پاکستان نہیں آیا اور وہ اصل میں ضلع خوشاب کا رہنے والا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اہل تشیع کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام تحفہ اثنا عشریہ ہے کسی شیعہ نے آج تک اس کا رد نہیں لکھا مغلیہ دور کے بادشاہوں کی بیویاں شیعہ ہوتی تھیں کسی عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ کسی مجتہد عالم کو بلا

کر شاہ عبدالعزیز صاحب سے مناظرہ کروائیں حتیٰ کہ انہوں ایران سے ایک مجتہد شیعہ عالم کو بلایا وہ مجتہد شیعہ دلی میں آیا اس نے کہا کہ میں شاہ صاحب سے مناظرہ کروں گا۔ یہ بات مشہور ہوگئی جب شاہ صاحب کے طالب علموں کو پتہ چلا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ شاہ صاحب بہت بڑے عالم دین ہیں اور یہ مجتہد شیعہ نا معلوم آدمی ہے اس میں شاہ صاحب کی ہتک ہے کہ آپ اس سے مناظرہ کریں انہوں نے مشورہ کیا اور ایک درخواست لکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کی کہ آپ کے علاقہ میں شاہ صاحب بہت بڑے عالم ہیں اور وہ شیعہ نا معلوم آدمی ہے اگر شاہ صاحب اس کے ساتھ مناظرہ کریں تو یہ آپ کی ہتک ہے بادشاہ نے کہا کہ پھر میں کیا کروں ان شاگردوں نے کہا کہ پہلے وہ شیعہ ہمارے ساتھ مناظرہ کرے اگر وہ ہم پر غالب آجائے تو پھر شاہ صاحب کے ساتھ مناظرہ کرے بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ وہ شیعہ شاہ صاحب کے مدرسہ میں آیا اور شاہ صاحب کے شاگردوں سے ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ شاہ صاحب کہاں ہیں انہوں نے کہا کہ کیا آپ مناظرہ کرنے کیلئے آئے ہیں تو اس شیعہ نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا کہ پہلے آپ ہم سے مناظرہ کریں اگر آپ ہم سے جیت گئے تو پھر شاہ صاحب سے مناظرہ کریں اس نے کہا ٹھیک ہے شاہ صاحب کے تمام شاگرد اس شیعہ مجتہد کے سامنے بیٹھ گئے اس مجتہد نے کہا کہ آپ لوگوں نے کچھ پڑھا بھی ہے ان شاگردوں میں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے انہوں نے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا ہم تمام پڑھے ہوئے ہیں (یاد رہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بارہ سال کی عمر میں تمام کتب سے فراغت حاصل کر لی تھی) شیعہ مجتہد نے مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا آپ نے کچھ پڑھا ہے تو آپ نے ہاں میں جواب دیا اس نے کہا کہ آپ نے منطق کی کتاب افق المبین پڑھی ہوئی ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ صرف پڑھی ہی نہیں بلکہ اس کا رد بھی پڑھا ہوا ہے اس نے وہ کتاب کھول کر آپ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ اس جگہ سے تقریر کریں۔ آپ نے وہاں سے تقریر شروع کی اور پھر اس کا مطلب بیان کیا پھر اس پر اعتراض کیا پھر اس کا جواب دیا

پھر اس نے جو اعتراضات کیئے تھے آپ نے ان تمام اعتراضات کا جواب دیا آخر میں آپ نے مجتہد کو لاجواب کر دیا اس نے کہا کہ میں کل پھر آؤں گا اور اس شیعہ مجتہد نے کہا کہ جس شاہ صاحب کے شاگردوں کا یہ مقام ہے ان کا اپنا کیا مقام ہوگا اور وہ رات ورات ایران بھاگ گیا۔

انگریز کے دور میں جبکہ ملکہ وکٹوریہ کی حکومت تھی تو مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلی کی جامع مسجد میں بیٹھ کر فتویٰ دیا کہ مسلمانوں پر جہاد فرض ہوگیا ہے آپ کے ساتھ سات سو آدمی جنہوں نے سر پر کفن باندھ رکھا تھا کہ ہم جہاد کیلئے تیار ہیں جب یہ فتویٰ مجسٹریٹ کے ہاں پہنچا اس نے اس فتویٰ کی تصدیق کرنی تھی۔ تو اس نے مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بلایا مولانا فضل حق خیر آبادی نور اللہ مرقدہٗ نے اس فتویٰ پر ایک سنی آدمی کے سامنے دستخط کیئے تھے مجسٹریٹ نے اس سنی گواہ کو بھی طلب کیا تو دوسرے مسلمانوں نے کہا کہ اتنے بڑے عالم ہیں مجسٹریٹ ان کو سزا دے گا تو ان مسلمانوں نے اس گواہ سے کہا کہ آپ گواہی دیں کہ یہ دستخط مولانا فضل حق صاحب نے نہیں کیئے وہ گواہ جب مجسٹریٹ کے سامنے گیا تو مولانا فضل حق خیر آبادی بھی وہاں موجود تھے۔ اس نے کہا کہ یہ دستخط مولانا فضل حق خیر آبادی کے ہی ہیں مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ فضل حق ہیں یا کوئی اور فضل حق ہیں جب مولانا فضل حق خیر آبادی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ یہ گواہ غلط کہہ رہا ہے یہ دستخط میرے ہیں اور میں ہی فضل حق ہوں آخر آپ کو کالے پانی میں بھیج دیا گیا اور آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے اور وہیں کالے پانی میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اللہ اکبر۔ یہ ہے ہمارے اکابرین کی حق گوئی اور بے باکی۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اسی طرح ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بانی دار العلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب کو کسی مقدمہ میں گرفتاری کا سامنا تھا جب پولیس انہیں گرفتار کرنے کیلئے

آئی تو یہ پولیس کو دیکھ رہے تھے جونہی انہوں نے پولیس کو دیکھا تو اپنی جگہ سے ایک فٹ دائیں بائیں ہو کر بیٹھ گئے جب پولیس پہنچی تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ مولانا قاسم نانوتوی کون ہیں؟ تو مولانا قاسم نانوتوی نے اس جگہ جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ تھوڑی دیر ہوئی یہاں بیٹھے ہوئے تھے اس طرح غلط بیانی سے اکابر دیوبند گرفتاری سے بچ گیا علماء دیوبند مولانا قاسم نانوتوی کی یہ کرامت بیان کرتے ہیں کہ یہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی کرامت ہے۔

قارئین! آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کہاں ہے مولانا فضل خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حق گوئی کہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ دستخط میں نے خود کئے ہیں اور کہاں ہے بانی دارالعلوم دیوبند کی دروغ گوئی کہ سامنے بیٹھا ہے اور کہتا ہے تھوڑی دیر ہوئی ہے یہاں بیٹھا ہوا تھا۔

لعنة الله علی الکذبین

جب حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پڑھتے تھے تو جب حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب کی عبارت پڑھتے تو مولانا اجمیری صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے اب یہ بن گیا ہے اب یہ بن گیا ہے تو خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سارا سبق ذہن میں آجاتا تھا۔ جب مؤذن اذان میں اشهد ان محمد رسول الله ﷺ کہے تو سننے والے کہتے ہیں قرة عینی بك یا رسول الله ﷺ لیکن حضور شیخ الاسلام جب یہ سنتے تھے تو کہتے کہ قرة عینی بتراب اقدامك یارسول الله ﷺ ۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ فریضہ حج ادا کرنے کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے قبلہ غلام محی الدین صاحب (مکھڈوی) کو پیغام بھیجا کہ آپ بھی حج کیلئے ہمارے ساتھ چلیں تو خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب بحری جہاز پر بمبئی سے سوار ہوئے تو آپ کے ساتھ دوسرے لوگوں کے علاوہ

آپ کے صاحبزادے خواجہ محمود صاحب بھی تھے۔ جبکہ حضرت مکھڈ وی اس جہاز پر نہ پہنچ سکے اور دوسرے جہاز پر سوار ہوئے تو جس جہاز میں خواجہ اللہ بخش صاحب سوار تھے جب اس جہاز نے تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تو بہت سخت طوفان آ گیا جہاز بالکل غرق ہونے کو تھا جہاز کے عملہ نے تر کی والوں کو اطلاع دی کہ حاجیوں کا بھرا ہوا جہاز تباہ ہونے کو ہے یعنی جہاز کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے خواجہ اللہ بخش صاحب جب جہاز پر سوار ہوئے تو آپ کا سر مبارک چکرا گیا اور آپ سور ہے تھے کہ خواجہ محمود صاحب نے آپ کو جگایا اور کہا کہ قبلہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ سوئے ہوئے ہیں جہاز ڈوبنے والا ہے تیاری کر لیں آپ نے سر مبارک جھکا کر مراقبہ کیا تو فوراً ہوا مخالف ہو گئی اور جہاز سلامت رہا خواجہ محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے مراقبہ میں کیا پڑھا ہے تو خواجہ صاحب کہنے لگے کہ میں نے اپنے پیرومرشد کا تصور کیا ہے ادھر خواجہ محمد شمس العارفین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ بڑے بے قرار تھے دو دو منٹ کے بعد لوگوں سے کہتے کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ میرے پیر کو خیریت سے واپس لے آئے جب شاہ اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ حج سے واپس آئے تو لوگوں سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب سیالاں والے نے ہماری کچھ مدد کی ہے۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی ثالث غریب نواز اتنے خوبصورت تھے کہ آپ ایک دفعہ کہیں باہر تشریف لے گئے اور ایک ہوٹل میں قیام فرمایا آپ ایک کمرے میں تھے اور دوسرے ساتھ والے کمرے میں میم انگریز تھی جب میم نے حضرت ثالث غریب نواز کو دیکھا تو وہ عاشق ہو گئی جب رات کو آپ آرام کیلئے سوئے تو میم دوسرے کمرے سے اٹھ کر آدھی رات کو آپ کے کمرے میں آ گئی تو جب حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو دیکھا تو اتنی زور سے اس کو ضرب لگائی کہ وہ گر پڑی۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ اتنے خوبصورت تھے جس کی کوئی انتہا نہیں آپ ابھی نوعمر بچے تھے آپ اپنے ماموں میاں احمد دین رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ پڑھنے کیلئے مکھڈ شریف تشریف لے گئے جب آپ نے دریائے جہلم کو عبور کیا تو وہاں بہت سی عورتیں کھڑی تھیں اور وہ عورتیں آپ کو دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ اتنا خوبصورت بچہ یہ جو آدمی اس بچہ کے ہمراہ ہے یہ اس کو اغواء کر کے لے جا رہا ہے تو عورتوں نے آپ سے پوچھا بیٹا یہ آپ کے ساتھ کون ہے تو آپ نے فرمایا یہ میرے ماموں جان ہیں تو عورتوں نے کہا کہ بچے کی ماں کی آنتیں نہیں بلکہ رسیاں ہیں یعنی اس بچے کی والدہ میں ترس کا مادہ نہیں ہے۔

جس وقت اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شمس العارفین نور اللہ مرقدہٗ کا وصال مبارک ہوا تو پوری دنیا میں بڑا سخت زلزلہ آیا تو جو پیر سیال لجپال کے خلفاء تھے جس وقت انہیں معلوم ہوا تو وہ اس غم میں نڈھال ہو گئے اور جس طرف ان کا منہ ہوا اسی طرح چل دیئے کوئی مکۃ المکرمہ جا پہنچا تو کوئی مدینہ منورہ اور کوئی دلی، کوئی کابل جا پہنچے اور جب حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو آپ اس غم میں لاہور کے قریب شاہدرہ کے جنگلات میں رہنے لگے اور دن کے وقت بادشاہی مسجد میں اسباق پڑھانے کیلئے تشریف لے جاتے اور رات جنگل میں بسر کرتے معلوم نہیں کہاں سے کھاتے پیتے تھے۔

اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خلیفہ آپ کی مزار پرانوار پر کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ (واہ آپ لگ گئے او تے سانوں اتھے ای چھوڑ گئے او) یعنی آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں اور ہمیں یہیں چھوڑ گئے ہیں جب اس نے یہ کلمات کہے تو فوراً حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر انور شق ہو گئی اور وہ قبر میں چلا گیا آج تک اس کا کوئی علم نہیں ہے۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ ظہیر الدین صاحب سیالوی مدظلہ یہ حضرت ثالث غریب نواز کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور ان کی طبیعت بہت سخت ہے حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو کچھ یہ ہم کو کہتے ہم خاموش ہو جاتے جس وقت حضرت ثالث غریب نواز کا

وصال ہوا تو آپ چھوٹے تھے لیکن باتیں کر لیتے تھے حضرت ثالث غریب نواز ایک دفعہ آرام فرما رہے تھے کہ صاحبزادہ ظہیر الدین صاحب آپ کی چارپائی کے نزدیک کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ (بابا مر گیاں) جب یہ بات حضرت صاحب کے گھر والوں نے سنی تو وہ آپ پر ناراض ہونے لگے اس کے بعد حضرت ثالث غریب نواز کا بہت قریب یعنی تھوڑے دنوں کے بعد وصال ہو گیا۔

حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت ثالث غریب نواز کا وصال بہت جلدی ہوا ہے آپ زیادہ علیل نہیں تھے بلکہ معمولی طبیعت خراب تھی حکیم صاحب سے دوائی لی حکیم صاحب کہنے لگے کہ دو دن کے بعد بالکل ٹھیک ہو جائینگے یعنی جو آگے جمعہ آ رہا ہے حضرت صاحب مسجد میں آ کر نماز پڑھیں گے اور وہ جمعہ آیا بھی نہیں تھا کہ حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا حضور شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اگر ہمیں پتہ چل جاتا کہ اتنا جلدی آپ کا وصال ہو جاتا ہے تو ہم پڑھائی اور گھر کا کاروبار چھوڑ کر ان سے بہت کچھ طلب کر لیتے۔

حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے آگے دیکھا تو پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ نظر آیا آپ نے دوسری دفعہ دیکھا تو پھر بھی ایسا ہی ہوا تیسری مرتبہ دیکھا تو باہر سے ایک آدمی تار لے کر آیا کہ پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔ تو حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ آخری وقت بھی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے پیر و مرشد کے روضہ انور کی حاضری دے کر گئے اور پھر آپ کا وصال مبارک ہوا۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میانوالی کو میانوالی کیوں کہتے ہیں میانوالی میں سید بہت رہتے تھے اور وہ بدکاری بہت کرتے تھے ان کے ایک بڑے آدمی نے کہا کہ ہم سید ہو کر بدکاری کرتے ہیں یہ سیادت کی توہین ہے تو اس نے کہا کہ ہم تمام میانے بن جائیں اس کے بعد اس علاقہ کا نام میانوالی ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں راولپنڈی گیا اور وہاں سے

گولڑہ شریف گیا اس وقت حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ تھا جب آپ گولڑہ شریف پہنچے تو وہاں بابو جی علیہ الرحمۃ موجود نہ تھے آپ نے وہاں کھانا کھایا اور پھر واپس چل پڑے جب آپ گولڑہ شریف کے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی کے آنے میں کچھ وقت باقی تھا اور آپ ویٹنگ روم میں تشریف فرما ہو گئے جب وہاں بیٹھے تو آپ کے سامنے ایک میز پڑی تھی اور اس میز پر کوئی چیز موجود نہ تھی تھوڑی دیر کے بعد آپ نے دیکھا تو اسی میز پر کچھ رقم پڑی ہوئی تھی آپ نے وہ رقم اٹھا کر گنی تو وہ اتنی ہی تھی جتنی کہ حضرت بابو جی علیہ الرحمۃ آپ کے نذرانے کیلئے مقرر کر رکھی تھی اس لیئے آپ نے وہ رقم اپنے قبضہ میں لے لی۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام گولڑہ مقدسہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ کی نسوار ختم ہو گئی (یاد رہے کہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ ناک میں نسوار استعمال فرماتے تھے) تو آپ نے بابو جی علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ میری نسوار ختم ہو گئی ہے تو بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ بذات خود اپنی گاڑی پر سوار ہو کر راولپنڈی تشریف لے گئے اور پوری راولپنڈی میں اپنی گاڑی کو گھمایا لیکن کہیں سے نسوار نہ ملی۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سلانوالی میں ایک تاریخی مناظرہ کرایا دیوبندیوں کی طرف سے مولوی منظور نعمانی تھا اور اہلسنت وجماعت کی جانب سے شیر بیشہ اہل سنت وجماعت مولانا حشمت علی خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے علم غیب پر مناظرہ ہوا۔ دیوبندی مولوی نے دلیل دی کہ قرآن پاک میں ہے کہ واللہ عندہ علم الساعۃ الایہ مولانا حشمت علی صاحب نے سوال کیا کہ عموم السلب مراد ہے یا سلب العموم (عموم السلب کا یہ معنی ہے کہ ہر بندہ کسی وقت بھی قیامت کا علم نہیں رکھتا اور سلب العموم یہ ہے کہ ہر کوئی علم قیامت نہیں رکھتا یعنی سارے نہیں جانتے پہلے معنی میں ہر ایک سے نفی ہے علم قیامت کی اور ہر وقت میں یعنی جمیع اوقات میں اور ان جمیع اوقات میں قیامت کا دن بھی ہے یہ دن بھی جمیع اوقات کا ایک فرد ہے یعنی قیامت کے دن بھی اسے قیامت کا علم نہ ہو

اور دوسرے معنی کے لحاظ سے ہر ایک سے علم کی نفی نہیں ہوتی بعض کو تو علم ہو اور بعض کو نہ ہو پھر کہہ سکتے ہیں کہ سارے نہیں جانتے وہ مولوی تھا اس نے سمجھ لیا کہ سلب العموم سے تو میرا مدعا ثابت نہیں ہوتا تو اس نے کہا کہ عموم السلب بایں معنی کہ قیامت کے قیام سے پہلے ہر ایک اور ہر وقت میں نفی ہے تو اس کے جواب میں شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑا مذاق اڑایا ادھر عموم السلب اور پھر بائیں معنی یعنی تقیید مطلق بھی اور مقید بھی یہ قید کہاں سے نکل آئی آپ نے فرمایا کہ تین دن مناظرہ رہا مولانا صاحب کے دلائل کے جواب دیو بندی مولوی نہ دے سکا۔

نوٹ:۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ سلب العموم سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں اور ہم نہیں جانتے اور عموم السلب وہ لے نہیں سکتے کیونکہ جب قیامت آجائیگی تو ہر ایک کو قیامت کا علم آجائیگا پھر عموم السلب کہاں رہا ۔دین میں کوئی اختلاف نہیں اختلاف ہمارے دماغ اور ہماری سمجھ میں ہے اس لیئے مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ماز قرآں مغزھا بردا شتیم
استخواں را پیشِ سگاں اندا ختیم

اللھم ارنا الحق حقا

حضور پیر پٹھان رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ تھا اور آپ کا ایک مرید تھا جو کہ پشاور کے مضافات میں رہتا تھا اور اسی علاقہ میں ایک بہت بلند پایہ عالم دین اخوند صاحب رہتے تھے جو کہ حقہ کو بہت قبیح جانتے تھے اور کہتے تھے کہ جس زمین پر تمبا کو کاشت کیا جائے بعد میں اسی زمین پر گندم کاشت کر کے اس گندم کا کھانا بھی منع ہے یاد رہے کہ نسوار بھی تمبا کو سے ہی بنتی ہے پیر پٹھان رضی اللہ عنہ نسوار استعمال فرماتے تھے آپ کا مرید اس اخوند صاحب کے خرافات سن سن کے تنگ آچکا تھا وہ مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا شیخ! میرا ایمان بہت کمزور ہو

گیا ہے آپ نے پوچھا تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ میں اس کا جواب دینے سے قاصر ہوں تو آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنا ایک آدمی وہاں بھیجیں گے اس اخوند صاحب کا یہ طریقہ تھا کہ جو شخص نیا عالم بن کر آتا وہ اخوند صاحب اپنے چالیس علماء اس نئے عالم دین کے پاس بھیجتا اور کہتا کہ یا اس فتویٰ پر دستخط کر دو یا پھر ان چالیس علماء سے مناظرہ کرو ۔جب حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ تاجدار گولڑہ مقدسہ کا زمانہ آیا اور آپ علوم دینیہ سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو وہ چالیس علماء بھی آپ کے پاس پہنچے اور انہوں نے اپنا مدعا ظاہر کیا اور فتویٰ پر دستخط کرنے کو کہا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور آپ نے ان چالیس علماء سے مناظرہ کیا اور دلائل کی روشنی میں انہیں لاجواب کر دیا (یہ ملفوظ حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ نے بیان فرمایا) یاد رہے کہ اخوند صاحب نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا۔

جب محکمہ موسمیات والے ریڈیو پر یہ خبر نشر کرتے کہ کل آسمان پر مطلع صاف رہے گا یا کل بارش ہوگی تو جب حضور شیخ الاسلام والمسلمین رحمہ اللہ تعالیٰ سنتے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ دیکھو غیب بک رہے ہیں۔

ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نے ہیر رانجھا تو سنا ہے جب رانجھا، ہیر کے گھر اس کے باپ کا نوکر بنا تو وہ ان کی بھینسیں چرانے باہر جاتا تھا تو ان کے گھر کی ایک خادمہ رانجھا کو روٹی دینے جاتی تھی تو رانجھا روٹی کو درخت پر لٹکا دیتا اور خود اس کے نیچے بیٹھ کر روتا تھا ایک دن اس خادمہ سے ہیر کی والدہ نے پوچھا کہ تم رانجھے کو روٹی دیتی ہو کہ نہیں تو اس نے کہا کہ وہ روٹی کو لٹکا دیتا ہے اور خود نیچے بیٹھ کر رونے لگ جاتا ہے اور جہاں وہ روتا ہے اس جگہ ایک چھوٹا سا گڑھا بن گیا ہے جب رانجھا روتا تھا تو وہ گڑھا خون سے بھر جاتا تھا جب یہ واقعہ خادمہ نے ہیر کی والدہ کو سنایا تو اس وقت ہیر کی والدہ چرخہ کات رہی تھی اور ہیر ساتھ بیٹھ کر غور سے سن رہی تھی تو ہیر کی والدہ نے چرخے کا ترکلا نکالا اور ہیر کے بازو میں دے مارا لیکن خون کا ایک قطرہ

بھی باہر نہ آیا تو ہیر کی والدہ نے کہا کہ رانجھے کا خون تو ابھی باقی ہے لیکن ہیر کا خون اس کے عشق میں بالکل ختم ہو چکا ہے۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ غریب نواز یعنی معین الملت والحق والدین خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ امام شافعی کے مقلد تھے آپ شافعی المسلک تھے اور آپ نے فرمایا کہ خواجہ غریب نواز نے شافعی مسلک پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جو کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مائی بانو رحمہا اللہ جو کہ اعلیٰ حضرت حضور پیر سیال رضی اللہ عنہ کی خادمہ تھیں اور اپنے مرشد سے والہانہ عقیدت رکھتی تھیں اگر کسی آدمی کی اولاد نہ ہوتی تو وہ مائی بانو سے عرض کرتے کہ آپ حضور پیر سیال سے دعا کرائیں کہ اللہ تعالیٰ نرینہ اولاد عطا فرمائے تو مائی بانو حضور پیر سیال کی بارگاہ میں اس طرح عرض کرتیں ''میرا سوہنا اگر فلاں آدمی کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے تو اس کا نام کیا رکھیں تو آپ ارشاد فرماتے کہ یہ نام رکھیں پھر مائی صاحبہ رحمہا اللہ عرض کرتیں کہ میرا سوہنا اگر اللہ تعالیٰ اور بیٹا عطاء کرے تو پھر کیا نام رکھیں پھر آپ نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے کہ یہ نام رکھیں پھر مائی صاحبہ عرض کرتیں کہ میرا سوہنا اگر پھر اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے تو کیا نام رکھیں تو آپ کوئی اور نام ارشاد فرماتے علیٰ ہذا القیاس جتنی دفعہ مائی بانو صاحبہ عرض کرتیں اتنے ہی اللہ تعالیٰ بیٹے عطا فرماتا۔

حضور پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ مائی بانو صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرائیں کہ میں نسوار استعمال کرنے لگ جاؤں تو میں آپ کو توشہ کھلاؤں گا (یاد رہے کہ حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ ناک میں نسوار استعمال فرماتے تھے) تو مائی بانو نے حضور پیر سیال کی بارگاہ میں عرض کی کہ میرا سوہنا دعا کرو کہ پیر حیدر علی شاہ نسوار ستعمال کرنے لگ جائیں پھر ہم توشہ کھائیں گے تو حضور پیر سیال لجپال نے پیر حیدر علی شاہ صاحب کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب جب ہم مکھڈ شریف میں پڑھتے تھے

اور رات کو مطالعہ کرتے تھے تو نیند آجاتی تھی اس لیئے نسوار استعمال کرتے تھے کہ نیند نہ آئے یہ کوئی کار ثواب نہیں ہے۔اسے ہماری سنت نہ سمجھنا۔

ایک دفعہ حضور پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری نور اللہ مرقدہٗ سخت علیل ہو گئے تو حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ پیر حیدر علی شاہ صاحب سخت بیمار ہیں تو خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں دعا فرمائی کہ ”یا اللہ میری ساری زندگی کی کمائی پیر حیدر علی شاہ صاحب ہیں اے اللہ ان کو شفا کاملہ عطا فرما“۔

ایک دفعہ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد دین صاحب سیالوی نور اللہ مرقدہٗ سخت بیمار ہو گئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے تو جب حضور پیر سید غلام حیدر شاہ صاحب کو معلوم ہوا تو آپ نے زندگی کا کچھ حصہ حضرت ثانی لاثانی صاحب کو دے دیا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم صاحب تونسوی رضی اللہ عنہ نے حضرت ثانی سیالوی غریب نواز کو حکم فرمایا کہ آپ پیر سید حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری اور حضرت پیر سید مہر شاہ صاحب کو ہمارے ہاں بھیجیں جب یہ دونوں ہستیاں تونسہ شریف پہنچیں تو حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کیلئے دربار شریف میں داخل ہو گئے لیکن پیر حیدر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ دربار شریف کے اندر داخل نہ ہوئے بلکہ دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ کر حاضری دے کر واپس آگئے کسی آدمی نے حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتایا کہ پیر حیدر علی شاہ دربار شریف کے اندر داخل نہیں ہوئے تو خواجہ اللہ بخش صاحب نے پوچھا کہ آپ دربار شریف میں داخل کیوں نہیں ہوئے تو پیر حیدر علی شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میرا مرشد اس چوکھٹ سے گزر کر اندر جاتا تھا اس لیئے اسی چوکھٹ کو چوم رہا ہوں آگے نہیں جاتا کیوں کہ بے ادبی ہوتی ہے۔

اوچ شریف کے سادات بہت مشہور ہیں گیلانی اور بخاری۔گیلانی وہ ہیں جو کہ حضرت سیدنا خلیفہ خامس امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور بخاری وہ ہیں جو کہ حضرت

سیدنا شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں تو یہ اوچ شریف کے سادات ان کا طریقہ یہ تھا کہ دوسرے علاقوں میں جو سادات آباد تھے یہ انہیں اوچ شریف بلا کر یا خود جا کر شجرہ نسب پوچھتے تو پھر وہ تصدیق کرتے کہ یہ سید ہیں انہی سادات میں سے یعنی اوچ شریف والوں میں سے ایک سید صاحب جلالپور تشریف لے آئے اور پیر سید حیدر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے کہنے لگے کہ آپ اپنا شجرہ نسب بتائیں تو حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ سنو میرا شجرہ نسب میں پتر سیال دا سیال پتر پٹھان دا پٹھان پتر کھرل دا کھرل پتر سیدٗ دا۔ تو اوچ شریف والے شاہ صاحب پیر سید حیدر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے مشائخ سے عقیدت دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

جب حضور پیر حیدر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف تشریف لے جاتے تو جب دربار شریف میں داخل ہوتے تو نیچے دیکھتے رہتے اوپر نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے آپ ارشاد فرماتے تھے یہ بے ادبی ہے اس وقت حضور پیر سیال رضی اللہ عنہ کا روضہ تعمیر ہو رہا تھا تو حضور پیر حیدر علی شاہ صاحب لوگوں سے پوچھتے کہ میرے پیر صاحب کا روضہ کیسے تعمیر ہو رہا ہے جب کوئی آدمی پیر سید حیدر علی شاہ صاحب کے پاس آتا کہ میں نے سیال شریف جانا ہے میرے لئے دعا کریں تو آپ فرماتے کہ چلیں میں آپ کو الوداع کہنے کیلئے ایک میل تک آپ کے ساتھ چلتا ہوں جب ایک میل ختم ہوتا پھر فرماتے کہ ایک میل اور آگے جاؤں گا جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر فرماتے کہ ایک میل اور آگے جاؤں گا حتیٰ کہ ایسے کرتے کرتے آپ آستانہ عالیہ سیال شریف پہنچ جاتے۔

ایک دفعہ راقم الحروف نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ حضور پیر سیال نے ارشاد فرمایا کہ مکھن پیر سید حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری رحمہ اللہ تعالیٰ لے گئے ہیں اور باقی پھوگ رہ گیا ہے یہ بات کہاں تک صحیح ہے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ غلط ہے اس طرح تو پھر حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیض بھی

باقی نہیں رہتا۔

ایک دفعہ مولوی حسین علی واں بھچروی آستانہ عالیہ سیال شریف پر آیا حضرت ثالث غریب نواز کا زمانہ تھا یہ مولوی اس لیئے آیا تھا کہ میرے مسلک کی اشاعت ہو تو حضرت ثالث غریب نواز نے اپنے چھوٹے بھائی میاں سعد اللہ صاحب کو فرمایا کہ یہ مولوی ہمارے آستانہ پر آیا ہے اس کو علیحدہ بٹھائیں اور خدمت کریں میاں سعد اللہ صاحب سیالوی فرماتے ہیں کہ میں نے مولوی کو علیحدہ بٹھا دیا اور اس کی خدمت کی مولوی صاحب کو کبھی دودھ کبھی لسی کبھی چائے پلاتے رہے یعنی مولوی صاحب کی خوب مہمان نوازی کی میاں سعد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولوی حسین علی سے میں نے کہا کہ میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ کہیے تو میاں سعد اللہ صاحب نے فرمایا کہ "ہمارے چشتی بزرگ اجمیر شریف سے لیکر چاچڑ شریف تک الخ ہیں۔ آپ تمام کو برا بھلا کہیں لیکن یاد رکھنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات طیبہ کو گالیاں مت دینا۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کتاب دستور العلماء اپنے ساتھ گاڑی میں رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ محمد پیر بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آف خواجہ آباد شریف یہ بزرگ بیس سانسوں میں سیال شریف حاضر ہوتے تھے یاد رہے کہ خواجہ آباد شریف سیال شریف سے بیس کوہ سفر پر ہے خواجہ محمد پیر بخش صاحب اپنا سانس بند کر کے ایک کوہ تک دوڑتے تھے پھر سانس لیتے تھے اور پھر اس طرح سانس بند کر کے ایک کوہ دوڑتے تھے۔ الخ۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ استاد صاحب بندیال والے یعنی فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ موطا امام مالک کی شرح زرقانی کو

بہت پسند فرماتے تھے اور اس کی بہت تعریف فرماتے تھے لیکن یہ کتاب آپ کو کہیں سے میسر نہ ہوئی میں نے اس کا ذکر حضور شیخ الاسلام (نور اللہ مرقدہٗ) سے کیا اس وقت یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی تھی اور آستانہ عالیہ سیال شریف میں میسر تھی تو حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر آج آپ کے استاذ گرامی یعنی فقیہ العصر صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) حیات ہوتے تو یہ فقیر یہ کتاب سر پر اٹھا کر فقیہ العصر صاحب کی بارگاہ میں پیش کرتا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ فقیر آستانہ عالیہ سیال شریف میں خدمت تدریس سرانجام دے رہا تھا تو ایک مرتبہ خواجہ خان محمد تونسوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سیال شریف تشریف لائے تو اس فقیر کو حکم فرمایا کہ مولوی صاحب یہ حدیث شریف نہیں مل رہی (العمامة تیجان العرب) یعنی عمامہ شریف اہل عرب کا تاج ہے جب میں نے یہ حدیث شریف آپ کو تلاش کر کے دی تو آپ بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کو عربی زبان بولنے پر بڑی مہارت حاصل تھی جب آپ حج یا عمرہ کی ادائیگی کیلئے تشریف لے جاتے جب آپ وہاں کے عربیوں سے گفتگو فرماتے تو وہ یہ گمان کرتے کہ یہ شخص عربی النسل ہے۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ (باغِ فدک) یہ کھجور کے پانچ یا دس درخت تھے اگر تم میں سے کسی کی بیٹی عدالتوں میں جائے کیا یہ آپ گوارا کریں گے وہ تو خاتونِ جنت تھیں اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لختِ جگر تھیں وہ کس طرح پانچ دس درختوں کے پیچھے عدالت[1] جاتیں۔

---

[1] اس میں اکثر ملفوظ وہ ہیں جو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنے ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین صاحب سے بڑی عقیدت تھی راقم الحروف نے کئی مرتبہ سنا ہے کہ اگر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو کوئی سخت پریشانی لاحق ہوتی تو قبلہ استاذی المکرّم حضور پیر سیال رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا فرماتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو پریشانیوں سے نجات عطا فرماتا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین صاحب سیالوی نور اللہ مرقدہٗ مرتبہ سیر فی اللہ پر فائض تھے اور حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سیر الی اللہ کے مرتبہ پر فائض تھے۔

اب بندہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ کی تفصیل بیان کرتا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہٗ کو رب العالمین فرمایا گیا ہے اور العالمین عالم کی جمع ہے اور عالم آلہ کا صیغہ ہے جس چیز سے کسی شئی کا علم آئے اور جو چیز کسی کے وجود پر دلیل ہو اس کو عالم کہا جاتا ہے چونکہ عام کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہے اس لیئے اس کو عالم کہا جاتا ہے اور عالم موجود ما سوا اللہ کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ اور معدومات پر عالم کا اطلاق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید یہ ہے کہ اس کو دلیل سے حاصل کیا جائے کیونکہ عالم کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید کی دلیل ہے لہٰذا اس عالم کا جتنا زیادہ کسی کو علم ہوگا اتنی ہی اس کی توحید کامل ہوگی اور جس کو عالم کا تھوڑا علم ہوگا اس کی توحید ناقص ہوگی اس لیئے اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عالم کی ہر چیز کا علم ہے لہٰذا آپ ﷺ کی توحید کامل اور مکمل ہے اور اگر کسی نام ونہاد مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ عالم کی فلاں چیز کا علم حضور ﷺ کو عطاء نہیں ہوا یا آپ ﷺ فلاں فلاں چیز کو نہیں جانتے تو گویا وہ شخص حضور اکرم ﷺ کی توحید کو (العیاذ باللہ) ناقص اور غیر مکمل خیال کرتا ہے۔ اور یہ جاننا ضروری ہے کہ عالم کی تمام اشیاء متناہی اور محدود ہیں اور عارف باللہ پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس کو عالم کی تمام اشیاء کا علم آجاتا

ہے اور اس کی توحید مکمل ہو جاتی ہے اس کو سیر الی اللہ کہا جاتا ہے یہ سیر متناہی اور محدود ہے عارف باللہ اس کو ختم کر لیتا ہے اس کے بعد سیر فی اللہ شروع ہو جاتی ہے یعنی عارف باللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم آنا شروع ہو جاتا ہے یہ سیر غیر متناہی لامحدود ہے عارف اس میں ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے اور یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی۔ مذکورہ بالا حدیث پاک میں جو فرمایا گیا ہے۔

لا یزال عبدی یتقرب الی (الحدیث) اس میں سیر فی اللہ کا ذکر ہے اور سیر الی اللہ کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے۔ والذین جھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہم میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں اپنے رستوں تک پہنچاتے ہیں یا اپنے رستے دکھاتے ہیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے اس کے وجود اور توحید کے دلائل ہیں اور وہ دلائل عالم کی ہر چیز ہے یہاں تک سیر کی دو قسموں کا ذکر ہے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ، سیر کی یہ دو قسمیں ان اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں جو نبی نہیں ہیں پھر انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصاً ہر دو قسم کی سیر بطریق اولیٰ حاصل ہے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ، کے کمال کا تو کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا۔

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ اس آیت شریف میں اولیٰ اور آخرہ سے مراد صرف دنیا اور قیامت ہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی ہر آنے والی ساعت اور ہر آخری گھڑی پہلی ساعت سے بہتر ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ انہ لیغان علی قلبی وانی لا ستغفر اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے دل پر پردے چڑھائے جاتے ہیں اور دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک کا معنی سمجھنے میں علماء محدثین حیران ہیں کہ قلب مصطفیٰ ﷺ جو کہ ازکی اور اطہر ہے اس پر پردہ کا کیا معنی ہے؟

تو اس حدیث پاک میں سیر فی اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ ساعت اول میں حضور سرور عالم ﷺ سیر فی اللہ کے ایک مرتبہ پر سرفراز ہوتے ہیں پھر دوسری ساعت میں سیر فی اللہ میں ترقی ہوتی ہے اور وہ ترقی اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ اسکے مقابلے میں ساعت اول کی ترقی گناہ معلوم ہوتی ہے اور اس سے استغفار فرماتے ہیں اور سیر فی اللہ میں یہ ترقی ابدالآباد تک ہے مطلب یہ ہوا کہ آپ اس ظاہری حیات دُنیوی میں بھی سیر فی اللہ میں ترقی کرتے رہے اور اب عالم برزخ میں بھی ترقی فرمارہے ہیں اور قیامت اور جنت میں بھی یہ ترقی کرتے رہیں گے اور چونکہ سیر فی اللہ غیر متناہی اور لامحدود ہے لہٰذا نہ تو سیر فی اللہ ختم ہوگی اور نہ اسمیں ترقی ختم ہوگی اور پہلی ساعت اور دوسری ساعت ہر دو کی ترقی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی ساعت کی ترقی دوسری ساعت کی ترقی کے مقابلہ میں گناہ معلوم ہوتی ہے اور اسی سے استغفار کرتے ہیں اور یہ معاملہ ابدالآباد تک جاری رہے گا تو ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ جو سیر فی اللہ میں ترقی فرمارہے ہیں اور ابدآباد تک ترقی کرتے رہیں گے اس کا تصور اور احاطہ مشکل تر ہے اور اب ہم یہاں شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمۃ کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اسی حدیث شریف کے سلسلہ میں سپرد قلم کی ہے۔

کان یکشف علی قبلہ الشریف فی کل ساعۃ من انوار صفات الحق و کان یترقیٰ فی کل انٍ فی ھذا التجلیات و یعد بعد الترقی الیٰ درجۃ الفوق ماتحتھا بمشابھۃ ذنبٍ یستغفر منہ وھکذا حال قبلہ ﷺ دائماً بل الیٰ ابدالاباد

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قلب اطہر پر ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے انوار کی تجلی پڑتی ہے اور آپ ان تجلیات میں ہر آن و ہر لحظہ ترقی کرتے رہتے ہیں اور جب اوپر کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں تو فوقانی اور تحتانی ہر دو درجہ میں اتنا فرقِ عظیم ہوتا ہے کہ نچلے درجہ کو بمنزلہ گناہ کے خیال فرما کر اس سے توبہ فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کے قلب اطہر کا دائما بلکہ ابد الآباد یہی حال ہے

قرآن پاک میں جو وارد ہے کہ ولا خرۃ خیر لک من الاولیٰ اس آیت مبارکہ کا یہی مطلب ہے جو اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اور یہی حالت اولیاء اللہ کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی ظاہری اور دُنیوی زندگی مبارکہ میں سیر الی اللہ ختم کر چکے ہیں اور یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ آپ ﷺ کو عالم کے ہر ذرہ کا علم ہو اور آپ ﷺ اپنی ظاہری حیات طیبہ میں سیر فی اللہ میں شروع ہو چکے ہیں لیکن چونکہ سیر لامحدود ہے لہذا کبھی ختم نہ ہو گی۔

یہاں ایک دوسرا عقیدہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو عالم کی ہر چیز کا علم نہیں اب ان کے نزدیک آپ ﷺ کو پوری سیر الی اللہ ہی حاصل نہیں لہذا آپ ﷺ سیر فی اللہ مین شروع ہی نہیں ہوئے اور جب آپ سیر فی اللہ میں شروع نہیں ہوئے اور سیر الی اللہ ختم نہیں کی تو ان عقیدہ والوں کے نزدیک کسی ولی کی سیر الی اللہ ختم نہیں ہوتی اور کوئی ولی سیر فی اللہ میں داخل نہیں ہوا گویا ان کے نزدیک سیر کا ایک ہی قسم ہوا۔ سیر الی اللہ۔

حالانکہ مستند تفاسیر میں سیر کے دو قسم مذکورہ ہیں۔ اس انکار کی وجہ بغور یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس مکتبہ فکر کے دل میں اولیاء اللہ اور حضور اکرم ﷺ کا بغض بھرا ہوا ہے ورنہ وہ ایسی غیر معقول بات ہرگز نہ کرتے۔ اب ہم مقصود اصلی کی طرف لوٹتے ہیں۔

ایک مرتبہ جندوڈا شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ دعا فرمائیں کہ خدا اپنی محبت عطا فرمائے اور اس ہستی موہوم سے چھٹکارا ملے۔ فرمایا یہ محض عطیہ خداوندی ہے خدا جسے چاہے عنایت کرتا ہے سائل نے پھر عرض کیا میں آپ کو محبوب سبحانی سمجھتا ہوں مجھے اس کا جام وصال پلا دیجئے۔ آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

کملے لوک میتھوں ماہی دے وِچھڑے جھوک

میں تاں آپ ماہی نوں ڈھونڈنی آں

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعر سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو سیر فی اللہ کا مرتبہ حاصل تھا اور وہ جو قبلہ استاذی المکرم نے فرمایا ہے کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو سیر الی اللہ کا مقام حاصل تھا اس کی دلیل یہ شعر ہے۔

ارے تھیں اوہے اریرے ہے پریرے پرے تھیں
بے شک آپے آپ ہے اساں سکھے جھوکاں بھالیاں

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

---☆☆☆---☆☆☆---

خط بنام حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آستانہ عالیہ سیال شریف

از طرف: قبلہ استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ ضلع خوشاب

بخدمت سیادت پناہ غریب پرور جناب قمر الملۃ والدین ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ العالیہ از طرف
خادم عطاء محمد بندیالوی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بندہ مدت سے خدمت عالیہ میں ایک عریضہ
لکھنے کا خیال کر رہا ہے لیکن اپنی بے بضاعتی ہمیشہ مانع رہی کیونکہ مضمون عریضہ کی کچھ یوں مثال ہے
کہ سورج کو چراغ دکھانا یا لقمان کے سامنے حکمت پیش کرنا لیکن جناب کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے
جسارت کر رہا ہوں اسلئے امید ہے کہ عفو سے کام لیتے ہوئے اس فقیر کے گزارشات پر ضرور توجہ
فرما دیں گے۔ جناب والا بندہ تقریباً سات آٹھ سال آستانہ عالیہ پر خدمت گزار رہا ہے اور اس دوران
کئی سیاسی اور مذہبی مدوجزر رونما ہوئے لیکن جہاں تک اس فقیر کو علم ہے میں نے کبھی جناب والا کو غلط
مشورہ نہیں دیا اور اب بھی جو عرض کرنا چاہتا ہے اس کی بنا بھی محض خیر خواہی پر ہے اپنا کوئی شخصی فائدہ
مقصود نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ کی تائید اور امداد مقصود ہے اور یہ کام منشاء و غرض آپ کے اس خادم کی
ذات سے کسی اور کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے کسی کا قول ہے (تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی) بندہ بھی قبل از
مقصود ایک تمہید عرض کرنا چاہتا ہے لیکن کوشش کرونگا کہ طویل مُمل نہ ہو۔ عرض یہ ہے کہ ہندوستان کی آزادی
میں حضرت شمس العارفین رضی اللہ عنہ اور آپکی اولاد امجاد کا بڑا حصہ ہے جس کا ذکر ایک مؤلف نے میں متعدد ماضی
کے صفحات ان کارناموں سے پُر ہیں۔ لہٰذا پاکستان کی آزادی (یعنی ہندی آزادی) کا ایک حصہ ہے اور قیام پاکستان
میں آنجناب کے مساعی جمیلہ ماضی قریب کا ایک سنہری باب ہے اور یہ عرض ضروری ہے کہ قیام پاکستان کوئی مقصد
نہ تھا بلکہ حصول مقصد کا ایک ذریعہ تھا جیسا کہ وضو نماز کیلئے ہے اصل مقصد اس ملک میں شریعت کا
اجراء اور اسلام کا بول بالا تھا اور یہ بات آنحضرت اس حقیر سے بہت بہتر جانتے ہیں اور یہ مقصد تا حال حاصل نہیں ہوا
بلکہ اسلامی شعائر کو ختم کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں اور نہایت مکاری کے ساتھ مسلمانوں کو ضلالت کے راستہ پر ڈالا
جا رہا ہے جسکی تفصیل عرض نہیں کر سکتا کیونکہ جناب پر عیاں ہے خلاصہ یہ کہ اعزۃ کو ذلیل اور اذلہ کو عزیز کرنے کا سامان ہے
اس وقت جتنی سیاسی پارٹیاں ہیں انمیں مذہبی جماعتیں صرف تین ہیں۔ جمعیۃ علماء پاکستان اور جمعیۃ علماء اسلام اور
جماعت اسلامی آخری دو جماعتیں صرف برائے نام اہل سنت ہیں سواد اعظم ان کا ہم عقیدہ نہیں ہے اب صرف
جمعیۃ علماء پاکستان ہی ایسی ہے جو کہ اہل سنت کی سیاسی جماعت بھی ہے اور مذہبی بھی میرے خیال میں کوئی بے دین
اس جماعت کا رکن نہیں ہے اگر کسی بہتری کی امید ہو سکتی ہے تو یہی جماعت سے ہو سکتی ہے میرے خیال میں آنجناب کی بھی
یہی جماعت ہے اور سابقہ الیکشن میں اس جماعت نے جناب کی سرپرستی میں بڑی نمایاں کامیابی حاصل کی ہے میرے
ناقص خیال میں آپکی اس جمعیۃ کی مثال وہ ہے جو کہ صراط مستقیم کی حدیث شریف میں ہے کہ صراط مستقیم درمیان ہو

اور بے دینی کے رستے گرداگرد ہیں جیسا کہ محدثین نے کچھ اس طرح بنایا ہے۔ مستقیم ہے
جناب نے جمعیۃ سے توجہ ہٹائی ہے تو یہ یتیم ہوگئی ہے اور اپنے گھر میں پردیسی ہے یہ امر بالکل درست ہے کہ جمعیۃ نے جناب
کی وہ قدر نہیں کی جو کہ لائق تھی لیکن یہ فقیر عرض پرداز ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیاوی مال سے نفع اٹھایا شاید
ان کو ہمیشہ یہ خیال رہا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے ہمکو دنیا میں ہی نیک اعمال کا بدلہ تو نہیں دیدیا اسی طرح اگر جناب کی شایانِ
شان قدر نہیں کی گئی تو مضائقہ نہیں کیونکہ پوری خیر و برکت عقبیٰ کا حصہ بن گئی ہے آپ اس طولانی تمہید سے یہ فقیر عرض
گذار ہے کہ آنجناب صرف اللہ تعالیٰ کے اجل مجدہ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اب جمعیۃ علماء پاکستان
کی سرپرستی فرماویں اور یہی درخواست بندہ جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور خواہش ہے کہ دین اسلام
کی خدمت برخاتمہ ہو جائے اکابرین جمعیۃ کے ساتھ اس معاملہ میں کئی دفعہ بات ہوئی لیکن وہ ڈرتے ہیں
کہ ناراض نہ ہو جائیں لیکن وہ غیر متعلق ہیں اس لئے انکو آنجناب کے کرم اور تسامح کا علم نہیں ہے
اب الیکشن آرہا ہے آپکو کئی لوگ آکر تنگ کریں گے لیکن اگر آنجناب اپنا موقف جمعیۃ کی امداد کے متعلق
واضح فرماویں تو لوگوں کی تنگی سے چھوٹا جا سکتا ہے مجھے اچھی طرح علم ہے کہ جمعیۃ علماء پاکستان کی امداد میں بھی
جناب کے لئے بڑی پریشانیاں اور موانع ہیں لیکن جنت کے گرد بھی تو مشقتوں کی باڑ ہے بندہ اردو کا کوئی
ادیب نہیں کہ لچھےدار مضمون سے آنجناب کو متاثر کرے بندہ تو صرف عاجزی اور انکساری کو ہی وسیلہ پیش
کر رہا ہے فقط والسلام

نیاز آگین عطاء محمد مدرس دارالعلوم بندیال

بخدمت حضرت قبلہ غریب پرور سید سند دام ظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ سیال شریف سے واپس بندیال آیا تو جناب کا نوازش نامہ موصول ہوا ذرہ نوازی
کا بیحد ممنون ہوں اگرچہ آنحضرت کا جواب لاجواب ہے لیکن بموجب مقولہ کرم تو کرد مرا گستاخ
چند معروضات پیش خدمت ہیں امید قوی ہے کہ ملاحظہ فرمانے سے مایوس نہیں فرمائیں گے قبل از معروضات
ایک مقدمۃ تمہید عرض کرتا ہوں (تمہید) حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ نے
ان کا شکم میں ہونے جناب باری میں عرض کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے (رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا) مقصد یہ تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا
لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو جناب الٰہی میں عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے (رب انی وضعتہا انثیٰ) تو [illegible]
اللہ تعالیٰ کو اس کا علم تھا تو انہوں نے جو یوں عرض کی تو جواب دیا کہ مقصد خبر دینا نہیں تھا بلکہ تحسر اور اظہار
افسوس تھا۔ بندہ جناب کو یہ تمہید اور معروضات جو پیش کر رہا ہے اس سے بھی یہی مقصد ہے نہ کہ اخبار
کیونکہ آنجناب فقیہ ہیں اور ہر بات اس فقیر سراپا تقصیر سے بہت بہتر جانتے ہیں۔ اب معروضات پیش خدمت ہیں
معروض اول: جن مرثیات کا جناب نے اپنے مکتوب گرامی میں ذکر فرمایا ہے قبل ازیں بھی بندہ نے سنے تھے لیکن جب کہ ابھی تحقیق
سے بندہ نے مقصد کا استفسار کیا تو انہوں نے [illegible] کے ساتھ کانوں پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ ارادہ سے بدگمانی پیدا کرنے کیلئے
پھیلایا ہے اور اگر بالفرض نادانستہ طور پر ہم سے یہ گستاخی ہوئی ہے تو ناک رگڑ کر معافی مانگنے کو تیار ہیں اور توبہ کا
دروازہ ابھی کھلا ہے۔ معروض دوم: جب مسلمانوں میں اس قسم کی الزام تراشیوں سے بچنا بہت مشکل ہے خواہ کسی پارٹی کے ساتھ
منسلک ہو [illegible] اب جو الزام تراشی ہو رہی ہے تو [illegible] آتا ہے مقصود [illegible] کے حلقوں میں [illegible]
یہ فقیر ادھر ادھر نہیں جاتا بلکہ عموماً ایک جگہ پر رہ کر کام کر رہا ہے مولوی [illegible] نے فرمایا ایسے الزام بازی سے گھبرانا نہیں چاہیے
کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے متعلق یہود و نصاریٰ نے کہا (ان اللہ ثالث ثلثہ) معروض سوم: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق
بندہ نے پڑھا ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو سپہ سالاری سے معزول فرمایا تو وہ جہاد میں بہت زیادہ کوشش
سے حصہ لیتے تھے بعض لوگوں کو حیرانی ہوئی کہ باوجود عزل کے زیادہ کوشش کیوں کرتے ہیں اور آپ سے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ
اگر میں اب جہاد میں سستی کروں تو ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ خالد تم عہدہ کیلئے بہادری دکھاتے تھے اگر
میرے لئے جہاد کرتے تو عزل کے بعد بھی حسب سابق کوشش کرتے۔ معروض چہارم: قیام پاکستان میں ہمارے مشائخ نے کارہائے
نمایاں دکھائے تھے لہٰذا مشائخ کے عظام مجالس میں سر اونچا کر کے جاتے تھے اور کوئی معترض نہیں ہوتا تھا کہ تمہارے مشائخ
نے اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا تھا لہٰذا قیام پاکستان سے مقصود اجرائے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا لیکن اب جبکہ الفاظ
شریعت کا مرحلہ آیا ہے تو ہمارے مشائخ یا تو غیر جانبدار ہیں [illegible] سوشلزم کا [illegible] اور نتیجہ دونوں صورتوں میں سوشلزم کی راہ ہموار [illegible]
اب منکرین مشائخ ہم کو یہ طعنہ دے رہے ہیں کہ تمہارے مشائخ نے پاکستان دہریت پھیلانے کیلئے بنایا تھا نہ کہ اسلام کیلئے کیونکہ
اگر قیام پاکستان کا مقصد شریعت مطہرہ کا نفاذ ہوتا تو اب مشائخ ان جماعتوں کی امداد کرتے جو کہ سعی نفاذ شریعت کیلئے
کام کر رہی ہیں اس اعتراض کا جواب جو کہ انصاف پر مبنی ہو اس فقیر کے پاس نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ مشائخ کے ساتھ عقیدت میں
ضعف پیدا ہو رہا ہے کیونکہ ایسے حالات میں شیطان اپنا جال زیادہ پھیلاتا ہے۔ معروض پنجم: بندہ کا عقیدہ یہ ہے کہ [illegible]
کے ساتھ تو متفق ہے البتہ اپنے عقیدہ کو دوسرے پر ٹھونسنا درست نہیں ہے بندہ کا عقیدہ اس وقت ذیل میں مندرج ہے
(عقیدہ) والذی اتقی فی دینی وتقذف فیہ ان قوی اتحاد ھو السواد الاعظم الذی ارضی سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم باتباعہم فی کل زمان
وامر وکلف بلزوم [illegible] والانحراف عنہ۔ فقط والسلام

حررہ الفقیر عطاء محمد چشتی نزیل بندیال

حضرت قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات وفرمودات

۱۔ میری عمر صرف دس سال کے قریب تھی مجھ پر آقا دو عالم ﷺ نے احسان عظیم فرمایا اور اپنی زیارت سے سرفراز فرمایا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پرواز فرما رہے ہیں مجھے پتہ چلا کہ حضور ﷺ ہیں اور پرواز فرما رہے ہیں بس میں نے کہا کہ میں بھی اڑنا چاہتا ہوں میں نے خیال کیا اور پھر اڑنا شروع کر دیا مجھے جو مقام ملا اور جو شہرت ملی میں سمجھتا ہوں کہ اسی خواب کی برکت ہے۔

۲۔ الحمد اللہ! ایک سو سے زائد میرے ساتھی (یعنی شاگرد) اس وقت شیخ الحدیث مفتی اور صدر مدرس کے مناصب پر کام کر رہے ہیں۔

۳۔ میرے تجویز یہ ہے کہ مدارس میں بھرتی نہیں بلکہ وہی طلبہ لیئے جائیں جو واقعی اخلاص کے ساتھ دین پڑھنا چاہتے ہیں (محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں پیش کردہ تجویز سے اقتباس۔

۴۔ علم جدید ہو یا قدیم ضرور حاصل کرنا چاہیے علم نور ہے اور اس کے حصول میں تاخیر ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔

۵۔ دنیا داری میں میرے استاد حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چچا خواجہ محمد سعد اللہ صاحب سیالوی ہیں۔

۶۔ الحمد للہ! جب میں اپنے حضرت یعنی پیر سید غلام محی الدین چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں بغداد شریف حاضر ہوا تو جامع امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خطیب اور نامور عالم دین حضرت الشیخ عبد القادر آفندی نے مجھے حدیث پاک اور فقہ کی سند عطا فرمائی۔

۷۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنیوالا اگر ڈپٹی کمشنر بھی بن جائے تو کمشنر کے آنے پر تعظیم کیلئے کھڑا ہو جائیگا اور سلام کرے گا کمشنر وزیر کی آمد پر تعظیم کیلئے کھڑا ہو جائیگا وزیر صدر اور روزیر اعظم کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے مگر صحیح عالم دین کسی کی تعظیم کیلئے نہیں جھکتا۔ سب وزیر اور صدر اس کی تعظیم کیلئے جھکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص علم دین کی تکمیل ہی نہ کرے اور پھر

بے قدری کی شکایت کرے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

۸۔ میں نے ہدایہ شریف کے ساتھ ہی درمختار تک فقہ پڑھی بھی اور پڑھائی بھی ہے لیکن بندیال میں حضرت علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہتے ہوئے جتنا عبور مجھے اس وقت جزئیات فقہ پر حاصل تھا اب نہیں رہا۔

۹۔ لوگ مجھے صرف معقولی سمجھتے ہیں وہ میرے پاس آ کر فقہ اور اصول فقہ پڑھیں اور تفسیر وغیرہ پڑھیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ کیا میں صرف معقولی ہوں؟۔

۱۰۔ میں تقریباً پچاس سال سے تدریس کر رہا ہوں یوں تو بھیڑ کی بھیڑ ہے مگر مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے پچاس سالوں میں پچاس مدرسین ضرور تیار کیے ہیں۔ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا اللہ بخش صاحب واں بھچراں شیخ الحدیث غلام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ ،مولانا محمد اشرف سیالوی، غلام رسول سعیدی، مولانا عبد الحکیم شرف قادری، مولانا عبد الحق بندیالوی، مولانا محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد کمال الدین کشمیری وغیرہ شامل ہیں۔

۱۱۔ میں 1946ء سے عملی سیاست میں ہوں مگر اس وقت صرف جمعیت علمائے پاکستان ہی نظام مصطفےٰ ﷺ کی مخلص تحریک ہے اس سے تعاون کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں خوش قسمتی ہے کہ جمعیت کو مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی قیادت حاصل ہے اور ان میں اسلام کے نظریہ امامت کے مطابق مسلمانوں کے امام بننے کی تمام صلاحتیں موجود ہیں۔

۱۲۔ الحمد اللہ! میں صرف دو واسطوں سے قائد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوں کیونکہ میرے استاذ محترم حضرت علامہ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ہدایت اللہ جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے اور وہ براہ راست قائد تحریک آزادی محدث خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں

۱۳۔ میرا پیغام یہ ہے کہ علماء درس نظامی کی تصحیح کریں مناسب تبدیلیاں عمل میں لائیں جس مدرسہ سے ان کا تعلق ہے اس کے طلباء کو فرمانبرداری اور ادب سکھائیں اپنا کردار درست کریں

اور بچوں کو علم دین کی طرف راغب کریں اور ان سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو کیونکہ جو دنیا کے حصول کو مقصد بنائے گا اس کو دنیا تو مل جائیگی لیکن یہ مقصد ٹھیک نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی ہی اصل مقصود حیات ہونا چاہیے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے امتیازات

رحمٰن ورحیم اور قدیر وبصیر خدا نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم وعمل درس و تدریس، وعظ وتبلیغ، رشد وہدایت، تحریر وتقریر اور عبادت وریاضت میں بے کنار امتیازات سے سرفراز فرمایا تھا اور ایک عالم آپ کے ان امتیازات اور اوصاف کا گواہ ہے چند دلربا جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم دین اور اپنے عہد کے سب سے عظیم استاذ ہونے کے باوجود بے حد سادہ مزاج کے حامل تھے لباس سادہ، خوراک سادہ، انداز گفتگو سادہ، رہن سہن کے طور طریقے سادہ یوں لگتا جیسے سادگی کا پیکر ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کمال درجے کے استغناء سے آپ کو نوازا تھا دنیا کی کوئی لالچ کوئی حرص آپ کی شان استغنا کو متاثر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی بڑے بڑے جاگیرداروں اور نامور گدی نشینوں کے صاحبزادوں نے آپ کی شاگردی کو سعادت جانا۔ لیکن عمر بھر آپ نے ذاتی ضرورت کیلئے کبھی ان سے رجوع کرنے کا تصور تک نہ کیا اور اگر کسی نے کوئی پیشکش کرنا بھی چاہی تو شان بے نیازی سے ٹھکرا دی۔

کیا عشق نے سمجھا ہے کیا حسن نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

۳۔ آپ کا طریقہ تدریس جداگانہ اور والہانہ تھا طالب علم عبارت پڑھتا آپ اصلاح فرماتے پھر جب پڑھی ہوئی عبارت پر تقریر فرماتے تو طالب علم کے ذہن کی گرہیں ایک ایک کر کے کھلتی چلی جاتیں اس کے دل میں چھپے اشکال حل ہوتے جاتے اس کے سوچے ہوئے

اعتراضات از خود ختم ہوتے محسوس ہوتے اور جب امام المناطقہ اپنی گفتگو ختم کرتے تو لگتا علم وفن کا متلاطم سمندر اپنے علم کا نور بانٹ کر قدرے پرسکون ہو گیا ہے ہاں کوئی طالب علم کسی بات کی مزید وضاحت چاہتا کوئی سوال کرنے کا ارادہ کرتا کوئی بات تشنہ محسوس کرتا تو ایسے طالب علم پر خوش ہوتے کمال شفقت سے لمحوں میں اس کی پیاس بجھا دیتے اور وہ طالب علم زندگی بھر اپنے بختوں پر نازاں ہوتا پھر یہی تقریر طلباء سے سنتے اور وہ بیان کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو مطمئن ہوتے کوئی طالب علم اگر کوئی مشکل کتاب کسی اور جگہ کسی نامور مدرس سے پڑھ کر آتا اور وہی کتاب استاذ العلماء سے پڑھنے بیٹھتا تو اسے پتہ چلتا تدریس کسی اور چیز کا نام ہے علم کسی اور شے کو کہتے ہیں آپ کے استاذی ذی وقار علامہ یار محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ کے صاحبزادے اور آپ کے شاگرد رشید علامہ محمد عبد الحق بندیالوی مدظلہ العالی نے خوب فرمایا جب میں پڑھی ہوئی کتابیں حضرات استاذ المکرم سے پڑھیں تو آپ کی لیاقت علمی اور خداداد ملکہ تدریس پر قربان ہونے کو جی چاہا یوں لگا علمی نکات اور قواعد کے دریا ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔

۴۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ قول کے پکے اور عمل کے سچے منفرد عالم دین تھے دلائل و براہین کے ساتھ اپنے موقف کو واضح فرماتے پھر جس بات کو حق جانتے برملا اس کا اظہار فرما دیتے اور پھر اپنے قول و قرار پر چٹان کی مانند ڈٹ جاتے کوئی رعب کوئی دبدبہ، کوئی خوف، کوئی دھونس، کوئی دھمکی، کوئی لالچ آپ کو آپ کے موقف سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو پاتی لوگوں نے بارہا آزمایا اور استاذ العلماء نے ہر بار عزم و استقلال بن کر دکھایا۔ اپنی کتاب سیف العطاء میں ایک مقام پر فرماتے ہیں دربار عالیہ گولڑہ شریف میں منعقدہ مجلس عرس میں سرِ عام مجھ پر زہر آلود اور توہین آمیز جملوں سے حملہ کیا گیا بندہ مفتی[1] بدباطن کی بدکلامی کو اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان سمجھتا ہے کہ کیا ایسے مفتیوں کے دباؤ اور ان کی بدکلامی سے مرعوب و برانگیختہ ہو کر حق پر ثابت قدم رہتا ہے یا نہیں اور مفتیوں کے بہتان کو اپنے حضرت اعلیٰ سے دور

۱۔ مفتی سے مراد مفتی عبد الشکور ہزاروی ہے۔

کرتا ہے یا ان کے رعب کی وجہ سے حق سے منحرف ہو جاتا ہے ان مفاد پرست ابن الوقت کاسہ لیس ایمان فروش مفتیوں کو یہ معلوم نہیں کہ اس فقیر کا ایمان اور صبر بحمدہٖ تعالیٰ کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔

۵۔ انتہائی سکون اور حد درجہ خشوع وخضوع سے نماز ادا فرماتے حد یہ ہے کہ حالت سفر میں بھی خشوع وخضوع کی دولت ہاتھ سے نہ جانے دیتے آپ کے بے شمار شاگرد شاہد ہیں کہ نماز پڑھتے وقت آپ کو دنیا و مافیہا کا ہوش نہ رہتا۔

۶۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ امتیاز رہا ہے کہ آپ کسی بھی فن کی کوئی بھی کتاب پڑھا رہے ہیں یا اپنے تلامذہ کو کوئی بھی صرفی اور نحوی قاعدہ سمجھا رہے ہیں کمال فن سے اپنے عقیدہ کو بھی ثابت کر رہے ہیں شاید ہی یہ وصف کسی استاذ کو حاصل رہا ہو کہ قواعد نحویہ وصرفیہ میں اپنے عقیدہ کے حق اور سچ ہونے پر دلائل ارشاد فرمار ہے ہیں۔ ایک بار ’’ف‘‘ اور ’’ثم‘‘ کی بحث آئی تو اس سے دعا بعد جنازہ کا حق ہونا ثابت فرمایا۔ بتایا کہ ’’ف‘‘ تعقیب بلا خیر کیلئے آتا ہے اور ’’ثم‘‘ تعقیب مع التاخیر کیلئے آتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعا ’’جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھ لو تو خالص اس میت کیلئے دعا کرو‘‘

نمبر ۷:۔ فرمایا جنازہ میں حاضر و غائب مذکر و مونث صغیر و کبیر سب کیلئے دعا ہے جب تک نماز جنازہ کے معا بعد مرنے والے کیلئے خالصتاً دعا نہ کی جائے تو اس حدیث پر عمل نہیں ہو پاتا لہٰذا جنازہ کے بعد دعا مانگی ضروری ہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے امتیازی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل تھی اگر کوئی آدمی راستے میں یا گاڑی میں آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ فرماتے کہ میں نے کوئی مسئلے جیب میں ڈالے ہوئے ہیں یعنی بہت احتیاط فرماتے اور فرماتے کہ میں کتاب سے دیکھ کر مسئلہ بتاؤں گا سبحان اللہ یہ تھی آپ کی علم دین میں احتیاط اگر کوئی معمولی مسئلہ بھی ہوتا تو

کتب سے دیکھ کر ارشاد فرماتے۔

آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ مستند کتب سے حوالہ پیش کرتے فقہ میں خصوصاً ہدایہ شریف فتح القدیر، بحرالرائق شرح وقایہ، مراقع الفلاح، درمختار شامی وغیرہ۔ عقائد میں نبراس تفاسیر میں احکام القرآن ابوبکر جصاص تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اورروح المعانی وتفسیر بیضاوی وغیرہ اور حادیث شریف میں صحاح ستہ اوراس کے حواشی مشکوٰۃ شریف اور شرح مشکوٰۃ مرقات ملاعلی قاری وغیرہ پر آپ بہت اعتماد فرماتے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب میرے حضرت صاحب یعنی غلام محی الدین بابوجی کے وصال کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے اپنے دونوں صاجزادوں کوارشاد فرمایا کہ میرے سنگیوں کا خیال رکھنا آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میرے مریدوں کا خیال رکھنا بلکہ فرمایا میرے سنگیوں کا خیال رکھنا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مرشد کریم کے نقش قدم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ بھی اپنے شاگردوں کو شاگرد کہہ کریاد نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ فرماتے کہ یہ میرے سنگی ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا شانِ استغناء:

ایک مرتبہ غزالی زمان رازی دوراں علامہ سید سعید احمد شاہ کاظمی نوراللہ مرقدہٗ بندیال شریف قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لائے فرمایا۔

میں جامعہ عباسیہ بہاولپور (بہاولپور یونیورسٹی) میں اکیلا ہوں وہاں آپ جیسے فاضل اور فائق استاذ کی ضرورت سے انتظامیہ مبلغ دس ہزار روپے تنخواہ پیش کرے گی گاڑی بنگلہ اور دیگر ضروریات کا انتظام واہتمام ہوگا آپ اس پیشکش کو قبول فرمائیں اور بہاولپور یونیورسٹی کی اس ملازمت کیلئے مان جائیں۔ واضح رہے کہ اس وقت (غالباً 1963ء) بندیال شریف میں استاذ گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تنخواہ صرف -/350 روپے تھی رات بھر قبلہ کاظمی شاہ صاحب کا اصرار رہا

آپ نے جواب میں فرمایا۔

قبلہ شاہ صاحب! میں دو وجہوں سے یہ پیشکش قبول کرنے سے معذور ہوں۔

ا۔ اپنے استاذ کبیر علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جگہ ویران کرنے کی ہمت نہیں

ب۔ میرے اساتذہ کرام نے کبھی گھنٹیوں پر نہیں پڑھایا (مراد تھی پیریڈ ختم ہونے پر گھنٹی بجتی ہے اور کلاس ختم ہو جاتی ہے چاہے سبق مکمل ہو یا نہ ہو) اور میں بھی گھنٹیوں پر نہیں پڑھانا چاہتا جب تک بات مکمل نہ ہو جائے جب تک طلباء مطمئن نہ جائیں چاہے 3 گھنٹے صرف ہوں یا زیادہ

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ

آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

طلبہ پر بے حد شفیق ہونے کے باوجود استغناء بھی درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ ایک دفعہ کسی کتاب کے ختم ہونے پر چھ سات بڑے بڑے طلباء نے مل کر درخواست کی کہ خیالی شروع کرا دیں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب رسالہ قطبیہ شروع ہوگا طلبہ نے گزارش کی رسالہ قطبیہ صرف دو طالب علموں نے پڑھنا ہے باقی سب پڑھ چکے ہیں جب کہ خیالی سب نے پڑھنی ہے۔ استاذ صاحب نے فرمایا جس نے پڑھنا ہے پڑھے جو نہیں پڑھنا چاہتا نہ پڑھے۔ راقم کا خیال ہے کہ شاید طلبہ اس ذہنی دھچکے کو برداشت نہیں کریں گے اور مدرسہ چھوڑ کر چلے جائیں گے لیکن دوسرے دن حیرت کی انتہا نہ رہی سب طلبہ کمال اشتیاق سے رسالہ قطبیہ ہی پڑھ رہے تھے اس سے آپ کے ساتھ طلباء کی عقیدت اور وابستگی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

علامہ مولانا پیر محمد چشتی (پشاور) فرمایا کرتے تھے کہ استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ الصمد کا مظہر ہیں۔

شان تدریس۔

آپ ان معدودے چند اساتذہ میں سے ہیں جنہوں نے فرائض تدریس کو عبادت سمجھ کر ادا کیا آپ نے عمر عزیز کے شب و روز محض تدریس میں صرف کر دے وعظ و خطابت اور تصنیف و تالیف کی طرف بہت کم توجہ فرمائی۔

درج ذیل سطور میں آپ کی چند تدریسی خصوصیات پیش کی جاتی ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ آپ کی شان تدریس کو ضبط تحریر میں لانا راقم الحروف کے بس کی بات نہیں ہے۔

ا۔ بیسوں دفعہ درسی کتب پڑھانے کے باوجود ہر کتاب با قاعدہ مطالعہ کر کے پڑھاتے پھر یہی نہیں کہ کتاب پر ایک سرسری نظر ڈال لی بلکہ نظر غائر سے ملاحظہ فرماتے ایک دفعہ ایک ایسا اتفاق ہوا کہ گرمیوں کے موسم میں آپ نے ہدایہ آخرین کا مطالعہ شروع کیا ادھر راقم الحروف نے بھی وہی کتاب دیکھنا شروع کی مطالعہ کرنے کے بعد دیکھا تو پتہ چلا کہ آپ ابھی کتاب ملاحظہ فرما رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ ہر دفعہ نئے نئے مضامین نئے انداز میں بیان فرماتے۔

۲۔ طلباء سے مطالعہ کی سخت پابندی کرواتے کسی طالب علم کے متعلق اگر محسوس کرتے کہ اس نے پوری طرح مطالعہ نہیں کیا تو اسے اچھی خاصی سرزنش فرماتے اس لیئے وہاں غیر محنتی طالب علم کی بہت کم گنجائش ہوتی۔

۳۔ مشکل سے مشکل مقام کو اس خوش اسلوبی سے بیان فرماتے کہ اس مطلب کے مشکل ہونے پر اعتبار نہ آتا انداز بیاں ایسا پاکیزہ اور سہل ہوتا کہ ہر بات دل و دماغ میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی عبدالغفور نحو کی ایک مشکل ترین کتاب ہے اس کا ایک مقام پڑھتے وقت راقم حسن بیاں سے اس قدر محظوظ ہوا جس کا اثر آج تک دل و دماغ میں محسوس ہوتا ہے بس یوں سمجھئے کہ نظریات کو بدیہی کر دکھاتے ہیں۔

۴۔ جب تک پڑھنے والے کو شرح صدر حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک انہیں اطمینان نہ

ہوتا بعض اوقات ذہن طلباء کسی مطلب کی تکرار کو طوالت سمجھنے لگتے ہیں لیکن آپ کے پیش نظر ہر قسم کے طلباء ہوتے ہیں اس لیئے آپ بالکل اکتاہٹ محسوس نہ کرتے حد یہ ہے کہ ان کی نظر عبارت کے ہر گوشہ پر ہوتی اور اس بات کو روا نہیں رکھتے کہ کسی پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے۔

۵۔ طلباء کے سامنے ان کی تعریف نہیں کرتے چاہے وہ کتنا ہی لائق وفائق کیوں نہ ہوں خاص طور پر جو طالب علم ان کی زیادہ خدمت کرے ان کی بہت کم رعایت کرتے اس کا اثر یہ ہوتا ہے طلباء میں خواہ مخواہ غرور پیدا نہیں ہوتا بلکہ جذبہ، محنت بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے رئیس الاذکیاء مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی جب وزیر آباد جا کر دورہ قرآن اور فیصل آباد دورہ حدیث پڑھا اور دیگر مدارس کے طلباء کی علمی قابلیت کا جائزہ لیا تو ایک موقع پر بطور خوش طبعی فرمایا۔

باہر جا کر پتہ چلا کہ ہم بھی علامہ ہیں ورنہ یہاں (بندیال) میں تو استاذ صاحب نے ہمیں احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ ہمیں بھی کچھ آتا ہے۔

۶۔ تعلیم علوم کے ساتھ ساتھ طلباء کی اخلاقی اور علمی اصلاح پر بھی خاص توجہ فرماتے اکثر کمزوریوں کی نشاندہی فرما کر اخلاق صالحہ اور اعمال حسنہ کی ہدایت فرماتے رہتے۔

ایک دفعہ مولانا حافظ شاہ محمد صاحب خطیب مدینہ کالونی والٹن لاہور ایک جگہ تدریس کے لئے جانے لگے تو آپ نے دیگر ہدایات کے علاوہ خاص طور پر فرمایا۔

طلباء سے اوقات تدریس کے علاوہ زیادہ اختلاط نہ رکھنا اس سے بہت سی خرابیوں کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے دور طالب علمی میں تمام طلباء سے بے تکلفی اور عام اختلاط ہوتا ہے اس سے دور تدریس میں اس عادت کو چھوڑنا خاصا دشوار ہوتا ہے مزید فرمایا کہ اگر ہو سکے تو اپنے کپڑے بھی خود دھو لیا کریں۔

۷۔ فخر المدرسین حضرت علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسند تدریس کے جانشین علامہ غلام محمد تونسوی (صدر مدرس جامعہ نوشاہیہ جہلم) ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے شرح جامی مولوی کالا صاحب سے پڑھی ہے اور وہ شرح جامی پڑھانے میں یکتائے زمانہ تھے اس کے بعد میں

نے دوبارہ شرح جامی علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی تو پتہ چلا کہ مولوی کالا صاحب علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عشرعشیر بھی نہیں ہے بلکہ آپ کے مقابلے میں ابھی طفل مکتب ہے۔

۸۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ جدید علوم کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے بلکہ قدیم مروج درس کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے خصوصاً ابتدائی کتابیں جو اردو میں ہیں اور درس نظامی کے نصاب میں شامل ہیں ان کی مخالفت کرتے اور ارشاد فرماتے کہ پرانے علماء کے ابتدائی رسائل جو درس نظامی کے نصاب میں شامل ہیں ان کی بہت تعریف فرماتے مثلاً نحو میر زرادی ،زنجانی ،دستور مبتدی ،مراح الارواح مجموعہ منطق وغیرہ اور فرماتے کہ ان علماء کی کتابوں میں برکت ہے اور یہ علماء ہمیشہ باوضو کتابیں تصنیف کرتے تھے بخلاف موجودہ علماء کے ہوسکتا کہ تصنیف کے وقت وضو بھی کرتے ہیں یا نہیں اس لیئے ان کی کتابوں میں برکت نہیں ہے۔

ملفوظات قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہونگی۔ مندرجہ ذیل حدیث شریف کی مکمل تفصیل بیان فرمائی۔

عن بریدۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اھل الجنۃ عشرون ومائۃ صف ثمانون منھا من ھذاالامۃ واربعون من سائر الامم۔ (رواہ الترمذی ولدارمی والبیہقی)

یعنی قیامت میں جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہونگی جن میں سے اسی صفیں امت محمدیہ ﷺ کی ہونگی اور چالیس صفیں دوسری امتوں سے ہوں گے یعنی دو تہائی جنتی اس امت سے ہوں گے اور ایک تہائی دوسری امتوں سے ہوں گی اور یہ صفیں زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہونگی۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ دو تہائی اس امت کے لوگ ہیں؟ تو گزارش ہے کہ اس امت میں کئی مکاتب فکر ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے سوا کوئی مکتبہ فکر ایسا نہیں جو دو تہائی صفوف پوری کر سکے اہل سنت کے سوا تمام مکاتب فکر اکٹھے کئے جائیں تو ان سے ایک صف بھی پوری نہیں ہو سکتی تو ان دو تہائی صفوف کو اہل سنت و جماعت ہی پورا کریں گے اور اہل سنت یا تو سلاسل اربعہ کے مشائخ ہیں یا ان کے متوسلین، بغداد شریف سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز اٹھیں گے اور ان کے ہمراہ اربوں قادری ہونگے اسی طرح اجمیر شریف سے حضرت خواجہ والی ہند نور اللہ مرقدہٗ اٹھیں گے ان کے ہمراہ اربوں چشتی ہوں گے۔ اسی طرح دہلی شریف سے حضرت خواجہ باقی باللہ اور سرہند شریف سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما اٹھیں گے ان کے ہمراہ اربوں نقشبندی ہوں گے اسی طرح حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد شریف سے اٹھیں گے ان کے ساتھ اربوں سہروردی ہونگے ان سلاسل اربعہ کے مشائخ اور متوسلین سے دو تہائی صفوف قیامت میں پوری ہوں گی گویا عالم کی بقا بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی برکت سے اور قیامت میں جنت کی آبادی اور رونق بھی۔ عباد اللہ الصالحین سے ہوگی۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ دین حق کی خدمت کرنے والے عام طور پر دو گروہ ہیں گروہ اول مشائخ کرام اور اولیاء عظام ہیں جو عام مسلمانوں کو طریقت اور حقیقت اور معرفت کی تربیت دیتے ہیں۔

گروہ دوم علمائے کرام ہیں جو کہ ظاہر شرع اور کتاب وسنت کی تدریس وتبلیغ کرتے ہیں علماء کرام کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ مشائخ کرام اور اولیاء اللہ ابتداء میں ظاہری علم اور کتاب وسنت کی تعلیم علماء کرام سے حاصل کرتے ہیں۔ لیکن مشائخ کرام اور اولیاء کرام کو علماء کرام پر چند وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔

۱۔ علماء کرام کندن اس وقت بنتے ہیں جبکہ ان کی بیعت کسی شیخ کامل کے ساتھ ہو ورنہ ان کو شیطان اپنے مکر میں پھنسا لیتا ہے اور وہ اہل سنت کے عقائد سے انحراف کر کے نئے مذہب کی بنیاد ڈالتے ہیں اور مسلمانوں میں افتراق وتشتت کا باعث بن جاتے ہیں برخلاف مشائخ کرام کے کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں اتفاق واتحاد پیدا ہوتا ہے اور ہر شیخ دوسرے سلاسل کے مشائخ کا احترام کرتا ہے۔

۲۔ شاید ہی کوئی عالم ہوگا جس کے ہاتھ پر ایک ہزار آدمی مسلمان ہوا ہو برخلاف مشائخ کرام کے کہ ان کے ہاتھوں پر لاکھوں انسانوں نے اسلام قبول کیا جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ اجمیری قدس سرہٗ العزیز کے ہاتھ پر نوے لاکھ انسانوں نے اسلام قبول کیا اس طرح دوسرے مشائخ کے توسل سے لاتعداد انسان مشرف بہ اسلام ہوئے ۔چنگیز اور ہلاکو خان جو کہ تاتاری کافر تھے انہوں نے تمام عالم اسلام کو تہ وبالا کیا اور بغداد شریف کی خلافت کو ختم کیا ان تاتاریوں کی اولاد سے شاہِ غازان مسلمان ہوا اور اس کی متابقت میں اس کے لشکر اور لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا شاہ غازان کو حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خلیفہ نے مسلمان کیا۔ ہندوستان میں چوغطہ خاندان حکمران رہا ہے اس خاندان سے اکبر بادشاہ نے ایک نیا دین ایجاد کیا اس کا مقابلہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی نور

اللہ مرقدہٗ نے کیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا اس خدمت دین کے سلسلہ میں مشائخ کرام کا کوئی عالم مقابلہ نہیں کر سکتا۔

۳۔ مسلمانوں میں جتنے مکاتب فکر ہیں ان میں شدید اختلاف ہے ہر مکتبہ فکر اپنے سوا دوسرے کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا یہ سب اختلاف علماء کا پیدا کردہ ہے مشائخ کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔

۴۔ اس وقت تمام عالم اسلام میں جو مسلمان بھی مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر مضبوطی سے قائم ہیں یہ مشائخ کی برکت ہے کیونکہ کوئی عالم خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کے متقدی اور تابعین زیادہ سے زیادہ دو ہزار ہوں گے برخلاف مشائخ کے کہ ہر شیخ کے متوسلین لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور ان کے اسلام کی پختگی مشائخ کی برکت سے ہے مشائخ نے اپنے متوسلین کو کبھی ایسے عقیدہ کی تلقین نہیں کی جو اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہو اور وہ عقیدہ کفریہ ہو برخلاف اس کے علماء کی وجہ سے لاکھوں مسلمانوں کا عقیدہ عقائد اہل سنت کے خلاف ہو گیا اور عقیدہ کفریہ ہو گیا۔ غور کیجئے مرزا قادیانی مشائخ سے نہیں تھا بلکہ علماء کے گروہ سے تھا اس کی وجہ سے لاکھوں مسلمان گمراہ ہو کر خارج از اسلام ہو گئے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم گرمیوں کے موسم میں موٹے کپڑے پہنتے اور سردیوں میں باریک یعنی پتلے کپڑے پہنتے مندرجہ ذیل احادیث بیان فرمائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہما اپنے باپ ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا اور وہ اس وقت ان کے ساتھ چل رہے تھے کہ لوگ آپ کی کچھ باتوں کو تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں آپ موسم سرما میں دو چادروں سے باہر نکلتے ہیں اور موسم گرما میں موٹے اور کھردرے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تو جنگ خیبر میں ہمارے ساتھ نہ تھا؟ انہوں نے کہا میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا رسول

اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خیبر کے فتح کرنے کیلئے جھنڈا دے کر بھیجا تو وہ بغیر فتح کے واپس آ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دے کر بھیجا تو وہ بھی بغیر فتح کیے واپس آ گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب میں اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ فرار ہونے والا نہیں ہے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا یعنی میری طرف پیغام بھیجا اور میں آشوب چشم میں مبتلا تھا آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈال کر بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ اے اللہ! علی (رضی اللہ عنہ) کی گرمی اور سردی سے حفاظت کر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی کا احساس ہوا اور نہ کبھی سردی محسوس ہوئی۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم علم کے بلند مرتبہ پر فائز تھے جب آپ علم کی باریکیاں بیان کرتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی آپ کے علم کی جھال نہ جھل سکتا اور آپ رضی اللہ عنہ جنگل میں تشریف لے جاتے اور کنویں میں منہ ڈال کر علم کی بھڑاس نکال دیتے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک آدمی تھا کہ اس کے گھر بچی پیدا ہوئی پھر وہ بڑی ہوئی گھر والوں کی بے توجہی سے ان کو پتہ نہ چلا کہ یہ بچی ہے یا خنثہ مشکل ہے گھر والوں نے بچی سمجھ کر اس کی شادی کر دی اور اس کے خاوند نے اس کو حق مہر میں گولی یعنی لونڈی دی یہ بچی یعنی خنثہ شکل جو تھا اس میں عورت والی علامات بھی پائی جاتی تھیں اور مرد والی علامات بھی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس خنثہ نے بچہ جنا اور اس خنثہ کو خاوند نے حق مہر میں لونڈی دی تھی خنثہ نے لونڈی سے جماع کیا اور لونڈی نے بھی بچہ جن دیا اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ یہ خنثہ عورت ہے یا مرد کیونکہ اس میں دونوں علامات تھیں یعنی عورت بھی ہے کہ اس نے بچہ جنا ہے اور مرد بھی ہے کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے مسئلہ یہ ہوا کہ خاوند کا نکاح خنثہ کے ساتھ کیسا ہے اگر عورت ہے پھر تو ٹھیک ہے اور اگر مرد

ہے تو مرد کا مرد کے ساتھ نکاح ناجائز بلکہ حرام ہے یہ مسئلہ بڑے بڑے علماء اور مفتی حضرات کے ہاں پیش ہوا لیکن سب کے سب اس کے حل کرنے سے عاجز آ گئے آخر لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا مسئلہ پیش کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی دائیں اور بائیں جانب کی پسلیاں گنتی کریں اگر دونوں طرف کی برابر ہیں تو یہ عورت ہے اگر بائیں طرف کی ایک کم ہے تو یہ مرد ہے لوگ آپ کے اس جواب پر بڑے حیران ہوئے کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت حواء رضی اللہ عنہا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں اس طرح مرد کی بائیں طرف کی ایک پسلی کم اور عورت کی دونوں طرف کی برابر ہیں۔

امام المعقولات حضرت علامہ مولانا محمد دین بدھوی رحمہ اللہ تعالیٰ

قیام بندیال کے دوران ایک دفعہ مولانا محمد عبد الحق صاحب بندیالوی ابن فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ نے مطالعہ کے لئے شرح حمد اللہ لا کر رکھ دی امام منطق وفلسفہ نے دیکھا تو کہا کتاب لے جاؤ فقیر کو مطالعہ کی ضرورت نہیں۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فرمایا اگر وہ مطالعہ کر کے پڑھاتے تو حافظہ اس قدر قوی اور ذہن اتنا عالی تھا کہ متقدمین اہل فن کے برابر ہوتے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو لوگ بڑے استاد کہہ کر پکارتے (یعنی استاد وڈے) اس سے مراد علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی ہوتے تھے۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ انتہائی کسرنفسی سے کام لیتے اور فرماتے کہ تم نے بڑے استاد دیکھے نہیں (اس سے مراد آپ کی مولانا یار محمد بندیالوی، مولانا مہر محمد اچھروی، مولانا غلام محمود پپلانوی رحمہم اللہ تعالیٰ ہوتے) اگر میرے زمانے میں مجھ جیسا مدرس ہوتا تو میں اس کی طرف دیکھتا بھی نہ۔تم نے بڑے عالم دیکھے ہی نہیں اب وہ چلے گئے ہیں اور ہم کو ان کی جگہ فائز کر دیا ہے۔اللہ اکبر علواً کبیراً۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ آخری عمر میں جب وضو کرنے کیلئے عینک اور گھڑی وغیرہ اتار کر رکھتے بسا اوقات وضو کرنے کے بعد آپ کو یہ بات بھول جاتی کہ میں نے عینک اور گھڑی کہاں رکھی ہے لیکن جب آپ قاضی حمد اللہ تفسیر بیضاوی شریف وغیرہ پڑھاتے تو دوران اسباق آپ ارشاد فرماتے اس مقام پر استاد صاحب بندیال شریف والے یہ تقریر کرتے تھے استاد صاحب اچھرہ والے یہ تقریر کرتے تھے یعنی طالب علمی کے اسباق آپ کو یاد تھے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں حیران ہوں کہ طالب علمی کے زمانے کے اسباق ابھی یاد ہیں اور وضو کرنے کیلئے عینک اتار کر رکھتا تو بھول جاتا ہوں۔

اور یہ بھی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا خاص انعام تھا کہ اسی سال سے زائد عمر ہونے کے باوجود آپ کی نظر اور قوت سماعت بالکل ٹھیک تھی بسا اوقات آپ بغیر عینک کے اخبار کا مطالعہ فرماتے۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں یہ بات شامل تھی کہ آپ کسی کا گلہ وغیرہ بالکل نہیں کرتے تھے جن مدارس میں آپ نے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ہیں ان میں دوسرے مدرس بھی خدمت سرانجام دیتے تھے عام مدارس میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ مدرس ایک دوسرے کا گلہ کرتے رہتے ہیں لیکن قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی دوسرے کا گلہ نہیں کیا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر فرمایا کہ منافقین نے جو آپ پر تہمت لگائی تھی جب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایسی پاک دامنی ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں

قرآن کی آیتیں نازل فرمائی ہیں اس کے بعد قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل واقعہ بیان فرمایا کہ پشاور کے مضافات میں ایک مولوی تقریر کر رہا تھا دوران تقریر اس نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازیبا کلمات کہے تو سامعین میں سے ایک پٹھان چاقو نکال کر کھڑا ہو گیا کہ میں اس کو قتل کرتا ہوں کہ اس نے میری ماں کو گالی دی ہے لوگوں نے کہا کہ یہ تیری ماں کا نام تک نہیں جانتا اس نے تیری ماں کو گالی کس طرح دی ہے تو اس پٹھان نے کہا کہ دیکھو ایک میری وہ ماں ہے جس نے مجھے جنا ہے اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ایک میری وہ ماں ہے جس کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ یہ تیری ماں ہے یعنی نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن یہ مومنوں کی مائیں ہیں اس مولوی نے میری اس ماں کو گالی دی جس کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ یہ تیری ماں ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بے حد احترام کرتے تھے ایک مرتبہ آستانہ عالیہ جلال پور شریف تشریف لائے یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ بھکھی شریف میں تدریس کے فرائض سر انجام دے رہے تھے راقم الحروف کے علاوہ صاحبزادہ پیر سید مظہر قیوم شاہ صاحب سجادہ نشین بھکھی شریف بھی آپ کے ہمراہ تھے جب ہم آستانہ عالیہ جلال پور شریف حاضر ہوئے روضہ شریف پر حاضری کے بعد جب ہم صاحبزادہ سید تنویر حیدر شاہ صاحب سے ملے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ تنویر حیدر شاہ صاحب کے قدموں پر ہاتھ لگایا یعنی قدم پکڑ لئے صاحبزادہ تنویر حیدر شاہ نے آپ کو قدموں سے اٹھایا اور معانقہ فرمایا لوگ حیران تھے کہ علم کا کوہ ہمالیہ اہلبیت کے قدموں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ سب علم اہلبیت کرام کے صدقے سے ہمیں نصیب ہوا ہے ایسی عاجزی اور انکساری علماء میں بہت کم نظر آتی ہے۔ اسی طرح جب آپ آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ حاضر ہوتے تو جب آپ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی نور اللہ مرقدہٗ کو ملتے تو آپ ان کے قدموں پر ہاتھ لگاتے اور پھر آپکے ہاتھ کو بوسہ دیتے یہ ہمیشہ آپ کا معمول تھا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں جامعہ فتحیہ اچھرہ میں زیر تعلیم تھا ان دنوں میرے استاذ محترم مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار تھے کہ علمائے دیوبند کا خودساختہ شیخ القرآن غلام خان نے موضع چھدرو مضافات واں بھچراں میں اس نے فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کو مناظرہ کا چیلنج کیا فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار تھے تو آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ غلام خان نے مناظرہ کا چیلنج کیا ہے اور یہ زبان دراز ہے اور میری صحت اجازت نہیں دیتی آپ مولانا محمد عمر صاحب اچھروی کو ساتھ لے کر فوراً چھدرو پہنچیں اور غلام خان کے ساتھ مناظرہ کریں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مولانا محمد عمر صاحب کے پاس گیا تو آپ نے عذر پیش کیا کہ میں اس وقت آپ کے ساتھ جانے سے قاصر ہوں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پھر میں مرکزی امیر حزب الاحناف سید ابوالبرکات صاحب کے پاس گیا اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا ابھی چلتے ہیں۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اور سید صاحب دونوں کچھ کتابیں لے کر سیدھے چھدرو پہنچے غلام خان بھی وہاں موجود تھا مناظرے کے انتظام مکمل تھے پولیس وغیرہ بھی موجود تھی سید صاحب نے مجھے کہا کہ ان کے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں کچھ شرائط طے ہوئیں ایک شرط غلام خان نے یہ لگائی کہ پہلی تقریر بھی میری ہوگی اور آخری تقریر بھی میری ہوگی ہم نے کہا کہ ٹائم مقرر کرلیں اگر ٹائم میں آخری تقریر آپ کی آگئی تو ٹھیک ہے جبکہ غلام خان اس پر باضد تھا کہ پہلی اور آخری تقریر میری ہوگی غلام خان اس ضد کی وجہ سے شرائط مناظرہ پر دستخط نہیں کرتا تھا آخر سید صاحب نے فرمایا کہ ہم بغیر شرائط کے مناظرہ کرتے ہیں مناظرہ کا ٹائم تقریباً ساڑھے چار گھنٹے مقرر ہوا اور یہ مناظرے کا اصول ہوتا ہے کہ پہلی تقریر مثلاً 15،15 منٹ کی ہوگی اور آگے 10،10 منٹ کی۔پہلی تقریر غلام خان نے کی پھر سید صاحب نے۔مناظرہ چلتا رہا حتیٰ کہ جب آخری منٹ رہ گئے وہ سید صاحب کے حصہ میں آئے اس وقت غلام خان خوب چلایا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب غلام

خان چلایا تو سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے غلام خان کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا کہ۔

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سننے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ وار وار سے پار ہے

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی طرف انگلی کا شارہ کر کے یہ شعر پڑھا تو ایسا معلوم ہوا کہ غلام خان کے سینہ میں تیر پیوست ہو گیا ہے اور وہ چیخ اٹھا اور کھڑا ہو گیا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کتابوں کے حوالے نکال کر دیتا تھا جبکہ سید صاحب مناظرہ کر رہے تھے جب سید کی آخری تقریر کی باری آئی تو میں نے حسین علی واں بھچروی کی تفسیر بلغۃ الحیر ان کھول کر سید صاحب کو دی تو سید صاحب نے بلغۃ الحیر ان کو ہاتھ میں لے کر تقریر کی اور خوب اس کا رد کیا سید صاحب کی آخری تقریر نے خود ساختہ شیخ القرآن کے تابوب میں آخری میخ نصب کر دی تو اللہ تعالیٰ نے مذہب حقہ اہلسنت و جماعت کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مناظرہ میں سید صاحب کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔

ا۔ یہ کہ غلام خان کہتا تھا کہ پہلی اور آخری تقریر میری ہو گی جب مناظرہ شروع ہوا تو اختتام مناظرہ میں آخری تقریر سید صاحب کے حصہ میں آئی۔

۲۔ جب سید صاحب نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں نور اللہ مرقدہٗ فاضل بریلی شریف کا مذکورہ شعر پڑھا تو ایسا معلوم ہوا کہ غلام خان کے سینہ میں نیزہ پیوست ہو گیا ہے اور وہ چیخ اٹھا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اختتام مناظرہ پر سید صاحب نے مجھے کہا کہ ہم حسین علی کو دیکھنے جائیں گے اس وقت حسین علی زندہ تھا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سید صاحب سے عرض کی وہ ہمارے دشمن ہیں اور ہم پر حملہ کر دیں گے آخر

سید صاحب نے کہا تم یہاں ٹھہرو اور میں جاتا ہوں آخر سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حسین علی کو دیکھنے کیلئے گئے بسیار کوشش کے باوجود سید صاحب کو لوگوں نے اندر داخل نہ ہونے دیا۔سید ابوالبرکات صاحب نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حسین علی پیشاب کھاتا ہے اور سنگلوں سے جکڑا ہوا ہے اور جب اس کو کھولتے ہیں تو وہ بھاگ جاتا ہے آخر اس کا بہت بُرا انجام ہوا اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی سے بچائے آمین ثم آمین۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بھائی ملک فتح محمد مرحوم کے ختم قل پر ارشاد فرمایا کہ صدقہ کیلئے صرف بالغ بچے ہی قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں نابالغ نہیں پڑھ سکتے البتہ برکت کیلئے نابالغ پڑھ سکتے ہیں۔آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ یہ مسئلہ مجھے فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتلایا اور میں نے سنا اور فرمایا کہ میت کو دفنانے کے بعد تلقین لازمی کرنی چاہیے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ سرکار دو عالم ﷺ جارہے تھے اور پیچھے پیچھے عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ جارہے تھے اور یہ کلام پڑھ رہے تھے بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ وآلہ تو سرکار دو عالم ﷺ مسکرا رہے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام آپ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ سنایا کہ حضور غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور کا عباسی بادشاہ شراب پیتا تھا اور شراب کے مٹکے دریائے دجلہ کے درمیان کشتی میں رکھے ہوئے ہوتے تھے تاکہ ٹھنڈے ہوتے رہیں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تقریر میں بادشاہ کی بہت مذمت کی جب بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہوں گا کہ یا اللہ میں عاجز تھا کہ اس کے بغیر میرا گزارا نہیں ہوتا تھا جب اس بات کا علم حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

ہوا تو آپ نے پھر تقریر میں بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کھڑے ہو کر میرے آگے کہو کہ میں عاجز ہوں بادشاہ کے ہوش و حواس اڑ گئے زبان بند ہو گئی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ادنیٰ غلام ہوں آپ میرے سامنے نہیں بول سکتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کی بارگاہ میں تم کیسے بول سکو گے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ملفوظ پڑھا ہے کہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ قیامت کے دن مجھے اختیار دے دے تو میں بجائے جنت جانے کے جہنم کا راستہ اختیار کروں گا کیونکہ دنیا میں میں نے نفس کو بہت تنگ کیا ہے مگر جیسا تنگ کرنے کا حق تھا ایسا نہ کر سکا اس لئے جہنم کی آگ سے اس کو سیدھا کروں گا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب سیف چشتیائی کا ایک مشکل مقام تھا جو مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا میں نے اس مقام کو شیخ جامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا اور عرض کی کہ اس مقام کی سمجھ نہیں آ رہی تو شیخ الجامعہ نے اس مقام کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا اور خوب تقریر بیان فرمائی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کی تقریر مجھے مطمئن نہ کر سکی بندہ ناچیز آپ سے سیف چشتیائی کا وہ مقام دریافت نہیں کر سکا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ مرشد گرامی کی تلاش میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے تو دل میں وسوسہ پیدا ہوا کیونکہ خواجہ عبید اللہ احرار بہت امیر کبیر آدمی تھے سو گھوڑے دو سو اونٹ کئی غلام وغیرہ تھے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل کی کیفیت معلوم کر کے فرمانے لگے کہ جامی غافل نیست یعنی میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوں اس کے بعد مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے قدموں پر گر گئے اور بیعت کیلئے عرض کی اور آپ حضرت

خواجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیعت ہو گئے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف میں دار العلوم ضیاء شمس الاسلام میں مولانا محمد حسین صاحب صدرا پڑھا رہے تھے اور اس میں شئی باتقریر کا درس دے رہے تھے اور طالب علموں کے نزدیک سے راستے میں ایک ڈاچی اور اس کا بچہ یعنی ٹوڈا گزرا طالب علموں نے کہا او، ٹوڈا! جب مولانا محمد حسین صاحب نے یہ سنا تو انہوں نے کتاب فوراً بند کر دی اور طالب علموں کو اٹھا دیا' یاد رہے کہ مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طبیعت میں سختی تھی اتنے میں مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کے مزاج شناس دوست آئے مولانا نے ان کو مکمل واقعہ سنایا اور کہا کہ میں شئی باتقریر کر رہا تھا اور طالب علموں نے کہا "او ٹوڈا! "اس مزاج شناس دوست نے مولانا کو عرض کی کہ اصل بات یہ ہے کہ جب آپ سبق پڑھا رہے تھے تو آپ کے نزدیک سے ایک ڈاچی اور اس کا بچہ یعنی ٹوڈا گزرا ہے اور ٹوڈا بڑا خوبصورت تھا طالب علموں نے کہا کہ ہم اپنے استاد صاحب کو یہ خوب صورت ٹوڈا دکھائیں تو طالب علموں نے کہا او ٹوڈا تو جب مولانا محمد حسین صاحب نے یہ بات سنی تو آپ بہت خوش ہوئے اور دوبارہ طالب علموں کو پڑھانا شروع کر دیا۔

(یاد رہے کہ اس وقت دار العلوم موجود حویلی خواجہ ظہیر الدین صاحب مدظلہ میں واقع تھا)

ایک مرتبہ ایک آدمی نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ غیر موکدہ سنتوں میں یعنی عصر اور عشاء کی سنتوں میں دوسری رکعت میں التحیات کہاں تک پڑھنا ہے تو آپ نے فرمایا کہ درود شریف تک یعنی اللھم بارک علی محمد الخ تک یعنی رب اجعلنی آخر رکعت میں پڑھنی چاہیے آپ نے فرمایا رب اجعلنی دعا ہے اور دعا آخر میں مانگنی چاہیے۔

اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ التحیات میں ہاتھ اور پاؤں کی تمام انگلیوں کا رخ قبلہ شریف کی طرف ہونا چاہیے خصوصاً دونوں پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا بڑا مشکل ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا

جائے اور بائیں پاؤں کی انگلیوں کو دائیں کے ساتھ ٹیک لگا کر انگلیوں کے سرے کو قبلہ رخ کرنا چاہیے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ حافظ قرآن تھے اور آپ نے تیراں 13 مصلے سنائے یعنی 13 مرتبہ قرآن پاک کو نماز تراویح میں سنایا اس کے علاوہ قبلہ استاذی المکرم نے ساری عمر علوم وفنون کی تدریس میں گزاری ہے نہ آپ نے امامت فرمائی اور نہ خطابت فرمائی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے پورا ہفتہ تدریس میں گزارتا ہوں اور ہفتہ میں ایک دن بھی دماغ کو فرصت نہ دینا یہ دماغ پر ظلم ہے اس سبب سے آپ نے امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام نہ دیئے بلکہ ایک ہی طرف اپنی توجہ کو مبذول رکھا یعنی تدریس میں اسی فن میں آپ نے افق کی بلندیوں پر پرواز فرمائی اور آسمان تدریس پر چھائے رہے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مصنف شرح وقایہ نے اس کو بارہ سال میں تالیف کیا تھا تالیف کرنے کے بعد اپنے مسودے کو سر پر اٹھا کر بادشاہ وقت کے حضور حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ اس کو کتابی صورت میں شائع کرادیں بادشاہ نے کہا کہ آپ اس مسودہ کو لے کر مسجد میں جائیں وہاں میرے دس قاضی موجود ہیں اگر انہوں نے اس کو پسند کیا تو میں اس کو شائع کرادونگا جب مصنف اپنا مسودہ لے کر مسجد میں گیا اور مسجد میں موجود بادشاہ وقت کے جو قاضی تھے انہوں نے اس مسودہ کو ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ اس کو شائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے یعنی ابتدائی طالب علم کو اس کی سمجھ نہیں آئیگی یعنی نور الایضاح قدوری شریف وغیرہ والے کو اور منتہی طالب علم کو اس کی ضرورت نہیں ہے یعنی اس کیلئے ہدایہ شریف ہی کافی ہے آخر مصنف شرح وقایہ دل برداشتہ ہو کر مسودہ سر پر رکھ کر چل دیا خدا کی قدرت کہ جب یہ مسودہ اٹھا کر مسجد سے باہر نکلا ہی تھا کہ مسجد کا گنبد گرا اور بادشاہ کے دس کے دس قاضی گنبد کے نیچے دب کر فوت ہو گئے اور اس دن جمعۃ المبارک تھا جمعہ کا وقت قریب تھا اس سے پہلے ان قاضیوں میں سے کوئی ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرماتا تھا جبکہ وہ تمام کے تمام وصال فرما چکے تھے بادشاہ وقت کو اس

کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ آج ہی ایک مولوی صاحب اپنا مسودہ لے کر میرے پاس آئے تھے ان کو تلاش کر کے لے آؤ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور اس کو تلاش کر کے بادشاہ کے حضور حاضر کیا بادشاہ نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے قاضیوں نے تیرا مسودہ پسند فرمایا یا نہیں اب آپ میرے قاضی ہیں بادشاہ نے ان سے مسئلہ دریافت کیا کہ جمعہ کا وقت بھی ہے اور ان قاضیوں کے جنازے بھی تیار ہیں پہلے جمعہ پڑھیں یا نماز جنازہ تو اس نے کہا کہ جمعہ فرض عین ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس لیئے پہلے نماز جمعہ ادا کریں انہوں نے ہی نماز جمعہ کی امامت کے فرائض سرانجام دیے اور فی البدیع فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو عاجزی اور انکساری کا مظہر تھا۔

الحمد لله الذى قَبَّرَنِىْ بِمَوْتِ الْقُبَرَاء

یعنی بڑے عالم فوت ہوگئے اور ہم کو ان کی جگہ فائز کر دیا گیا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ تیمور لنگ کے زمانے میں ہوا ہے ایک دن بڑی طوفانی بارش ہوئی نہری نالے بہہ گئے اتفاق سے علامہ تفتازانی اور تیمور لنگ ایک ہی جگہ موجود تھے علامہ تفتازانی بالا خانہ میں موجود تھے جبکہ تیمور لنگ نیچے کمرے میں تھا جب پانی زیادہ آیا تو تیمور لنگ اپنے کمرہ سے نکل کر محفوظ جگہ جانے لگا۔ تا کہ کوئی جانی نقصان نہ ہو جب علامہ تفتازانی نے دیکھا تو ان سے کہا کہ یہیں ٹھہرے تیمور لنگ نے کہا اگر میرا جانی نقصان ہوگیا تو ملک کیسے چلے گا اس کے جواب میں علامہ تفتازانی نے کہا اگر آپ مر گئے تو ایک اور احمق کو پکڑ کر تخت پر بٹھا دیں گے اگر میرے ساتھ کچھ ہوگیا تو پھر آپ کو میرے جیسا آدمی ملنا بڑا مشکل ہے جس نے ساری زندگی مسجد کی صفوں پر بیٹھ کر علم پڑھا اور پڑھایا ہے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی ام فروہ تھا ام فروہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہ محمد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے اور

محمد رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تھے اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تھے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لخت جگر تھے حضرت امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی مائی شہربانو رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا مائی شہربانو رضی اللہ عنہا شاہ ایران یزدجرد کی شہزادی تھیں جب امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایران فتح کیا تو اس وقت شاہ ایران کی تینوں شہزادیاں قید ہو کر آئیں اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے ایک شہزادی کا نکاح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ایک کا نکاح محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے اور ایک کا نکاح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کر دیا گیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے گھر حضرت قاسم رضی اللہ عنہما تولد ہوئے جبکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تولد ہوئے تو زین العارین، قاسم، سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تینوں خالہ زاد ہیں۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید کی آیت مبارکہ وان المسجد لله فلا تدعو مع الله احداً۔ ترجمہ: تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو کے متعلق تفسیر احمدیہ کے حوالے سے فرمایا کہ پانچ مقامات ایسے ہیں کہ اگر اس میں انسان دنیاوی بات کرے تو اس کی چالیس سال کی عبادت ضائع ہو جائیگی۔ وہ پانچ مقامات مندرجہ ذیل ہیں ۔۱۔ مسجد، ۲۔ قبرستان، ۳۔ دوران اذان، ۴۔ دوران تلاوت قرآن پاک۔ یعنی ایک آدمی تلاوت قرآن پاک کر رہا ہے اور دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہیں ان باتیں کرنے والوں کی چالیس سال کی عبادت ضائع ہو جائیگی۔ ۵۔ علماء کی تقریر کے دوران۔ یعنی ایک عالم دین قرآن و احادیث کی وضاحت فرما رہا ہے۔ دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہیں ان باتیں کرنے والوں کی چالیس سال کی عبادت ضائع ہو جائیگی۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حکومت کی شدید الفاظ میں مذمت فرمائی جس موقع پر حکومت نے میل کو ختم کیا اور اس کی جگہ کلومیٹر مقرر کیئے آپ نے فرمایا کہ حکومت جاہل ہے میل عربی لفظ ہے اس میں ان کو کیا بو آئی کہ اس کو ختم کر کے کلومیٹر لائے اور کتابوں میں کسر نماز کے متعلق معلوم کرنا ہو تو اس کا حساب کتابوں میں میل کے اندازے سے معلوم کیا جاتا ہے اب علماء کو میل اور کلومیٹر کا صحیح انداز کرنا مشکل ہے کہ اس میں کیا نسبت ہے اسی طرح زکوٰۃ کے نصاب میں سونے اور چاندی کا نصاب مقرر ہے جو کہ تولوں میں ہے یعنی 52 تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا اور حکومت نے تولے ختم کر دیئے ہیں اور اس کی جگہ گرام مقرر کر دیے۔ اب یہ مسئلہ بھی علماء کیلئے بڑا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ کس طرح حساب کیا جائے اسی طرح فطرانہ کا مسئلہ تھا یعنی سیر کے حساب سے اب حکومت نے سیر ختم کر دیے ہیں اور ان کی جگہ کلوگرام مقرر کر دیئے ہیں اب اس میں بھی علماء کو بڑی پیچیدگی کا سامنا ہو رہا ہے اگر حکومت انہی پرانے پیمانوں کو ختم نہ کرتی جو کتابوں میں مذکور ہیں تو اس میں علماء کو بڑی آسانی تھی اب علماء بڑی پریشانی میں مبتلا ہیں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی آپ کا ایک انٹرویو ملاحظہ فرمائیں جو 1990ء میں علامہ شبیر احمد ہاشمی نے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین میں لیا جس میں آپ نے اجمالاً اپنے حالات کا ذکر فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام علم وحکمت الحاج الحافظ علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی کا انٹرویو

عرصہ سے حضرت مولانا حافظ عطاء محمد بندیالوی سے انٹرویو کیلئے ذہن میں آرزو کا پودا پالتا رہا تھا آج برادرِ محترم علامہ صاحبزادہ پیر سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سجادہ نشین آستانہ عالیہ جلالیہ بھکھی شریف اور جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے نائب صدر حضرت صاحبزادہ سید محمد محفوظ مشہدی کی وساطت سے قدرے اپنی زندگی کی پہلی تفصیلی ملاقات ہوئی حضرت بندیالوی آج کل بھکھی شریف میں حضرت حافظ الحدیث علامہ سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہیں مولانا بندیالوی طلباء کے لئے مرجع خاص ہیں جہاں ہوں طلباء کی فوج ظفر موج ان کے گردو پیش ہوتی ہے تقریباً پچاس سال سے تدریس فرما رہے ہیں مگر طلباء میں روزِ ازل سے ایک محبوب استاد کا درجہ رکھتے ہیں چنانچہ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں بھی طلباء کے وہی لشکر موجود ہیں صاحبزادہ سید محمد محفوظ مشہدی نے میرا تعارف کرایا تو جمعیت کی نسبتوں سے پہلے ہی مجھ سے متعارف معلوم ہوئے ہیں میں نے ندائے اہلسنت کیلئے انٹرویو کی درخواست کی تو آپ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اپنی کتاب حیات کے ورق میرے سامنے الٹے۔ برصغیر کی علمی تاریخ طالب علمانہ زندگی کی جفاکشی علم کے اجڑے ہوئے دیاروں پر اظہار افسوس کے علاوہ ملک کی سیاسی صورتحال جمعیت علماء پاکستان کا تذکرہ دینی مدارس کی حالت زار مدرسین اور مہتمم حضرات کے تعلقات اہل سنت کی مجموعی علمی اور قومی زندگی پر خاصی سیر حاصل بحث فرمائی ٹھنڈی صبح میں دو ابلے ہوئے انڈے اور گرم گرم چائے سے استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ ناشتہ بھی فرماتے جاتے تھے اور میرے ساتھ مسلسل محو گفتگو بھی رہے جو سوال وجواب کی صورت میں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سوال۔ اپنی کتاب زندگی سے ہمارے قارئین کو آگاہ فرمائیں؟

جواب۔ میں اعوان قوم کا ایک فرد ہوں 1916ء میں موضع پدھراڑ (جو آجکل ضلع خوشاب

میں ہے)میں ایک متوسط زمیندار ملک اللہ بخش اعوان مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں پیدا ہوا ۔والد ماجد ملک اللہ بخش اعوان مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش تھی کہ ان کے بچے حافظ قرآن ہو جائیں ہم پانچ بھائی تھے موضع "وسنال"، ضلع چکوال میں میں نے حضرت حافظ الٰہی بخش صاحب مرحوم سے حفظ قرآن پاک کی دولت حاصل کی یہ 28-1927 کا زمانہ تھا میں نے تین سال میں قرآن پاک یاد کرلیا۔وسنال ایک مشہور جگہ ہے جہاں اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل حضرت قاضی عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ ہوئے ہیں جو حضور پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اول تھے اور حضرت بابو جی یعنی حضرت اعلیٰ گولڑوی کے شہزادے سید غلام محی الدین گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد تھے۔حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قاضی عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ اتنے بڑے فاضل ہیں کہ وہ قاضی حمد اللہ وامور عامہ وغیرہ اس طرح پڑھاتے تھے جیسے کریما نام حق پڑھایا جاتا ہے اس علمی دیار وسنال ضلع چکوال سے حفظ قرآن پاک کے بعد میں نے قاضی محمد بشیر صاحب وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں کریما نام حق پڑھیں ہمارے علاقے میں ایک بزرگ مولانا محمد امیر صاحب ہوتے تھے جو آج کل فیصل آباد میں موجود ہیں پیر محمد ابراہیم کے دادا تھے ان کا بھی مجھ پر فیضان ہے ایک اور ہمارے علاقے کے مولوی فضل کریم تھے (جو مشہور مولوی حسین علی واں بھچروی کے ہم عقیدہ تھے) سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں میں نے فارسی کریما سے لیکر تحفۃ الاحرار جامی تک صرف شافیہ تک نحو شرح جامی تک فقہ کنز تک میراث میں سراجی اصول فقہ میں حسامی تک اور منطق میں قطبی تک پڑھنے کے بعد اچھرہ میں مشہور ادارہ جامع فتحیہ میں داخل ہوا وہاں میرے استاد مولانا مہر محمد صاحب چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے جن سے میں نے بالائی کتابیں ملاحسن قاضی حمد اللہ شرح عقائد امور عامہ مختصر معانی مطول وغیرہ پڑھیں اس اثناء میں اگر اپنے استاذ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کروں تو یہ تاریخ سے انصاف نہیں ہوگا استاذ محترم اپنے وقت کے بہت بڑے جید بزرگ، علم وفضل کے پیکر اور قلزم تھے۔میں نے برسوں ان کی خدمت میں رہ کی

علمی فیضان حاصل کیا وہ طلب علم کیلئے دیو بند گئے اس زمانے میں دیو بند میں مولوی محمود الحسن دیوبندی حدیث پڑھاتے تھے لیکن ہمارے استادوں کے معیار پر نہ اترتے تھے کیونکہ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مولوی محمود الحسن حدیث میں کمزور تھے۔ حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ دیو بند چھوڑ کر آلہ باد چلے گئے وہاں پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مجازِ اعظم مولانا محمد حسین آلہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف رکھتے تھے حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سلسلہ بیعت کا شرف پایا مگر ان کا طریقہ تھا کہ وہ کم از کم تین سال اپنے پاس رکھ کر مرید کرتے تھے استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی مطلب میں تین سال ان کی خدمت میں آلہ باد میں رہے مولانا محمد حسین آلہ بادی رحمہ اللہ تعالیٰ زمین پر سوتے تھے ان کے احترام میں چاروں طرف کم از کم دو دو میل تک تمام لوگ زمین پر سوتے تھے مولانا آلہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ پختہ فکر کے چشتی اور وجودی تھے قوالی کے دوران ان کا وصال ہوا ہمارے استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد پندرہ سال بنارس میں پڑھاتے رہے اسی طرح میں نے اپنے جلیل القدر استاذ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا جو ظاہری اور باطنی علوم کے بطل جلیل تھے حضرت مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان کے پیر حضرت مولانا محمد حسین آلہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس مجلس قوالی میں وصال فرمایا اس میں قوال حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

گفت قدوسِ فقیر در بقاو در فنا

خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

سوال:۔ آپ مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ فرمار ہے تھے کیا وہ سنی عقیدہ رکھتے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں! وہ بڑے پکے سنی تھے حضور اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے ایک دفعہ ان کی خدمت میں مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان والی عبارت پیش کی گئی تو انہوں نے

برملا فرمایا کہ یہ عبارت دیکھ کر یہ ثابت ہوا ہے کہ دیوبندیوں کے "صوفی" بھی گستاخ ہوتے ہیں مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے اس طرح وہ خیرآبادی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے چنانچہ میں بھی سلسلہ خیرآبادی ہی کا ایک طالب علم ہوں اس میں کسی بدعقیدہ کا کیا دخل؟۔

سوال:۔ خیرآبادی حضرات تدریس کا کوئی خاص طریقہ رکھتے ہیں۔

جواب:۔ کچھ ایسا ہی ہے کہ ہمارے ہاں پڑھانے کا ایک خاص طریقہ کہ استاد پہلے طالب علم سے عبارت پڑھواتا ہے اور اس کے اعراب طرز ادا تلفظ پر گہری نظر رکھتا ہے اس کے بعد پورے سبق کو استاذ تقریر کرتا ہے اور تقریر میں یہ لحاظ رکھا جاتا ہے کہ نفس عبارت پر وارد ہونے والے تمام سوالات کا جواب تقریر میں دے دیا جائے اس کے بعد وہی تقریر طالب علم سے کروائی جاتی ہے جب تک طالب علم استاد کی کی گئی تقریر کو پوری طرح ضبط نہ کرلے اس وقت تک استاذ تقریر دہراتا ہے یوں خیرآبادی مدرسین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم کتاب کا "مالہ" و "ماعلیہ" پوری طرح طالب علم کے ذہن میں منتقل کردیتے ہیں۔

سوال:۔ آپ کے استاد مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیوبند میں پڑھا یوں آپ صرف خیرآبادی نہیں رہے بلکہ اساتذہ میں دیوبند بھی داخل ہو گیا ہے؟

جواب:۔ میں نے اپنے استاد حضرت بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دینیات نہیں بلکہ عقلیات پڑھی ہیں میری دینیات تمام کی تمام سنی اور خیرآبادی حضرات سے متعلق ہیں اس طرح الحمد للہ دیوبند میرے دینیات میں داخل نہیں ہو سکا۔

سوال:۔ آپ کل کتنی مدت پڑھتے رہے؟

جواب:۔ میری طالب علمی کی زندگی کل دس سال ہے۔

سوال:۔ عمل تدریس کب سے ہے؟

جواب:۔ اس سے پہلے یہ بات سن لیں جن دنوں میں اچھرہ میں پڑھتا تھا اس وقت ہمارا امتحان لینے کیلئے اپنے وقت کے دو بڑے فاضل حضرات کو بلایا گیا ان میں پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر سید محمد طلحہ تھے اور دوسرے دیوبند کے مشہور مدرس جن کا نام سن کر طالب علم کانپ جاتے تھے وہ تھے مولوی رسول خان۔ انہوں نے مطول میں میرا امتحان لیا اور خاص علمی بحث کے بعد جو کیف اور قار اجزاء پر مشتمل تھی میں نے خدا کے فضل سے ایک ہونہار طالب علم ہونے کا ثبوت دیا میرا تدریسی عمل 1941ء سے شروع ہوا سب سے پہلے میں نے اپنے ہی جامعہ فتحیہ اچھرہ میں پڑھانا شروع کیا پہلے سال میری زیر درس اسباق ملا حسن، قاضی، حمد اللہ، صدرا، توضیح تلویح سمیت ۱۳ اسباق تھے۔ اور اس زمانے میں مجھے بیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ 1943ء میں لاہور ہی میں سید المفسرین حضرت بحر العلوم الشیخ سید ابوالبرکات رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر حزب الاحناف میں مدرس ہو گیا اس زمانے میں سید صاحب کے صاحب زادے علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ میرے پاس پڑھتے تھے ان کے اسباق بیضاوی شریف، ہدیہ سعیدیہ مختصر معانی وغیرہ تھے مگر رضوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ معقولات کی طرف زیادہ مائل نہ تھے اور حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو فرمایا کرتے تھے کہ محمود معقول پڑھا کرو ورنہ صرف مُلے کے مُلے رہ جاؤ گے۔

1946ء میں میں بھیرہ چلا گیا یہ وہ زمانہ تھا جب تحریک پاکستان زوروں پر تھی اور پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد پیر محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مجاہد کامل تھے اور تحریک پاکستان کے زبردست مجاہد حضور شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ اس علاقہ میں مسلم لیگ کے صدر تھے حضرت پیر محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بھرپور دورہ کرتے تھے جس کا پروگرام باقاعدہ چھپتا تھا اس سال اس دورے میں انہوں نے مجھے بھی شریک کر لیا اس طرح پورا مدرسہ دورے میں شریک ہو گیا سارے طالب علم ساتھ تھے ہم نگر نگر مسلم لیگ کا پیغام

بھی پہنچا رہے تھے اور اسباق کا بھی کوئی ناغہ نہیں ہونے دیا مطالعہ بھی برابر جاری رہا ہمارے علاقے میں فضل حق پراچہ، جہانیاں شاہ، قلندر حسین، ممتاز ٹوانہ، یونینسٹ کے خضر حیات ٹوانہ گروپ کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہے تھے ان دنوں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس فتوے کا بڑا چرچا تھا کہ جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ جو مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ علماء نے بھی اس فتوے کی توثیق کردی تھی بندیال قبیلہ، لینڈ لارڈ اور خضر حیات کا حامی تھا مگر میرے استاد علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بندیال میں رہ کر مسلم لیگ کی حمایت کی انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کانگریس اور یونینسٹ کیا چاہتے ہیں؟ اور مسلم لیگ کیا چاہتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مسلم لیگ صرف یہ چاہتی ہے کہ مسلمانوں کا الگ ملک ہو جس میں مسلمان آزادی سے اپنے دین پر عمل کر سکیں استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ اخبار وغیرہ نہیں پڑھتے تھے اس بات پر پکے ہو گئے کہ بندیالویوں کی ہزار لجاجت کے باوجود وہ مسلم لیگ کے ساتھ رہے جب 1947ء میں پاکستان بنا میں اس رمضان شریف میں گولڑہ شریف میں تھا۔ گولڑہ شریف ہی میں میں نے قیام پاکستان کا اعلان سنا ادھر گھر والے پریشان ہو گئے لیکن حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا سے میں باعافیت گھر پہنچ گیا۔

سوال:۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں آپ نے احراریوں کی کوئی بات نہیں سنائی؟

جواب:۔ ان کی کیا بات کرتے ہیں یہ ابن الوقتوں کا ایک ٹولہ تھا ضرورت پڑنے پر وہ کسی مذہب اور عقیدے کے پابند نہیں ہیں اچھرہ میں ہمارے مدرسہ کے ایک بزرگ میاں قمر دین رحمہ اللہ تعالیٰ تھے جو پکے سنی تھے جہاں آج گلبرگ ہے یہاں پر ان کی زمینیں بہت تھیں اور یہ احراری سنی بن کر ختم نبوت کے نام پر ان سے بہت سی رقمیں بٹورتے رہے۔ عطاء اللہ بخاری اور بڑے بڑے جغادری، احراری، میاں قمر دین کا طواف کیا کرتے تھے اس سے میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر قائد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی مناسب قیمت لگا دیتے تو یہ تحریک پاکستان کی حمایت

کر سکتے تھے مگر کانگریس نے ان کو پہلے خرید لیا تھا میاں قمر دین کے پاس یہ سب لوگ چندہ لینے جب آتے تو خوشامد اور لجاجت کی انتہاء کر دیتے میاں قمر دین بھی بھولے آدمی تھے انہوں نے اپنی پوری جائیداد بیچ کر کچھ مدرسے پر لگا دی اور کچھ احراریوں کو چٹا دی۔

سوال:۔ جب آپ بھیرہ میں پڑھاتے تھے کیا حضرت پیر کرم شاہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بھی آپ سے کچھ پڑھا۔

جواب:۔ وہ ان دنوں مولوی فاضل کی تیاری کر رہے تھے اشارات کے کچھ اسباق انہوں نے مجھ سے پڑھے اور اچھرہ میں اس وقت جامعہ رضویہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بھی مجھ سے بیضاوی شریف اور اقلیدس وغیرہ سال بھر پڑھی۔

سوال:۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد اس وقت تقریباً کتنی ہوگی؟

جواب:۔ میں تقریباً پچاس سال سے تدریس کر رہا ہوں یوں تو بھیڑ کی بھیڑ ہے مگر مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے پچاس سال میں پچاس مدرس ضرور تیار کئے ہیں جن میں مولانا اللہ بخش (رحمہ اللہ تعالیٰ) واں بھچراں، شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی (رحمہ اللہ تعالیٰ)، علامہ غلام رسول سعیدی، مولانا محمد اشرف سیالوی، مولانا محمد رشید کشمیری (رحمہ اللہ تعالیٰ)، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (رحمہ اللہ تعالیٰ) وغیرہ شامل ہیں۔

سوال:۔ آپ کی سیاسی عمر کیا ہے؟

جواب:۔ میں 1946ء میں عملی سیاست میں ہوں مگر اس وقت صرف جمعیت علماء پاکستان ہی نظام مصطفیٰ ﷺ کی مخلص تحریک ہے اس سے تعاون کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں خوش قسمتی سے جمعیت کو مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (نور اللہ مرقدہٗ) کی قیادت حاصل ہے اور ان میں اسلام کے نظریہ امامت کے مطابق مسلمانوں کے امام بننے کی تمام صلاحتیں موجود ہیں مسلمانوں کے انتہائی اہم بادشاہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی امامت کی ساری صلاحتیں موجود

نہیں تھیں انہوں نے بھی عباسی خلیفہ کو لکھا تھا کہ ہندوستان کی سلطنت تم سنبھال لو مجھے صرف گورنر بنا دو جب کہ خدا کے فضل و کرم سے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (رحمہ اللہ تعالیٰ) امام کی تمام صلاحیتوں سے آراستہ ہیں میری تجویز یہ ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت امامت کی جائے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو انتہائی بااخلاق، ملنسار حق گو، صالح، پرہیز گار، متقی اور بزرگ عالم دین ہیں ان کے بارے میں تاثر بالکل غلط ہے کہ وہ سخت طبیعت ہیں بلکہ میرا مشاہدہ ہے کہ مولانا ہمیشہ سراپا احترام رہتے ہیں۔ کراچی میں بھی جب کبھی جمعیت کا کوئی پروگرام ہوتا تو مولانا نورانی خود مجھے دعوت دیتے تشریف لاتے میں خود اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہ صرف دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہے مولانا نورانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) بالفرض اگر مجھے بھی اجلاس سے نکال دیں تو میں اپنا ووٹ پھر بھی جمعیت ہی کو دوں گا۔

سوال:۔ جماعت اہلسنت کا کیا معاملہ تھا؟

جواب:۔ مجھے ایک دھڑے کا صدر بنا دیا گیا تھا میں خود نہیں بنا تھا بلکہ یہ فیصلہ میری غیر موجودگی میں کیا گیا تھا مگر میرے لاہور پہنچے پر منت سماجت سے صرف اس بات پر راضی کر لیا گیا تھا کہ میں تردید نہ کروں ورنہ میں سنیوں کی کسی دھڑے بندی پر یقین نہیں رکھتا۔

سوال:۔ آج کل مشائخ کو جمعیت سے تعلق کا پیغام پیش کرنے کی ضرورت ہے آپ کیا کریں گے؟

جواب:۔ دنیاداری میں میرے استاد شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چچا حضرت خواجہ محمد سعد اللہ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ پیروں کو ان کے مرید خراب کرتے ہیں اصل میں پیروں کے ارد گرد دنیاداروں کا ایک حلقہ ہوتا ہے وہ ہر وقت اپنے مطلب کی باتیں ان کے کانوں میں انڈیلتے رہتے ہیں اس لئے مشائخ بھی پوری طرح صورت حال سے آگاہ نہیں ہوتے اس لئے ضرورت ہے کہ جمعیت مشائخ سے رابطہ کو بڑھائے

۔تا کہ انہیں پوری طرح جمعیت کی طرف مائل کیا جاسکے۔

سوال:۔ آپ کبھی حضرت شیخ الحدیث مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملے تو کیسا پایا؟

جواب:۔ مجھے ان سے بارہا شرف ملاقات حاصل رہا وہ مسلم الثبوت علمی کمال رکھتے تھے ہر فن میں امامت کے درجے پر فائز تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ دینی ادارے کارخانے کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں مدرس، خطیب، مفتی، مناظر، واعظ، سجادہ نشین اور پیشواء پیدا ہوتے ہیں حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قرون اولیٰ کے اسلاف کا نمونہ، محبت کا پیکر اور عشق رسول ﷺ میں ان کا انگ انگ گندھا ہوا تھا وہ تمام علوم عقلی اور نقلی کو عشق رسول ﷺ کے نمونہ میں دیکھتے تھے انہوں نے اہلسنت کی بے پناہ فکری اور علمی خدمت کی۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سچا نمونہ تھے مجھے ان سے تعلقات پر فخر ہے۔

سوال:۔ آپ خیر آبادی سلسلہ کے شاگرد ہیں مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ کا تعلق بہت نیاز مندانہ ہے؟

جواب:۔ الحمد للہ! میں صرف دو واسطوں سے تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوں کیونکہ میرے استاذ محترم حضرت علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا ہدایت اللہ خان جون پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے اور وہ براہ راست قائد تحریک آزادی محدث خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور حدیث شریف میں میں نے بغداد شریف کے بہت بڑے محدث، فقیہ اور امام الآئمہ، کاشف غمہ، سراج الامہ، سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامعہ مسجد کے خطیب مولانا عبد القادر آفندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سند حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی انہی سے سند حاصل کی اس طرح بظاہر سرکار بریلی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اگرچہ شرف تلمذ نہیں مل سکا تاہم میرے اکثر اساتذہ

محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر محبت کے طور پر کیا کرتے تھے اور خود جب مجھے کتابیں پڑھنے کا شعور آیا تو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے میرے مطالعہ میں وسعت پیدا کی آپ کا جیسے جیسے علم پختہ ہوتا جائیگا اعلیٰ حضرت کی کتابیں پڑھتے جایئے آپ ان سے عقیدت رکھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کوئی عنوان ایسا نہیں جس پر امام اہلسنت کے قلم نے کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہو اس لئے میں اپنے اساتذہ کی طرح ہی سرکار اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو بطور حجت پیش کرتا ہوں۔

سوال:۔ طاہر القادری سے متعلق آپ کا فتویٰ کیا تھا؟

جواب:۔ اس نے دیت کے موضوع پر اجماع امت سے انحراف کیا تھا سنی ملت میں فتنہ پیدا کر دیا سنیوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا میں نے صرف اس کو راہ راست پر لانے گمراہی سے ہٹانے اور صراط مستقیم پر چلانے کیلئے لغوی کفر کا فتویٰ دیا تھا اس سے میری مراد مصطلح کفر نہ تھا مگر علماء میں جب غلط فہمی نے جنم لیا تو میں نے اس کی بھی وضاحت کر دی اب میرے نزدیک طاہر القادری کی سیاسی جماعت میں شامل ہونا شرعی طور پر جائز نہیں ہے اس کی سیاست کی منزل خود اس کی نظروں سے اوجھل ہے اجماع امت سے منحرف ہے عقیدے اور مسلک کی کوئی تمیز نہیں ہے تمام تر لاتعلقی کے باوجود کبھی نظام مصطفوی ﷺ کبھی سوشلسٹوں والے نعرے اس کا طرہ سیاست ہیں اس لئے میرا مشورہ ہے کہ کسی بھی سنی کو جمعیت علماء پاکستان کے علاوہ کسی بھی سیاسی جماعت کیلئے سوچنا بھی گناہ ہے۔

شکریہ ماہنامہ ندائے اہلسنت لاہور بابت ماہ فروری 1990ء

اہل حدیث کی افترابازی

از قلم: جناب حضرت مولانا حافظ عطاء محمد صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ بھیرہ شریف

(استاذ الاساتذہ، ملک المدرسین، مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقالہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر میں دوقسطوں میں اپریل 1946ء کے آخری ہفتے اور مئی کے پہلے ہفتے مین شائع ہوا، یہ مقالہ جناب عابد حسین شاہ، بہاؤالدین زکریا لائبریری بمقام چھمی، تحصیل چوا سیدن شاہ ضلع چکوال کی عنایت سے ہمیں موصول ہوا جس کیلئے راقم ان کا شکر گزار ہے اس کے بعد کی قسط ہمیں نہیں مل سکی، ریکارڈ کی حفاظت کے لئے اسے شائع کیا جارہا ہے)۔

حضرات! (مجلّہ) اہل حدیث 24 ربیع الآخر کی اشاعت میں میری نظر سے ایک مضمون گزرا جس کا عنوان یہ تھا "عیسائی اور رضائی" مضمون نگار کوئی نور الٰہی صاحب گرجاکھی نے نہایت گندی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سواد اعظم علمائے اہلسنت پر جو کذب وافتراء اور مکرودغا کا طومار باندھنے کی ناکام کوشش کی ہے وہ واقعی اہل حدیث امرتسر کے نامہ نگاروں کے بائیں ہاتھ کا کرشمہ ہے اور پھر مدیر صاحب کی متعصبانہ روش بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ مدیر صاحب عموماً نامہ نگاروںؑ کے بعض جملوں پر حاشیہ کی صورت میں تنقید کرتے ہیں۔ گرجاکھی صاحب کے بہتان وتلبیس پر کوئی غور نہیں کیا گیا کہ اس مضمون کو سچ سے بھی مناسبت ہے یا نہ؟ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدیر صاحب یا تو بدترین قسم کے ہٹ دھرم ہیں یا وسیع معلومات سے کورے ہیں اور گانٹھ کے پورے نظر آتے ہیں ہم اس جگہ گرجاکھی صاحب کی بے بصیری کے چند نمونے قارئین (ہفت روزہ) "الفقیہ" کو پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں نامہ نگار کا مقصدِ قبیح یہ ظاہر کرنا ہے کہ علمائے اہل سنت کے عقائد عیسائیوں جیسے ہیں نعوذ باللہ من ہذا الخرافات تحریر کرتے ہیں کہ عیسائیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ"

ترجمہ یہ کیا ہے۔ ''ان پر خدا کی مار جنہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو علماء کے سوا رب بنالیا''

معلوم نہیں ہوتا کہ نامہ نگار ''ان پر خدا کی مار'' یہ کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے؟ مضمون نگار نے علماء اہل سنت پر اتہام باندھ رکھا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی طرح اپنی طرف سے لکھ کر خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ دراصل وہ صرف خود ہی اس قبیح ورطہ میں غوطہ زن ہے اور پھر گرجاکھی صاحب (من دون اللہ) کا معنی علماء کے سوا تحریر کرتے ہیں تو گویا لفظ اللہ کا معنی ان کے نزدیک علماء ہے کیا یہی علم لغت کی مہارت ؟ لفظ اللہ مفرد ہے اور علماء جمع مضمون نگار نے تفسیر بالمبائن کا اضحوکہ (وہ بات جسے سن کر ہنسا جائے) پیش کر کے یقیناً اہل حدیث کو چار چاند لگا دیئے۔ پھر اس ترجمہ میں آپ کو ایک الٹی گنگا بہتی نظر آئے گی کیونکہ اس ترجمہ کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ وہ علماء کو رب بنانے کا جواز قرآن سے ثابت کر رہے ہیں اور یہ ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے تو جو شرک وہ دوسرے کے سر تھوپنا چاہتے ہیں اسی کا خود اقرار کر رہے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ''مدعی پہ لکھ بھاری ہے گواہی تیری'' اور پھر لفظ اللہ اور علماء میں کوئی خاص تشابہ خطی بھی نہیں ہے۔ اس لئے کاتب کی غلطی کا عذر بھی کمزور ہی ہوگا آگے چل کر رقمطراز ہیں کہ کتاب وسنت کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعم خود متمکن ہوتے۔ اس جملہ میں جو فصاحت کے موتی ہیں وہ مخفی نہیں ہیں مزید برآں جو عوام غیر مقلد بے لگام ہیں کیا وہ ہر جائز و ناجائز پر کتاب وسنت کی سند یاد رکھتے ہیں؟ اور جب جواب نفی میں ہے اور یہ عوام حسن ظن کے طور پر غیر مقلدین مولویوں پر ہی اعتماد رکھتے ہیں کہ یہ مولوی ضرور کوئی نہ کوئی سند کتاب ولغت رکھتے ہونگے۔

اس طرح اگر اہل سنت اسی حسن ظن پر عمل کریں تو یہ کونسا شرک ہے؟ اور اس حسن ظن کے اعتماد کو یہود و نصاریٰ کی روش پر محمول کرنا مضمون نگار کی کور باطنی کی بین دلیل ہے۔ اب ذرا فرق اور امتیاز پر غور ہو۔ یہود و نصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر ان کے علماء مشائخ کسی چیز کو بغیر سند

کتاب اللہ جل جلالہٗ حلال کر دیں تو وہ حلال ہو جاتی ہے اگر حرام کر دیں تو حرام، اگرچہ فرمان الٰہی اس کے مخالف بھی ہو اور اس کو مضمون نگار خود مانتا ہے حالانکہ مسلمانوں پر وہی بے بنیاد افتراء باندھنا چاہتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں اور مضمون نگار کسی سے ثابت نہیں کر سکتا ہے۔(۱)

بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے علماء کرام نے اپنی کتابوں میں ہر ایک مسئلہ کو کتاب و سنت کے براہین قاطعہ سے منور کیا ہے۔ لہٰذا ان کے مسائل وعقائد پر عمل کرنا اہل سنت بڑا اہم فرض جانتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل سنت قرآن وحدیث پر عمل کرنا فرض جانتے ہیں کیا غیر مقلد اس کو شرک قرار دیں گے؟ اب اس امتیاز سے ثابت ہو گیا کہ مضمون نگار گر جاکھی کی کس قدر ردیدہ ذہنی ہے کہ عمل بالکتاب السنۃ کو یہود و نصاریٰ کی روشنی پر محمول کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید اور کتب احادیث کے سوا سینکڑوں کتابیں اردو، فارسی، عربی میں غیر مقلدین نے تحریر کی ہیں عوام غیر مقلد انکو پڑھ کر عمل پیرا ہیں تو کیا غیر مقلد مولوی اس سے خدا بن گئے ہیں؟ اور عوام ان کے مشرک؟ مضمون نگار کو ہوش سے کام لینا چاہیے۔ آگے چل کر مضمون نگار نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر ایک سوقیانہ حملہ کیا ہے اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی وصایا شریف سے یہ عبارت نقل کی ہے میرا دین ومذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اس عبارت کو مضمون نگار نے بنی اسرائیل علماء کے اس قول پر منطبق کیا ہے۔

یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ

(۱) ہفتہ روزہ الفقیہہ، امرتسر شمارہ 21 تا 28 اپریل 1946ء ص 7,8

میں نے قبل ازیں بیان کیا ہے کہ علماء اہل سنت کی کتب میں یہ مسئلہ کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے خصوصاً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تالیفات میں تو مسائل پر قرآن و حدیث کے دلائل قاہرہ ہوتے ہیں کہ وہ ان کو بھی جانے بغیر چارہ نہیں ہے اور علماء بنی اسرائیل اپنی طرف سے مسائل گھڑ کر جن پر کوئی دلیل کتاب الٰہی سے نہیں ہوتی تھی بلکہ کلام الٰہی اس کے

مخالف ہوتی اور وہ اس من گھڑت چیز کو خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے اب جو دلائل کتاب وسنت سے مبرہمن ہیں ان کو مسائل بنی اسرائیل پر قیاس کرنا اہل نجد خصوصاً گرجاکھی کی ہمت ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بیان شدہ قرآن وحدیث کے مسائل ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اہل سنت کا اس پر عمل بیشک اہم فرض ہے مزید برآں کیا اخبار اہل حدیث، کتب مدونہ غیر مقلدین یہ بھی تو علماء کی کتابیں ہیں اور یہ کتاب پڑھنے والے یہود ونصاریٰ بن گئے ہیں؟ گرجاکھی صاحب کے فتویٰ سے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث علماء اہل سنت پر جو فتویٰ صادر کرنا چاہتے ہیں خود بھی اس سے نہیں بچ سکتے۔

آگے چل کر نامہ نگار نے بددیانتی کی انتہا کردی تحریر کرتا ہے کہ بریلوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں:۔

زمانہ میں گرچہ آخر ہوا
وہ لاؤں جو اگلوں سے ممکن نہ تھا
خدا سے اس کا اچنبا نہ جان
کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

ان اشعار پر مضمون نگار اعتراض کرتا ہے کہ ان اشعار میں احمد رضا خان رضی اللہ عنہ اور انبیاء علیہم السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ قبل اس کے کہ اس اعتراض پر تنقید کی جائے ہم حیران ہیں کہ مضمون نگار نے اتنی بددیانتی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کیا اسلام کا دعویٰ کر کے اتنی خیانت سے کام لینا کس قدر پست ذہنیت کا ثبوت دینا ہے ہم کو بعض دفعہ اہل حدیث کا پرچہ دیکھنے کا موقع ملا ہے لیکن جو خرافات اس پرچہ میں شائع ہونے شروع ہوئے ہیں ان کی نظیر مشکل، شائد سردار صاحب کے ارذل العمر تک پہنچنے کی وجہ سے بعض بے باک نامہ نگار ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں یہ اشعار اگرچہ فی نفسہ درست ہیں لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نہیں۔ مضمون نگار نے فاضل

بریلوی کے ذمہ لگا کر جس اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے اسے کوئی با اخلاق آدمی مستحسن نہیں سمجھتا۔ہم مضمون نگار کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنے کھوسٹ معاون کی امداد سے بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ اشعار حسام الحرمین شریف میں اعلیٰ حضرت کے ہیں۔گرجاکھی صاحب نے تعصب بھری نظر سے جب دیکھا یہ اشعار حسام الحرمین میں ہیں تو سمجھ بیٹھا کہ ضرور فاضل بریلوی کے ہی ہوں گے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ واضح طور پر موجود ہیں اور اصل میں یہ اشعار عربی میں ہیں۔اردو میں ان کا ترجمہ کیا گیا اب ہم حسام الحرمین شریف سے وہ عبارت نقل کر کے ہدیہ قارئین کرتے ہیں علامہ ابوالخیر مکی نے اعلیٰ حضرت کی شان میں پہلے بہت تعریف لکھی ہے آخر میں فرماتے ہیں:

کشاف العلوم فی الباطن والظاھر یحق لکل من وقف علی فضله ان یقول کم ترك الاول الاخر الاخیر زمانة

ترجمہ:۔علوم کی مشکلات ظاہر و باطن کا نہایت کھولنے والا ،جو اس کے فضل پر آگاہ ہوا اسے سزاوار ہے کہ اگلے پچھلوں کیلئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔

اِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ الاَخِیْرَ زَمَانَهٗ
لَاٰتٍ بِمَا لَمْ تَسْتَطِعْهُ الْاَوَائِلُ
وَلَیْسَ عَلَی اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

زمانہ میں گرچہ میں آخر ہوا
وہ لاؤں جو اگلوں سے ممکن نہ تھا
خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان
کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

اسی طرح علامہ اسمعیل خلیل فاضل بریلوی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولو لم یکن الجبل الارفع لما وقع منھم ذلك بل اقول لوقیل فی حقه انه

مجدد هذا القرآن لكان حقا و صدقا

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِىْ وَاحِدٍ

ترجمہ:۔اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء مکہ اس کی نسبت گواہی نہ دیتے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ صحیح ہے۔

خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان
کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

کسی میں اگر ذرہ برابر دانش اور علم ہو تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ اشعار مولانا موصوف کے نہیں ہیں لیکن غیر مقلدوں میں علم و دانش، حسن ظن تو غلط ثابت ہوتا ہے اب ہم مضمون نگار کو مع مدیر کے یہ مشورہ دیں گے کہ وہ اپنے افترا کا اعلان کر کے تھوڑے بہت اخلاق کا ثبوت دیں مضمون طویل ہو گیا ہے، اسلئے ان اشعار کا اصل مطلب اور مضمون نگار کے بقیہ اعتراض کا جواب اگلی اشاعت میں ہدیہ قارئین ہو گا۔ ضرور انتظار رکھیں۔

قبلہ استاذی المکرمؒ کی اسانید کا عکس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فنون میں بندہ کی تین سندیں ہیں - الاول انی قد قرأت علی فقیہ العصر
ومفضل الحق الی ودنہ مولانا العلامۃ الاستاذ المدقق مولانا یار محمد قدس سرہ البندیالوی وہو رحمہ اللہ تعالی قد قرأ علی
الامام المحقق والفاضل المتبحر مولانا برکات الرحمان الجولفوری وہو قرأ علی امام المتکلمین زبدۃ الحکماء الزاہدین
المجاہد فی سبیل اللہ شہید الجزائر الاستاذ المطلق مولانا محمد فضل الحق قدس سرہ وہو قرأ علی ابیہ الامام الہمام
مولانا محمد فضل امام قدس سرہ وہو قرأ علی شیخہ الماجد مولانا عبد الواجد الخیرآبادی قدس سرہ وہو قرأ علی شیخہ الامام
الاعلم مولانا محمد اعلم قدس سرہ وہو قرأ علی الاستاذ الکامل مولانا کمال الدین وشیخ العلماء مولانا نظام الدین
استاذ الکل قدس سرہما وشیخ العلماء قد قرأ علی الحافظ العلامۃ امان اللہ البنارسی وعلی ابیہ ملا قطب الدین الشہید قدس سرہ
وہو قرأ علی مولانا عبد السلام الدیوی قدس سرہ وہو قرأ علی استاذ الاساتذۃ الدہر مولانا دانیال قدس سرہ وینتہی سندہ
الی المحقق الدوانی والمیر شریف العلامۃ الجرجانی وسندہما مشہور بین الآفاق - السند الثانی انی قد قرأت کثیرا
من الفنون الحکمیۃ والعلوم الادبیۃ علی الاستاذ الکامل والنحریر الفاضل مولانا العلامۃ الحافظ مہر محمد قدس سرہ
مسند المدرسین بجامعۃ فتحیۃ اچھرۃ من مضافات لاہور وہو قدس سرہ قد قرأ علی الامام الذکی والفاضل اللوذعی
مولانا العلامۃ غلام محمد قدس سرہ شیخ الجامعۃ العباسیۃ ببہاولپور وہو رحمہ اللہ تعالی قد قرأ علی البحر الزاخر
خاتم الحکماء مولانا محمد فضل الحق قدس سرہ الرامپوری محشی میرزاہد امور عامہ وہو قرأ علی شمس العلماء استاذ العرب
والعجم مولانا العلامۃ عبد الحق الخیرآبادی قدس سرہ

وہو قد قرأ علی ابیہ الاستاذ المطلق مولانا محمد فضل الحق قدس سرہ وبقیۃ السند قد سلف فی السند الاول فاحفظ
السند الثالث انی قد قرأت جمّا غفیرا من العلوم الحکمیۃ وکتبا کثیرۃ من الفنون الادبیۃ علی الاستاذ الکامل
مولانا العلامۃ الحافظ مہر محمد قدس سرہ وہو قد قرأ علی الامام الذکی مولانا العلامۃ غلام محمد شیخ الجامعۃ العباسیۃ
فی بلدۃ بہاولپور قدس سرہ وہو قرأ علی محقق الزمن مولانا العلامۃ الحافظ احمد حسن الکانفوری قدس سرہ وہو
قد قرأ علی امام المتکلمین رئیس المہندسین مولانا لطف اللہ العلی جری قدس سرہ وسندہ مکتوب فی رسائل احوالہ
وایضا قد قرأت بعض کتب علم الہیئۃ علی الامام المحقق فقیہ العصر ماہر العلوم الریاضیۃ مولانا استاذ العلماء
غلام محمود بندیالوی قدس سرہ وہو قرأ جمیع کتب الہیئۃ علی العلامۃ والنحریر الفہامۃ الاستاذ المطلق مولانا
احمد الدین الچکوالی وہو قرأ علی امام العلماء رئیس المہندسین مولانا رحمت اللہ المہاجر المکی رحمہم اللہ رحمۃ
واسعۃ ما دام تتعاقب اللیالی والنہار وبعد فقد قرأ عندی الاخ الاعز مولانا بن المتوطن
جمیع / بعض کتب العلوم العقلیۃ والنقلیۃ المتداولۃ فی المدارس العربیۃ الاسلامیۃ المعروفۃ بالدرس
النظامی المنسوب الی استاذ الکل مولانا نظام الدین بن ملا قطب الدین الشہید قدس سرہما
فاجزتہ تدریس الکتب المذکورۃ واجازتہا لمن یراہ اہلا لہا واوصیہ ان یشتغل

ویهذا الشغل لرضاء الله تعالی ولرضاء حبیبه صلی الله علیه وآله وسلم فقط وتمیزین بالعقائد البهیة

والاخلاق المرضیة والاعمال السنیة ویدعو لی ولاهلی واولادی بالحسنات الدنیویة والاخرویة

بحسن الخاتمة. وایضا انبه لجمیع طلاب علوم الدین علی عاداتهم غیر مرضیة وهی

ان لطالب علم الدین شیخین الاول الشیخ الذی بایعه الثانی شیخه الاستاذ الذی تعلم عنده

الکتب الدینیة وبینهما فرق وامتیاز لان فیض الشیخ الاول لا یحسه اکثر الطلاب اعنی لا

یجترئ کل طالب العلم ان یقول انی مذ بایعت الشیخ قد وصلت الی المرتبة العلانیة من السلوک ولکن فیوض الشیخ

الثانی الاستاذ محسوسة للطلاب لا یجترئ احد ان ینکرها لان الطالب حتی لم یدخل فی درس الاستاذ کان جاهلا واذا فرغ

بعد التکمیل یکون عالما ویمیز بین الحالتین بالبداهة ولا یجترء ان یقول لما کنت قبل الدخول جاهلا فحالتی بعد الفراغ و

التکمیل کذالک ومع ذالک اکثر طلاب العلم یعظمون ویکرمون الشیخ الاول اکثر کثیر من اکرام الشیخ الاستاذ وعنوی

نزلا الحانة (؟)

مختلف کتب پر
قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ
کی تقریظات

استاذ الاساتذہ ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی قدس سرہٗ

کی تقریظ رسالہ "غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط"

اَلحَمدُ لاَھلِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ اَھلِھَا اما بعد: حیلہ اسقاط ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے جس کے جواز میں کسی اہل علم کو کلام نہیں ہو سکتا۔ منکرین اگرچہ نفس ایصال ثواب کا زبانی اقرار تو کرتے ہیں۔ لیکن اس کلی کے جملہ افراد کا انکار کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دراصل ایصال ثواب کے ہی منکر ہیں یا اس کلّی کو افراد کے بغیر مانتے ہیں جس کو مثل افلاطونیہ کہا جاتا ہے۔ کتنا ظلم ہے اگر اہلسنت اولیاء کرام کے توسل سے طلب حاجت کریں تو منکرین شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور اگر بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کا التماس کریں تو منکرین بدعت کا حکم کرتے ہیں اب عوام بیچارے کدھر جائیں عزیز القدر حضرت مولانا الفاضل العلامہ المولوی محمد عبدالحکیم صاحب نے نہایت محققانہ انداز میں اس مسئلہ کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلسنت کو اس سے نفع عطا فرمائے منصف کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے اور معاند کے لئے دفاتر بھی بے سود ہیں۔

حررہ الفقیر الی اللہ الصمد الدعو بالحافظ عطا محمد الچشتی الگولڑوی عفی عنہ

تقریظ عالیہ

از جناب جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول علامۃ الفہامہ
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب مدظلہ العالی چشتی گولڑوی
صدر مدرس دار العلوم مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ اما بعد فمن ادعی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فہو کافر ودجال کذاب یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا باتفاق اہل اسلام محال ہے اور شریعت مطہرہ کی پاسبانی علماء ربانی کا فریضہ ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے العلماء ورثۃ الانبیاء اور نیز حدیث شریف میں ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں ایسے علماء کو پیدا فرمائے گا کہ غالیوں کی تحریفات اور بدعات کو وہ علماء مٹا دیں گے اور دین مبین کو صاف ستھرا اپنی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔ لہٰذا تقریباً چودہ سو برس میں جب بھی دین اسلام میں تغیر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور قرآن و حدیث کو غلط معانی کا لباس پہنایا گیا تو علمائے حق نے ان باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور آخر کار حق کو فتح مبین اور باطل کو شکست حاصل ہوئی موجودہ دور میں جتنے فتنے ہیں مثلاً نجدیت مرزائیت اور رفض وغیرہم ان سب فتنوں کا اگرچہ علماء اہل سنت نے رد بلیغ فرمایا ہے لیکن اکثر کتب اور رسائل ایسے ہیں کہ یا تو اہل علم ہی پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور عوام اور نوخواں طبقہ انکو کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہے اور یا ایسے رسائل ہیں کہ عوام مسلمانوں کی دلچسپی کا سامان تو ان میں ہے لیکن علماء کی تشنگی کا سامان ان میں نہیں ہے۔ اس لئے مدت سے اسکی ضرورت تھی کہ ایک ایسی جامع کتاب ہو جو کہ قدیم و جدید اور خواص و عوام ہر ایک کو مطمئن کر سکے بحمد اللہ کہ اہل سنت کے فاضل نوجوان میرے عزیز القدر جناب علامہ محمد ابراہیم صاحب صائم چشتی صاحب سلمہ ربہ تعالیٰ نے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش فرمائی ہے صائم صاحب نے اپنی کتاب گیارہویں شریف میں مخالفین کے تمام اقوال نہایت دیانتداری سے مکمل طور پر نقل فرمائے ہیں۔ اور پھر ان کا رد نہایت انصاف اور عالمانہ محققانہ طور پر لیا ہے [illegible] محنت سے کام لیا ہے امید ہے کہ موافق و مخالف سبھی گروہ کتاب کا مطالعہ کر کے مصنف کی کوشش کی داد دیں گے اور ہر گروہ کے لئے یہ کتاب گیارہویں شریف زیادتی علم کا باعث ہوگی خصوصاً اہل سنت کو چاہئے کہ اس کتاب گیارہویں شریف کی اس قدر قدر کریں کہ مصنف کی پوری پوری حوصلہ افزائی ہو۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ جناب صائم صاحب کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اہل سنت کو توفیق دے کہ اس کی قدر کریں۔ فقط والسلام

حررہ الفقیر عطا محمد چشتی گولڑوی
مدرس دار العلوم مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع سرگودھا

وقتِ مجدّد

جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ عطا محمد بندیالوی
چشتی گولڑوی مدظلہ العالی، بندیال ضلع سرگودھا

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ اھلہا   امّا بعد،

ابتدائے آفرینش انسان سے رحمانی اور شیطانی قوتوں کی باہمی آویزش رہی ہے۔ ہر دور میں ہر قوت کے رئیس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، ہابیل کے مقابلہ میں قابیل پیدا ہوا اور ابراہیم علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں نمرود، موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا تو سید الانبیاء کا مقابلہ ایک بڑے فرعون ابوجہل سے ہوا اور پھر ہر صد سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجددین کی ایک جماعت پیدا فرمائی جنہوں نے دین سے مبطلین کی بدعات کو نکال کر دین کی تجدید فرمائی۔ علماء نے مجددین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گذشتہ صدی کے

آخر اور آئندہ صدی کے اول میں ان کے علم و رشد و ہدایت کا شہرہ ہوتا ہے۔ حضرتِ مولانا العلامہ ابی الخیر شیخ الحدیث فقیہِ اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ میں (مجدد ہونے کی) یہ علامت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

یہ فقیر محرر ایں سطور ایک مدرس ہے۔ تدریس کے بغیر دیگر کسی علمی شغل سے قاصر ہے لیکن فقیہِ اعظم رحمہ اللہ باوجود اس امر کے کہ ان کی صحت قابلِ رشک نہ تھی بے شمار صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بندہ یہاں آپ کی چند صلاحیتوں کی نشاندہی کرتا ہے:

اول

دار العلوم حنفیہ فریدیہ کی عالیشان تعمیر اور بہت بڑا کتب خانہ۔

دوم

اس دار العلوم میں سینکڑوں دینی طلباء کی رہائش، کتابوں اور خورد و نوش کا انتظام یعنی فقیہِ اعظم اس عظیم دار العلوم کے ناظمِ اعلیٰ تھے اور کسی دار العلوم کی نظامت اتنی عظیم ذمہ داری ہے کہ دوسری طرف توجہ بہت مشکل ہے۔

سوم

حضرت فقیہِ اعظم اس دار العلوم کے شیخ الحدیث تھے۔

چہارم

آپ بلند پایہ مفتی بھی تھے اور آپ کا فتویٰ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی مقبولِ عام تھا۔

پنجم

چونکہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے مجاز تھے اس لئے مریدین و متوسلین کا ایک عظیم حلقہ رکھتے تھے اور متوسلین کی رشد و ارشاد کا بھاری بوجھ بھی آپ کے کاندھوں پر تھا۔

ششم

تبلیغِ دین کے لئے جلسوں اور کنونشنوں میں تشریف لے جاتے اور سامعین کو محظوظ فرماتے۔

ہفتم

اہل سنت کی سیاسی اور مذہبی تنظیموں میں مجلس عاملہ اور شوریٰ کے رکن تھے۔

ہشتم

اکثر علماء و مشائخ کو دیکھا گیا ہے کہ ان کی اولاد یا تو علم سے محروم ہوتی ہے یا برائے نام عالم دین اور یا دنیاوی علوم سے بہرہ ور لیکن فقیہ اعظم نے اپنے تمام بیٹوں کو علم دین کی اعلیٰ تعلیم دی۔

نہم

حضرت فقیہ اعظم ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے چنانچہ فتاوٰے نوریہ اس کی بہترین مثال ہے۔ فتاوٰے نوریہ کے مطالعہ سے آپ کا تبحر علمی واضح ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ سائل نے اگر سوال میں اجمال سے کام لیا ہے تو مفتی اعظم نے سوال کی تمام شقوں پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔

فتاوٰے نوریہ میں جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے جو کہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، ہو سکتا ہے کہ فتاوٰے کے بعض مسائل پر بعض علماء کو خلاف یا اختلاف ہو لیکن اکثر مسائل، صواب کی داد دینی پڑتی ہے کیونکہ ہر عالم آدمی کی ہر تصنیف پر خلاف اور اختلاف ہوتا ہے، کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

فان رد فقد رد قبلی الوف

کل واحد منهم يقابل بصفوف

"یعنی میری تحقیق اگر رد کر دی گئی تو کوئی غم کی بات نہیں ہے کیونکہ مجھ سے قبل ہزاروں کو رد کر دیا گیا اور یہ ہزار بھی ایسے تھے کہ ہر ایک دتن تنہا صفوں کا مقابلہ کرتا تھا۔"

اس وقت دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا مولوی محمد محب اللہ صاحب نوری مدظلہ ہیں جو کہ جید عالم اور علم دوست ہیں، اور مفتی اعظم کے سجادہ نشین بھی ہیں۔

ہر بہی خواہ کی یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عظیم باپ کے عظیم مشن کو کامیابی سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یا رب العالمین

حررہ الفقیر عطا محمد چشتی گولڑوی

تقریظ

از قلم فیض رقم امام المناطقہ رئیس الفلاسفہ استاذ الاساتذہ فخر الجہابذہ جامع المعقول والمنقول العلامۃ الفہامۃ الحافظ الحاج مولانا عطا محمد صاحب چشتی گولڑوی دامت برکاتہم العالیہ صدر مدرس دار العلوم "مظہریہ امدادیہ" بندیال ضلع سرگودھا

(نوٹ، حضرت ممدوح نے زیر نظر مضمون کو بغور ملاحظہ فرما کر "تحذیر الناس" کی عبارت کا رد اور اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کی عبارت شریفہ پر اعتراض کرنے والوں کا اجمالی جواب نہایت محققانہ انداز میں تحریر فرما کر آخر میں زیر نظر مضمون (التبشیر برد التحذیر) کی تائید و توثیق فرمائی ہے۔ لیکن چونکہ حضرت ممدوح مدظلہ نے اپنے علمی و تدریسی مشاغل میں انتہائی مصروفیت کے باعث کمال اجمال سے کام لیا ہے۔ اس لئے تا حصول تفصیل از ان ممدوح موصوف ہم اس رد اور اجمالی جواب کی اشاعت کو ملتوی کرتے ہوئے زیر نظر مضمون کی تائید و توثیق سے متعلق حضرت ممدوح کی تقریظ کا آخری حصہ بعد شکریہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

(ناشر)

غزالیٔ زماں محقق دوراں علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ ایسے بحر مواج کی معمولی سی لہر کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں حضرت موصوف نے نہ صرف اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ پر زبان طعن دراز کرنے والوں کو دنداں شکن جواب دیا، بلکہ تحذیر الناس کی عبارت کو بلا تغیر و کر کے ہباءً منثورا کر دیا۔ میں نے اسے گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ حضرت موصوف کے علمی تبحر اور صداقت مسلک کو ہر جگہ موجزن پایا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے انبیاء کرام کی عزت و عصمت پر ناپاک حملے کرنے والوں سے حفاظت کے لئے دنیائے سنیت میں ایسے یگانۂ روزگار محقق مقرر فرمائے جو اپنے گرانمایہ علمی نکات اور بے لاگ تحقیقات کے ذریعہ ہر مخالف کے دلائل واعتراضات کے ایسے جواب دیتے ہیں کہ کسی کو مجال تکلم نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو تادیر دین متین مسلک اہل سنت وجماعت کی خدمات کا موقعہ عطا فرمائے۔

آمین۔

حررہ الفقیر خادم العلماء عطا محمد الچشتی الگولڑوی

المدرس بدار العلوم مظہریہ امدادیہ فی بلدۃ بندیال ضلع سرگودھا

شرائط مناظرہ بین اہل السنۃ وبین اہل البدعۃ

ا۔اہل سنت کے نزدیک دلائل چار ہیں۔کتاب وسنت اور اجماع وقیاس اور ہر فریق کے خلاف اس کے اکابرین کی کتابیں پیش کی جائیں گی۔

اہل سنت بریلوی کے نزدیک اکابر یہ ہیں۔

ا۔اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز

۲۔مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔مولانا محمد امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

دیوبندیوں کے اکابر یہ ہیں۔

ا۔مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی

۲۔مولوی محمد رشید احمد صاحب گنگوہی

۳۔مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

۴۔مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی

۵۔مولوی محمود الحسن صاحب شیخ الہند

۶۔مولوی حسین احمد صاحب مدنی

۷۔مولوی انور شاہ صاحب کشمیری

۸۔شبیر احمد صاحب عثمانی ومولوی اسماعیل صاحب دہلوی وحافظ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم وغیرہم مثلاً مولوی حسین علی صاحب واں بھچروی۔

۲۔جس لفظ کے معنی حقیقی کے علاوہ معنی مجازی بھی ہے تو معنی حقیقی کیلئے کسی قرینہ کی ضرورت نہیں ہوگی البتہ معنی مجازی کیلئے قرینہ کی ضرورت ہوگی اصل حقیقی معنی ہے مجازی معنی اس وقت لیا جائیگا کہ معنی حقیقی متعذر ہو نیز معنی مجازی سے حقیقی معنی نہیں توڑا جائیگا مثلاً لفظ اسد کا حقیقی معنی حیوان مفترس ہے اور مجازاً لفظ اسد کا استعمال رجل شجاع میں ہوتا ہے تو اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ چونکہ اسد کا استعمال رجل شجاع میں ہوتا ہے لہٰذا اسد کا معنی حیوان مفترس نہیں ہے تو اس شخص کا یہ کہنا غلط ہوگا۔

۳۔قرآن وحدیث اور دوسری عبارات کا صحیح معنی وہ ہوگا جو اصول احناف اور علوم عربیہ مثلاً صرف ونحو اور معانی بیان کے مطابق ہوگا اور جو معنی مذکورہ بالا علوم کے خلاف ہوگا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۴۔اگر قرآن وحدیث کی تفاسیر اور شروح میں اختلاف ہوا تو وہ معنی معتبر ہوگا جو کہ تفاسیر وشروع مستند احناف کے مطابق ہوگا اور اگر کتب احناف میں اختلاف ہوا تو زیادہ مستند احناف کے قول کا اعتبار ہوگا۔

۵۔اگر کسی آیت یا حدیث کے دو معنی ہوں اور ایک دوسری آیت یا حدیث کا صرف ایک معنی علماء نے ذکر کیا ہو تو جو فریق دوسری آیت سے استدلال پیش کرے گا اس کو اس فریق پر ترجیح ہوگی جو پہلی آیت کے صرف ایک معنی سے استدلال کرتا ہے۔مثلاً ایک آیت سے پتہ چلتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے لیکن اس آیت میں ایک دوسرا احتمال بھی ہے اور دوسری آیت سے پتہ چلتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے تو دوسری آیت سے استدلال کو ترجیح ہوگی۔

۶۔درسِ نظامی کی کتب پر جو شروح وحواشی ہیں اور دیو بندی بریلوی اختلاف سے ان کی تصنیف پہلے ہے تو جو فریق ان کو تسلیم نہیں کرے گا اس پر لازم ہوگا کہ وہ اس کی مستند طریقہ سے دلیل پیش کرے گا۔وہ اس شرح اور حاشیہ کو کیوں نہیں مانتا؟ مطلب یہ ہے کہ اس فریق کو ثابت کرنا ہوگا کہ کس مستند کتاب میں تحریر ہے کہ فلاں شرح وحاشیہ قابل اعتماد نہیں ہے۔اور اگر دوسرا فریق یہ مطالبہ کرے گا کہ تم تحریر کر دو کہ فلاں شخص یا فلاں کتاب قابل اعتماد نہیں ہے تو یہ تحریر کر دینا اس فریق پر لازم ہوگا اور اسی طرح ایک فریق کوئی بات کہتا ہے اور دوسرا فریق اس کی تحریر کا مطالبہ کرتا ہے تو تحریر کر دینا لازم ہوگا۔

۷۔اگر ایک فریق اپنے وقت میں دوسرے فریق پر کوئی سوال کرتا ہے یا اور کوئی مطالبہ کرتا ہے تو دوسرے فریق پر لازم ہوگا کہ اپنے وقت میں اس سوال اور مطالبہ کا جواب دے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے وقت میں پہلے اسی سوال کا جواب دے۔

۸۔مناظرہ میں علم مناظرہ کی پابندی لازم ہوگی اور وہی سوال و جواب معتبر ہوگا جو کہ علم مناظرہ کے مطابق ہو۔

۹۔احناف کا یہ قاعدہ مسلم ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ اور خبر واحد سے بھی مطلق کی تقیید نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ کوئی آدمی اپنی طرف سے تقید کرے۔

۱۰۔احکام کے کتنے اقسام ہیں؟ اور ہر قسم کس کس دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۱۔اولیاء کرام رحمہ اللہ علیہم جو دور سے دیکھتے اور سنتے اور تصرف فرماتے ہیں یہ بطور معجزہ اور کرامت کے ہوتا ہے اور یہ سب افعال اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی سے ہوتے ہیں۔

۱۲۔اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے کوئی بھی بلا سبب نہیں ہے بلکہ ہر ایک کا سبب ہوتا ہے اور ہر چیز کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات ہے۔

۱۳۔حواس خمسہ ادراک کے سبب عادی ہیں اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ ہر حس کے استعمال سے وہ ادراک حاصل ہوتا ہے جو کہ اس کے ساتھ مختص ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر استعمال حس کے ادراک حاصل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باوجود استعمال حس کے ادراک حاصل نہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آنکھ ادراک سمع کا فائدہ دے اور کان ادراک بصر کا فائدہ دے۔

۱۴۔نقل عقل پر موقوف ہے لہٰذا جب دلیل عقلی اور نقلی میں تعارض ہوگا تو دلیل عقلی کو ترجیح ہوگی۔

۱۵۔اگر کسی آیت یا حدیث کے مستند علماء نے دو معنی ذکر کئے ہیں اور ان میں تضاد وغیرہ نہیں ہے تو دونوں معنی حق ہونگے ورنہ ایک عالم مستند کی تغلیط بلا دلیل لازم آئیگی اور اسی آیت اور حدیث سے اس کے ہر معنی پر استدلال جائز ہوگا اور اس کو استدلال باحد التفسیرین کہا جاتا ہے اور یہ استدلال بالاحتمال نہیں ہے اور اس کی مثال قرآن پاک میں یہ آیت ہے۔ان الذین کفروا سوآء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون اس آیت میں دو احتمال ہیں۔

احتمال اول: لفظ الذین سے مخصوص لوگ مراد اور موصول عہد خارجی کیلئے ہو اور اس سے مراد ابولہب اور ابوجہل وغیرہما ہو۔

احتمال دوم: لفظ الذین یہ موصول جنس کیلئے ہواب احتمال اول پر بعض اشاعرہ نے اس آیت سے تکلیف مالا یطاق پر استدلال کیا ہے جس کو علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے تو علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس استدلال کے متعلق بیان فرماتے ہیں والاستدلال مبنی علی ان المراد بالموصول ناس باعیانهم فهو فی الحقیقه استدلال باحد وجهی۔

قبلہ استاذی المکرم نور اللہ مرقدہٗ کی یہ تحریر ہمیں یہاں تک ہی ملی ہے جو قارئین کی نظر کر دی گئی ہے۔

(نذر حسین چشتی گولڑوی)

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی جواہر پارے (انمول موتی)

س ا:۔ پارہ اول میں ہے (وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتو بسورۃ من مثلہ) اس آیۃ کریمہ میں مانزلنا سے مراد قرآن پاک کتاب اللہ ہے اور لفظ عبدنا سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ ہیں اب آیۃ مذکورہ بالا میں جو لفظ من مثلہ ہے اس کی تفسیر میں صاحب کشاف وغیرہ نے یہ فرمایا ہے کہ من مثلہ یا تو ظرف مستقر ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے اور یہ سورۃ کی صفت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے بالسورۃ الکائنۃ من مثلہ اور اس صورت میں مثلہ کی ضمیر مانزلنا اور عبدنا دونوں کی طرف راجع ہوسکتی ہے اور دوسری ترکیب یہ ہے کہ لفظ من مثلہ ظرف مستقر نہیں ہے بلکہ اس کا متعلق آیۃ میں مذکور ہے یعنی فأتوا کے متعلق ہے اور اس صورت میں من مثلہ کی ضمیر عبد کی طرف راجع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صورت میں ضمیر مانزلنا کی طرف راجع نہیں ہوسکتی ہے اب یہاں دو اشکال ہیں۔

اول:۔ یہ کہ دوسری ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی طرف کیوں راجع نہیں ہوسکتی کونسی خرابی آتی ہے اور اگر ضمیر عبد کی طرف راجع ہو تو وہ خرابی کیوں لازم نہیں آتی۔

دوم:۔ پہلی ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی طرف راجع ہوسکتی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی طرف راجع ہوسکتی ہے اور دوسری ترکیب میں راجع نہیں ہوسکتی وجہ فرق کیا ہے نیز دوسری ترکیب میں اگر ضمیر مانزلنا کیطرف راجع ہو تو جو خرابی لازم آتی ہے پہلی ترکیب میں وہ خرابی کیوں لازم نہیں آتی علماء نے اس اشکال کو بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے۔ فی الکشاف من مثلہ متعلق بسورۃ صفۃ لھا ای بسورۃ کائنۃ من مثلہ والضمیر لما نزلنا اولعبدنا و یجوز ان یتعلق یقولہ فاتو والضمیر للعبد حیث جوّز فی الوجہ الاول کون الضمیر لما نزلنا تصریحا و خطرہ فی الوجہ الثانی تلویحا فلیت شعری ماالفرق بین سورۃ کائنۃ من مثل مانزلنا وفأتو امن مثل مانزلنا البسورۃ

وهل ثمه حكمة خفية اونكتة معنوية اوهو تحكم بحت وهذا مستبعدمن مثله

ایک دوسری جگہ پر ہے وعلم ان الزمحشری لما جوّزَ فی الوصفية عود الضمير لما

ولعبدوا قتصر على الثانى فى تعلقه بقوله فأتو اورد عليه انه لم لا يجوز ان يكون

الضمير حينئذٍ لما نزلنا ايضاً

كما جاء ذالك على تقدير كون الظرف صفة كما حكينالك آنفاً۔ خلاصہ سوال یہ ہے کہ اگر ظرف من مثلہ صفت سورۃ ہو تو ضمیر ما نزلنا کی طرف راجع ہو سکتی ہے لیکن اگر ظرف فأتو کے متعلق ہو تو ضمیر ما نزلنا کی طرف راجع نہیں ہو سکتی بلکہ ضمیر صرف عبد کی طرف راجع ہو گی اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ ظاہر ہے کہ دوسری ترکیب میں اگر ضمیر ما نزلنا کی طرف راجع ہو تو کوئی خرابی لازم آتی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کونسی خرابی آتی ہے اور کیوں آتی ہے اور وہ خرابی پہلی صورت میں کیوں لازم نہیں آتی اور دونوں ترکیب میں اگر ضمیر عبد کی طرف راجع ہو تو وہ خرابی کیوں نہیں آتی یہاں تک بندہ نے قرآنی آیت پر جو اشکال ہے اس کو ذکر کیا ہے۔

اسی سوال نمبر 1 کو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سیف العطاء میں اور انداز میں ذکر کیا ہے لاحظہ ہو۔

قرآن پاک میں ہے (وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا فأتو بسورة من مثله) تفسیر کشاف اور بیضاوی شریف میں من مثلہ کی دو ترکیب ذکر کی گئی ہیں۔

ا۔ ترکیب اول:۔ من مثلہ سورۃ کی صفت ہے اور جارہ کا متعلق محذوف ہے معنی یہ ہو گا سورۃ جو ہونے والی ہے اس کی مثل سے۔ اس ترکیب میں مثلہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔

یہ ضمیر ما نزلنا کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور عبد کی طرف بھی صورت اول میں معنی یہ ہو گا ما نزلنا یعنی قرآن کی مثل۔ دوسرے احتمال میں معنی یہ ہو گا کہ عبد کی مثل سے۔

ترکیب دوم:۔ میں من مثلہ متعلق ہے فأتو کے اب معنی یہ ہو گا کہ لاؤ تم اس کی مثل سے اس ترکیب میں مثلہ کی ضمیر ما نزلنا کی طرف کیوں راجع نہیں ہو سکتی دوسری ترکیب میں ضمیر ما نزلنا کی

طرف راجع ہو تو اگر کوئی خرابی لازم آتی ہے تو پہلی ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی طرف راجع کریں تو وہ خرابی کیوں لازم نہیں آتی اس سوال کے جواب میں کتاب حمد اللہ کو شدید دخل ہے حمد اللہ میں دو اصطلاحات ہیں وہ اصطلاحات یہ ہیں۔

رفع المقید اور الرفع المقید

اب بندہ اپنی کم علمی کے باوجود اس کے جواب دینے کی جسارت کرتا ہے۔

جواب:۔ اگر من مثلہٖ صفت بنائیں سورۃ کی تو یہ مقید ہو گا یعنی سورۃ مقید ہے مثلہٖ قید ہے۔ اور فأتوا امر تعجزی ہے (یعنی نہیں لے آسکتے تم) (تو یہ صورت رفع المقید ہے) تو یہ یعنی فأتوا رفع ہے (رفع کا معنی نفی ہے) جو مقید کے اوپر داخل ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ نفی اثبات قیدوں کی طرف راجع ہوتے ہیں تو قید ہے مثل تو نفی مثل کی ہو گی تو اس سے یہ لازم آیا کہ مثل ہے ہی نہیں اور اگر فأتوا کے متعلق کریں من مثلہٖ کو تو پھر فأتوا خود مقید ہو جائیگا کیونکہ من مثلہٖ متعلق ہے توفأتوا متعلق ہے بفتح الام اور متعلق اپنے متعلق کی قید ہوتا ہے توفأتوا تھا رفع اور مثلہٖ قید۔ لہٰذا یہ الرفع المقید ہو گا یعنی نفی خود مقید ہو گی تو نفی قید کو نہیں اڑائے گی کیونکہ قید کے اوپر نہیں لہٰذا مثلہٖ کی نفی نہ ہو گی اب اگر مثلہٖ کی ضمیر مانزلنا کی طرف راجع کریں تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ قرآن کی مثل تو ہو لیکن تم نہیں لے آسکتے۔ حالانکہ قرآن کی مثل ہے ہی نہیں تو اس صورت میں مانزلنا کی طرف راجع نہیں کر سکتے ورنہ مثلیت قرآن لازم آئیگی۔ قرآن نے چیلنج یہ دیا ہے کہ قرآن کی مثل ہے ہی نہیں یہ کلام الٰہی معجز ہے تو تم عاجز ہی ہو نہ یہ کہ مثل تو ہو اور اس کے لے آنے میں عاجز ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال 2:۔ اب حدیث شریف پر جو اشکال ہے اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے (ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن) اس حدیث میں دو جملے ہیں۔ اول جملہ کی دوسری جزء کان ہے جس کا معنی وجود اور موجود ہے دوسرے جملہ کی دوسری جزء لم یکن ہے جس کا معنی عدم الوجود ہے جملہ اول میں وجود کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کا تعلق ہے اور

دوسرے جملہ میں عدم الوجود کے ساتھ عدم مشیت کا تعلق ہے اشکال یہ ہے کہ مخلوق کا وجود اور عدم اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے تابع ہے دوسرے جملہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عدم الوجود تابع ہے عدم مشیت کے مناسب یہ تھا کہ ایسی عبارت ہوتی جس سے یہ پتہ چلتا کہ وجود اور عدم دونوں کے ساتھ مشیت اور ارادہ کا تعلق ہے لہٰذا عبارت حدیث اس طرح ہوتی (ماشاء اللہ کان وماشاء اللہ لم یکن) حدیث شریف میں جو وجود اور عدم الوجود میں فرق کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے جو عبارت بندہ نے ذکر کی ہے کہ مناسب یہ تھی اس میں کون سی خرابی ہے کہ اس کو ذکر نہیں فرمایا گیا۔

جواب:۔ کان وجود ہے اور لم یکن عدم ہے وجود کی علت ضروری ہے اور وہ مشیت الٰہی ہے اور عدم کی علت وجود کی علت کا عدم ہوتا ہے اس لئے لم یشاء فرمایا کیونکہ لم یشاء یہ عدم مشیت ہے اور مشیت یہ وجود کی علت ہے تو عدم کی علت عدم مشیت ہوگی۔ یشاء شاء کی نقیض ہے اور وجود اور عدم آپس میں ضدین ہیں تو وجود کی علت کا عدم عدم کی علت ہوگا وجود کی علت مشیت ہے اور عدم کی علت عدم مشیت ہوگی کیونکہ عدم کی علت وجود کی علت کا عدم ہوتا ہے شاؑ علت ہے کون کی اور لم یشاؑ علت ہے لم یکن کی۔ کیونکہ اگر مشیت علت ہو عدم کی تو پھر عدم نہ رہے گا وجود ہوگا حالانکہ فرض کیا ہے عدم کیونکہ جس کے ساتھ مشیت کا تعلق ہو وہ وجود ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال 3:۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ (کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحیکم الآیۃ) اس آیۃ مبارکہ میں دو موتوں اور دو حیاتوں کا ذکر ہے کنتم امواتا میں پہلی موت کا ذکر ہے فاحیاکم میں پہلی حیات کا ذکر اور فعل میں ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ ثم یمیتکم میں دوسری موت کا ذکر ہے اور ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے ثم یحییکم میں دوسری حیات کا ذکر ہے اور ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو حیاتوں میں محیی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو زندہ کیا یا زندہ کرے گا لیکن دو موتوں میں دوسری موت میں ممیت کا ذکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ تم کو موت دے گا لیکن پہلی موت میں ممیت کا ذکر نہیں کہ تمہیں کس نے موت دی بلکہ صرف۔ یہ فرمایا

کہ تم مردہ تھے خلاصہ یہ کہ دو حیاتوں میں محیی کا ذکر ہے لیکن دو موتوں میں صرف دوسری میں ممیت ذکر کیا گیا۔ نہ کہ موت اول میں ایسا کیوں ہے؟

جواب:۔ موت اول الذکر کا ممیت نہیں ہے کیونکہ موت اول عدم محض ہے اور عدم محض عدم اصلی قدیم ہے اور عدم محض کی علت نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر علت مانیں تو پھر حادث ہوگا حالانکہ عدم اصلی قدیم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نوٹ:۔ یہ تینوں سوال قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سیف العطاء میں مفتی عبدالشکور پر کئے تھے اور انہوں نے آخری دم تک ان کا جواب نہیں دیا۔ بندہ ناچیز نے جو جواب دیئے ہیں یہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت کا اثر ہے۔

سوال 4:۔ خاتم النبیین اعتراض یہ ہے کہ النبیین یہ جمع کا صیغہ ہے اور الف، لام استغراق کا ہے اور یہ اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں داخل ہیں یا نہیں۔ اگر کہو کہ داخل ہیں تو ختم الشئی لنفسہ لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے اور اگر کہو کہ داخل نہیں ہیں تو پھر یہ عام مخصوص البعض بن جائیگا اور اس کا حکم ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں تو پھر حضور ﷺ کا تمام انبیاء کیلئے خاتم ہونا قطعی طور پر ثابت نہ ہوا۔

جواب:۔ یہ ہے کہ مخصص عقل ہے تو اگر عام کیلئے مخصص عقل ہو تو اس کی قطعیت ختم نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے جیسے کہ ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر میں شئی کے مفہوم سے اللہ تعالیٰ کی تخصیص عقل کے ساتھ ہے تو اس کی قطعیت باقی ہے اس طرح یہاں بھی باقی رہیگی۔

نوٹ:۔ خاتم صفت ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام موصوف ہیں اگر آپ انبیین میں داخل ہوں تو صفت موصوف پر مقدم ہوگی حالانکہ صفت مقدم نہیں ہو سکتی۔

سوال 5:۔ عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ انه قال والذی نفس محمد ﷺ بيده لا يسمع بی احد من هذه الامة يهودی ولا نصرانی ثم يموت

ولم یومن بالذی ارسلت به الا کان من اصحاب النار۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان جلد 1)

مندرجہ بالا حدیث مبارک میں تین اعتراض ہیں۔

۱۔صرفی۔۲۔نحوی۔۳۔لغوی۔

۱۔صرفی اعتراض تو یہ ہے کہ لایسمع صیغہ کیا ہے؟ بظاہر تو یہ مضارع منفی کا صیغہ ہے حالانکہ یہ نہیں ہے۔

۲۔نحوی اعتراض یہ ہے کہ احد ترکیب میں کیا واقع ہوا ہے؟ بظاہر تو یہ یسمع کا فاعل ہے حالانکہ یہ نہیں ہے۔

۳۔لغوی اعتراض یہ ہے کہ حدیث شریف کا معنی جو بظاہر ہے یہ تکلیف مالا یطاق ہے یعنی نہیں کوئی سنتا مجھے الخ۔

جواب نمبر۱۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مضارع مثبت ہے اور لامشبہ بہ لیس ہے۔

نمبر۲۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ احدٌ یہ لاء کا اسم ہے۔

نمبر۳۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نفی احدٌ پر آئے گی نہ کہ یسمع پر۔اب معنی ٹھیک ہوگا۔نہیں کوئی ایک تجھ میں سے سنتا مجھے الخ۔

س 6:۔کتب حدیث میں عبداللہ بن ابی کا نسب اس طرح مذکور ہے۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اُبَیٍّ اِبْنُ سَلُوْلَ اس کی ترکیب بیان کرو اور یہ بتاؤ کہ عبداللہ اور سلول کے درمیان کونسا رشتہ ہے لفظ سلول منصرف ہے یا غیر منصرف۔اور اس کی وجہ بیان کرو۔

جواب:۔ترکیب عبد مضاف اللہ مضاف الیہ، مضاف، مضاف الیہ مل کر موصوف ابن مضاف ابی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر پہلی صفت عبداللہ کی ابن سلول مضاف مضاف الیہ مل کر دوسری صفت عبداللہ کی۔معنی یہ ہوگا عبداللہ ایسا عبداللہ جو ابن ہے ابی کا اور ایسا عبداللہ جو ابن

ہے سلولؔ کا۔ درج کلام میں ہمزے وصل گرا دیں عبداللہ بیٹا ہے اور سلولؔ اس کی ماں ہے سلولؔ ابی کی بیوی ہے اور عبداللہ کی ماں ہے سلولؔ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ علم ہے اور مؤنث ہے کیونکہ اس میں ''ت'' مقدر ہے زینب کی طرح عبداللہ مرفوع ہے کیونکہ مبتداء ہے اعراب تقدیری ہے اس لئے ابنِ دونوں صفتوں میں پڑھیں گے۔

س 7:۔ مدینہ پر الف، لام۔ داخل ہوتا ہے اور مکہ پر الف، لام داخل نہیں ہوتا۔

جواب:۔ مدینہ اسم جنس ہے اس لئے اس پر الف لام داخل ہوتا ہے اور مکہ علم ہے اس لئے مکہ پر الف، لام داخل نہیں ہوتا۔

س 8:۔ محذوفات قرآنیہ قرآن ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر اعتراض یہ ہے کہ قرآن تو کلمات منزل ہے یہ منزل کلمات نہیں ہیں اگر قرآن نہیں ہے بندوں کی کلام ہے تو پھر قرآن اپنا معنی سمجھانے میں بندوں کی کلام کی طرف محتاج ہوئی لہٰذا معجز نہ ہوئی حالانکہ معجز ہے۔

جواب:۔ قرآن ہیں اور قرآن انہیں مستلزم ہے (یہ قرآن کو لازم ہیں) جب قرآن آیا وہ بھی ساتھ آگئے کیونکہ جو علم نحو نہیں جانتا مثلاً عرب لوگ سمجھ جاتے ہیں معلوم ہوا قرآن انہیں مستلزم ہے اور قرآن معنی سمجھانے میں خود مستقل ہے۔ (مثال محذوف کی مثلاً الحمد للہ ثابت' اس میں مقدر نکالتے ہیں۔

سوال 9:۔ یومنون بالغیب بعض نے ترجمہ کیا غیب کو جانتے ہیں یہ ترجمہ صحیح نہیں۔

جواب:۔ یومنون ایمان سے ہے ایمان جاننے کا نام نہیں ہے ماننے کا نام ہے کیونکہ جاننے کو ماننا لازم نہیں آتا لیکن ماننے کو جاننا لازم ہے مانے گا تب جب جانے گا لہٰذا ترجمہ کریں غیب کو مانتے ہیں۔

سوال 10:۔ یا اللہ میں ہمزہ نہیں گرتا باللہ، تاللہ، واللہ میں گر جاتا ہے فرق کیا ہے؟

جواب:۔ ال کے دو اعتبار ہیں دو لحاظ ہیں با اعتبار ذات کے یہ ہمزہ وصلی ہے درج کلام میں گرنا چاہیے اور یہ خیال کرو کہ اللہ اصل میں الٰہ' تھا پھر ہمزہ کو بمع حرکت حذف کیا پھر ابتداء

میں اس کے عوض ال لے آئے تو ال ہمزہ کے عوض آیا ہے ہمزہ قطعی تھا اور ال اس کے عوض آیا ہے اور یہ بھی قطعی ہوگا اور ہمزہ جو ال کی جزء ہے یہ بھی قطعی ہوگا تو پھر یہ ہمزہ قطعی ہوگا لہٰذا درج کلام میں نہیں گرنا چاہیے اور قاعدہ ہے کہ کسی کلمے میں جتنے اعتبار ہوں سب کا لحاظ کرتے ہیں کبھی کسی کا لحاظ اور کبھی کسی اعتبار کا لحاظ جب اللہ پر یا آیا تو ہم یہ اعتبار کرتے ہیں کہ اللہ کا ہمزہ عوض کا ہے جو ال کی جزء تھا اور الہٗ کے ہمزے کے عوض آیا تھا جیسا کہ تفصیل آچکی ہے اور یہ ہمزہ قطعی ہوگا اور نہیں گرے گا اگر ہم یہاں ہمزے کا دوسرا اعتبار لیں کہ ال تعریف کا ہے یہ ہمزہ وصلی ہے تو پھر یا آلہ تعریف کا اور ال بھی تعریف کا تو پھر دو آلے تعریف کے اکٹھے ہو جائیں گے یہ غلط ہے اس لئے ہم یہاں ال کو عوض کا بنائیں گے لیکن یا اللہ، تا اللہ، واللہ میں اگر ہم ال کو تعریف کا بنائیں اور ہمزہ وصلی بنائیں تو آلے تعریف کے اکٹھے نہیں ہوتے تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی اسلیئے ہم نے یہاں ہمزہ وصلی بنایا ہے۔ اور یا اللہ، واللہ، تا اللہ میں گرا دیا۔

س 11:۔ کلمۃ التوحید۔ لا الہ الا اللہ میں لفظ الا کونسا ہے؟

جواب:۔ اس میں اختلاف ہے لفظ اللہ کلی ہے یا جزی۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں جزی ہے اور علم ہے علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ لفظ اللہ کلی ہے۔ لا الہ الا اللہ۔ ایک معبود برحق۔ دوسرے باطل۔ اگر اس کا معنی کریں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ تو یہ غلط ہے کیونکہ معبود باطل بھی تو ہیں مثلاً بت وغیرہ۔ اصل معنی یہ ہے کہ کوئی معبود برحق نہیں مگر اللہ تعالیٰ۔ اب باطل معبودوں کی نفی ہوگئی ہے اور معبود برحق کا اثبات۔ لا الہ الا اللہ میں اِلَّا استثناء کا ہے صفت کا یعنی غیر نہیں کیونکہ جو اِلَّا صفت کا ہوتا ہے اس کیلئے شرائط کافیہ میں درج ہیں دوسرا اللہ یہ علم ہے اور جزی ہے اور مطلق اِلٰــہ یہ کلی ہے جزی کا استثناء کلی سے جائز ہے اگر تمام الہ برحق ہوں تو پھر استثناء الشئی عن نفسہٖ لازم آئے گا جو باطل ہے کیونکہ مستثنٰی منہ اور مستثنٰی مغائر ہوتے ہیں مستثنٰی منہ اور ہوتا ہے اور مستثنٰی اور۔ کلمہ میں الا استثناء کا ہوگا نہ کہ صفت کا۔ اگر اِلَّا بمعنی غیر ہو تو معنی یہ ہوگا۔ اگر زمین و آسمان میں بہت خدا ہوتے ایسے خدا جو غیر ہیں اللہ کے۔ تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے۔ زمین و آسمان تباہ

نہیں ہوئے اس لئے اللہ کا کوئی غیر ہے ہی نہیں غیروں کی نفی ہو گئی ہے۔

مختلف کتب پر
قبلہ استاذی المکرمؒ کے نوٹس

النبراس

شرح

شرح العقائد

فخر المتکلمین مولانا علامہ محمد عبد العزیز پرہاروی

قدس سرہ العزیز

ملنے کا پتہ

شاہ عبد الحق محدث دہلوی اکیڈمی
دار العلوم مظہریہ امدادیہ
بندیال شریف (سرگودھا)

ص ۵۵۳

تحقیق بریزید و تفصیلہ

ص ۱۹۲

مسئلہ تفضیل ما بین عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و امام غزالی منکر لرضا یزید بقتل حسین رضی اللہ عنہ

ص ۳۰۳

محاربات و المخاصمات بین الصحابہ رضی اللہ عنہم و حالات امیر معاویہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ

ص ۳۰۳ و ۳۰۶

مدت خلافت امیر المومنین حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ و تفصیل الرادی فی ذمتہ

ص ۳۰۶

اعتراض و جواب در امارت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ و معنی حدیث فاستغفر اللہ سبعین مرۃ

ص ۱۱۰

حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ و توجیہ امکان النصب

ص ۱۲۰ و ۱۵۱

نصب امام واحد فی جمیع بلاد الاسلام مستقل وجوبہ

ص ۵۲۲

ص ۵۱۳

المرأۃ ناقصات عقل و دین فلا تکون اماما للحدیث

مسئلہ غیب

ص ۳۳۶

محمد الحافظی بخاری شیخی کاذب

ص ۵۲۱

المرأۃ لا تکون اماما فی الصلوٰۃ بالاجماع

ص ۵۲۶

طرق ثبوت الامامۃ اربعۃ

ص ۳۳۸

بیعۃ لرجلین فی ارض و بیعۃ

ص ۵۲۹

صبر علی جور الامام

قصہ خلافت یزید

اذا ارتد الحیاذ باللہ ثم تاب لا یکون صحابیا عند ابی حنیفۃ رح

ص ۵۴۶

عدد الصحابۃ

ص ۵۴۶ و ۱۱۴۰۰۰

کون من الصحابۃ الآخ

ص ۵۵۱

احادیث الرافضۃ فی حق معاویۃ

ص ۵۵۱

عائشۃ السلف الصالحین لعن الصحابۃ

ص ۵۵۹

حضرت امیر معاویہ من کبار الصحابۃ

ص ۵۵۸

ولادۃ حجاج الرذیل

ص ۵۵۸ و ۵۵۹

اقسام اللعن و الفضل + دلائل و علاقہ فی حق یزید و کاتب

ص ۱۰۶

الطلاق موضوع لرفع القید

ص ۵۲۳

فرق بین ظاہر الروایۃ و النوادر

ص ۵۲۲

ولادت الامام ابو حنیفۃ رح و وفاتہ و کونہ من التابعین و کان اشد اتباعا بالحدیث

ماکان خلاف القیاس لایقاس علیہ ص ۲۰۶

خطأً عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۱۴ و ۲۱۵ ص ۲۱۳ و ۲۲۵

تعریف العلامۃ ص ۲۸

تعریف الجنس والنوع عند علماء الاصول ص ۱۱

تقیید المطلق نسخ عندنا وتخصیص عند الشافعی ص ۲۰۳ و ۲۱۲

بحث معتوہ یشبہ بعض کلامہ بالعقلاء وبعضہ بالمجانین لایصح کلامہ ص ۲۸۹

تعریف نسیان جہل ضروری بما یعلمہ لاباٰفۃ ص ۲۸۹

خطاب لمن لم یفہم قبیح ص ۲۸۱ و ۲۹۰

بحث الطلاق مرتان الآیۃ ص ۲۲ و ۲۱

فلسفہ وراثت — دعاء و صدقہ للاموات ولیشفی اموات بدعاء الورثۃ ۲۹۷

لایصح التکلم بلسان الغیر والاکل لفم الغیر ص ۳۱۲

حدیث عسیلۃ ص ۲۰

حتی تنکح زوجاً غیرہ وطہارت ۳۰

الفوائد لوالحاص لنعشب

قولہ تعالیٰ اللہ نور السموٰت والارض

درین ورق گلکار فرخندگی آثار شرح کاشف الاسرار بر متن رسالۂ منار در اصول فقہ قابل اعتبار یعنی

صاحب کتاب کنز الدقائق
است آنکہ موسوم [illegible]
حضرت محمود ابو البرکات النسفی
رسالۂ منار مولانا عبد الرحمن
رحمہ اللہ الغفار و مصنف
و با لحاق ترجمہ مطالب [illegible]
قابل و مراد اولی الابصار
با انضمام فہرست جدید

قمر الاقمار لنور الانوار

شارح رسالہ
شارح مصنف نور الانوار
مولانا حافظ شیخ احمد
معروف بملا جیون بن
ابو سعید بن عبید اللہ
صدیقی میہوی
استاذ بادشاہ عالمگیر
غازی [illegible]
[illegible]

باہتمام اسل انام خادم علمای کرام ابو الفیض مفتی محمد یوسف

مطبع یوسفی واقع [illegible] شد
در لکھنؤ مطبوع

۱۶۶

تهاون بالشریعة کفر

۱۵۲

اذا ذکر الاداة الی ان علی نفی ما علاه والایلزم الکفر

۱۹۲ و ۱۹۳

کان ابو یوسف یحفظ عشرین الف حدیث فما کتب

۳۰۸

استخفاف بالدین

بالصحیح ۱۱۹ و ۲۲

۱۲۷ و ۱۲۸

الفاء لفظ خاص للتعقیب

۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹

۱۳۳ لابد للمجاز من القرینة

لا یصار الی المجاز

عام مخصوص البعض له شبه بالاستثناء

۲۲۰

والاستثناء لا یقبل التعلیل

۲۶۹

من السماء یمکن

۳۲

لفظ الفضلة بفتح الفاء ۶۶

اسم الفاعل والمفعول خاص

کالعام

للاولیاء ایضا

۲۲

معنی الذکر لیس الذکر

الامر والنهی خاص

حکم الدال علی السرقة والقتل

شبه النسخ لیقبل التعلیل بخلاف النسخ

۱۲۵

الفرق بین السنة والحدیث

استثناء بنفسه لا یقبل التعلیل

اخلاء المعنی عن اللفظ غیر معقول

۱۲۷

وعند الجصاص منکر المشهور کافر

۱۲۹

بحث رواة خبر الواحد لا المتواتر والمشهور

الصحابی لا یکون مجهولا لانهم کلهم عدول رضی الله عنهم

۱۸۰

حاشیہ ۱۶۳

۱۸۱

بحث المنقطع

۱۸۵

المرسل حجة

۱۶۶

تهاون بالشریعة کفر

۱۹۰

۱۹۱

حدیث عائشة رضی الله عنها لا نکاح الا بولی

۱۹۱

عمل الصحابہ بخلاف الحدیث

۲۱۶

تقلید الصحابی واجب

۱۹۲

طعن مبهم من ائمہ حدیث لا یجرح

بحث اقوال صحابہ رضی الله عنهم

تغلیب المذکر علی المؤنث

۱۶۶

الواجب مثل الفرض

از نفی دلیل نفی حکم نشود ص ۲۳۴

عموم فی المجاز ص ۹۵

عموم الصفات ص ۹۶ و ۹۶

جمع بین الحقیقة والمجاز محال ص ۹۸

ولفظ الدابة مشروع کو مان بلا شرط او مال لکن من جانب واجب ص ۱۹۲ حاشیہ

والمجاز اخبار و تفصیل ایلات البهیمة ص ۱۹۰ حاشیہ

نکرة فی الاثبات خاصة ص ۲۰۳

فرق بین المبعث ص ۳۹

بحث تعلیما

باع باقل مما اشتری ص ۲۱۴

نسخ وصف الحکم لا اصله ص ۲۱۲

الاشتراک بلا دلیل و تفصیله

فی الحاشیه ص ۲۲۱

المحتمل لا یصلح دلیلا ص ۲۰۴

الفعل بالنسبة الیه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اختلاف فی افعالہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۱۳

اصل در اشیاء اباحت ص ۲۳۲

الاشارة ابلغ فی التعریف من التسمیة ص ۲۱۳

فرق بین الاجیر المشترک والخاص ص ۲۱۲

اصل در نصوص تعلیل است ص ۲۲۸

مطلق در جمیع قیود نص است

بیانا لکل شیٔ ما فرطنا فی الکتاب ص ۲۲۳

ما یکون مخالفا للقیاس لا یقاس علیہ ص ۲۲۹ ص ۲۲۵

ید اللہ علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار ص ۲۳۱

الساکت عن الحق ص ۲۱۹

حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ص ۲۲۴

من بدل دینه فاقتلوه ۱۹۶

وقد کان الوحی ... ۱۹۰

لان الاباحة اصل فی الدنیا ص ۱۹۶

محل محبت ... المعقول ... ۲۰۳ ، ۲۰۱ ، ۲۰۰

قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ کی زندگی کا سنہری واقعہ

آپ کی زندگی کا سنہری واقعہ یہ ہے کہ 23 مارچ 1981ء میں بادشاہی مسجد لاہور میں ایک بد بخت نے نعرہ رسالت کے جواب میں ایمان سوز نعرہ بلند کیا جس سے پورا عالم اسلام آتش زیر پا ہو گیا اس سلسلہ میں متعدد اجلاس ہوئے۔

21 مئی کو ملک بھر کے علماء مشائخ کا جو اجلاس (حزب الاحناف) لاہور میں منعقد ہوا اس کی صدارت قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمائی اہلسنت کا مطالبہ حکومت سے یہ تھا کہ گستاخ کو گرفتار کر کے سزا دی جائے اور شاہی مسجد کے خطیب کو برطرف کیا جائے ورنہ ہم 21 مئی کو شاہی مسجد میں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کانفرنس منعقد کریں گے گورنر پنجاب نے مطالبات سن کر ان پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔

خصوصی اجلاس کے بعد حزب الاحناف لاہور ہی کے پنڈال میں جلسہ منعقد کیا گیا عوام سے جب دریافت کیا گیا کہ گورنر کی یقین دھانی کے باوجود شاہی مسجد چلنا ہے؟

تو سب نے کہا ضرور جانا ہے 5:15 سوا پانچ بجے بعد دوپہر جلوس روانہ ہوا علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علالت کے باوجود جلوس کی قیادت کر رہے تھے عوامی جوش وخروش دیکھ کر پولیس نے راستے سے رکاوٹیں اٹھا دیں اس طرح جلوس بخیریت شاہی مسجد پہنچ گیا علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ سخت علیل تھے اس لیے وہ شاہی مسجد میں دعا کر کے واپس آ گئے انکے علاوہ دیگر علماء بھی چلے آئے لیکن خیر آبادی کھچار کے شیر علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ وہیں تشریف فرما رہے یہاں تک کہ کچھ علماء بعد میں اور کثیر عوام بھی آ گئے اور اس طرح یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کانفرنس شروع ہو گی جو رات ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہی قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ یارسول اللہ کانفرنس کو فرقہ واریت قرار دیا جا رہا ہے یہ ملک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے اگر اس میں ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تحفظ نہیں ہو سکتا تو (واہگہ) بارڈر ختم کر دو

میں خیر آبادی ہوں چاپلوسی سے کام نہیں لوں گا قاتل نامعلوم ہوتو پرچہ کاٹ دیا جاتا ہے شاہی مسجد کے معاملے پر پرچہ کیوں نہیں کاٹا گیا؟

گورنر سے بات ہوئی ہے اس نے ہمیں ٹالنے کیلئے کہا ہے یہ وفاقی مسئلہ ہے ہمارا مطالبہ ہے کہ اسے فوراً تبدیل کیا جائے میں نے مسجد شہید گنج کی تحریک دیکھی اور امیر ملت سید پیر جماعت علی شاہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت بھی کی اس تحریک میں انگریز کی گولیاں کھا کر چھ چھ مسلمان گرتے رہے یہ تحریک اس سے بھی اہم ہے تحریک پاکستان بھی دیکھی ہے یہ تحریک اس سے بھی اہم ہے یہ تحریک پاکستان کے مقصد کی حفاظت کیلئے ہے ہم نے تحریک ختم نبوت بھی دیکھی کسی قادیانی کی جرأت نہیں ہے کہ وہ مردہ باد کا نعرہ لگائے کیا آپ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیلئے قربانی دینے کیلئے تیار ہیں؟

سب نے بیک زبان کہا ہم تیار ہیں گویا کہ قبلہ استاذی المکرم زبان حال سے فرما رہے تھے کہ

بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے
دین پہ مرمٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
پست وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا
دونوں جہاں میں ان کا چرچا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

رات کو ساڑھے بارہ بجے یہ کانفرنس سلام اور دعا کے بعد اختتام کو پہنچی۔

خاک ترتب بھی ہو جائے گی تیری عنبر فشاں
لوح عشق مصطفیٰ ﷺ اس پر نصب ہونے کے بعد

تحریک پاکستان اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ

1946ء میں جب آپ بطور مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ (بھیرہ شریف) ضلع سرگودھا میں تشریف فرما تھے ان دنوں میں تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی۔

ضلع سرگودھا میں مسلم لیگ کے صدر حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صاحب علیہ رحمتہ تھے اور پیر محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین بھیرہ شریف ایک مجاہد کامل تھے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب علاقہ کا ایک بھرپور دورہ کرتے تھے اس مرتبہ انہوں نے قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ کو بھی دورہ میں شامل کر لیا اور قبلہ استاذی المکرّم کی شرکت کی وجہ سے تمام طلباء بھی اس دورے میں شریک ہوئے گویا کہ پورا مدرسہ اس دورے میں شریک ہوا آپ نے قریہ قریہ نگر نگر اور بسی بستی مسلم لیگ اور پاکستان کا پیغام پہنچایا اور اس شان سے کہ اپنا مشن تدریس بھی ترک نہ کیا بلکہ مطالعہ بھی جاری رہا اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی اِدھر آپ کے استاذی گرامی فقیہ العصر مولنا یار محمد بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ بھی مسلم لیگ کی ڈٹ کر حمایت کر رہے تھے ان دنوں پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فتویٰ جو مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے گا بڑا چرچہ تھا آپ نے بھی اس کی تصدیق کی اور مسلم لیگ کی حمایت میں سینہ سپر ہو گئے۔

تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ کا کردار

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ نے جمعیت علماء پاکستان کے سٹیج سے نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں بھرپور کردار ادا کیا آپ جمعیت علماء پاکستان کی مجلس شوریٰ کے چیئرمین اور نائب صدر کی حیثیت سے علماء اہلسنت و جماعت کی مساعی میں بھرپور شرکت کرتے رہے اور باوجود گونا گوں مصروفیات کے جمعیت کے اجلاسوں میں باقاعدہ شرکت فرماتے تھے اور آپ قائد اہلسنت مولنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کی قیادت پر مطمئن تھے اور آپ کو امامت

کا حقدار سمجھتے تھے قبلہ استاذی المکرّم فرماتے تھے کہ خوش قسمتی سے جمعیت علماء پاکستان کو مولٰنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کی قیادت حاصل ہے اور ان میں اسلام کے نظریہ امامت کے مطابق مسلمانوں کے امام بننے کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں میری تجویز یہ ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت امامت کی جائے۔

مولٰنا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو انتہائی با اخلاق ملنسار حق گو صالح پرہیز گار متقی اور بزرگ عالم دین ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مولٰنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ بالفرض اگر مجھے بھی کسی اجلاس سے نکال دیں تو میں پھر بھی اپنا ووٹ جمعیت کو دوں گا۔ کیونکہ جمعیت کا پروگرام پاکیزہ ہے اور نظام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ آخری دم تک جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ رہے اور مولٰنا شاہ احمد نورانی کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے رہے اس طرح قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ بھی قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ کا بے حد احترام فرماتے اور آپ کی تجاویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے جب مولٰنا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتے تو انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ ملتے کبھی قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا رومال چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور کبھی آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور کبھی آپ کا عصا مبارک چوم کر آنکھوں پر لگاتے یہ تھی قبلہ نورانی صاحب نور اللہ مرقدہ کی استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت اور علماء دین کی عزت افزائی۔

تواضع کند ہوشمند گزین
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

جمعیت علماء پاکستان

روڈ۔ مال روڈ۔ لاہور۔ فون

خط نمبر ۲۸۶
مورخہ ۲۷ رجب ۱۴۱۰ھ

گرامی قدر والا مرتبت استاذ العلماء زید مجدہم
حضرت مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے۔ طالب دعا بخیریت ہے۔

جمعیت علماء پاکستان کی عاملہ و شوریٰ کا مشترکہ اجلاس ۲۸ جون بروز بدھ صبح ۱۰ بجے دفتر جمعیت علماء پاکستان اسلام آباد میں فقیر نے طلب کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں عرض کرنا تھا کہ اپنے قیمتی وقت میں تھوڑا وقت مرحمت فرمائیں اور اپنے ارشادات سے ہم مستفید فرمائیں۔

احباب پریشان حال ہیں۔ آپ کی تشریف آوری کا منتظر

فقیر شاہ احمد نورانی

کوچہ سیاست کی چکا چوند میں بے داغ کردار کا نام شاہ احمد نورانی ہے حضرت نورانی میاں خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت مولٰنا شاہ عبدالعلیم صدیقی مرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے نور نظر تھے بے داغ کردار پختہ استدلال میٹھا لہجہ میٹھا دلکش انداز بیان دیانت اور متانت یہ نورانی میاں کی ایسی خوبیاں تھیں جو کہ کم ہی کسی کو عطا ہوتی ہیں صاحب طرز خطیب تھے اور جب دوران خطبہ آیات الٰہی کی تلاوت فرماتے تو سماں باندھ دیتے عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کا طرہ امتیاز تھا مستقل مزاجی اور زرہ نوازی آپ کی فطرت میں ایسی ودیعت کر گیں کہ دنیا پرستی دولت اندوزی اور زرگری کے دور میں بھی جس حجرے سے نکل کر وادی سیاست میں آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب پر چھا گئے اسی حجرے میں اپنی حیات مستعار کے شب و روز بسر کر دیے جس مسجد میں نماز تراویح[1] میں قرآن حکیم کی تلاوت شروع کی آخری سال تک اسی مسجد کے منبر و محراب کو رونق بخشی۔

کئی بازیچہ اطفال کو آپ نے انگلی پکڑ کر سیاست کے میدان میں چلنا سکھایا اور جب وہ کچھ چلنا سیکھ گئے تو خود ہی رہبر بن گئے خدا کی قدرت ان گمشدہ بچوں کے سامنے اس وقت نورانی میاں جیسا کوہ ہمالیہ بھی نہیں ہے' راستہ بالکل صاف ہے' تو پھر ان بلند و بانگ دعوؤں کے ساتھ میدان عمل میں، کیوں نہیں اترتے جن کا ذکر حیات نورانی میں بڑے بھدے انداز میں ہوتا تھا۔ حضرت نورانی صاحب نسبی طور پر طرفین کی جانب سے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد[2] میں سے تھے۔

۱۔ راقم الحروف کو بھی قبلہ نورانی صاحب رحمۃ اللہ کی امامت میں نماز تراویح پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے آپ بالکل سنت کے مطابق نماز تراویح پڑھاتے یعنی چار رکعت پڑھا کر بیٹھ جاتے اور اتنی ہی دیر ذکر و اذکار کرتے تھے پھر چار رکعت پڑھا کر بیٹھ جاتے۔

۲۔ ایک مرتبہ راقم الحروف کی موجودگی میں قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ نے قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ جب غار ثور میں سانپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ڈسا تھا اس کا نشان آپ کے جسم پر تھا اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے جو آدمی بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو اس کے جسم پر بھی ضرور نشان ہوتا ہے تو آپ بھی صدیق اکبرؓ کی اولاد سے تھے اور آپ کے جسم پر بھی نشان تھا جو قبلہ استاذی المکرم کو دکھایا۔ راقم الحروف نے قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کے چھوٹے صاحبزادے صاحبزادہ شاہ اویس نورانی سے پوچھا کیا آپ کے جسم پر بھی نشان موجود ہے آپ نے اپنے قدم پر مجھے نشان دکھایا۔

خون صدیقیؓ ہی کا اثر تھا کہ آپ نے اپنی ساری زندگی تحفظ ناموس رسالت اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے وقف کر دی تحریک ختم نبوت 1953ء میں کراچی کی سطح تک خدمات سرانجام دیں اور تحریک ختم نبوت 1974ء میں قائدانہ کردار ادا کیا اسی تحریک میں آپ نے قومی اسمبلی میں ملت اسلامیہ کی جانب سے قادنیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے قرارداد پیش کی۔

جسے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔مرزا قادیانی کے خلاف جس ہستی نے سب سے پہلے علم بلند کیا وہ میرے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت فخر اہلسنت نائب غوث الوریٰ، جبل العلوم، آیۃ من آیت اللہ، حجۃ اللہ علی الارض حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی ہے اور آپ کے بعد قادنیوں کے خلاف جس ہستی نے کام کیا ہے وہ قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کی مرقدوں پر اپنی رحمتوں کا نزول برسائے آمین ثمہ آمین

تحریک ختم نبوت 1984ء میں بھی آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا اس نتیجے میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کی بدولت قادنیوں کی طرف سے شعائر اسلام کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی۔

نصف صدی سے زائد آپ نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و رفعت اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم کو اٹھائے رکھا ان گنت قادیانی آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے آغوش امن میں آئے آج جمعیت علمائے پاکستان ورلڈ اسلامک مشن فدایان ختم نبوت اور دیگر گئی ادارے اپنے محبوب حق گو اور بے لوث قائد کی راہ دیکھ رہی ہیں۔لیکن صدیقی شہزادہ ان سے بہت دور عالم ارواح میں خاتم النبین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ علیہ تین سال اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے ہیں اور

جب بھی کونسل کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوتا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ ضرور قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی سے ملاقات فرماتے ایک مرتبہ دورانِ گفتگو قائد اہلسنت نے قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا کہ کیا حضور پیر مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ نے بھی دیوبندیوں اور وہابیوں کی تکفیر فرمائی ہے۔

تو قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ کی کتاب اعلاء کلمۃ شریف سے مندرجہ ذیل عبارت پڑھ کر آپ کو سنائی۔

عبارت الحاصل مابین اصنام و ارواح کمل فرقیست بین و امتیازیست باهر پس آیات وارده فی حق الاصنام را بر انبیاء و اولیاء صلوات الله و سلامه علیهم اجمعین حمل نمودن کمافی تقویة الایمان تحریفی است قبیح و تخریبی است شنیع۔

مندرجہ ذیل عبارت سن کر قائد اہلسنت خوب خوش ہوئے قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبارت کی وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ نے پرانے علماء درسِ نظامی کا طریقہ اختیار فرمایا ہے اور فرمایا کہ کمافی تقویة الایمان تحریفی است قبیح و تخریبی است شنیع حضور پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح نہیں فرمایا کہ مولوی اسماعیل گفتہ بلکہ فرمایا فی تقویة الایمان تحریفی است قبیح اگر آپ مولوی اسماعیل گفتہ فرماتے تو ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ ''تقویۃ الایمان'' اسماعیل دہلوی کی تصنیف نہیں ہے تو آپ نے متقدمین علماء کا طریقہ اختیار فرمایا ہے۔

اب راقم الحروف اپنا ذاتی مشاہدہ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کے متعلق تحریر کرتا ہے میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کامل میں جو اوصاف پائے جاتے ہیں قائد اہلسنت میں بدرجہ اتم وہ تمام اوصاف موجود تھے بندہ ناچیز ان میں سے صرف ایک کا ذکر کرتا ہے۔

قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی حد درجہ کے سخی آدمی تھے اور ہر وقت آپ کے ہاتھوں سے خیرات تقسیم ہوتی رہتی تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا السخی حبیب الله کہ سخی اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے بے شک قائد اہلسنت اللہ کے حبیب تھے رمضان المبارک میں آپ کا نورانی دستر خوان اس طرح بچھتا ہے جس طرح مسجد نبوی شریف میں دستر خوان بچھتے ہیں سحری اور افطاری کے وقت نورانی صاحب کے دستر خوان پر تقریباً سوافراد سے لیکر دوسوافراد تک لوگ سحری اور افطاری کرتے ہیں جس میں دستر خوان پر طرح طرح کے کھانے پیش کیے جاتے ہیں اور انفرادی طور پر ہر آدمی سے نورانی صاحب پوچھتے تھے کہ کوئی چیز چاہیے اگر کوئی آدمی کہتا کہ ہاں تو آپ اپنے ہاتھوں سے ان تک وہ چیز پہنچاتے اب آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادگان والاشان بھی اپنے والد گرامی کی طرح رمضان المبارک میں سحری اور افطاری کا اہتمام بڑے ذوق وشوق سے کرتے ہیں آپ کے دستر خوان کا دولہہ صاحبزادہ شاہ اویس نورانی زید مجدہ ہوتے ہیں جو اپنے والد گرامی کی طرح مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں جس سے نورانی میاں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے قائد اہلسنت کو دو صاحبزادے عطا فرمائے ہیں بڑے صاحبزادے شاہ انس نورانی صدیقی جو شکل صورت میں نورانی میاں کے مشابہ ہیں دوسرے صاحبزادے شاہ اویس نورانی صدیقی میں جو سیرت میں نورانی میاں کے مشابہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ دونوں صاحبزادگان کو عمرے خضری عطاء فرمائے آمین ثم آمین۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسلامی نظریاتی کونسل میں خدمات

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ تین سال اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے ہیں اور آپ کسی عام مولوی کی طرح آبلہ مسجد نہ تھے بلکہ ایک وجود میں مختلف انواع کی بیشمار خوبیوں کا خوبصورت مجموعہ تھے آپ نے قوانین اسلام کی تدوین کے سلسلہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے فورم پر بھی کام کیا اور اسلامی نظریاتی کونسل جیسے عظیم ادارے میں اپنی خدمات کا لوہا منوا کر علمی و تحقیقی کام سرانجام دینا آپ ہی کا خاصہ تھا۔

نوٹ: (اسلامی نظریاتی کونسل میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ تھے)

جب کہ اہلسنت و جماعت میں سے قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ صاحبزادہ سید حامد سعید شاہ صاحب کاظمی مفتی شجاعت علی صاحب قادری کراچی اور مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب صاحبزادہ سعید احمد گجراتی صاحب' صاحبزادہ میاں عبدالباقی صاحب ہمایوں شریف' جیسی ہستیاں نمایاں تھیں یہ تمام حضرات قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ کی تجاویز کو تمام فیصلوں میں حتمی قرار دیتے علاوہ ازیں اسلامی نظریاتی کونسل کے تمام اراکین خواہ وہ کسی بھی مکتبہ فکر سے منسلک تھے قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ کی تجوید کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اسلامی نظریاتی کونسل میں علماء کے علاوہ وکلا و سیاسی حضرات بھی موجود تھے ایک دفعہ ایک صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار انگریزی زبان میں کیا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا ترجمہ بیان کریں تو انہوں نے کہا کہ آپ کو انگریزی پڑھی چاہیے تھی تو پھر جب قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کی باری آئی تو آپ نے اپنے خیالات کا اظہار فصیح عربی میں فرمایا جس پر تمام حضرات بشمول چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل سراپائے عجز ہو گئے اور کہنے لگے کہ بندیالوی آپ اس کا ترجمہ بیان کریں تو آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو عربی کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے تھی اس کے بعد جو صاحب بھی انگلش میں بات کرتا اس کا ترجمہ بھی بیان کرتا۔

ایک مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل میں اجلاس کے دوران فقہ کے متعلق بات چل پڑی

تو قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی جزئیات کی انبار لگادیے اسلامی نظریاتی کونسل کے رکنوں میں سے ایک رکن ڈاکٹر عبدالواحد حالی پوتہ صاحب تھے وہ فرمانے لگے بندیالوی صاحب ہم تو آپ کو صرف منطقی خیال کرتے تھے آج پتہ چلا ہے آپ فقہ میں ابوحنیفہ کے جانشین معلوم ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ جو بھی اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس ہوتا تھا پہلے اس کا اجنڈا طے ہوتا تھا کہ اجلاس میں مندرجہ ذیل مسائل پر گفتگو ہوگی تو قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پوری تیاری کر کے اجلاس میں شریک ہوتے اور اپنے ساتھ کتابوں کا ذخیرہ رکھتے جب کہ دوسرے رکن خالی فائیل لے کر اجلاس میں شریک ہوتے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظریاتی کونسل میں ایک رکن کی حیثیت سے بے شمار خدمات سرانجام دی ہیں اور مقالہ جات تحریر کیے ہیں جو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا حصہ ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسلامی نظریاتی کونسل میں خدمات

انبیاء کرامؑ و اولیاء کرامؒ اور الہامی کتابوں کے پیروکاروں میں سے کسی کی توہین اور اس کی سزا۔

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین بذلوا فی اشاعتہ الدین مھجہ ' امابعد وزارت مذہبی امور کی طرف سے اسلامی نظریاتی کونسل سے یہ پوچھا گیا ہے کہ ایسے شخص کا کیا حکم ہے جو پیغمبروں اولیاء کرام اور الہامی کتابوں کے پیروکاروں میں سے کسی کی بھی توہین کرتا ہے اس کی کیا سزا ہے مذکورہ بالا سوال کی تین اجزاء ہیں۔

جزءاول۔ جو آدمی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کسی ایک کی توہین کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔

جز دوم۔ اولیاء اللہ تعالیٰ سے کسی کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے اس کو کیا سزا ملنی چاہیے۔

جز سوم۔ الہامی کتابوں کے پیروکاروں میں سے کسی کی توہین کرتا ہے اس جرم کی کیا سزا ہے بندہ تینوں اجزاء کا بالترتیب یہاں جواب عرض کرتا ہے۔ جز اول کے متعلق عرض یہ ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ بقرہ میں ہے۔ قولہ تعالیٰ یا الھا الذین آمنو لا تقو لو راعنا وقولو انظرنا واسمو اوللکافرین عذاب مھین) خلاصہ مطلب آیۃ کریمہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مومنو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کسی خاص موقع پر خطاب کرنا چاہو تو لفظ راعنا کے ساتھ خطاب نہ کرو بلکہ تم پر ضروری ہے کہ لفظ اُنظرنا کے ساتھ خطاب کرو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم خطبہ اور تقریر فرماویں تو توجہ اور کان لگا کر سنیں تاکہ تم کو اُنظرنا کی بھی ضرورت نہ پڑے اور کافروں کیلئے سخت عذاب ہے۔ آیۃ مبارکہ کی تفصیل سے قبل بندہ تین تمہیدی مقدمات ذکر کرتا ہے تاکہ آیت مبارکہ کے سمجھنے میں

آسانی ہو۔

مقدمہ اول ۔ آیۃ مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں کو ایک لفظ سے نہی اور منع فرمایا ہے اور وہ ہے لا تقولو ا راعنا یعنی راعنا کا لفظ نہ کہو لا تقولوا گریمر کے لحاظ سے نہی کا صیغہ ہے اور اس نہی کے ذریعہ لفظ راعنا سے منع فرمایا ہے اور احناف کے نزدیک نہی میں اصل تحریم ہے یعنی جس شئی سے اللہ تعالیٰ نہی اور منع فرمادے وہ چیز نہی کے بعد حرام ہو جاتی ہے چونکہ آیۃ مذکورہ بالا میں لفظ راعنا سے منع فرمایا گیا ہے لہٰذا بعد از نہی اس لفظ راعنا کا تلفظ مسلمانوں پر حرام ہو گیا ہے نیز اسی آیۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں کو ایک لفظ کا امر کیا ہے اور حکم فرمایا ہے وہ ہے قولو انظر نا یعنی انظر نا کا لفظ کہو قولوا گریمر کے لحاظ سے امر کا صیغہ ہے اور اس صیغہ امر کے ذریعہ لفظ انظر نا کا حکم دیا ہے اور احناف کثیر ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک امر میں اصل ایجاب اور وجوب ہے یعنی جس شئی کا اللہ تعالیٰ امر کرے اور حکم فرمائے یہ شئی بعد از امر مسلمانوں پر واجب ہو جاتی ہے اور اس شئی کا ترک حرام ہو جاتا ہے چونکہ آیۃ مبارکہ میں لفظ انظرنا کا امر کیا گیا ہے لہٰذا بعد از امر انظر نا کا تلفظ مسلمانوں پر واجب ہو گیا۔

یہاں تک مقدمہ اول ختم ہوا۔

مقدمہ دوم ۔ انسان باعتبار ذہن اور ذکاوت کے تین قسم ہیں۔

قسم اول ۔ ذکی کہ جب کوئی مسئلہ سنا تو فوراً سمجھ گیا اگرچہ وہ مسئلہ پیچیدہ کیوں نہ ہو

قسم دوم ۔ متوسط یعنی اس میں درمیانہ درجہ کی ذکاوت ہو کہ اگر پہلی فرصت میں تو مشکل مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا لیکن ذرا غور کیا جائے تو سمجھ آجاتا ہے۔

قسم سوم ۔ غبی یعنی اس میں ذکاوت قسم دوم متوسط سے کم ہوتی ہے کہ مشکل مسئلہ تب سمجھتا ہے کہ مقرر یا تو مسئلہ کو آہستہ آہستہ بیان کرے یا کہ مسئلہ کی تقریر متعدد بار کرے حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو تقریر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین میں

فرماتے عموماً اس کو تین دفعہ دھراتے۔ محدثین نے اس کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ انسان عموماً زکاوت کے لحاظ سے تین قسم ہوتے ہیں۔

اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تین دفعہ تقریر سے ہر طبقہ کی رعایت فرماتے مقدمہ دوم ختم ہوا۔

مقدمہ سوم۔ آیۃ مذکورہ بالا میں جو لفظ داعنا ہے عربی گریمر کے لحاظ سے اس میں دو احتمال ہیں۔

احتمال اول۔ ''راع'' امر کا صیغہ ہے اور لفظ ''نا'' ضمیر متکلم ہے اور یہ رعایت اور مراعات سے مشتق ہے اور باب مفاعلہ سے ہے جس کا یہ معنی ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے خطاب اور تقریر میں ہماری رعایت فرماویں یعنی آپ آہستہ آہستہ تقریر فرماویں یا کہ دوبارہ تقریر فرماویں تاکہ ہم مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں جو صحابہ کرام مشکل مسائل کو پورا پورا نہیں سمجھ سکتے تھے وہ داعنا کے لفظ کا استعمال کرتے تھے کہ آپ ہماری رعایت فرماویں اور تقریر آہستہ آہستہ کریں تاکہ ہم مشکل مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں اس احتمال اول میں کوئی گستاخی نہیں ہے۔

احتمال دوم۔ یہ کہ لفظ داعنا اسم فاعل کا صیغہ ہے اور رعونتہ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی جہالت ہے اور داعِنٌ اسم فاعل کا صیغہ جسکا معنی جاہل ہے اور آخر میں الف اطلاق کا ہے جو عربی محاورۃ میں آواز کو طویل کرنے کیلئے آتا ہے اور حرف نداء یہاں محذوف ہے جس طرح عربی محاورۃ میں یا زیدا مستعمل ہوتا ہے تو اس احتمال دوم میں لفظ داعنا کا معنی ای جاہل ہوگا اور اس میں شدید توہین اور گستاخی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جو یہودی مدینہ شریف میں رہتے تھے وہ لفظ داعنا بول کر یہ دوسرا معنی مراد لیتے تھے اور ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین اور گستاخی تھا اور یہ خبیث معنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل میں نہیں ہوتا تھا بلکہ اس معنی خبیث کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا ان تین

مقدمات کے بعد بندہ آیۃ مبارکہ مذکورہ بالا کا مطلب بیان کرتا ہے آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مسائل کی تبلیغ فرماتے تو جو صحابہ تقریر کو پورا نہ سمجھ پاتے وہ راعنا کا لفظ استعمال کرتے جس کا مطلب یہ تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تقریر میں ہماری رعایت فرماویں اور تقریر آہستہ آہستہ کریں اور دوبارہ تقریر فرمائیں تا کہ ہم سمجھ جائیں مدینہ منورہ کے یہودی جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دشمن تھے اور آپ کی توہین اور گستاخی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جب انہوں نے سنا کہ صحابہ کرام لفظ راعنا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خطاب کرتے ہیں اور ان کی مراد رعایت اور مراعات ہے تو یہودیوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راعنا کہنا شروع کر دیا اور وہ دل میں دوسرا معنی مراد لیتے تھے یعنی راعنا کو رعونت سے مشتق خیال کرتے تھے اور ان کا مقصد گستاخی تھا۔ تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے علام الغیوب اور علیم بذات الصدور ہے اور یہود کے بدارادہ کو جانتا تھا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین اور گستاخی کو بہت ہی ناپسند فرمایا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور صحابہ کرام کو بھی راعنا کے لفظ کے استعمال سے منع کر دیا کہ اگرچہ صحابہ کرام لفظ راعنا سے گستاخانہ معنی مراد نہیں لیتے تھے لیکن یہود کو اس لفظ راعنا سے گستاخی کا موقع مل گیا اور یہ لفظ گستاخی کا سبب بن گیا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں کو بھی یہ لفظ استعمال کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو انظرنا سے خطاب کرو جس کا معنی یہ ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہماری طرف توجہ فرماؤ اور مسائل کی تقریر اس طرح فرماؤ کہ ہم بھی سمجھ جائیں چونکہ لفظ انظرنا کے ایسے دو معنی نہیں کہ ان میں ایک گستاخانہ ہو تو یہ لفظ گستاخی کا سبب نہیں بنے گا۔ اسی آیۃ میں اسمعوا کا لفظ ہے یہ اس لیے فرمایا کہ تم کو جو لفظ انظرنا کا حکم ہوا ہے اور اس کی اجازت مل گئی ہے تو اس لفظ کو بھی بے موقع اور بغیر ضرورت کے استعمال نہ کرو بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تقریر فرماویں تو بڑی توجہ سے سنو تا کہ تم کو انظرنا کہنے کی بھی ضرورت نہ پڑے غور فرماویں اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے

حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت وحرمت کا کس قدر لحاظ فرمایا ہے اس کے بعد فرمایا قولہ تعالیٰ وللکافرین عذاب مھین یعنی کافروں کے لیے عذاب ہے یہاں پر بعض تفاسیر میں ایک اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ علم بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب ایک چیز کا ذکر آ جائے اور پھر بعد میں اسی چیز کا ذکر کرنا ہو تو پھر اگر دوبارہ اس کو ذکر کرنا ہو تو اسکو ضمیر کر کے لاتے ہیں تو اس قاعدہ کے مطابق وللکافرین کی جگہ ولھم عذاب کیوں نہیں لایا گیا۔ تو اس کا جواب دو طرح پر دیا گیا ہے۔

وجہ اول۔ اگر ولھم کہا جاتا تو یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس نہی کے بعد اگر پھر کوئی راعنا کہدے تو اس کا کیا حکم ہے تو جب وللکافرین کہا تو پتہ چلا کہ اس نہی کے بعد اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راعنا کہدیا تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اہانت کی تو وہ اہانت کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اگر چہ یہ کہنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

وجہ دوم۔ اگر وللکافرین کی جگہ ولھم عذاب مھین کہا جاتا تو یہ پتہ نہ چلتا کہ یہ عذاب شدید ان کو کیوں ہوگا تو جب للکافرین عذاب مھین کہا گیا تو پتہ چلا کہ عذاب شدید کفر اور نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اہانت کیوجہ سے ہے اس آیۂ کریمہ سے یہ پتہ چلا کہ اگر ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک معنی درست اور اس میں توہین کا شائبہ نہ ہو اور دوسرے معنی میں توہین ہو تو ایسا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق استعمال کرنا کفر ہے اگر استعمال کنندہ کی مراد معنی اول ہو او ہو اس کا یہ عذر قبول نہ ہوگا کہ میری مراد اہانت والا معنی نہیں ہے بلکہ میری مراد وہ معنی ہے جس میں اہانت کا احتمال نہیں ہے۔ آیت مذکورہ بالا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق ہے لیکن سب انبیاء علیہم والصلوٰۃ والسلام کا حکم ایک ہے لہذا ثابت ہوا کہ ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر ہے تو اب وزارت مذہبی امور کی طرف سے جو سوال کیا گیا اس کی جزءاول کا جواب قرآن کریم کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ انبیاء اللہ سے کسی ایک کی توہین کفر ہے اب اسی جزءاول کا جواب فقہ کے لحاظ سے واضح کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔ درر الاحکام شرح غرر الاحکام میں

ہے(اما اذا سبه او واحد امن الانبیاء صلوات الله وسلامه علهیم اجمین مسلم فانه یقتل حدا ولا توبة له ا اصلا سواء بعد القدرة علیه والشهادة اوجاء تائبا من قبل نفسه کالزندیق لانه حدو جب فلا یسقط بالتبوته ولا یتصور خلاف لا حد لا نه حد تعلق به حق العبد فلا یسقط بالتبوته کسائر حقوق الا دمیین وکحد القذف لا یزول بالتوبه ولکونه حق الخیر قلنا اذا شتمه سکران لا یعفی ویقتل ایضا حدا وهذا مذهب ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه والا مام الاعظم والثوری واهل الکوفه والمشهورمن مذهب مالك واصحابه قال الخطابی لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتله اذاکان مسلما وقال ابن سحنون المالکی اجمع العلماء ان شاتمه کافر وحکمه القتل ومن شك فی عذابه وکفره کفر وقد استوفی الکلام فی هذا الباب فی الکتاب المسمٰی بالیسف المسلول علی من سب الرسول) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا کسی اور نبی کی گستاخی اوراہانت کی تو وہ حد کی طور پر قتل کیا جائے گا اور اگر وہ توبہ بھی کرے تو حد ساقط نہ ہوگی کیونکہ یہ حد حقوق العباد ہے لہذا اس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا بلکہ جس بندہ کا حق ہے وہی معاف کرسکتا ہے لہذا جس مسلمان نے کسی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین کی اور وہ واجب القتل ہوا تو یہ قتل اس نبی کا حق ہے اور اس کو وہی نبی معاف کرسکتا ہے لہذا گستاخی کرنے والے کی توبہ سے یہ قتل کی سزا ساقط نہ ہوگی جیسا کہ دوسرے حقوق العباد کا حکم مثلاً کسی مسلمان پر حد قذف ثابت ہوئی اور پھر قاذف نے توبہ کرلی تو اس توبہ سے حد قذف زائل نہ ہوگی کیونکہ یہ حد قذف بھی حقوق العباد سے ہے اور اس کو وہی معاف کرسکتا ہے جس کا یہ حق ہے لہذا توبہ سے حد قذف زائل نہ ہوگی اس طرح کسی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جب کوئی مسلمان گستاخی اور توہین کرتا ہے اور وہ حد کی طور پر واجب القتل ہوتا ہے تو یہ قتل بھی اسی نبی کا حق ہے جس کی توہین کی گئی لہذا اس قتل کو وہی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم معاف کرسکتا ہے نہ کہ کوئی اور لہذا توبہ سے یہ حد زائل

نہ ہوگی اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حقوق العباد توبہ سے زائل نہیں ہوتے اسی لیے اگر کسی مسلمان نے نشہ کی حالت میں کسی نبی کی گستاخی اور توہین کی تو یہ بھی حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور چونکہ یہ قتل بھی حقوق العباد سے ہے لہذا اس کو معاف نہیں کیا جائے گا اور یہ مندرجہ ذیل بزرگوں کا مذہب ہے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ اور امام ثوری اور اہل کوفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہم اور حضرت خطابی نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی نبی کی توہین کرے تو یہ مسلمان واجب القتل ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ کسی نبی کا گستاخ کافر اور اس کی سزا قتل ہے اور جو مسلمان اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس مسئلہ کی پوری تفصیل اس کتاب میں ہے جس کو امام ابن تیمیہ نے تصنیف کیا اور اس کتاب کا نام السیف المسلول علیٰ من سب الرسول ہے یہاں تک بندہ نے قرآن پاک اور اجماع امت اور درر الحکام جو کہ فقہ حنفی کی مستند کتاب ہے سے ثابت کیا ہے کہ کسی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گستاخی اور توہین کرنے والا مسلمان کافر واجب القتل بطور حد ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں ہے اسی مسئلہ کو علامہ شامی ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر کیا ہے عبارت ملاحظہ ہے (وکذالك ذكر جماعته آخرون من اصحابنای الحنابله انه يقتل ساب الرسول صلى الله عليه واله وسلم ولا تقبل توبته سواء كان مسلماء و كافرا) علامہ ابن عابدین نے یہ عبارت ابن تیمیہ کی ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حنابلہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گستاخی اور توہین کی ہے اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر علامہ ابن عابدین نے ایک اور جگہ پر اپنا مختار ان الفاظ میں ذکر فرمایا (والحاصل انه لاشك ولا شبهته فی كفر شاتم الرسول صلى الله عليه واله وسلم وفی استباحته قتله و هوا المنقول عن الائمته الاربعة وانما الخلاف فی قبول توبته اذا اسلم فعندنا وهو المشهور عند الشا فعية القبول

وعند لمالکیتہ والحنابلہ عدمہ) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گستاخی اور توہین کی اس کے کفر اور قتل میں کوئی شک اور شبہ نہیں اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے ائمہ میں اختلاف صرف اس میں ہے کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی توبہ قبول ہو گی یا نہ احناف اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ توبہ قبول ہو گی اور مالکیہ اور حنابلہ کا یہ قول ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ ہو گی یہ جاننا ضروری ہے کہ جو حکم جناب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گستاخی کا ہے وہی حکم دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ہے مذہبی امور کی وزارت کی طرف سے جو سوال نظریاتی کونسل کی طرف آیا تھا اس سوال کے تین اجزاء تھے یہاں تک جزء اول کا جواب ختم ہوا اب جز دوم کا جواب ملاحظہ ہو۔

جز دوم۔ یہ تھی کہ انبیاء علیم الصلوۃ والسلام کے سوا جو اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اگر کوئی آدمی ان کی گستاخی اور توہین کرے تو اس کا کیا حکم اور اس کی کیا سزا ہے تو گزارش ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰ والسلام کی اکثریت میں تو مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن کسی ولی کی ولایت میں تو اختلاف ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کہہ دے کہ جس ولی کی گستاخی اور توہین کا مجھ پر الزام ہے اس کو میں ولی نہیں مانتا لہذا میں نے کسی ولی کی نہ تو گستاخی کی ہے اور نہ توہین تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی ولایت کس طرح ثابت کی جائے گی تو اس سوال کے دو جواب ہیں۔

جواب اول۔ کئی اولیاء کرام ایسے ہیں کہ ان کی ولایت تواتر سے ثابت ہے لہذا ان کی ولایت کا انکار تواتر کا انکار ہے لہذا ان کی ولایت کا انکار معتبر نہ ہو گا جس آدمی نے ان کی توہین اور گستاخی کی ہے اس نے یقیناً ولی کی گستاخی اور توہین کی ہے اب بندہ اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہے۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی قدس سرہ العزیز خواجہ غریب نواز اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ بہاول حق زکریا ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ لہذا جو آدمی اس قسم کے اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گستاخی اور توہین کرے گا یہاں اس کا حکم بیان کیا جائے گا۔

جواب دوم۔ جو آدمی کسی ولی کی گستاخی اور توہین کرتا ہے اگر چہ وہ آدمی تو اس کو ولی نہیں مانتا لیکن دوسرے مسلمانوں کے نزدیک تو وہ ولی ہے تو جب کسی نے اس ولی کی گستاخی اور توہین کی تو اس نے ان مسلمانوں کا دل دکھایا جن کے نزدیک وہ ولی ہے اور کوئی قانون اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمانوں کے بزرگوں کی توہین اور گستاخی کر کے ان کے معتقدین کا دل دکھائے یہاں ایک اور سوال بھی ہوتا ہے کسی نے جو کسی ولی کی توہین کی ہے تو یہ فیصلہ کون کرے گا کہ یہ توہین ہے وہ آدمی کہہ سکتا ہے کہ جس توہین کا مجھ پر الزام ہے یہ توہین ہی نہیں ہے تو اب توہین کا بھی کوئی معیار ہونا چاہیے جس سے پتہ چلے کہ یہ توہین ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ توہین کا معیار عرف ہوگا عرف عام اور عرف خاص سے پتہ چل جائے گا کہ یہ توہین ہے یا نہ اور توہین کرنے والا بھی اپنے عرف کے ذریعہ معلوم کرلے گا کہ میں نے توہین کی ہے لہذا وہ توہین سے انکار نہیں کرے گا اور اگر انکار کرے تو چند دیانتدار ماہرین سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا یہ توہین ہے؟ یا نہ تو ان کا فیصلہ ناطق ہوگا لہذا اس توہین پر سزا دی جاسکتی ہے اب یہ جاننا ضروری ہوگا کہ اس توہین پر کونسی سزا دی جائے گی اب بندہ اس کی تحقیق کرتا ہے کہ وہ توہین یا تو ایسی ہوگی جس پر شرع شریف میں حد معین کی گئی ہے اور یہ توہین ایسی نہیں اگر توہین ایسی ہے کہ اس پر شرعاً حد ہے مثلاً کسی نے زنا کی تہمت لگائی اور زنا ثابت نہ کر سکا تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو حد قذف لگائی جائیگی اور اگر وہ توہین ایسی ہے کہ اس پر شرعاً حد مقرر نہیں ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور تعزیر کا تعین جج اور قاضی اپنی رائے سے مقرر کریگا جیسا کہ شرع شریف کا قانون ہے اور تعزیر کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے یہاں تک بندہ نے نفس توہین پر بحث کی کہ وہ توہین کیسی ہے تو اب بندہ اس ذات پر بحث کرتا ہے کہ جس ذات کی توہین کی گئی ہے اس کے دو قسم ہیں۔

قسم اول۔ وہ ذات حضرت ابوبکر صدیق ہے یا امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر کسی نے ابوبکر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گستاخی یا توہین کی تو اس کے متعلق تنویر الابصار اور در مختار میں مذکور ہے ملاحظہ ہو (من سب الشخین او طعن

فیهما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وهو المختار للفتویٰ وجزم به فی الاشباه واقره المصنف قائلا وهذا یقوی القول بعدم قبول توبته ساب الرسول صلی الله علیه واله وسلم وهو الذی ینبغی التعویل عیه فی الا فتاء والقضاء رعایته لجانب حضرة المصطفےٰ صلی الله علیه واله وسلم) خلاصہ عبارت یہ ہے اگر کسی نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں یا ایک کی گستاخی اور توہین کی یا کہ ان میں طعن کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور اسی کے ساتھ دبوسی اور ابو اللیث نے فتوی دیا اور یہی فتویٰ کیلئے مختار ہے اور کتاب اشباہ والنظائر میں جزم کیا گیا ہے اور اسی کو مصنف نے پختہ کیا اور مصنف نے کہا کہ جب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں تو جو شخص آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین کرتا ہے وہ بطریق اولیٰ کافر ہوگا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی تو اس سے پتہ چلا کہ یہ جو کتابوں میں ہے کہ گستاخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توبہ قبول ہوگی یا نہ تو اس سے معلوم ہوا کہ راجح یہی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور اسی میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت ہے لہٰذا قاضیوں اور مفتیوں کو اسی پر اعتماد کرنا چاہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہے اور اگر کسی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی اور ان پر وہ تہمت لگائی جس کا ارتکاب منافقین نے کیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں براءۃ فرمائی تو اس کے متعلق ابن عابدینؒ نے یہ فرمایا(لا شك فی تکفیر من قذف السیدة عائشه رضی الله تعالی عنها اوانکر صحبته الصدیق او اعتقد الا لوهیته فی علی رضی الله تعالیٰ عنما اوان جبرئیل غلط فی الوحی او نحوذ الك من الکفر الصریح المخالف للقرآن) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ مندرجہ ذیل چار اشخاص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

شخص اول۔ جس نے ام المومنین رضی تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی۔

شخص دوم۔ جس نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اور صحابی ہونے کا انکار کیا۔

شخص سوم۔ جس کا یہ عقیدہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں الوہیہ حلول کر گئی۔

شخص چہارم۔ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ وحی الٰہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نازل ہوتا تھی لیکن جبرئیل سے خطاء ہوئی یہ سب خلاف قرآن ہے لہٰذا یہ چاروں شخص کافر ٹھہرے اور ان کے کفر میں کوئی شک نہیں بندہ کا مضمون ذرا طویل ہو گیا ہے بحث اس میں تھی کہ جو آدمی اولیاء اللہ کی توہین کرتا ہے اس کی کیا سزا ہے تو بندہ نے پہلے ان الفاظ کے دو قسم بیان کیے جن سے توہین کی گئی اور پھر ان لوگوں کے دو قسم ذکر کیے گئے جن کی توہین کی گئی ان لوگوں کے

قسم اول میں حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا داخل ہیں اب قسم دوم بیان کیا جاتا ہے۔

قسم دوم۔ میں وہ اولیاء اللہ داخل ہیں جو کہ قسم اول میں مذکور تین حضرات کے سوا ہیں ان میں صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اولیاء اللہ داخل ہیں ان کی توہین کا بھی وہی حکم ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ اگر ان کی توہین ان الفاظ سے کی گئی ہے کہ اس پر حد شرعی معین ہے جیسے قذف یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگائی تو ان توہین کرنے والے پر حد قذف لگائی جائے گی اور اگر توہین کے الفاظ ایسے نہیں ہیں جن پر حد شرعی معین ہو تو پھر ان توہین کرنے والے پر قاضی اپنی رائے سے تعزیر لگائے گا جو وہ مناسب خیال کرے گا۔ یہاں تک سوال کی جزء دوم کا جواب اور تحقیق ختم ہوئی اب جزء سوم پر بحث کی جاتی ہے۔ جزء سوم یہ ہے الہامی کتابوں کے پیروکاروں سے کسی کی توہین کرے تو اس جرم کی کیا سزا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تیسری جزء بالکل بے فائدہ اور اس سے سوال کرنا بھی بے معنی ہے وجہ یہ ہے کہ الہامی کتابوں کے پیروکار صرف عیسائی اور یہودی ہی نہیں ہیں بلکہ مسلمان بھی ان میں داخل ہیں تو اب مطلب یہ ہوا کہ اگر مسلمان عیسائی یا یہودی کی توہین کرے یا کہ عیسائی یا یہودی مسلمان کی توہین کرے یا عیسائی یہودی کی یا یہودی عیسائی کی توہین کرے یا مسلمان مسلمان کی توہین کرے تو اس کی کیا سزا ہے تو یہ سوال بے فائدہ

اس لیے ہے کہ اس توہین کیلئے کوئی قانون بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ ازالہ حیثیت کا مسئلہ ہے اوراس کے لیے پہلے قانون موجود ہے فقط والسلام مع الف اکرام

حررہٗ

الفقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی

14 محرم الحرام 1413ھ/ 16 جولائی 1992ء

حدود کی سزاؤں کے نفاذ کیلئے عورتوں کی شہادت کا مقام

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین نصر الدین واقام الاسلام بعدہ اما بعد فقیر عطاء محمد بندیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) چونکہ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کا رکن ہے لہذا کونسل نے بندہ کو حکم دیا ہے کہ وہ ذیل کے مسئلہ پر تحقیقی اظہار خیال کرے مسئلہ یہ ہے کہ حدود کی سزاؤں کے نفاذ کے لیے عورتوں کی شہادت کا کیا مقام ہے۔ اس لیے بندہ اپنی علمی استطاعت کے مطابق اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتا ہے اصل مقصد سے قبل چند تمہیدی مقدمات پیش خدمات ہیں تا کہ اصل مقصد کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

مقدمہ اول۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ مجھے فلاں علم میں دسترس ہے اور اس علم کے مسائل پر وہ گفتگو اور بحث کر سکتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس اس علم کی سند ہو جس میں اس کے تمام اساتذہ کا ذکر ہو جن سے اس آدمی نے بلا واسطہ یا بالواسطہ وہ علم حاصل کیا ہے مثلاً حدیث شریف کے عالم کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس ایسی سند ہو جس میں اس کے تمام اساتذہ حدیث کا ذکر ہو اور یہ سند آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جا کر ختم ہو یعنی اس سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک تمام استادوں اور مشائخ کا ذکر ہو اسی طرح علم فقہ اور اس کے مسائل پر وہ آدمی بحث کر سکتا ہے کہ اگر وہ حنفی المذہب ہے تو اس کے پاس ایسی سند کا ہونا ضروری ہے کہ اس میں امام ابو حنیفہ تک اس کے تمام اساتذہ کا ذکر ہو اور یہ سند بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جا کر ختم ہو اور اس طرح علم تفسیر اور دوسرے علوم کا حکم ہے اگر کسی آدمی کے پاس کسی خاص علم کی سند نہیں ہے تو اس آدمی کو ہر گز نہ یہ حق پہنچتا کہ وہ اس علم میں گفتگو یا بحث کرے مزید براں اس کی گفتگو اور بحث کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور وہ قابل قبول نہ ہوگی اور یہ مقدمہ واضح ہے اس کا کوئی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا مثلاً جس آدمی کے پاس پٹوار کی سند نہیں ہے حکومت اس کو کبھی پٹوار کی ملازمت نہیں دیگی اسی طرح جس آدمی کے پاس قانون کی سند اور

ڈگری نہیں ہے حکومت اس کو کبھی سول جج یا سیشن جج کی ملازمت نہیں دیگی مزید براں اس مقدمہ پر اسلامی کتب سے دلیل ملاحظہ ہو شرح نخبۃ الفکر جو کہ اصول حدیث کی مستند کتاب ہے اور اس کا مصنف علامہ ابن حجر شارح بخاری ہے اور اس پر علامہ علی قاری حنفیؒ کا حاشیہ ہے علامہ علی قاریؒ اپنے اس حاشیہ میں عبداللہ بن مبارک کا قول نقل فرماتے ہیں (قال ابن المبارك الاسناد من الدين ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء وقال ابن سمرين ان هذا الا مردين فانظر واعمن تاخذون دينكم) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ سند اور اسناد دین سے ہے اور دین کی جزء ہے اور اگر اسناد نہ ہو تو ہر شخص جو چاہے گا کہے گا یعنی علم کی صحت اور عدم صحت اسناد پر ہے اور ابن سیرین نے فرمایا کہ یہ علم کتاب وسنت دین ہے لہٰذا تم کو خود اور احتیاط کرنا چاہیے کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔ اس عبارت مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دو قسم ہے علم دینی اور دنیاوی دینی علم کے سند جزء دین ہے جو عالم سند نہیں رکھتا وہ دین کے لحاظ سے ناقص ہے

مقدمہ دوم۔ اصول دین چار ہیں کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس ان سے کتاب اللہ بڑا اہم اصل ہے اور سب سے مقدم ہے اس کے متعلق علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں جو بیان فرمایا ہے وہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو (قال الله تعالیٰ مافرطنافی الكتاب من شیء) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کتاب اللہ میں کوئی چیز نہیں چھوڑی یعنی قرآن پاک میں ہم نے ہر چیز کا ذکر کیا ہے آیۃ مذکورہ بالا میں لفظ شئی نکرہ ہے اور اس پر نفی وارد ہے اور اصول فقہ کا مسلم مسئلہ ہے کہ نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے خلاصہ یہ کہ کوئی ایسا دینی مسئلہ نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو (قال الله تعالیٰ ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شیء) اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر ایسی کتاب یعنی قرآن کریم نازل فرمائی جو کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر مسئلہ کا صرف ذکر ہی نہیں بلکہ تبیان اور بیان واضح ہے یہاں یہ جاننا لازم ہے کہ یہاں تین لفظ ہیں۔ اجمال اور بیان اور تبیان لفظ اول یعنی اجمال میں خفا ہوتا ہے اور لفظ بیان میں وضاحت اور

تبیان میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے آیۃ مذکورہ بالا میں نہ تو اجمال کا ذکر ہے اور نہ بیان کا ذکر ہے لفظ تبیان ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن پاک میں ہر مسئلہ کا بہت زیادہ واضح بیان ہے یہاں لفظ کل کا ذکر ہے جو کہ عموم پر دلالت کرتا ہے اور لفظ عام کی دلالت عموم پر احناف کے نزدیک قطعی ہے جس کی تخصیص صرف قرآن پاک اور خبر متواتر سے ہو سکتی ہے نہ کہ خبر واحد سے آج کل المیہ یہ ہے کہ بعض بزعم خویش علماء قرآن پاک کے لفظ عام کی تخصیص اپنی رائے سے کرتے ہیں یہاں تک ان دو آیات مبارکہ کا ذکر ہے جن میں فرمایا گیا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کا واضح اور مفصل بیان ہے اس کے بعد علامہ سیوطی نے چند احادیث اور اقوال ائمہ کا ذکر ہے احادیث اور اقوال کی عبارت ملاحظہ ہو (قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم ستکون فتن قیل وما المخرج منھا قال کتاب اللہ فیہ نباء ماقبلکم و خبر مابعد کم وحکم مابینکم اخرجہ الترمذی وغیرہ واخرج سعید بن منصور عن ابن مسعود رضی اللہ عنھم قال من ارادالعلم فعلیہ بالقرآن لان فیہ خبر الاولین والآخرین واخرج البیھقی عن الحسن قال انزل اللہ ماۃ واربعۃ کتب اودع علومھا اربعۃ منھا التوراۃ والانجیل الزبور و الفرقان ثم اودع علوم الثلاثتہ الفرقان وقال الامام الشافعی رضی اللہ عنہ جمیع ماتقولہ الامۃ شرع للسنۃ وجمیع السنۃ شرح للقرآن وقال ایضا جمیع ماحکم بہ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فھو مما فھمہ من القرآن (الی) قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما لوضاع لی عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللہ) خلاصہ مذکورہ بالا عبارت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے پیدا ہونگے آپ سے عرض کیا گیا ان فتنوں سے نکلنے کا کیا رستہ ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب یہ نکلنے کا رستہ ہے۔ اس لیے کہ اس میں تم سے پہلے اور بعد کی خبریں ہیں اور تمہارے درمیان پیدا ہونے والے مسائل کے احکام خلاصہ یہ کہ ماضی اور مستقبل اور حال میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل اور حکم قرآن میں ہے غور فرماویں حدیث شریف میں جن فتنوں کا ذکر ہے اس سے مراد قیامت تک کے

اختلافی مسائل ہیں اسلامی نظریاتی کونسل میں جن مسائل پر بحث ہوتی ہے اور اراکین کونسل کا جن مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے یہ مسائل بھی ان فتنوں میں داخل ہیں ان کا حل بھی قرآن پاک سے تلاش کرنا چاہیے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو آدمی علم کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ عالم بن جائے تو اس پر لازم ہے کہ قرآن پاک میں غور کرے کیونکہ اس میں اولین اور آخرین یعنی ماضی اور مستقبل کی خبریں ہیں اس حدیث شریف میں زمانہ حال کا ذکر نہیں ہے کیونکہ زمانہ حال پائے دار نہیں ہے حال اس آن سے عبارت ہے کہ پہلے مستقبل میں داخل تھی اور اب زمانہ ماضی میں چلی گئی ہے لہذا زمانہ حال یا تو ماضی میں داخل ہے اور یا مستقبل میں لہذا اس کا علم اور حکم بھی قرآن پاک سے حاصل ہوتا ہے اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یکصد چار 104 کتابیں نازل فرمائیں اور ان سب کے علوم انہیں سے چار کتابوں میں ودیعت فرمائے اور چار کتابیں یہ ہیں تورات شریف اور انجیل مقدس اور زبور شریف اور قرآن پاک اور پھر پہلی تین کتابوں کے علوم قرآن پاک میں ودیعت فرمائے خلاصہ یہ کہ یکصد چار کتابوں کے علوم قرآن پاک میں ہیں قرآن پاک میں تورات شریف کے متعلق فرمایا گیا کہ (تفصیلا لکل شئی) یعنی تورات شریف میں ہر شئی کی تفصیل ہے اور جب کہ تورات شریف کے علوم کا قرآن پاک حامل ہے تو پھر قرآن پاک میں بھی ہر شئی کی تفصیل ہے جیسا کہ قبل ازیں اور آیات سے بھی ثابت کیا گیا ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس امت نے جو کچھ کہا یہ حدیث کی شرح ہے اس امت سے مراد علماء اور ائمہ مجتہدین ہیں اور تمام حدیث یہ قرآن کی شرح ہے خلاصہ یہ ہے کہ علماء اور ائمہ مجتہدین نے جو کچھ فرمایا یہ قرآن پاک کی شرح ہے اور نیز امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو دنیا میں حکم کیا ہے یہ سب آپ نے قرآن پاک سے سمجھا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ اگر میرے اونٹ کا ڈھنگا یعنی وہ رسی جس سے اونٹ کے پاؤں باندھے جاتے ہیں اگر یہ رسی گم ہو جائے تو میں اس کو کتاب اللہ میں پا لوں گا کہ وہ رسی کہاں پڑی

ہے اس کے بعد علامہ سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں فرمایا ملاحظہ ہو (جمع القرآن علوم الاولین والآخرین بحیث لم یحط بھا علما حقیقته الا المتکلم بھا ثم رسول الله صلی الله علیه واله وسلم خلا ما استاثر به سبحانه و تعالیٰ ثم ورث عنه معظم ذالك سادات الصحاو اعلامهم مثل الخلفاء الاربعة وابن مسعود وابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم ثم ورت عنهم التابعون باحسان ثم تقاصرت الهم وفترت العزائم و تضاء ل اهل العلم وضعفوا عن حمل ماحمله الصحابة والتابعون من علمومه وسائر انوعه علومه وقامت کل طائفة بفن من فنونه الخ) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو علوم اولین اور آخرین ہیں ان کا پورا احاطہ صرف متکلم یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہے البتہ بعض علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں دوسرے کی ان تک رسائی نہیں ہے اس کے بعد بڑے بڑے صحابہ کرام نے یہ علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بطریق وراثت حاصل کئے اور وہ خلفاء اربعہ اور ابن مسعود اور ابن عباس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور پھر صحابہ کرام سے تابعین نے یہ علوم بطور وراثت حاصل کیے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے بعد علماء کی ہمتیں کمزور پڑ گئیں اور ان کے ارادے سست ہو گئے اور اہل علم کمزور ہو گئے اور صحابہ اور تابعین کے علوم اٹھانے سے عاجز آ گئے تو انہوں نے قرآن پاک کے علوم کے تمام انواع علیحدہ کر لیے اور علماء کے ہر طائفہ نے صرف ایک ایک فن کو اختیار کر کے ساری عمر اس فن کی خدمت کی علامہ سیوطی نے قرآن پاک کے علوم کے متعدد انواع ذکر کیے ہیں مثلاً لغت اور علم نحو اور علم تفسیر اور علم کلام اور علم اصول فقہ اور علم فقہ اور علم تاریخ اور علم قرءۃ و تجوید علم و وعظ و خطابت علم تعبیر الرویاء و علم الفرائض و علم المواقیت و علم معانی بیان بدیع و علم تصوف و علم طب و علم الھیۃ و علم مقابلہ و علم ہندسہ و علم خبر و علم نجامتہ اور اسکے سوا اور علوم ہیں اور علامہ سیوطی نے ان آیات کی نشاندہی کی ہے جن سے یہ علوم مستنبط کئے گئے ہیں تقریباً اکیس علوم ہیں جو کہ قرآن پاک سے مستنبط ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور سادات اور عظمائے صحابہ کرم اور تابعین ان تمام علوم کے ماہر تھے اس کے

بعد علم میں ضعف پیدا ہوا تو علماء نے صرف ایک ایک فن میں مہارت حاصل کی اس طویل تقریر سے بندہ کا مقصد یہ ہے کہ تابعین کے بعد علوم قرآن میں کمزوری پیدا ہوئی اور دن بدن یہ کمزوری جاری رہی تو اب اس پندرویں صدی میں کمزوری انتہاء کو پہنچ چکی ہے اب یہ کتنا المیہ ہے کہ اس پندرویں صدی کے علماء جن کے پاس ہر علم کی سند بھی نہیں ہے یہ علماء صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کے متفقہ فیصلہ پر تنقید کریں۔

مقدمہ سوم۔ علامہ شبیر احمد دیوبندی نے اپنی تفسیر القرآن بزبان اردو میں لکھا ہے کہ یہ جو علماء بریلی اور علماء دیوبند میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے علم کلی عطاء فرمایا ہے یا کہ علم جزئی تو یہ اختلاف کائنات اور موجودات کے علم میں ہے اور علم شرعیات میں اتفاق ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم کلی عطاء فرمایا ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ شرعیات کا تمام علم اپنی امت کو بیان فرمایا قرآن پاک میں ہے (یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک) اب اسلامی نظریاتی کونسل میں جو مسائل زیر بحث آتے ہیں ان کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے لہٰذا ان کا علم حتمی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطاء ہوا اور آپ نے اپنی امت کو بذریعہ تبلیغ بیان فرمایا لہٰذا بندہ کا خیال یہ ہے اراکین کونسل پر لازم ہے کہ ہر زیر بحث مسئلہ کے متعلق اراکین سوچیں کہ اس کا ذکر قرآن پاک کی کس آیۃ میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کس حدیث شریف میں اس مسئلہ کو بیان فرمایا اور صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک اس کا کیا حکم ہے یہی ایک طریقہ ہے کہ انسان خطاء سے بچ جاتا ہے۔

مقدمہ چہارم۔ اگر کوئی قاضی ایسا حکم کرتا ہے کہ وہ (اجماع کے خلاف ہے یا کہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہے تو ایسے ماضی کی قضاء نافذ نہیں ہوتی اشباہ والنظائر میں ہے (مما لا ینفذُ القضاء به ما اذا قضی بشئ مخالف الاجماع و ھو ظاھر وما خالف لائمة الاربعة مخالف الاجماع وان کان فیه خلاف لغیر ھم فقد صرح فی التحریر ان للاجماع انعقد

علی عدم العمل بمذهب مخالف للاربعة لا نضباط مذاهبهم وانتشار هاو كثرة اتباعهم) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ اگر قاضی قضا بھی کر دے تو اس کی قضاء نافذ نہ ہوگی ان مسائل اور جگہوں سے ایک یہ ہے کہ ایک مسئلہ پر امت کا اجماع ہے اور قاضی اس اجماع کے خلاف حکم اور قضاء کرتا ہے تو یہ قضاء نافذ نہ ہوگی اور یہ ظاہر ہے اور دوسری جگہ یہ ہے کہ مثلاً ایک ایساء مسئلہ ہے کہ ائمہ اربعہ سے کوئی امام اس کا قائل نہیں اور چاروں ائمہ اس کے خلاف ہیں تو یہ مسئلہ بھی خلاف اجماع ہے اگر قاضی نے اس مسئلہ پر قضاء کر دی تو یہ قضاء بھی نافذ نہ ہوگی اب اس پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ کئی لوگ ائمہ اربعہ کے خلاف ہیں لہذا ائمہ اربعہ کی مخالفت اجماع کا خلاف نہیں ہے تو مصنف نے جواب دیا کہ جن لوگوں نے ائمہ اربعہ کا خلاف کیا تو یہ غیر معتبرہ لہذا ان کی مخالفت اجماع کے خلاف نہیں ہے یعنی ان کی مخالفت کے باوجود اس مسئلہ پر اجماع ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن ہمام نے کتاب تحریر میں تصریح کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے ائمہ اربعہ خلاف ہیں اس پر عمل کرنا منع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مضبوط اور تمام عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں اور ائمہ اربعہ کے تابعین عالم اسلام میں کثرت سے ہیں اور ان کے مخالفین قلت میں ہیں اور حدیث شریف میں ہے (اتبعو السواد الاعظم) یعنی سب سے بڑے گروہ کی اتباع کرو نہ کہ اقلیت کی اور ایک حدیث میں ہے (ید اللہ علی الجماعۃ) یعنی اللہ تعالیٰ کی امداد اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بڑی جماعت پر ہے

مقدمہ پنجم ۵۔ قرآن پر زیادتی نسخ ہے اور قرآن کا نسخ یا تو قرآن سے ہوتا ہے اور حدیث متواتر سے قرآن کا نسخ خبر واحد سے ہوتا اور یہ احناف کا مذہب ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو قرآن کریم میں ہے (الزانية والزانی فاجلدو اكل واحد منهما مائة جلدا) یعنی زناء کی حد یکصد کوڑا ہے اور ایک حدیث خبر واحد میں ہے کہ اس حد کے علاوہ سال کی جلاوطنی بھی ہے تو اس حدیث خبر واحد سے قرآن پر زیادتی ہوتی ہے لہذا احناف کے نزدیک سال کی جلاوطنی حد میں داخل نہیں ہے البتہ تعزیر کے طور پر سال کی جلاوطنی دے سکتے ہیں اور اس صورت میں قرآن پر

زیادتی نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک نے یکصد کوڑا حد کے طور پر ذکر کیا ہے اور جلاوطنی کی تعزیر کی نفی نہیں کی البتہ زیادتی بطور حد کی نفی کی اور حدیث شریف نے جلاوطنی بطور تعزیر ذکر فرمائی تو اب حدیث مخالف قرآن نہ ہوئی۔

مقدمہ ششم ۶۔ بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ قرآن کریم میں تمام مسائل شرعیہ کی تفصیل اور واضح بیان ہے اب اس مقدمہ میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تمام مسائل کی تفصیل اور واضح بیان کی کیا صورت ہوتی ہے تو گزارش ہے کہ قرآن کے بیان کی کئی صورتیں ہیں مثلاً عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور مقتضے النص اور بیان کا ایک اور قسم بھی ہے (السکوت فی معرض البیان بیان) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم ایک چیز کا حکم بیان کر رہا ہے اور حکم بیان کرنے کے قرآن نے سکوت اختیار کیا تو یہ سکوت اس امر کا بیان ہے کہ اس چیز کا صرف یہی حکم ہے اور کوئی نہیں ہے بندہ یہاں اس کی دو مثال پیش کرتا ہے۔

مثال اول۔ قرآن پاک میں ہے (السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا) یعنی چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹو اور یہ سزا اس کی ہے جس کا انہوں نے کسب کیا تو قرآن پاک نے اس آیۃ میں چور نے جتنا جرم کیا ہے اس کی سزا کا ذکر ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹو اور قرآن پاک یہ سزا کا ذکر کر کے خاموش ہو گیا تو یہ بیان ہے کہ چوری کی صرف یہ یہی سزا ہے اور کوئی نہیں تو احناف نے اس سے مسئلہ مستنبط کیا کہ جو مال چور نے چرایا ہے اگر وہ چور کے پاس صحیح وسالم موجود ہے تو یہ مال مالک کو واپس کیا جائے گا اور یہ ایسی سزا میں داخل نہیں ہے اور اگر چور سے وہ مال ضائع ہو گیا مثلاً وہ مال جانور تھا اور وہ اتفاق سے مر گیا اور اب چور پر اس مال کی ضمانت نہیں ہوگی کیونکہ یہ سزا ہے اور قرآن نے حد اور سزا صرف ہاتھ کاٹنا بیان فرمائی اور سکوت اختیار کیا تو یہ بیان ہے کہ چوری اور حد اور سزا نہیں ہے تو ہلاکت کی صورت میں ضمانت کو سزا اور حد میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

مثال۲۔ قرآن کریم میں ہے (الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما ماۃ جلدۃ)

اب اس آیۃ مبارکہ میں زانی عورت اور زانی مرد کی سزا کا ذکر ہے کہ یکصد کوڑے ہیں قرآن نے یہ سزا ذکر کرنے کے بعد خاموشی اور سکوت اختیار کیا تو یہ بیان ہے کہ زانیہ اور زانی کی حد صرف کوڑے ہیں اور کوئی نہیں ہے تو اب سال کی جلاوطنی کو حد میں داخل نہیں کیا جائے گا تو حدیث شریف میں جس جلاوطنی کا ذکر ہے وہ اس آیۃ سے منسوخ ہے درر الاحکام شرح غرر الاحکام میں اس مسئلہ کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے (لا یجمع فی البکر بین جلد ونفی ولشافعی یجمع بینھما فیجلد ماۃ ویغرب سنۃ لقولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم البکر بالبکر جلد ماۃ وتغرب عام ولنا قولہ تعالیٰ فاجلدوا حیث لم یذکر التغریب والسکوت فی موضع الحاجۃ الی البیان تمام البیان کما تقرر فی الاصول وما رواہ منسوخ الاسیاسۃ) خلاصہ عربی عبارت یہ ہے کہ اگر کنوارے نے کنواری کے ساتھ زنا کیا تو اس کو یکصد کوڑے لگائے جائینگے اور جلاوطن نہیں کیا جائے گا اور حضرت امام شافعیؒ جلاوطنی بھی بطور حد سزا کے طور پر دیتے ہیں اور اس کی دلیل یہ حدیث شریف کہ باکرہ باکرہ کیساتھ زناء کرے تو یکصد کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا دی جائے اور احناف کی دلیل قرآن پاک کی وہ آیت ہے جس میں صرف کوڑوں کا ذکر ہے اور جلاوطنی کا ذکر نہیں اور اصول فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جہاں ضرورت بیان کی ہو اور سکوت اختیار کیا جائے تو یہ بیان اس امر کا ہے کہ بس حکم اسی قدر ہے اور نہیں تو آیت شریف میں قرآن پاک زانی کی حد اور سزا ذکر فرما رہا ہے اور یکصد کوڑے ذکر کرنے کے بعد قرآن پاک نے خاموشی اختیار کی تو معلوم ہوا کہ زناء کی حد صرف یکصد کوڑے ہیں جلاوطنی حد میں داخل نہیں تو جس حدیث شریف میں جلاوطنی کا ذکر ہے احناف نے اس کے دو جواب دے۔

اول یہ کہ یہ حدیث قرآنی آیۃ سے منسوخ ہے

دوم ۲ یہ کہ قرآن نے جو جلاوطنی کی نفی کی یہ بطور حد ہے کہ جلاوطنی حد میں داخل نہیں اور حدیث شریف میں جو جلاوطنی کا ذکر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جلاوطنی حد میں داخل ہے یا کہ قرآن کے معارض ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے جلاوطنی بطور تعزیر اور سیاستہ کے دی جائے اور یہ احناف کے نزدیک جائز ہے کہ کوڑے بطور حد لگائے جائیں اور جلاوطنی کی سزا بطور تعزیر اور سیاست دی جائے یہاں حد اور تعزیر میں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ حد میں قاضی کمی زیادتی نہیں کرسکتا اور تعزیر میں کمی زیادتی کرسکتا ہے۔

مقدمہ ہفتم ۔ مبسوط امام سرخسی میں ہے کہ چار گواہ صرف اور صرف جرم زناء کے اثبات کیلئے اور کسی جرم کے اثبات کیلئے نہیں امام سرخسی نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا تمام قبائح سے افحش اور برا ہے اور اس کی اشاعت قرآن پاک میں ممنوع ہے دلیل ۔ ملاحظہ ہو قولہ تعالیٰ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشتہ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیاء و الاخرۃ اس عبارت شریف میں فاحشتہ سے مراد زناء ہے اور زناء کی تشہیر کرنے والے کیلئے سخت وعید ہے اگر زناء کے اثبات کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کافی ہو تو اس میں اشاعت فاحشہ ہے کیونکہ یہ گواہ اکثر مل جائیں گے اور زناء کا اثبات کثرت سے ہوگا اور یہی اشاعت فاحشہ ہے اس لیے شرح شریف نے اثبات زناء کیلئے چار مرد گواہ ضروری قرار دیئے ہیں اور یہ چار گواہ بہت کم دستیاب ہونگے کیونکہ زناء کی گواہی کیلئے یہ ضروری ہے کہ گواہ حلفاً یہ کہے کہ میں نے عورت اور مرد کو یہ برا فعل کرتے ہوئے اس طرح دیکھا ہے جیسے کالمیل فی المکحلہ یعنی سرمچو سرمدانی میں تو ایسے چار گواہ بہت کم ملیں گے لہذ اثبات زناء بھی کم ہوگا اور اس صورت میں اشاعتہ فاحشہ نہ ہوگا بلکہ صرف اثبات کیلئے فاحشہ ہوگا اسی مضمون کو امام سرخسی نے اپنی کتاب مبسوط میں اس طرح بیان فرمایا (الشھادۃ ینقسم ثلاثۃ اقسام فی اشتراط العدد فقسم یشترط فیہ عدد الاربعۃ فی الشھود وھو الزناء الموجب للحد ثبت

ذالك بقوله تعالیٰ فاستشهد علیهن الاربعة منكم و قوله تعالیٰ ثم لم یأ توابا ربع شهداء ولا یشرط عدد الا ربعة فیما دون الزناء العقوبات وغیر العقو بات فی ذالك سواء ولیس فی ذالك معنیً سوا ان الله تعالیٰ یحب الستر علی العباد ولا یرضی باشاعة الفاحشة فلذ لك شرط فی الزناء زیادة العدد فی الشهود الخ) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ شہادۃ دو قسم ہے۔

اول ا۔ یہ کہ ایسی چیز پر شہادۃ کہ اس کو صرف عورتیں دیکھ سکتی ہیں۔(ا) جیسے بکارت پر شہادت یا کہ ایسے زخم پر کہ ایسی جگہ پر ہے کہ مرد اس جگہ کو نہیں دیکھ سکتے اور جگہ سے مراد عورت کی جگہ ہے اس صورت میں صرف عورت گواہی دے سکتی ہے اگر چہ مرد اس کے ساتھ نہیں ہے۔ شہادۃ کا قسم دوم۔ یہ کہ جس چیز پر شہادۃ ہے اس کو مرد بھی دیکھ سکتے ہیں یہاں صرف عورتوں کی شہادۃ ناجائز اور قابل قبول نہیں ہے پھر یہ قسم دوم دو قسم ہے۔

قسم اول یہ کہ اس شہادۃ سے مدعی علیہ کو عقوبت اور سزا دی جاتی ہے جیسے چوری اور قتل عمد اور زناء وغیرہم

قسم دوم۔ یہ کہ اس شہادۃ سے مدعا علیہ کو کوئی سزا نہیں دی جاتی مثلاً قرض اور دین اور دوسرے حقوق مالیہ پھر جس شہادۃ سے مدعا علیہ پر عقوبت اور سزا آتی ہے اس کے پھر دو قسم ہیں اول قسم زنا، قسم دوم چوری اور قتل وغیرہما ان سب اقسام شہادۃ سے صرف زناء میں چار مرد گواہ ضروری ہے اور زناء کے سوا کسی شہادۃ میں چار گواہ ضروری نہیں خواہ ان میں عقوبت اور سزا ہو یا نہ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا(قوله تعالیٰ فاستشهدوا علیهن اربعة منكم) یعنی اگر عورتیں بدکاری کریں تو اس بدکاری کے اثبات کیلئے عورتوں کے خلاف چار مرد گواہ پیش کرو۔ اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا قوله تعالیٰ فاذلم یأ توابا لشهداء فالئك عند الله هم الكاذبون) یعنی اگر وہ چار مرد گواہ دنہ پیش کر سکیں تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک

جھوٹے ہیں اور ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ (لو لا جاء و اعلیہ باربعۃ شھداء) یعنی جو لوگ کسی پر بدکاری کی تہمت لگائیں تو ان پر لازم ہے کہ چار مرد گواہ پیش کریں وہ یہ چار مرد گواہ کیوں نہیں لائے ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا قولہ تعالیٰ (ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ) یعنی کسی پر بدکاری اور زناء کی تہمت لگاتے ہیں اور پھر اس کے اثبات کیلئے چار مرد گواہ پیش نہیں کرتے تو ان کو حد قذف کے طور پر اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور ان کی کبھی گواہی قبول نہ کرو اس لیے کہ وہ فاسق ہیں ان چار آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ اثبات زناء کیلئے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور چار مرد گواہوں کو نہ پیش کرنے والا جھوٹا اور فاسق ہے اور اس کی گواہی قبول نہیں اور اس کو اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا دی جائے اور اس نے اشاعت فاحشہ کا ارتکاب کیا ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کو دردناک عذاب ہوگا اور رسوئی ہوگا یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جیسا کہ زناء کی تہمت لگانے والا چار مرد گواہ نہ پیش کرے تو اس کے لیے مذکورہ بالا وعیدات ہیں اسی طرح اگر حکومت ایسا قانون بنائے کہ اثبات زناء کیلئے چار مرد گواہ ضروری نہیں ہیں یا کہ حکومت کو کوئی اس قسم کا مشورہ دے تو یہ سب ان وعیدات میں داخل ہیں لہٰذا اسلامی نظریاتی کونسل کو ایسا مشورہ ہرگز نہیں دینا چاہیے۔ تو امام سرخسیؒ نے زناء کے چار گواہوں کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے کہ اس کے بندوں کی بدکاری ظاہر نہ ہو اور وہ پردہ میں رہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندوں کے متعلق اشاعت فاحشہ ہو یہاں تک اثبات زناء کی شہادۃ کا ذکر ہے اور یہ شہادت کا قسم اول ہے۔

قسم دوم۔ شہادۃ کا یہ ہے کہ اس سے زناء کے غیر کا اثبات مقصود ہے اور اس میں عقوبت ہے جیسے چوری اور قتل اس کے اثبات کیلئے ضروری ہے کہ کم سے کم دو مرد گواہ ہوں یہاں عورتوں کی شہادۃ نامقبول اور ناجائز ہے خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ ہو۔

قسم سوم شہادۃ کا یہ ہے کہ اس میں مدعیٰ علیہ پر کوئی عقوبت اور سزا نہیں ہے جیسے مالی امور تو ان

میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے صرف عورتوں کی گواہی کہ مرد ساتھ نہ ہو اس قسم میں قابل قبول نہیں۔ قبل ازیں بندہ نے امام سرخسیؒ کی عبارت سے یہ ثابت کیا ہے کہ فعل زناء سب قبیح افعال سے افحش ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کے اظہار اور پر چار کو پسند نہیں فرماتا اور اس کے ستر اور پردہ پوشی کو محبوب فرماتا ہے۔ امام سرخسیؒ نے زناء کے افحش ہونے پر ایک اور دلیل دی ہے دلیل کی عبارت ملاحظہ ہو (ولھذا جعل النسبتہ الی ھذا الفاحشہ فی الاجناب موجباً للحدو فی الزوجات موجباً للعان بخلاف سائر الفواحش) یعنی زناء کے افحش ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کی طرف اس فاحشہ یعنی زناء کی نسبت کرے تو اگر وہ اس کی بیوی ہے تو نسبت کرنے پر لعان لازم ہوگا اور اگر وہ منسوب الیہ اس کی بیوی نہیں ہے بلکہ اجنبی ہے تو حد قذف اسی ۸۰ کوڑا نسبت کرنے والے کو مارا جائے گا برخلاف دوسرے فواحش کے کہ ان کی نسبت سے اس قسم کی سزا لازم نہیں آتی بندہ نے اس مقدمہ ہفتم میں یہ ثابت کیا ہے کہ زناء کے چار مرد گواہ اس لیے کئے گئے ہیں کہ یہ چار گواہ بہت کم میسر آئیں گے لہذا اس فاحشہ کا اثبات بہت کم ہوگا اور اس کی اشاعت بہت کم ہوگی اور اس پر پردہ پڑا رہے گا جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اب اگر حکومت کو مشورہ دیا جائے زناءء کے اثبات کیلئے چار مرد گواہ ضروری نہیں ہیں بلکہ مردوں اور عورتوں یا محض عورتوں کی شہادت سے بھی یہ فاحشہ ثابت ہو جاتی ہے تو یہ اشاعت فاحشہ کے علاوہ سابقہ وعیدات میں بھی داخل ہوگا۔

مقدمہ ہشتم اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں ایک ایک مسئلہ پر مہینوں بحث ہوتی ہے لیکن پھر بھی کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ بندہ نے غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بحث کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی اس لیے بحث سے قبل بنیاد مقرر کرنی ضروری ہے بندہ اس بنیاد کی صرف چند مثالیں یہاں ذکر کرتا ہے۔

مثال نمبرا۔ اول مستند کتب فقہ میں مصرح ہے کہ کسی مسئلہ میں ایسا قول کیا جائے کہ ائمہ اربعہ مذکورہ کے خلاف ہو یعنی چار ائمہ سے کسی امام نے ...[illegible]ا نہیں کیا تو یہ قول مردود ہے اگر کسی قاضی

نے اس قول کے مطابق قضاء کی تو یہ قضاء نافذ نہ ہوگی اب اگر یہ بنیاد تسلیم کرلی جائے جو کہ بالکل حق ہے تو نظریاتی کونسل میں بہت سی بحثوں کا بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا کیونکہ کونسل میں بعض اراکین ایسی رائے کا اظہار کرتے ہیں جس کا ائمہ اربعہ سے کسی نے وہ قول نہیں کیا حالانکہ وہ رکن اپنی رائے پر بضد اور مصر ہوتا ہے باوجود اس امر کے کہ وہ رائے باطل اور مردود ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا بنیاد کے تسلیم کرنے سے وہ رکن اپنی رائے پر اصرار نہیں کریگا۔

مثال نمبر۲۔ اگر کوئی رکن یہ دعویٰ کرے کہ بینک اور دوسری کئی کمپنیاں لوگوں کو جو منافع دیتی ہیں یہ ربٰو اور سود ہے تو اس رکن پر لازم ہوگا کہ وہ ربا کی تعریف کرے اگر وہ تعریف منافعہ مذکورہ پر صادق آتی ہے تو یقیناً وہ منافعہ سود اور حرام ہوگا اور اگر اس منافعہ پر وہ تعریف صادق نہیں آتی تو وہ منافعہ سود کی طرح حرام نہ ہوگا اور رکن کو اپنے دعوئ ربا سے دست بردار ہونا چاہیے۔

مثال نمبر۳۔ اگر کسی مسئلہ میں چند احتمال ہیں ایک احتمال کے وہ درست اور دوسرے احتمال کے مطابق نادرست تو اس مسئلہ کو اس احتمال پر محمول کرنا چاہیے کہ وہ درست اور جائز ہو نہ کہ اس مسئلہ پر کہ وہ نادرست اور ناجائز ہو کیونکہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ ان آٹھ مقدمات کے بعد بندہ اصلی مقصد کی طرف رجوع کرتا ہے اصل مقصد کی چند اجزاء ہیں۔

جز اول۔ حدود کی سزاؤں کے نفاذ کیلئے عورتوں کی شہادت کا مقام بندہ نے جو تحقیق کی ہے اس کے مطابق یہ شہادت چند وجوہ سے مردود ہے خواہ صرف عورتیں جتنی تعداد میں ہوں اور ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ

وجہ اول۔ مبسوط امام سرخسی میں ہے (ھذا النوع من الشھادۃ ینقسم ثلاثۃ اقسام فی اشتراط العدد فقسم یشترط فیہ عدد الاربعۃ فی الشھود و ھوالزناء الموجب للحد وفی قسم یشترط فیہ شھادۃ رجلین وھوا القصاص والعقوبات التی تندء

بالشبهات وقسم يشترط فيه شهادت رجلين او رجل وامرء تين وذالك فيما يثبت مع الشبهات بيانه فی قوله تعالیٰ فان لم رجلين فرجل وامرء تان والآيته فی المدانيات ولكن ذالك فيما لا يندراء بالشبهات فيكون ذالك دليلا على جوازالعمل بشهادة رجل والمرء تين فيما لا يندرء بالشبهات والنكاح والكلاق والعتاق والنسب من هذا الجملته عند نا وقال الشافعی رحمه الله تعالیٰ المعنیٰ فی المدانيات كثرة المعاملات فيما بين الناس فانما يجعل شهادة النساء مع الرجال حجته فی ذالك خاصته وهی الاموال وحقوقها فاما فيما سویٰ ذالك فلا بدمن شهادة رجلين) اب اس طویل عربی عبارت کا خلاصہ مطلب ملاحظہ ہو عبارت کے ابتداء میں جو یہ الفاظ ہیں ثم هذا النوع من الشهادة تو اس عبارت میں اشارہ اس شہادت کی طرف ہے جو کہ ایسی چیز پر ہے جس کو مرد بھی دیکھ سکتے ہیں یہ شہادۃ تین قسم ہے۔

قسم اول یہ ہے کہ اس میں چار مرد شرط ہیں اور وہ زناء ہے جس سے حد لازم آتی ہے اور اس کی دو آیۃ ہیں آیۃ نمبر ا فاستشهدوا عليهن اربعة منكم یعنی اگر عورت پر بدکاری اور زناء کی تہمت ہو تو تم مردوں کو چار گواہ شہادت کے طور پر پیش کرنا لازم ہے۔ آیۃ نمبر ۲ ثم لم يا توا باربعة شهداء یعنی کوئی آدمی کسی پر زناء کی تہمت لگائے اور پھر چار مرد گواہ پیش نہ کرے تو اس کو حد قذف لگاؤ اس آیۃ میں بھی اربعہ سے مراد چار مرد ہیں کیونکہ آیۃ اول میں اربعة منكم ہے جس سے مراد چار مرد ہیں تو دوسری آیۃ میں بھی اربعة منكم مراد ہوگا جس کا معنی چار مرد ہیں کیونکہ دونوں جگہ اربعة سے ایک چیز ہی مراد ہے مزید براں اربعة اور شهداء مذکر کے صیغہ ہیں

قسم دوم۔ وہ شہادت جس میں دو مرد شرط ہیں اور وہ قصاص اور عقوبات جو کہ شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، جیسے چوری وغیرہ اور زناء بھی اگرچہ عقوبات سے ہے لیکن چونکہ اس کا حکم گزر چکا ہے لہذا ان عقوبات سے زناء خارج ہے۔

قسم سوم۔ وہ شہادۃ ہے کہ جہاں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت مقبول ہوتی ہے اور یہ شہادت ان امور میں ہے جو شبہ سے ساقط نہیں ہوتے اور باوجود شبہ کے یہ امور شہادۃ سے ثابت ہوتے ہیں جیسے امور مالیہ دین اور قرض اور بیع وشعراء اور اس کی دلیل یہ آیۃ مبارکہ ہے (قولہ تعالیٰ و استشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرء تان) اور یہ آیۃ مدانیات یعنی دین اور مالی امور میں نازل ہوئی ہے اب اس قسم سوم میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر یہ آیۃ دین میں نازل ہوئی ہے لیکن اس سے مراد وہ امور ہیں جو کہ شبہ سے ساقط نہیں ہوتے لہذا نکاح وطلاق اور عتاق اور نسب کا حکم بھی وہی ہے جو کہ دین کا ہے یعنی یہ امور بھی ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ثابت ہو جائیں گے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے صرف اور صرف مالی امور ثابت ہوتے ہیں اور نکاح وطلاق اور عتاق اور نسب مرد اور عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے دو مردوں کی شہادت ضروری ہے اب مبسوط کی اس طویل عبارت سے سے چند امور واضح ہوئے۔

امر اول۔ مذکورہ بالا شہادۃ کے تین اقسام سے قسم اول اور قسم دوم میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے اگر اختلاف ہوتا تو صاحب مبسوط ضرور ذکر کرتا جیسا کہ شہادۃ سوم میں اختلاف تھا تو اس کو ذکر کیا

امر دوم۔ زناء میں ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ یہ صرف چار مردوں کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے نہ صرف عورتوں کی شہادت سے خواہ ان کی تعداد کتنی ہو اور نہ ہی مردوں اور عورتوں کی ملی جلی شہادت سے نیز زناء کے سوا حدود وقصاص کیلئے صرف دو مردوں کی شہادت ضروری ہے یہاں بھی عورت کی شہادت مقبول نہیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ۔

امر سوم۔ یہ قول کرنا کہ زناء اور دیگر حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادت مقبول ہے یہ قول ائمہ

اربعہ کے خلاف ہے ائمہ اربعہ سے کسی نے یہ قول نہیں کیا لہذا یہ مردود اور باطل ہے جیسا کہ سابقہ خدمات میں بحوالہ اشباہ والنظائر ذکر کیا جاچکا ہے۔

امر چہارم۔ قبل ازیں بندہ نے دو آیۃ کا ذکر کیا ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ زناء صرف چار مردوں کی شہادۃ سے ثابت ہوتا ہے ان ہر دو آیۃ میں لفظ اربعہ ہے۔ بندہ نے قبل ازیں کہا ہے کہ یہ مذکر کا صیغہ ہے اور اس کی دلیل یہ تھی کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ تین عدد سے دس تک اگر معدود مذکر ہو تو عدد پر حرف تاء آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہو تو عدد پر حرف تاء نہیں آتا چونکہ لفظ اربعۃ میں عدد پر حرف تاء ہے لہذا معدود مذکر ہوگا تو اربـــعۃ کا معنٰی چار مرد ہوئے تو بعض کم علم لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نحو کا یہ قاعدہ غلط ہے بعض جگہ پر معدود مذکر ہوتا ہے اور حرف تاء نہیں ہوتا اور بعض جگہ معدود مؤنث ہوتا ہے اور حرف تاء ہوتا ہے تو یہ اعتراض نادانی پر مبنی ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ عربی کے قواعد کلیے نہیں ہوتے بلکہ اکثریہ ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ عربی کا قاعدہ جاری کیا جائیگا اور ہر عربی کلمہ کو اسی قاعدہ پر محمول کیا جائے گا اور اگر کسی کلمہ میں وہ عربی قاعدہ جاری نہیں ہے تو اس کلمہ کو خلاف قاعدہ اور شاذ کہا جائے گا نہ کہ خلاف قاعدہ اور شاذ سے قانون توڑا جائے گا مثلاً علم صرف کا متفقہ قانون ہے کہ واو اور یاء متحرک ماقبل مفتوح ہو تو اس واو اور یاء کو الف سے بدلنا واجب ہے حالانکہ عَـوِدَ اور صَیِـدَ میں واوٗ اور یاء متحرک ماقبل مفتوح ہے اور واوٗ اور یاء کو الف سے نہیں بدلا گیا تو اسکا یہی جواب دیا گیا کہ صرف کا قانون اور قاعدہ اپنی جگہ پر برحق اور درست ہے البتہ عود اور صید خلاف قانون اور شاذ ہے یہ بڑی نادانی ہے کہ خلاف قانون اور شاذ سے قانون اور قیاس کو توڑا جائے ورنہ عربی کا کوئی قاعدہ سالم نہیں رہے گا کیونکہ ہر قاعدہ کے خلاف بطور شاذ پایا جاتا ہے اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ نیز ہر دو آیۃ میں جو لفظ اربعہ ہے تمام مفسرین نے اس سے مراد اربعہ رجال لیا ہے۔

امر پنجم۔ بندہ نے قبل ازیں مبسوط امام سرخسیؒ سے استدلال کیا ہے اب یہاں مبسوط کے متعلق

تحریر کیا جاتا ہے کہ اس کا احناف کے نزدیک کیا مرتبہ ہے تو معلوم ہو کہ حنفی مذہب کی مدار امام محمد بن حسن شیبانی کی تصنیفات پر ہے جن کی کل تعداد تین صد ساٹھ ۳۶۰ ہے ان سے چھ کتابوں کو ظاہر الروایۃ کہا جاتا ہے ان چھ کتابوں میں جو مسائل ہیں وہ تواتر طور پر امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہیں ان چھ کتابوں کے نام یہ ہیں جن کو چند شعروں میں ذکر کیا گیا ہے۔

شعر اول ☆ کتب ظاہر الروایۃ اتت ☆ ستا و بالاحصول ایضا سمیت

ترجمہ: یعنی ظاہر الروایۃ چھ کتابوں کا نام ہے اور ان کو اصول بھی کہا جاتا ہے۔

شعر دوم ☆ صنفها محمد شيبانی ☆ حرر فيها المذهب النعمانی

ترجمہ: یعنی ان چھ کتابوں کو امام محمد شیبانی نے تصنیف فرمایا اور ان میں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب ذکر فرمایا۔

شعر سوم ☆ الجامع الصغير والكبير ☆ والسير الكبير والصغير

شعر چہارم ☆ ثم الزيادات مع المبسوط ☆ تواترت بالسند المضبوط

ترجمہ: ان چھ کتابوں سے اول جامع صغیر، دوم جامع کبیر سوم سیر کبیر اور چہارم سیر صغیر اور پنجم زیادات اور ششم مبسوط خلاصہ یہ کہ مبسوط امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اور بہت مستند ہے یہاں تک ایک وجہ سے ثابت کیا گیا کہ عورتوں کی شہادت حدود اور قصاص میں مردود اور باطل ہے اب اسی بطلان پر وجہ دوم ملاحظہ ہو۔

وجہ دوم۔ امام ابوبکر جصاص نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں فرمایا (قال ابو حنيفه وابو يوسف و محمد وزفر وعثمان بنی رحمهم الله لا تقبل شهادة النساء مع الرجال لا فی الحدود لا فی القصاص وتقبل فيما سوا ذالك من سائر الحقوق و قال مالك لا تجوز شهادة النساء مع الرجال فی الحدود والقصاص وقال الثوری تجوز شهادتهن

فی کل شئی الا الحدود وروی عنه انها لا تجوز فی القصاص ایضاً وقال الشافعیؒ لا تجوز شهادة النساء مع الرجال فی غیر الاموال) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر اور عثمان بنی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں کیساتھ اگر مرد ہوں تو ان کی شہادۃ حدود اور قصاص میں غیر مقبول ہے اور امام ثوری کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کی مخلوط شہادۃ غیر اموال میں اسے قبول کرنا جائز نہیں اور حدود وقصاص بھی چونکہ غیر اموال ہیں لہذا امام شافعی کے نزدیک بھی حدود وقصاص میں عورتوں اور مردوں کی مخلوط شہادۃ قابل قبول اور جائز نہیں اور امام شافعی نے غیر اموال کا لفظ اس لیے بیان کیا اس کے نزدیک نکاح اور طلاق اور نسب میں بھی عورتون اور مردوں کی مخلوط شہادۃ جائز نہیں تو غیر اموال اس لیے فرمایا تا کہ نکاح اور طلاق کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ یہ بھی غیر اموال کے قبیلہ سے ہیں جیسا کہ حدود وقصاص غیر اموال سے ہیں باقی رہی یہ بات کہ عربی عبارت مذکورہ بالا میں شہادۃ النساء کے ساتھ مع الرجال کی قید کیوں لگائی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے قوله تعالیٰ واستشهدوا اشهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرء تان) خلاصہ آیۃ مبارکہ یہ ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ کم از کم مالی امور میں دو مرد گواہ ہوں اور اگر دو مرد گواہ نہ مل سکیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت مقبول ہے تو قرآن پاک نے شہادۃ کے صرف دو قسم بیان فرمائے ہیں اگر مالی امور میں شہادۃ کا تیسرا قسم ہوتا تو قرآن پاک ضرور بیان کرتا تو اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی شہادت مالی امور میں اسی وقت مقبول ہے کہ عورتوں کے ساتھ مرد گواہ بھی ہو اگر مرد ساتھ نہیں ہے صرف عورتیں گواہ ہیں تو ان کی شہادۃ مالی امور اور غیر مالی امور دونوں میں غیر مقبول ہے اور اگر عورتوں کے ساتھ مرد گواہ بھی ہو تو یہ شہادت مالی امور میں تو مقبول ہے لیکن غیر مالی امور مثلاً حدود وقصاص میں مقبول نہیں ہے بلکہ حدود وقصاص میں صرف مردوں کی شہادت مقبول ہے اگر زناء ہو تو چار مرد گواہ ضروری ہیں اور زناء کے سوا دوسرے حدود وقصاص میں کم از کم دو مردوں کی شہادۃ ضروری

ہیں اب اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ائمہ اربعہ سے ابو حنیفہؒ اور امام مالک اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادۃ نامقبول ہے خواہ ان کے ساتھ مرد گواہ ہو یا نہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور زفر اور امام ثوری کا بھی یہی مذہب ہے۔

اب بندہ یہاں امام ابو بکر جصاص صاحب تفسیر احکام القرآن کا کچھ تعارف ذکر کرتا ہے مولانا محمد عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب تراجم الحنفیہ میں امام ابو بکر جصاص کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے (کان امام الحنیفة فی عصره وانتهت الرحلة الیه هو امام اصحاب ابی حنیفة فی وقتهٖ مات سابع ذی الحج سنة سبعین وثلاثماة وکان مولده ببغداد سنته خمس وثلاثماة) یعنی امام ابو بکر جصاص اپنے زمانہ میں حنفیوں کا امام تھا اور دور دور سے لوگ اس کی طرف سفر کرتے تھے اور اس کی وفات ذوالحج ۳۷۰ھ میں ہوئی اور وہ بغداد شریف میں ۳۰۵ھ کو پیدا ہوا اب یہاں تک وجہ دوم ختم ہوئی کہ عورتوں کی شہادۃ حدود وقصاص میں بالکل مردود ہے اب اسی پر وجہ سوم ملاحظہ ہو۔

وجہ سوم (بدایة المجتهد ونهایة المقتصد مصنفہ ابن رشد اندلسی مالکی میں ہے (اما النظر فی العدد والجنس فان المسلمین اتفقوا علی انه لا یثبت الزناء باقل من اربعة عدول ذکور واتفقوا علی انه تثبت جمیع الحقوق ما عدا الزناء بشاهدین عدلین ذکرین فالذی علیه الجمهور انه لا تقبل شهادة النساء فی الحدود لا مع رجل ولا مفردات وقال اهل الظاهر تقبل اذا کان معهن رجل وکان النساء اکثر من واحدة) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ شہادۃ میں ایک عدد شرط ہے کہ دو گواہ ہوں یا کہ چار اور دوسرا جنس شرط ہے کہ مذکر ہوں یا مونث تو تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زناء چار عادل مذکر سے کم سے ثابت نہیں ہوتا یعنی زناء میں چار مذکر عادل ضروری ہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ زناء کے سوا تمام حقوق دو عادل مذکر کی گواہی سے ثابت ہو جاتے ہیں اور جمہور علماء اور ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ عورتیں

اکیلی ہوں البتہ اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ اگر عورتوں کے ساتھ مرد ہو اور عورتیں ایک سے زائد ہوں تو حدود میں ان کی گواہی مقبول ہے یاد رہے کہ جن حدود میں جمہور اور اہل ظاہر کا اختلاف ہے وہ زناء کے سوا ہیں یعنی چوری وغیرہ کیونکہ زناء میں ایک تو نص قطعی سے چار گواہ مذکر عادل شرط ہیں نیز اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر چار عادل مذکر گواہ نہ ہوں بلکہ کم ہوں تو اس سے زناء ثابت نہیں ہوتا نیز عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ اگر عورتوں کے ساتھ مرد نہ ہوں تو ان کی شہادت حدود میں اہل ظاہر کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محض عورتوں کی شہادت حدود میں اجماعاً قابل قبول نہیں ہے قبل ازیں بندہ ثابت کر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام ثوری اور ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ ان سب کا مذہب یہ ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں اور عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ اس امر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ زناء صرف چار مرد عادل کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے اور چار مردوں سے کم کی شہادت کے ساتھ زناء ثابت نہیں ہوتا اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ مع اہل ظاہر اس پر بھی تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ محض عورتوں کی شہادت سے کہ ان کے ساتھ مرد نہ ہو حدود ثابت نہیں ہوتے تو اب اگر اسلامی نظریاتی کونسل یہ سفارش کرے کہ حدود میں اور خصوصاً زناء میں محض عورتوں کی شہادت جائز ہے اور اس شہادت سے حدود اور زناء ثابت ہو جاتا ہے تو یہ سفارش نص قرآنی کے خلاف ہونے کے باوجود اجماع مسلمین اور اجماع ائمہ مجتہدین کے بھی خلاف ہے جو کہ بہت نامناسب ہے۔ یہاں تک وجہ سوم ختم ہوئی اب وجہ چہارم ملاحظہ ہو کہ عورتوں کی شہادت حدود وقصاص میں نامقبول اور باطل اور مردود ہے۔

وجہ چہارم۔ مغنی ابن قدامہ حنبلیؒ اور اس کے متن میں ہے (ولا یقبل فی الزناء الاربعة رجال عدول احرار مسلمین (اجمع المسلمون علی انه لا یقبل فی الزناء اقل من اربعة شهود و قد نص الله تعالیٰ علیه بقوله سبحانه تعالیٰ لو لا جاؤ علیه باربعة شهداء فاذلم یا توا بالشهداء فاولئك عند الله هم الکاذبون) فی آی سواها وقدروی

عن النبی صلی اللہ علیه واله وسلم انه قال اربعة والا حد فی ظهرك واجمعو اعلی انه یشترط کو نهم مسلمین عدو لاً وجمهور العلماء علی ان یشترط ان یکونوا رجالا احرار فلا تقبل شهادة النساء ولا العبید وبه یقول مالكؒ والشافعیؒ واصحاب الراء وحکی عن عطاء وحماد انهما قالا تجوز شهادة ثلاثة رجال او امرء تین لا نه نقص واحد من عدد الرجال تقام مقامه امراء تان) مغنی ابن قدامہ اور اس کا متن دونوں حنبلی مذہب کے بیان میں ہیں لہٰذا ان میں جس مسئلہ کا ذکر ہوگا وہ حنبلی مذہب کے مطابق ہو گا اب حنبلی مذہب یہ ہے کہ زناء میں صرف چار مردوں کی گواہی قبول ہوگی جو آزاد اور مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ زناء میں چار مرد گواہوں سے کم کی شہادۃ قبول نہ ہوگی اور اس پر قرآن پاک کی یہ نص ہے کہ اگر کسی نے کسی اور پر زناء کی تہمت لگائی تو وہ چار مرد گواہ کیوں نہیں لایا اگر وہ مطلوبہ گواہ نہ لائے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور دوسری آیات میں بھی چار مرد گواہوں کا ذکر ہے مثلاً قولہ تعالیٰ فاستشهدوا علیهن اربعةمنکم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کسی نے دوسرے پر زناء کی تہمت لگائی تو آپ نے فرمایا کہ چار گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف ماری جائے گی اور اس پر اجماع ہے کہ زناء کے چاروں گواہ مسلمان عادل ہوں اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ زناء کے چاروں گواہ مرد اور آزاد ہوں تو زناء میں عورتوں اور غلاموں کی گواہی قبول نہ ہوگی اور یہی امام مالک اور امام شافعی اور اہل رائے کا مذہب ہے اہل رائے سے مراد امام ابو حنیفہ ہیں اور چونکہ مغنی حنبلی مذہب کی کتاب ہے لہٰذا امام احمد حنبل کا بھی یہی مذہب ہے تو اب ائمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ثابت ہوا کہ زناء میں چار مردوں کی شہادت ضروری ہے اور عورتوں کی شہادت سے زناء ثابت نہیں ہوتا خواہ ان کے ساتھ مرد گواہ ہو یا نہ ہوں البتہ عطاء اور حماد سے یہ حکائت کی گئی ہے کہ زناء پر تین مرد اور دو عورتوں کی شہادۃ جائز اور مقبول ہے مصنف مغنی نے عطاء اور حماد کے مذہب کو حکائت سے نقل کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ یہ ان ہر دو کا مذہب ہے بلکہ

محض حکایت اور افواہ ہے یہ بات تو زناء کے متعلق ہے کہ ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے کہ زناء عورتوں کی شہادۃ سے ثابت نہیں ہوتا خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ ہو البتہ عطاء اور حماد کی طرف یہ منسوب ہے کہ وہ زناء میں تین مرد اور دو عورتوں کی گواہی جائز قرار دیتے ہیں اس حکایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ محض عورتوں کی شہادۃ سے جب کہ ان کے ساتھ مرد نہ ہو عطاء اور حماد کے نزدیک بھی زناء ثابت نہیں ہوتا اور زناء کے سواء دوسرے حدود و قصاص میں بھی ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ ان میں کم از کم دو مرد گواہ ضروری ہیں اور ان میں بھی عورتوں کی شہادۃ جائز نہیں ہے البتہ اہل ظواہر نے کہا ہے کہ ان حدود میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادۃ جائز ہے لیکن اگر عورتوں کے ساتھ مرد نہ ہو تو عورتوں کی شہادت اہل ظواہر کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے اب خلاصہ اس وجہ چہارم کا یہ ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ تمام حدود و قصاص میں محض عورتوں کی شہادۃ سے ان کے ساتھ مرد نہ ہوں حدود و قصاص ثابت نہیں ہوتے اور ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہوا کہ زناء کم سے کم چار مرد گواہوں اور دوسرے حدود کم سے کم دو مردوں کی شہادت سے ثابت ہوتے ہیں اب اس دور میں ایسا قول کرنا کہ اجماع امت اور اجماع ائمہ اربعہ کے خلاف ہو یہ قول باطل اور مردود ہے یہاں تک وجہ چہارم ختم ہوئی کہ حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادۃ جائز نہیں۔

وجہ پنجم۔ ملاحظہ ہو قبل ازیں بندہ مقدمہ دوم میں ذکر کر چکا ہے کہ قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ قولہ تعالیٰ نزلنا علیك الكتاب تبيانا لكل شی) کہ ہم نے جو کتاب اے محمد صلی اللہ علیہ والہ آپ پر ۲۳ سال میں نازل فرمائی ہے یہ کتاب ہر شئی کا واضح بیان ہے دوسری جگہ پر ہے وتفصيلا لكل شی یعنی اس کتاب میں ہر شی کی تفصیل ہے اجمال نہیں ایک اور جگہ پر ہے قولہ تعالیٰ مافرطنا فی الكتاب من شی ء یعنی ہم نے قرآن پاک میں ہر چیز کا ذکر کیا ہے کسی شی کو نہیں چھوڑا اب دیکھنا یہ ہے کہ ان آیات کے مطابق مطلق شہادۃ اور عورتوں کی شہادۃ کا قرآن میں ضرور ذکر ہوگا اور یہ ذکر تفصیل سے ہوگا اور اس کا واضح بیان اگر کوئی اس کا انکار کرے تو یہ قرآن کا انکار ہے اب غور کرنا ہے کہ مذکورہ شہادۃ کا بیان قرآن میں کہاں ہے تو

جواب یہ ہے کہ بندہ قبل ازیں مقدمہ ششم میں ذکر کر چکا ہے کہ قرآن میں جو تمام امور شرعیہ کی تفصیل اور واضح بیان ہے تو اس بیان کی کئی صورتیں ہیں مثلاً عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور مقتضی النص اب بندہ یہاں آیات کا ذکر کرتا ہے جن میں عبارۃ النص سے ثابت ہے کہ زناء میں چار مرد مسلمان آزاد کی شہادت ضروری ہے اس میں زیادتی تو جائز ہے لیکن کمی اور نقصان جائز نہیں ہے اور اس کا ذکر آیات میں ہے۔

آیۃ اول والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم یعنی تمہاری عورتوں سے اگر کوئی عورت زناء کا ارتکاب کرے تو تم پر لازم اور ضروری اور واجب ہے کہ تم ان کے خلاف اپنے سے چار مرد مسلمان آزاد گواہ پیش کرو اب اس آیۃ سے عبارۃ النص سے ثابت ہوا کہ زناء کے لیے چار مرد گواہ ضروری ہے۔

آیۃ دوم لولا جاؤا علیہ باربعۃ شھداء فاذلم یاتو ابالشھداء فاولئك عنداللہ ھم الکاذبون۔ یعنی زناء کی تہمت لگانے والے اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے پس جس وقت وہ مطلوبہ گواہ نہیں لائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں آیۃ کریمہ میں لولا کا لفظ تنبیہ کیلئے ہے یعنی ان کو شرم دلایا گیا کہ تم پر چار مرد گواہ لانے لازم تھے تم کیوں نہیں لائے اس آیۃ کریمہ میں بھی عبارۃ النص سے مذکور ہے کہ زناء کیلئے چار مرد گواہ ضروری ہیں اب اس آیۃ میں جو یہ مذکور ہے کہ جب وہ چار مرد گواہ نہیں لائے تو یہ جھوٹے ہیں اب چار مرد گواہ نہ لانے کی تین صورتیں ہیں چار سے زیادہ مرد گواہ ہوں مثلاً پانچ یا چھ مرد یا چار سے کم مرد گواہ مثلاً تین مرد اور تیسری صورت یہ ہے کہ گواہ عورتیں ہوں ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ پہلی صورت کہ پانچ یا چھ گواہ ہوں اتفاقاً جائز ہے لہذا اس پر کذب عنداللہ کا وعید نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک میں جو چار مرد گواہوں کا ذکر ہے تو یہ لابشرط شئی ہے یعنی پانچواں ان کے ساتھ ہو یا نہ کیونکہ اگر پانچ یا چھ مرد گواہ ہوئے تو چار مرد گواہ بھی ضمناً پائے جائیں گے لہذا زیادہ کی صورت کذب کے وعید میں داخل نہیں ہے لہذا چار مرد گواہ نہ لانے کی دو ہی صورتیں ہونگی

اول۔ تین مرد گواہ

دوم۔ عورتوں کی شہادت ان دونوں صورتوں میں گواہ پیش کرنے والا مدعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا ہے اب اشارۃ النص سے ثابت ہوا کہ زناء میں عورتوں کی گواہی ناجائز اور باطل ہے خواہ ان عورتوں کے ساتھ مرد ہو یا نہ تو اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورتوں کی گواہی زناء میں جائز اور مقبول ہوتی تو عورتوں کی گواہی لانے والا مدعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک صادق ہوتا نہ کہ کاذب یونکہ جائز شہادت لانے والا مدعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاذب نہیں ہوتا۔

آیۃ سوم قولہ تعالیٰ والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتو اباربعۃ شھداء فاجلد وھم ثمانین جلدۃ الایۃ یعنی جولوگ محفوظ عورتوں پر زناء کی تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار مرد گواہ پیش نہیں کرتے ان کو حد قذف طور پر اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ نافرمان ہیں اس آیۃ شریفہ میں بھی عبارۃ النص نے ذکر کیا گیا کہ زناء کے اثبات کیلئے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور اگر مدعی چار مرد گواہ نہ لائے تو اس کی سزا اسی ۸۰ کوڑے ہیں اور اس کی کوئی شہادت کبھی قبول نہ ہوگی اور وہ نافرمان ہیں ان وعیدات سے اشارہ النص سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی شہادۃ زناء میں مقبول نہیں ہے وہ اس طرح کہ چار مرد گواہ نہ لانے کی چار صورتیں ہیں

اول۔ یہ کہ پانچ یا چھ گواہ لائیں۔

دوم۔ یہ کہ تین مرد گواہ لائیں۔

سوم۔ یہ کہ عورتیں گواہ لائیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ۔

چہارم۔ یہ کہ سرے سے کوئی گواہ نہ لائیں صورت اول یہاں مراد نہیں کیونکہ آیۃ میں چار مرد گواہوں کا حکم ہے اور اگر وہ پانچ یا چھ مرد گواہ لایا تو ضمناً چار مرد گواہ بھی آ گئے تو اب چار مرد گواہ نہ

لانے کی صرف تین صورتیں ہیں اور یہ تینوں ناجائز ہیں کیونکہ تینوں صورتوں پر وعید ہے کہ مدعی کو اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور اس کی کبھی کوئی شہادت قبول نہ کرو اور وہ نافرمان ہے تو اب جس مدعی نے زناء کی تہمت لگائی اور چار مرد گواہ نہ لایا بلکہ عورتیں گواہ لایا خواہ ان کی تعداد جتنی بھی ہو تو اس مدعی کو اسی ۸۰ کوڑے حد قذف لگائی جائیں گی اور اس کی گواہی کبھی قبول نہ ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو معلوم ہوا کہ زناء میں عورتوں کی گواہی ناجائز اور مردود ہے کیونکہ اگر اس صورت میں عورتوں کی گواہی جائز ہوتی تو مدعی کو سزا نہ دی جاتی کیونکہ جائز شہادت پیش کرنے والا مستحق سزا نہیں ہوتا اب تین مذکورہ بالا قرآنی آیات سے بطریقہ عبارت النص ثابت ہوا کہ زناء کیلئے چار مرد گواہ ضروری ہیں لہذا عورتوں کی شہادۃ زناء میں ناجائز اور نامقبول ہے اور دو آخری آیۃ سے بذریعہ اشارۃ النص ثابت ہوا کہ زناء میں عورتوں کی شہادت پیش کرنے والا مدعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا اور نافرمان اور اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا کا مستحق ہے اور اس کی کبھی گواہی قبول نہ ہوگی تو معلوم ہوا کہ زناء میں عورتوں کی گواہی نامقبول اور ناجائز ہے یہاں تک اس مسئلہ پر وجہ پنجم ختم ہوئی۔

وجہ ششم۔ ملاحظہ ہو قرآن پاک میں تین قسم کی شہادۃ کا ذکر ہے دو قسم اس آیۃ شریفہ میں قولہ تعالیٰ واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرءتان (الآیتہ)

قسم اول۔ یہ ہے کہ گواہ دو مرد عادل ہوں اور یہ شہادۃ میں اصل ہے کہ گواہ مرد ہوں ان دو مردوں کی گواہی مالی امور میں بھی مقبول ہوگی اور زناء کے سوا حدود و قصاص میں بھی۔

قسم دوم۔ اگر دو مرد گواہ نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں عادل کو گواہ بناؤ یہ قسم شہادۃ اصل نہیں ہے بلکہ ضرورت اور مجبوری کے وقت ہے اور یہ قسم شہادۃ حدود و قصاص میں مقبول نہیں ہوگا بلکہ مالی امور میں معتبر ہوگا۔

قسم سوم۔شہادۃ کا ذکر اس آیۃ کریمہ میں ہے قولہ تعالیٰ والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة) یہ قسم ثالث زناء کے ساتھ مختص ہے کہ زناء میں صرف کم از کم چار مرد گواہوں کی شہادۃ مقبول ہے عورتوں کی شہادۃ مقبول نہیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ اب ان ہر دو آیۃ پر ایک اشکال ہے پہلی آیۃ پر اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فان لم یکونا رجلین فرجل وامرء تان) اس کے بعد یہ کیوں نہ فرمایا کہ فان لم یکونا رجلاو امرتین فاربعة نسوة)

کیونکہ جیسے دو مرد دستیاب نہیں ہوتے گاہ گاہ ایک مرد اور دو عورتیں بھی دستیاب نہیں ہوتیں یہ ایک اہم سوال ہے جس کا جواب صاحب تفسیر احمدی نے ان الفاظ میں دیا ہے عبارت ملاحظہ ہو (وفی جعل المرئتین قائمة مقام رجل حال کو نهما مع رجل آخر اشارة الی انهما لا تقومان مقام رجل واحد مطلقاحتی یجوز شهادة اربعة نسوة مقام رجلین بل لایجوز شهادتهن علی الانفراد الا فیما لا یطلع علیه الرجال مثل الولادة والبکارة) خلاصہ جواب یہ ہے کہ آیۃ مبارکہ میں دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر اس صورت میں ٹھہرایا گیا کہ ان کے ساتھ ایک اور مرد ہو تو یہ اشارہ ہے کہ دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر ایک خاص صورت میں ٹھہرایا جاتا ہے جب کہ ان کے ساتھ دوسرا مرد ہو اگر ان کے ساتھ مرد نہیں ہے بلکہ دو عورتیں ہوں اور یہ چار عورتیں دو مرد کے برابر کی جائیں تو یہ منع ہے کیونکہ اس صورت میں عورتوں کی شہادۃ علی الانفراد لازم آئے گی اور یہ صرف اور صرف اس صورت میں جائز ہے کہ شہادۃ ایسی چیز پر ہو جس پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے اور مرد اس کو دیکھ نہیں سکتے جیسے ولادت اور بکارت وغیرہا اب اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محض عورتوں کی شہادۃ مالی امور میں بھی مقبول نہیں ہے چہ جائیکہ حدود و قصاص میں اور پھر خصوصاً زناء میں یہاں تک پہلی آیت مبارکہ پر اشکال اور اس کا جواب ختم ہوا اب دوسری آیۃ شریف پر اشکال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو دوسری آیۃ مقدسہ

پر اس قسم کا اشکال جسطرح پہلی آیہ مبارکہ پر اشکال کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا فاستشھدوا علیھن اربعۃ اور اس کے بعد یہ کیوں نہ فرمایا کہ (فان لم تکن شھداء اربعۃ فثمانیۃ نسوۃ) یعنی اگر چار مذکر گواہ نہ ہوں تو آٹھ عورتیں گواہ ہونگی جیسا کہ آیہ شریف اول میں فرمایا کہ (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرءتان) تو جواب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسطرح فرماتا تو لازماً آتا کہ زناء پر عورتوں کی شہادۃ علی الانفراد قابل قبول ہو حالانکہ یہ شہادۃ مالی امور میں بھی قبول نہیں چہ جائیکہ حدود و قصاص اور خصوصاً زناء میں یہ شہادۃ قابل قبول ہو اس وجہ ششم میں بندہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ از روئے قرآن زناء میں صرف چار مردوں کی شہادت قبول ہے اور عورتوں کی شہادت قبول نہیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ اب یہاں ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو سوال یہ ہے کہ قرآن کی جن تین آیات شریفہ میں زناء پر گواہوں کا ذکر ہے تو وہاں لفظ اربعۃ ذکر کیا گیا ہے مذکر اور مونث کا ذکر نہیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ اربعہ عام ہو مرد اور عورت دونوں کو شامل ہو تو اب یہ معنیٰ ہوگا کہ جیسا کہ چار مردوں کی گواہی سے زناء ثابت ہوتا ہے اسی طرح چار عورتوں کی گواہی سے بھی زناء ثابت ہو جاتا ہے تو اس سوال کے کئی جواب ہیں۔

جواب اول: اس صورت میں عورتوں کی شہادت علی الانفراد زناء میں جائز ٹھہری حالانکہ یہ باطل ہے جیسا کہ قبل ازیں بحوالہ گزر چکا ہے کہ عورتوں کی شہادۃ علی الانفراد صرف ان امور میں جائز ہے۔ صرف عورتیں ہی مطلع ہو سکتی ہیں مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔

جواب دوم: قبل ازیں گزر چکا ہے کہ آیہ اول میں اس طرف اشارہ ہے کہ دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام اس وقت ہوتی ہیں کہ ان کے ساتھ اور مرد ہو اور اس صورت میں کہ اربعہ سے مراد چار عورتیں ہوں تو ان کے ساتھ مرد نہیں ہے صرف چار عورتیں ہیں تو اب دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام نہیں ہونگی اور اصل شہادۃ مردوں کی ہے عورتوں کی شہادت اس وقت مقبول ہوگی کہ وہ مرد کے قائم مقام ہوں۔

جواب سوم: بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ لغت عرب میں اربعۃ کا لفظ مذکر کے لیے ہوتا ہے اگر مونث مراد ہوتو اربع کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اگر کہیں اس قاعدہ کا خلاف ہے تو وہ خلاف قیاس اور خلاف قانون اور شاذ ہے جو کہ اپنے مورد پر منحصر ہے اس سے عربی کا قاعدہ نہیں ٹوٹتا۔

جواب چہارم: ائمہ اربعہ کا اجماع ہے قرآن پاک میں جو زناء کے گواہوں کے متعلق اربعۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد چار مرد ہیں لہذا اس لفظ سے مرد اور عورتیں اگر دونوں مراد ہوں تو یہ ائمہ اربعہ کا خلاف ہے جو کہ باطل ہے۔

جواب پنجم: اگر اربعہ سے مراد عام ہو کہ خواہ چار مرد گواہ ہوں یا چار عورتیں تو دونوں صورتوں میں زناء ثابت ہوگا تو چونکہ یہ امر مسلم ہے اور نص قرآنی سے ثابت ہے کہ دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام ہوتی ہیں تو چار عورتیں دو مردوں کے قائم مقام ہونگی تو اب آیۃ مبارکہ واستشھدوا علیھن اربعة منکم کا یہ معنٰی ہوگا کہ اگر زناء کے گواہ مرد ہوں تو چار مرد ضروری ہیں اور اگر گواہ عورتیں ہوں تو اتنی تعداد میں کہ دو مردوں کے قائم مقام ہوں اور یہ قرآن میں تحریف ہے کیونکہ لفظ اربعہ سے چار مرد بھی مراد ہونگے اور دو مرد بھی تو زناء دو مردوں کی شہادت سے ثابت ہوا جو کہ بداہۃً باطل ہے لہٰذا یقینی طور پر اربعہ سے چار مرد مراد ہونگے چونکہ زناء میں گواہ چار مرد ہی ہوتے ہیں لہٰذا قرآن کریم میں اربعہ کے ساتھ رجل کی قید کو ذکر نہ کیا گیا۔ یہاں تک وجہ ششم ختم ہوئی کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ اب وجہ ہفتم ملاحظہ ہو۔

وجہ ہفتم۔ قرآن پاک میں دو آیۃ ہیں جن میں زناء پر چار مرد گواہ نہ لانے والے کیلئے وعید شدید ہے۔

آیۃ اول لولا جاؤا علیه باربعة شھداء فان لم یاتوا بالشھداء فاولئك عند الله ھم الکاذبون) یعنی زناء پر چار مرد گواہ نہ لانے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاذب اور جھوٹا ہے تو اب

جو مدعی اثبات زناء کیلئے عورتیں بطور گواہ لایا تو وہ اس فرمان الٰہی میں داخل ہے کہ وہ چار مرد گواہ نہیں لایا لہذا اس وعید میں بھی وہ داخل ہوگا کہ وہ مدعی اپنے دعویٰ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا ہے تو جو مدعی اپنے دعویٰ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاذب ہے اس جھوٹے دعویٰ اور قطعی جھوٹے دعویٰ پر اس کی پیش کردہ شہادت کیسے قبول کی جاسکتی ہے تو اب اگر نظریاتی کونسل حکومت کو سفارش کرے کہ زناء میں عورتوں کی شہادت جائز ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ جو مدعی یقینی طور پر اپنے دعویٰ میں کاذب ہے اس کی پیش کردہ شہادت قبول کی جائے اور جھوٹ کو سچ ثابت کیا جائے اور یہ امر مذموم ہے یہاں تک آیہ اول پر بحث ختم ہوئی

آیہ دوم ملاحظہ ہو۔ قولہ تعالیٰ ثم لم یاتوا باربعة شھداء فاجلدو ھم ثمانین جلدة یعنی زناء پر چار مرد گواہ یعنی زناء کی تہمت لگا کر جو لوگ چار مرد گواہ پیش نہیں کرتے ان کو اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور انکی کوئی شہادت قبول نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان میں تو اب جو مدعی اثبات زناء پر عورتیں بطور گواہ لایا وہ اس فرمان الٰہی میں داخل ہے ثم لم یاتوا باربعة شھداء لہذا اس وعید میں بھی داخل ہوگا کہ اس کو اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور اس کی کبھی شہادت قبول نہ کرو تو جو مدعی اپنے دعویٰ کیوجہ سے تین وعیدوں کا مستحق ٹھہرا اس کی شہادۃ پیش کردہ اپنے دعویٰ پر کیسے قبول ہو سکتی ہے تو اب نظریاتی کونسل اگر حکومت کو سفارش کرے کہ زناء پر عورتوں کی گواہی جائز ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو آدمی غلط دعویٰ کی وجہ سے حد قذف کا مستحق ہوا اور آدائیگی شہادت سے محروم اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوا اس کی پیش کردہ عورتوں کی شہادت اس کے غلط دعویٰ پر جائز ہے اور ظاہر ہے یہ درست نہیں

وجہ ہشتم قبل ازیں ذکر کیا جاچکا ہے کہ قرآن کریم میں شہادۃ کے صرف تین قسم ہیں۔

قسم اول اثبات زناء پر شہادۃ صرف چار مرد ہونگے عورت گواہ نہیں ہوگی۔

قسم دوم مالی امور میں کم از کم دو مردوں کی شہادۃ۔

قسم سوم مالی امور میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادۃ اب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اثبات زناء پر شہادۃ کا دوسرا قسم بیان نہیں اور مالی امور کے اثبات کیلئے شہادۃ کا تیسرا قسم بیان نہیں فرمایا خلاصہ یہ کہ اثبات زناء پر صرف ایک قسم شہادۃ کا ذکر ہے اور مالی امور کے اثبات پر صرف دو قسم شہادۃ کا ذکر ہے اور اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے کہ سکوت فی معرض البیان بیان یعنی کسی حکم کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اور کچھ فرمانے کے بعد سکوت اختیار کیا تو یہ سکوت بیان ہے اس امر کا کہ اس حکم کے متعلق جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے بس وہی معتبر ہے اور غیر مذکور معتبر نہیں مثلاً اثبات زناء کیلئے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ چار مرد گواہ ضروری ہیں اور اس پر سکوت فرمایا تو یہ بیان ہے اس امر کا اثبات زناء کا صرف ایک قسم شہادۃ ہے دوسرا قسم نہیں ہے اب اگر اثبات زناء کیلئے عورتوں کی شہادۃ جائز قرار دی جائے تو یہ اثبات زناء کا دوسرا قسم شہادۃ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا سکوت اس امر کا بیان تھا کہ اثبات زناء کیلئے دوسرا قسم شہادۃ یعنی عورتوں کی شہادت پر جائز نہیں ہے اسی طرح مالی امور کے اثبات کیلئے اللہ تعالیٰ نے دو قسم شہادۃ بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا تو یہ بیان ہے اس امر کا کہ مالی امور کے اثبات کیلئے تیسرا قسم شہادۃ جائز نہیں اب اگر یہ کہا جائے کہ مالی امور صرف عورتوں کی شہادت سے ثابت ہو جاتے ہیں تو یہ اس سکوت کے منافی ہے اور سکوت اس کی نفی کرتا ہے۔

وجہ نہم اثبات زناء کیلئے اللہ تعالیٰ نے صرف ایک قسم شہادت ذکر فرمایا ہے اور مالی امور کے اثبات کیلئے دو قسم شہادۃ بیان فرمائے اب اگر اثبات زناء کیلئے دوسرا قسم شہادۃ اور اثبات مالی امور کیلئے تیسرا قسم شہادۃ جائز قرار دیا جائے تو یہ زیادتی علی النص ہے اور زیادتی علی النص احناف کے نزدیک نسخ ہے اور نسخ قرآن یا تو قرآن سے ہوتا ہے یا حدیث متواتر سے خبر واحد اور قیاس سے نسخ قرآن نہیں ہوتا اور کوئی قرآن کی آیۃ اور حدیث متواتر ایسی نہیں ہے جس کا منطوق اور مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کی شہادت سے اثبات زناء ہو جاتا ہے بلکہ بندہ کہتا ہے کہ کوئی صحیح خبر واحد بھی ایسی نہیں ہے جس سے اثبات زناء کیلئے عورتوں کی شہادت کا جواز ثابت ہوتا ہو جو اس

جواز کے متمنی ہیں ان کی دلیل ان کا صرف قیاس ہے اور قیاس مجتہد کا معتبر ہے اور چونکہ وہ مجتہد نہیں لہذا ان کا قیاس غیر معتبر ہے۔

جاری ہے۔

ہمیں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون اتنا ہی ملا ہے جو قارئین کی نظر کر دیا گیا ہے۔

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

اشٹام ایکٹ کی شرعی حیثیت

گرامی قدر جناب سید محمد صفدر علی شاہ صاحب زید مجدہ وسلمہ ربہ تعالیٰ از طرف مولوی عطاء محمد بندیالوی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جناب نے بندہ کو لکھا تھا کہ ایکٹ اشٹام پر اپنی شرعی رائے کا اظہار کروں جس کو شمال مغربی صوبہ سرحد کی حکومت نے آپ کو استفسار کے طور پر روزانہ کیا ہے اور جس میں یہ درج ہے کہ ایک معزز رکن اسمبلی نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ لین دین کو ضبط تحریر میں لانا ایک نص صریح کا حکم ہے اور نص صریح اس عریضہ کے ساتھ لف ہے گزارش ہے کہ بندہ کی عادت ہے کہ جب کس مسئلہ پر قلم اٹھاتا ہے تو اس کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی نظر ڈالتا ہے اور پھر بسا اوقات مضمون اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ پڑھنے والا کچھ اکتا جاتا ہے آپ کے مرسلہ مضمون پر جب بندہ بحث کرنے بیٹھا تو یہ خیال آیا کہ یہ بحث پانچ مقدمات پر مبنی ہے ان مقدمات کے بغیر مسئلہ واضح نہیں ہوگا لیکن وہ پانچ مقدمات ختم ہونے پر ۱۴ بڑے صفحات اس کی نذر ہو گئے لہذا خیال آیا کہ اتنا طویل مضمون نامناسب ہے لہذا اس کو مختصر کر کے روانہ خدمت ہے اب صرف ایک مقدمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے اگر ضرورت محسوس ہوئی تو سارا مضمون پیش خدمت کر دیا جائے گا۔

مقدمہ: جو آیات سوال کے ساتھ لف ہیں ان کی ابتداء اس طرح ہے قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنو اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوا ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یأب ان یکتب الآیۃ آیہ شریفہ میں جو دین کا لفظ ہے اس کا معنی قرض نہیں ہے کیونکہ قرض میں اجل معین نہیں اور آیہ میں اجل معین ہے تو جن لوگوں نے آیہ میں دین کا معنی قرض لیا ہے یہ غلط ہے اب بندہ بحوالہ تفاسیر اس نص کو بیان کرتا ہے نص میں جو لفظ تداینتم ہے اس کا معنی امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیا ہے ملاحظہ ہو (تداینتم تبایعتم بدین) یعنی تباین سے مراد وہ تجارت ہے جس میں دین اور ادھار ہے اس کا یہ حکم ہے کہ ضابطہ

تحریر میں لائی جائے اور اگر اس تجارت میں ادھار نہیں ہے بلکہ ایک ہاتھ سے لینا اور دوسرے ہاتھ سے دینا ہے تو یہاں تحریر کی ضرورت نہیں ہے علامہ روح المعانی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے ملاحظہ ہو (تداینتم ای تعاملتم وداین بعضکم بعضا) یعنی تداین سے مراد وہ معاملہ ہے جس میں ایک آدمی کا دوسرے پر دین اور ادھار ہے تو اس کو ضابطہ تحریر میں لایا جائے اور اگر ایسا معاملہ ہے کہ اس میں دین اور ادھار نہیں ہے تو وہاں تحریر کی ضرورت نہیں اور اس کا ذکر آئندہ آیات میں ہے ملاحظہ ہو (قولہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیر ونھا بینکم فلیس علیکم جناح ان لا تکتبوھا) یعنی اگر ایسی تجارت ہے کہ کوئی چیز خرید کر اس پر قبضہ کیا اور اسی وقت اس کی قیمت ادا کر دی تو اس صورت میں اگر تحریر نہ کیا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے لہذا جس معزز رکن اسمبلی نے یہ کہا ہے کہ لین دین کو ضبط تحریر میں لانا نص صریح کا حکم ہے کہ مطلق درست نہیں ہے اگر لین دین میں ادھار ہے پھر تو اسے ضبط تحریر میں لانے کا حکم ہے اور اگر ادھار نہیں تو پھر نص صریح کا یہ حکم ہے کہ اسے ضبط تحریر لانے کی ضرورت نہیں ہے اور وہ نص صریح بندہ نقل کر چکا ہے معزز رکن اسمبلی نے آیات کے پہلے حصہ کو تو دیکھا لیکن دوسرے حصہ کی طرف توجہ نہیں فرمائی نیز جب لین دین میں ادھار ہو تو نص صریح میں جو تحریر کا حکم ہے اس کو صیغہ امر سے ذکر کیا گیا ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ امر وجوب کیلئے ہے یا کہ ندب اور استحباب کیلئے تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کیلئے ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ امر وجوب کیلئے ہے لیکن ان کے نزدیک یہ وجوب بعد میں آنے والی ایک آیۃ سے منسوخ ہے اور وہ آیۃ یہ ہے قولہ تعالیٰ (فان امن بعضکم بعضا فلیئود الذی آتمن امانۃ ولیتق اللہ ربہ) یعنی اگر تمہارا ایک دوسرے پر اعتماد ہے تو اب ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود فرمایا گیا کہ جب اعتماد کی بناء پر تحریر نہیں لی گئی تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے وہ اعتماد کرنے والے کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائے اور وقت مقررہ پر دین ادا کر دے بہر حال خواہ امر وجوب کیلئے ہو یا ندب کیلئے تو تحریر اب ضروری نہیں ہے ندب کی صورت میں تو ظاہر ہے اور وجوب کی صورت

میں چونکہ وجوب منسوخ ہے لہذا جوب ساقط ہو گیا۔ اس پر دلیل ملاحظہ ہو روح المعانی میں ہے (والجمهور على استحبابه) یعنی جمہور مفسرین اور فقہاء کے نزدیک دین کو ضبط تحریر میں لانا مستحب ہے ضروری نہیں تفسیر کبیر میں ہے قال آخرون هذا الا مر محمول على الندب وعلى هذا جمهور االفقهاء المتجهدين) یعنی جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جس تجارۃ میں دین اور ادھار ہے وہاں اس کو ضبط تحریر میں لانا مستحب ہے ضروری نہیں ہے نیز یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جس تحریر اور کتابت کا حکم نص میں ہے یہ مطلق کتابت ہے خواہ اشٹام پر ہو جس کی قیمت ادا کی گئی یا کہ اس پر ٹکٹ لگایا جائے اور یا ایک سادہ کاغذ پر ہے جس کی نہ تو قیمت ادا کی گئی اور نہ اس پر کوئی ٹکٹ چسپاں ہے ہر دو کا حکم ایک ہے اور ہر صورت میں حکم خداوندی پر عمل ہے اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کتابت کا حکم اس لیے تھا کہ دین پختہ ہو جائے اور کسی کو انکار کی جرأت نہ ہو اور یہ پختگی اشٹام میں ہے نہ کہ سادہ کاغذ میں تو جواب یہ ہے کہ اس کے بعد قرآن پاک میں ہے قولہ (واستشهدوا شهيدين من رجالكم) تو اس آیہ مبارکہ میں جو دو گواہوں کا ذکر ہے تو یہ شہادۃ اس تحریر اور کتابت پر ہو گی کہ فلاں فلاں کے درمیان یہ تحریری معاہدہ ہوا ہے تو اصل لین دین کی پختگی کی مدار گواہوں پر ہے اگر کوئی فریق انکار کرے گا تو یہ گواہ اسکو جھوٹا کریں گے کتابت اور تحریر صرف احتیاط کے لیے تھی کہ ہر فریق کو یہ یقین رہے کہ میں نے یہ دین دینا اور لینا ہے اور گواہوں کو بھی شہادۃ دینے میں آسانی ہو گی کہ ہم نے یہ شہادۃ دینی ہے خلاصہ یہ ہے کہ تحریر خواہ اشٹام پر ہو یا کہ سادہ کاغذ پر دونوں کا مقصد ایک ہے اور اصل مدار گواہوں پر ہے اگر تحریر اشٹام پر ہے اور کسی فریق نے انکار کر دیا تو محض اشٹام منکر کو جھوٹا نہیں کر سکتا بلکہ دو گواہ منکر کو جھوٹا کریں گے پاکستانی عدالتوں کا جو یہ طریقہ ہے کہ اگر تحریر اشٹام پر ہے تو اس کا اعتبار ہے اور حکومت اس کو نافذ کرے گی اور اس صورت میں حکومت کی مشینری استعمال ہو گی اور اگر یہ تحریر کسی سادہ کاغذ پر ہے اور اشٹام ڈیوٹی ادا نہیں کی گئی تو عدالت کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں ہے اور انتظامیہ مشینری اس کو نافذ نہیں کرے گی یہ امر خلاف شرع ہے شرع شریف میں ہر دو تحریر کا حکم

ایک ہے اگر دو عامل گواہ ہیں تو ہر دو کا اعتبار ہے اور حکومت کی مشینری پر لازم ہے کہ وہ اسکو کرے اور اگر اس تحریر پر گواہ نہیں ہیں تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور مشینری اس کو نافذ نہیں کریگی یا چاہیے کہ گواہ کی ضرورت اس وقت ہوگی جب مدعیٰ علیہ انکار کرے گا ور اگر انکار نہیں ہے تو حق اقرار سے ثابت ہو جائیگا اب گواہوں کی ضرورت نہیں ہے اب بندہ اس پر دلیل دیتا ہے کہ قرآن میں جس شہادۃ کا ذکر ہے یہ تحریر اور کتابت پر شہادۃ ہے روح المعانی میں ہے (ای اطلبو ھمالیتو لآء الشہادۃ علیٰ ماجریٰ بینکما) یعنی دو گواہوں کو اس لیے طلب کرو کہ جو معاملہ کتاب تمہارے درمیان جاری ہوا اس کی شہادۃ تو برداشت کریں تفسیر کبیر میں ہے۔ (المقصود من الکتابۃ ھو الاستشھاد لکی یتمکن بالشھود عند الجحود من التوصل الیٰ تحصیل الحق) خلاصہ یہ کہ تحریر اس لیے تھی کہ اس پر گواہ قائم کریں گے تا کہ اگر کوئی فریق انکار کر دے تو گواہ اس کو جھوٹا کرینگے اور کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ اصل حقوق کی مدار گواہوں پر ہے اشٹام اور سادہ کاغذ ہر دو کا حکم ایک ہے حکومت نے جو اشٹام کا طریقہ رائج کیا ہے یہ محض استحصال ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے اب گزارش یہ ہے کہ جس معزز رکن صوبہ سرحد نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ لین دین کو ضبط تحریر میں لانا نص صریح کا حکم ہے ان کو چاہیے تھا کہ یہ بھی کہتے کہ تحریر کہ طرح شہادۃ کا حکم بھی نص صریح میں ہے بلکہ کتابت سے اصل مقصد گواہ مقرر کرنا ہے اس کے بعد بندہ جناب عرفانی صاحب کے نوٹ پر بحث کرتا ہے اور اشٹام ایکٹ اپنی رائے پیش کرتا ہے عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ایکٹ اس امر کی تصریح کرتا ہے کہ ڈیوٹی ادا کئے بغیر اس معاہدہ کو انتظامی مشینری نافذ نہیں کریگی یہ مذکورہ بالا نص صریح کے خلاف ہے جیسا کہ گزر چکا کہ خواہ ڈیوٹی ادا ہو یا نہ، اگر اس تحریر پر دو عامل گواہ ہیں تو انتظامی مشینری پر لازم ہے کہ وہ اسے نافذ کرے اور نافذ نہ کرنا خلاف شرع ہے۔ نیز ڈیوٹی ادا کرنے کی صورت میں اگر انتظامیہ مشینری انکار کی صورت میں محض اشٹام پر اعتماد کر کے حکم نافذ کرتی ہے تو یہ بھی خلاف شرع ہے بغیر گواہوں کے مشینری حکم نافذ نہیں کر سکتی گواہوں کا ہونا نفاذ کیلئے ضروری ہے نیز عبدالمالک عرفانی صاحب

اپنے نوٹ میں فرماتے ہیں کہ دستاویزات کو نافذ کرنے کیلئے حکومت کو کئی قسم کے اخراجات کرنے پڑتے ہیں یہ اخراجات زکوٰۃ اور عشر سے پورے نہیں کئے جاسکتے لہذا وہ لوگ جو دستاویزات کو نافذ کرنے کی صورت میں حکومت کی مشینری استعمال کرتے ہیں ان اخراجات کو پورا کرنے میں حکومت کی یہ امداد کریں کہ دستاویز کی ڈیوٹی ادا کریں۔ جناب عرفانی صاحب کی رائے پر چند اعتراضات ہیں۔

اعتراض اول: یہ درست ہے کہ یہ اخراجات زکوٰۃ اور عشر سے پورے نہیں کئے جاسکتے لیکن کیا حکومت کے پاس زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اور کوئی فنڈ نہیں ہے کہ یہ اخراجات اس سے پورے کئے جائیں حکومت کئی قسم کے ٹیکس وصول کرتی ہے جو کہ زکوٰۃ و عشر کے علاوہ ہیں کیا یہ اخراجات ان ٹیکسوں سے پورے نہیں کئے جاسکتے یقیناً پورے کئے جاسکتے ہیں غور کریں آج کل حکومت میں جو فلور کراسنگ جاری ہے اور ارکان اسمبلی کی خرید و فروخت ہو رہی اس کے اخراجات زکوٰۃ و عشر سے پورے کئے جارہے ہیں ہر گز نہیں تو معلوم ہوا کہ حکومت کے پاس کئی اور فنڈ اور ڈیوٹی کے اخراجات ان سے پورے کئے جاسکتے ہیں۔

اعتراض دوم: حکومت کے دو محکمے ہیں انتظامیہ اور عدلیہ انتظامیہ کے اخراجات پورے کرنے کیلئے تو حکومت ٹیکس وصول کرسکتی ہے لیکن عدلیہ کے اخراجات پورے کرنے کیلئے ڈیوٹی لگانا شرعاً اور اخلاقاً بہت نامناسب ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عدل وانصاف کو فروخت اور بیچا جارہا ہے جو کہ مناسب نہیں ہے۔

اعتراض سوم: آیات مذکورہ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کو ضبط تحریر میں لانے اور ان پر گواہ قائم کرنے میں کن اخراجات کی ضرورت ہے تو فرمایا گیا قولہ تعالیٰ (ولا یضار کاتب ولا شھید) اگرچہ ان الفاظ کے دو معنی ہیں لیکن بندہ یہاں ایک معنی کا ذکر کرتا ہے کہ کاتب اور گواہ کو ضرر اور نقصان نہ پہنچایا جائے کاتب کو یہ ضرر دیتا ہے کہ تم کاغذ اور قلم دوات اپنے

پیسہ سے خریدو اور تم کو کتابت کی مزدوری بھی نہیں دی جائیگی تو اس نقصان سے منع کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ کاغذ اور قلم دوات کا خرچہ فریقین کو ادا کرنا ہوگا اور کاتب کو مزدوری بھی دینا لازم ہے یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کاغذ کی قیمت اگرچہ فریقین کو ادا کرنی ہے لیکن یہ کاغذ عام ہے جو اشٹام ہو جسکی ڈیوٹی ادا کی گئی خواہ سادہ کاغذ ہو جس پر ڈیوٹی نہیں ہے خلاصہ یہ کہ کاغذ کے متعلق فریقین کو اختیار ہے کہ جو کاغذ وہ چاہیں اس پر کاتب تحریر کردے فریقین کو مجبور کرنا کہ وہ کاغذ استعمال کرو جس کی تم نے ڈیوٹی ادا کی ہے یہ امر خلاف شرع ہے اور گواہ کو یہ ضرر دینا ہے کہ گواہ جب عدالت میں گواہی دینے جائے گا تو وہ آمد و رفت اور کھانے پینے کا خرچہ خود برداشت کرے اس سے منع کیا گیا ہے کہ گواہ کا یہ خرچہ فریقین برداشت کریں گے خلاصہ یہ کہ جس تحریر اور کتابت کا ذکر قرآن پاک کے نصوص میں مذکور ہے اس میں کاتب اور گواہ کا خرچہ فریقین پر ہے اور کوئی خرچہ فریقین پر نہیں ہے لہذا دستاویزات کے نفاذ میں حکومت کا جو خرچہ ہوگا یہ خرچہ حکومت خود برداشت کرے گی اور جو لوگ دستاویزات کے نفاذ میں حکومت کی مشینری استعمال کرتے ہیں یہ انکا حق ہے لہذا اس پر جو خرچہ آئے گا یہ استعمال کرنے والوں سے نہیں لیا جائے گا بندہ یہاں اس کی ایک واضح مثال پیش کرتا ہے مثلاً شہر میں دنگا فساد شروع ہو جاتا ہے اور حکومت امن و امان قائم کرنے کیلئے پولیس بھیجتی ہے تو ان شہر والوں کو حکومت یہ کہے کہ تم پولیس کا خرچہ برداشت کرو تو یہ امر بہت نامناسب ہوگا کیونکہ امن اور عدل و انصاف قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے حکومت اس کی قیمت اور معاوضہ وصول نہیں کر سکتی لہذا ایکٹ اشٹام کا یہ کہنا کہ اگر دستاویز کی ڈیوٹی ادا کی گئی ہے تو اس کے نفاذ کی حکومت ذمہ دار ہے اور ڈیوٹی ادا کنندہ حکومت کی مشینری استعمال کر سکتا ہے ورنہ نہیں یہ امر خلاف شرع اور اس کی مثال یہ ہے کہ بدامنی کی صورت میں حکومت شہریوں کو یہ کہے کہ اگر تم پولیس کا خرچہ برداشت کرو تو پولیس کو استعمال کر سکتے ہو ورنہ نہیں اور یہ امر بھی خلاف شرع ہے بندہ نے (قولہ تعالیٰ ولا یضار کاتب ولا شھید) کے متعلق جو قبل ازیں ذکر کیا اس پر دلیل ملاحظہ ہو روح المعانی میں ہے (والنھی عن الضرار

بان لا یعطیٰ الکاتب حقه من المجهی او یحمل الشاهد مئونته المجئی من بلد)
یعنی کاتب اور گواہ کو ضرر پہنچانے سے جو منع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مزدوری کا حق نہ دیا جائے اور گواہ کو آمد رفت کے خرچہ کو خود برداشت کرے اب اگر اشٹام کی ڈیوٹی فریقین کو ادا کرنا ہوتی نہ کہ حکومت کو تو یہ حکم بھی دیا جاتا کہ حکام کو بھی کاتب اور شاہد کی طرح ضرر اور نقصان نہ دیا جائے کیونکہ کتابت اور اشٹام کا نفاذ حکومت کو کرنا ہے اور شہادۃ بھی حکومت کی مقررہ کردہ عدالت میں پیش ہونی ہے تو معلوم ہوا کہ کتاب میں حکومت اور کاتب اور گواہوں کا یکساں تعلق ہے تو اگر اشٹام کی ڈیوٹی بھی فریقین کو برداشت کرنا ہوتی نہ کہ حکومت کو تو پھر اس کا ذکر بھی لازم تھا اور یہ فرمایا جاتا کہ حکام کو ضرر نہ دیا جائے جیسا کاتب اور شاہد کے ضرر سے منع فرمایا گیا اب تمام مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اشٹام ایکٹ نص قرآنی کے خلاف ہے اور عرفانی صاحب کا یہ کہنا کہ اس ایکٹ میں کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے بندہ کے نزدیک درست نہیں ہے ۔اگرچہ مضمون کچھ طویل ہو گیا ہے لیکن آیات مذکورہ بالا اور نصوص قرآنیہ کے متعلق ایک گزارش آخر میں پیش کی جاتی ہے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ قرآن پاک کا اگرچہ عمومی طرز یہ ہے کہ ہر بات کو اختصار سے بیان کیا جاتا ہے لیکن آیات اور نصوص قرآنیہ مذکورہ بالا میں بسط اور طوالت کو اختیار کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو بیان کیا گیا تا کہ مسلمان کو معاش اور اقتصادیات اور معاشرت کیلئے مال کی ضرورت ہے کیونکہ ملک مالدار ہوگا تو لوگوں کا معیار زندگی بلند ہوگا اور ملک میں ہر چیز وافر مقدار میں ہوگی اور ملک ہر چیز میں خودکفیل ہوگا کوئی چیز باہر سے منگوانے کی ضرورت نہ ہوگی ملک مالدار ہوگا تو اپنے ملک کا دفاع آسانی سے کر سکے گا ملک میں کارخانے ہونگے جن میں اور چیز کے علاوہ ہر قسم کا اسلحہ تیار ہوگا ملک میں نہروں کا جال بچھا ہوگا غلہ وافر پیدا ہوگا اور سستا ہوگا افراط زر کا مسئلہ پیدا نہ ہوگا بعض ممالک اپنے بعض منصوبے صرف اس بناء پر مکمل نہیں کر سکتے کہ ان کے پاس مال نہیں ہوتا باہر سے قرضہ لیا جائے تو ایک تو سود ادا کرنا ہوگا جس کا لین دین دونوں حرام ہیں دوسرا سیاسی طور پر دوسروں کا

تابع ہونا پڑے گا جو کہ ملک کیلئے مضر بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالی کے راستے میں مال خرچہ کرنا ایک بڑی عبادت اور تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نافرمانی سے بچنا یہ بھی شرح شریف میں بہت بڑی عبادت ہے یہ ہر دو عبادتیں بغیر مال کے بہت مشکل ہیں اسی لیے علماء نے ہر وہ لذت اور نفع جو حرام طریقہ سے حاصل ہوتا ہے اسی قسم کا نفع اور لذة حلال سے بھی حاصل ہو سکتا ہے بہر حال مال حلال دنیا میں مسلمان کیلئے بہت ضروری ہے آیات اور نصوص مذکورہ میں حلال مال کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے طریقہ بیان فرمایا اور جن اسباب سے حلال مال حاصل ہو جاتا ہے ان اسباب کی نشانی دہی ہے اور اس کو بسط سے بیان فرمایا گیا اور یہاں نو چیزوں کا ذکر ہے بندہ یہاں ان سے چند کا ذکر کرتا ہے کہ کوئی آدمی مثلاً ادھار لیتا ہے اور پھر انکار کر دیتا ہے تو یہ مال کے تلف کا اس لیے فرمایا کہ ادھار کو ضبط تحریر میں لاؤ پھر تحریر میں کاتب بد دیانتی کرتا ہے کہ اصل سے تھوڑا مال لکھا یا زیادہ تو مال تلف کا سبب ہے اس لیے فرمایا کاتب عادل اور دیانتدار ہو پھر ہو سکتا ہے کہ تحریر اور کتابت کے باوجود کوئی فریق کہدے کہ یہ کتابت جعلی ہے تو حکم ہوا کہ تحریر پر دو عادل گواہ ٹھہرائیں اب یہ ہو سکتا ہے کہ انکار کی صورت میں گواہ گواہی سے انکار کر دیتے ہیں تو گواہوں کو ڈرایا گیا کہ یہ بڑا بُرا کام ہے اس سے تمہارا مال پلید اور نجس ہو جائیگا اسی طرح کاتب لکھنے سے انکار کر دیتا ہے تو اس کو حکم ہوا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ اللہ جل شانہ نے تم کو کتابت کی نعمت سے نوازا ہے لہٰذا اس نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ تم بوقت ضرورت کتابت سے انکار نہ کرو اب چونکہ کاتب کو حکم ہے کہ وہ کتابت کرے اور کتابت سے انکار نہ کرے اور اسی طرح شاہد کو حکم ہے کہ وہ شہادۃ سے انکار نہ کرے تو اب یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کتابت کے بغیر کاتب اور گواہ کو مجبور کریں کہ کتابت اور ادا شہادۃ کا تم کو حکم ہے لہذا ہم نہ تو کاتب کو کتابت کی مزدوری دیں گے اور نہ ہی گواہ کو آنے جانے کا خرچ دیں گے تو فریقین کو حکم خداوندی ہوا کہ کاتب اور شاہد اگر چہ اپنا فرض ادا کریں گے لیکن تم ان کو نقصان اور ضرر نہ پہنچاؤ کاتب کو مزدوری اور شاہد کو آمد ورفت کا خرچہ ادا کرو اب پھر بندہ دوبارہ عرض کرتا ہے کہ اگر اہتمام کی ڈیوٹی فریقین پر لازم ہوتی نہ کہ جس کو

یہاں یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ حکومت کو بھی ضرر نہ دو اور اشنام کی ڈیوٹی خود ادا کرو کیونکہ تم حکومت کی انتظامیہ کی مشینری استعمال کر رہے ہو لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا تو معلوم ہوا کہ فریقین یہ مشینری مفت استعمال کریں گے اور کوئی معاوضہ ادا نہیں کریں گے کیونکہ عدل و انصاف بیچا نہیں جاتا جو حکومت ایسا کرتی ہے یعنی عدل و انصاف کو فروخت کرتی ہے وہ حکومت کرنے کی اہل نہیں ہے ان آیات مذکورہ پر مزید بھی لکھا جا سکتا ہے لیکن طوالت سے بچنے کیلئے اسی پر اکتفاد کیا جاتا ہے فقط والسلام مع الف اکرام

حررہٗ عطاء محمد بندیالوی عفی عنہ
مدرس دار العلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف
ڈاک خانہ خاص ضلع گجرات تحصیل پھالیہ
11 محرم الحرام ۱۴۱۱ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۹۰ء